

مقاماتِ مظہری

تالیف: حضرت شاہ غلام علی دہلوی



تحقیق و تعلیق و ترجمہ: محمد قہسار مجیدی



اردو سائنس بورڈ

مقاماتِ مظہری

بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی :

”اس وقت حضرت میرزا جان جانان کی مثل دنیا کے کسی اقلیم اور شہر میں نہیں ہے شاید مرحومین میں بھی نہ ملے ، بلکہ زمانے کے ہر حصے میں ایسے عزیز الوجود لوگ کم ہوتے ہیں۔“
(مقامات مظہری ۲۸۵ ، انکس الاکابر ۲۴)

لائبریری کیٹلاگ کارڈ

غلام علی دہلوی ، شاہ

مقامات مظہری (احوال و مقامات ، مخطوطات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جان جانان شہید ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) (لاہور :

اردو سائنس بورڈ ۲۰۰۱ء

۷۰۴ ص

۱۔ مظہر جان جانان ، میرزا

۲۔ سلطنت مغلیہ

۳۔ تصوف — ہندوستان

۱۔ محمد اقبال مجددی ، مترجم

۱۱۔ عنوان

مقاماتِ مظہری

احوال و ملفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

۲۱۱۹۵
۲۱۷۸۱

۲۱۱۱۱
۲۱۷۰۰

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

تحقیق و تصنیف درجہ

محمد قبال مجیدی



الذوالسنی بورڈ

299 - اپر مال ، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر 175
جملہ حقوق بحق اردو سائنس بورڈ لاہور

طبع دوم : 2001ء
قیمت : 300/- روپے

ناشر

محمد اکرام چغتائی

ڈائریکٹر جنرل 'اردو سائنس بورڈ'

299- اپریل 'لاہور'

ISBN - 969 - 477 - 055 - 6

مطبع : میو آرٹ پریس '48 لوئر مال' نزد سیشن کورٹ 'لاہور'

فہرست

۶۲	نجیب الدولہ کی حضرت مظہر سے عقیدت	۱۴	تقریظ از مولانا زید ابوالحسن فاروقی
۶۲	نجیب الدولہ اور حضرت مظہر کے مریدین	۲۱	نقش ثانی از محمد اقبال مجددی (مرتب کتاب)
۶۵	افضل الدولہ	۲۳	تمہید از محمد اقبال مجددی (مرتب کتاب)
۶۵	ملا رحیم داد اور حضرت مظہر	۲۴	مقدمہ
۶۸	مجدد الدولہ	۲۴	حضرت مظہر کا سیاسی اور سماجی ماحول
۶۲	عماد الملک	۲۶	بادشاہوں کی حالت
۷۸	حضرت مظہر کے دیگر امراء سے تعلقات	۳۰	امراء کا کردار
۸۳	سیاسی جماعتیں اور حضرت مظہر	۳۳	نادر شاہ کا حملہ
۸۳	متوسلین حضرت مظہر مختلف لشکروں میں	۳۵	احمد شاہ درانی کے پاک و ہند پر حملے
۸۵	نجف خان	۴۱	سکھوں کی تحریک
۸۶	حضرت مظہر کا سیاسی حالات سے متاثر ہونا	۴۵	سرہند کی تباہی
۸۹	اقتصادی حالات	۵۱	مرہٹے
۹۶	معاشرتی زندگی	۵۴	روہیلے
		۵۹	روہیلوں کا منشی پہلو

۱۵۳	کتاب ہذا	۱۰۲	مذہبی بے راہ روی
۱۵۴	ابتدائی حالات	۱۰۵	علماء و صوفیہ کی حالت
۱۵۶	حضرت مظہر سے بیعت	۱۰۸	صوفیہ کی اصلاحی کوششیں
۱۵۶	امراء کی عقیدت		حضرت مظہر کی شہادت — ایک
۱۵۷	وصال	۱۱۳	سیاسی واقعہ
۱۵۷	غلام	۱۱۷	حضرت مظہر کی تعلیمات
۱۵۸	حضرت شاہ ابو سعید مجددی	۱۲۰	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
۱۵۹	حضرت شاہ احمد سعید مجددی		حضرت مظہر کے بارے میں چند
۱۶۱	مولانا خالد کردی	۱۲۳	غلط فہمیوں کا ازالہ
۱۶۲	مولانا غلام محی الدین قصوری	۱۲۳	حضرت مظہر اور ہندومت
	تصانیف حضرت شاہ غلام علی		حضرت مظہر اور حسن پرستی و
۱۷۱	مقامات مظہری پر ایک نظر	۱۲۹	نازک مزاجی
۱۷۸	حواشی	۱۳۲	حضرت مظہر کی تصانیف
۲۱۵	مقامات مظہری (ترجمہ)	۱۳۴	دیوان مظہر (فارسی)
۲۱۷	پہلی فصل: ذکر طریقہ نقشبندیہ	۱۳۵	دیوان اردو
۲۲۰	حواشی	۱۳۶	خریطہ جواہر
	دوسری فصل: سلسلہ نقشبندیہ	۱۳۷	مکاتیب کے مختلف مجموعے
۲۲۲	تقدیر و چشمیہ کا بیان		حضرت مظہر کے مکتوبات
۲۲۵	حواشی	۱۴۳	میں سیاسی اطلاعات
	تیسری فصل: حضرت مظہر کے	۱۴۴	نثری تحریریں
۲۲۷	اربہ مشائخ کے حالات	۱۴۷	ملفوظات
۲۲۷	حضرت سید نور محمد بدایونی	۱۴۸	ادبی خدمات
۲۳۰	حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی	۱۴۹	درگاہ مظہری
۲۳۱	حضرت حافظ سعد اللہ	۱۵۱	تدوین و تعمیر خانقاہ
۲۳۳	حضرت شیخ محمد عابد سنائی	۱۵۲	حضرت مظہر کے جانشین
۲۳۸	حواشی		حضرت شاہ غلام علی دہلوی مولف

۳۱۱	حواشی	چوتھی فصل : حضرت مظهر کا سلسلہ
	تیرھویں فصل : ان نصائح ہوش افزا	۲۴۳
	کا بیان جو حضرت نے اپنے	۲۵۳
۳۱۳	اصحاب کو کہیں	حواشی
۳۱۶	حواشی	پانچویں فصل : حضرت مظهر کا حضرت
	چودھویں فصل : حضرت کے بعض	۲۶۱
	منامات اور حضرت کی زبانی	۲۶۶
۳۱۷	بعض اویانے کرام کے احوال	۲۶۸
۳۳۳	حواشی	سیالکوٹی سے استفادہ
	پندرھویں فصل : حضرت مظهر کے	۲۷۲
۳۳۸	بعض کثوف اور کرامات	حواشی
۳۴۶	حواشی	ساتویں فصل : حضرت حافظ سعد اللہ
	سولہویں فصل : شہادت حضرت	۲۷۳
۳۴۷	مظهر	۲۷۷
۳۴۷	حواشی	حواشی
۳۵۳	سترھویں فصل : احوال خلفائے	آٹھویں فصل : حضرت شیخ محمد عابد
	حضرت مظهر	سنائی سے استفادہ
۳۵۸	میر مصلح	۲۷۸
۳۵۹	حاضی مناء اللہ پانی پتی	۲۸۲
۳۶۲	مولوی فضل اللہ	حواشی
۳۶۳	مولوی احمد اللہ	نویں فصل : ان مقدمات کا بیان جو
۳۶۵	شیخ محمد مراد	حضرت مظهر کو اہل زمانہ سے
۳۶۶	شیخ عبدالرحمن	ممتاز کرتے ہیں
۳۶۶	میر عظیم اللہ گنگوہی	حواشی
۳۶۸	شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکی	دسویں فصل : حضرت مظهر کی تاثیر
۳۶۸	شیخ محمد احسان	صحبت کا بیان
۳۷۱	شیخ غلام حسن	حواشی
		گیارھویں فصل : حضرت مظهر کے
		اوصاف ترک و زہد
		حواشی
		بارھویں فصل : حضرت مظهر کے
		ملفوظات

۳۹۳	عبد الحکیم	۳۷۱	شیخ محمد منیر
۳۹۴	نواب ارشاد خان	۳۷۲	مولوی قندرخش
۳۹۵	غلام مصطفیٰ خان	۳۷۲	میر نعیم اللہ
۳۹۵	انگون نور محمد قدحاری	۳۷۳	مولوی مناء اللہ سنبھلی
۳۹۶	ملا نسیم	۳۷۵	میر عبد الباقی
۳۹۷	ملا عبد الرزاق	۳۷۵	خلیفہ محمد جمیل
۳۹۷	ملا جلیل	۳۷۶	شاہ بھیک سرہندی
۳۹۷	ملا عبد اللہ	۳۷۶	مولوی عبد الحق
۳۹۸	ملا تیمور	۳۷۶	شاہ محمد سالم
۳۹۹	حواشی	۳۷۷	شاہ رحمت اللہ
	اشعار حویں فضل : مکتوبات حضرت	۳۷۸	محمد شاہ
۴۰۰	مظہر	۳۷۸	میر مسین خان
	پہلا مکتوب : خود نوشت حالات حضرت	۳۷۹	میر محمد معین خان
۴۰۰	مظہر	۳۸۰	میر علی اصغر عرف میرکھو
	دوسرا مکتوب : طریقہ نقشبندیہ کے	۳۸۱	محمد حسن عرب
	موسلین کے احوال پر اعتراض	۳۸۲	محمد قائم کشمیری
۴۰۲	کا جواب	۳۸۲	حافظ محمد
	تیسرا مکتوب : صوفیہ کی اصطلاح	۳۸۳	مولوی قطب الدین
۴۰۴	میں لفظ نسبت کے معنی	۳۸۴	مولوی غلام یحییٰ بہاری
	چوتھا مکتوب : حضوری اور حصولی	۳۸۷	مولوی غلام محی الدین
۴۰۶	علم کا بیان	۳۸۸	مولوی نعیم اللہ بھڑانچی
	پانچواں مکتوب : حضرت مجدد الف ثانی	۳۸۹	مولوی کلیم اللہ بنگالی
	کے معارف پر شبہات کا بیان	۳۹۰	میر روح الامین
۴۰۸	اور ان کا جواب	۳۹۲	شاہ محمد شعیب
	چھٹا مکتوب : حضرت مجدد کے نظریات	۳۹۲	محمد واصل و محمد حسین
۴۰۹	پر اعتراضات کا جواب	۳۹۳	شیخ غلام حسین تھانیسری
	ساتواں مکتوب : حضرت مجدد اور حضرت		مولوی عبد الکریم اور مولوی

- ۴۶۳ انھار حواں مکتوب: عقیدہ اہل سنت کا اجمالی بیان
- ۴۶۴ انیسواں مکتوب: اس حدیث کا بیان کہ بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے
- ۴۶۵ بیسواں مکتوب: حضرت عائشہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا بیان
- ۴۶۶ اکیسواں مکتوب: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضوری و آگاہی کا بیان
- ۴۶۷ بائیسواں مکتوب: طریقہ مجددیہ کے چند درجات
- ۴۶۸ تینیسواں مکتوب: توحید وجودی کا بیان
- ۴۶۹ چوبیسواں مکتوب: انسان کے لطائف عشرہ کا بیان
- ۴۷۰ حواشی
- ۴۷۱ ضمیمہ اول حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی
- ۵۱۱ نوشتہ شاہ عبدالغنی مجددی
- ۵۱۲ احوال حضرت شاہ عبدالغنی
- ۵۱۳ ولادت حضرت شاہ غلام علی
- ۵۲۳ ملفوظات
- ۵۲۰ مکاشفات و ابہامات
- ۵۲۲ کرامات
- ۵۲۰ وصال
- ۴۴۱ شیخ عبدالقادر جیلانی میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے
- ۴۴۲ اٹھواں مکتوب: حضرت مجدد کے دو مفاہیم میں انطباق
- ۴۴۳ نواں مکتوب: اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے کافر فرنگ سے بدتر ہے
- ۴۴۴ دسواں مکتوب: اس شبہ کا ازالہ کہ ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہونے لیکن مرض سے شفا کے لیے دعا نہیں کی جبکہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دفع مرض کے لیے دعا کرنے سے ولی کے صبر کی پیغمبر کے صبر پر افضلیت لازم آتی ہے
- ۴۴۵ گیارہواں مکتوب: ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان
- ۴۴۶ بارہواں مکتوب: سماع کا بیان
- ۴۴۹ تیرہواں مکتوب: مسئلہ جبر و اختیار
- ۴۵۱ چودھواں مکتوب: کفار ہند کے آئین کا بیان
- ۴۵۲ پندرہواں مکتوب: رفع سبابہ کا بیان
- ۴۵۵ سولہواں مکتوب: حدیث کے مطابق عمل کرنا
- ۴۵۶ سترہواں مکتوب: صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

۶۲۲	مطبوعات عربی	۵۴۲	غلطانے حضرت شاہ غلام صلی
۶۲۶	مطبوعات فارسی	۵۶۹	حواشی
۶۳۴	مطبوعات اردو		ضمیمہ دوم
۶۴۰	مطبوعات انگریزی	۵۹۱	آبا و اجداد حضرت مظہر
	اشاریہ	۵۹۵	حواشی
۶۴۹	رجال		ضمیمہ سوم
	اقوام، قیائل، جماعتیں، فرقے اور	۵۹۷	حضرت مظہر کے معاصر سلاطین
۶۷۹	سلاسل		ضمیمہ چہارم
۶۸۱	اماکن		اصطلاحات تصوف شامل مقامات
۶۸۸	کتب		مظہری
۷۰۱	مطالع و ناشرین	۵۹۸	ماخذ مقدمہ و حواشی
۷۰۲	Foreword by prof. Riazul Islam	۶۲۳	مخطوطات

عکسیات شامل مقامات مظہری (یہ تمام عکسیات کتاب کے آخر میں ملاحظہ کریں)

- ۱- دیوان مظہر غریطہ، جواہر، طبع اول، مطبع مصطفائی کانپور، ۱۲۴۱ھ / ۱۸۵۴ء، ص ۱۳۴ *
- ۲- خود نوشت تحریر حضرت مظہر یعنی مکتوب بنام تقاضی مناء اللہ پانی پتی، مملوکہ حضرت زید ابوالحسن دہلی (شکریہ عبدالرزاق قریشی مرحوم)، ص ۱۳۹
- ۳- خود نوشت مکتوب حضرت مظہر بنام انوند ملا نسیم (از لواحق خانقاہ مظہریہ)، ص ۱۳۶
- ۴- دو وقف نامے متعلقہ خانقاہ حضرت مظہر، مملوکہ جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی (راولپنڈی)، ص ۲۰۵، ۱۵۲
- ۵- عکس تحریر حضرت شاہ غلام علی دہلوی، (حاشیہ بشارات مظہریہ، تھمی نسخہ برٹش میوزیم)، ص ۱۴۳
- ۶- مقامات مظہری، طبع اول، مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ، ص ۱۴۶
- ۷- پاکستان و ہند کا وہ نقشہ جو حضرت میرزا مظہر کی شہادت سے اٹھارہ سال بعد ۱۷۹۸ء میں فرینکلن نے شائع کیا، (ماہین ص ۲۱۲، ۲۱۳) ماغوذ از History of the Reign of Shah Aulum, London, 1798.

* اس فہرست میں شامل صفحات کے نمبر "مقامات مظہری" کی اشاعت ہذا کے مطابق ہیں۔

- ۸- حضرت مظہر کے خلیفہ اخوند ملا نسیم کی دو مہرین (مخزونہ خانقاہ نور محل - اوج - دیر) ص ۳۲۷
- ۹- دستخط میر عبدالباقی خلیفہ حضرت مظہر ص ۳۱۱
- ۱۰- تحریر میر عبدالباقی خلیفہ حضرت مظہر
(ماخوذ از مال اکمال مولفہ میر عبدالباقی ، تعلیمی ، مخزونہ کتب خانہ نور محل مذکور) ص ۳۱۱
- ۱۱- تحریر قاضی مناء اللہ پانی پتی (مخزونہ خانقاہ نور محل ، اوج ، دیر) ، ماخوذ از لواحق خانقاہ ظہریہ ص ۳۵۹
- ۱۲- گنبد مزارات چوتڑہ حضرت مظہر ، تعمیر ۱۴۰۰ھ ص ۱۵۲
- ۱۳- مزارات مرشد و مرید یعنی حضرت مظہر و مولف مقامات مظہری (حضرت شاہ غلام علی ، ماخوذ از کتابچہ سرہند طبع ترکی) ص ۱۵۲
- ۱۴- حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی مسجد ص ۱۵۷
- ۱۵- (بائیں جانب) مزار حضرت سید نور محمد بدایونی مرشد حضرت مظہر ص ۲۳۰

تقریظ

از

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی ' سجادہ نشین درگاہ حضرت مظهر ' دہلی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة على رسوله وآله وصحبه

"مقامات مظہری" حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی تالیف ہے ' یہ مبارک اور مستند کتاب فارسی میں ہے - ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو جائے ' اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اس کام کی توفیق جناب محمد اقبال صاحب مجددی کو دی - آپ گورنمنٹ ایم ' اے ' او ' کلج ' لاہور میں تارتخ کے کچھار ہیں - آپ نے صرف ترجمہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ مفید حواشی اور مقدمہ لکھ کر کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے - اللہ تعالیٰ آپ کو اجر کثیر دے :

جہاں میں تو کار نکوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

ابوالحسن زید فاروقی دہلوی
حال وارد لاہور

دو شنبہ ۲ ذوالحجہ ۱۳۰۰ھ
۱۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

www.kitabghar.org

نقش ثانی

مقامات مہری کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء کو اردو سائنس بورڈ نے طبع کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسے غیر معمولی پذیرائی نصیب ہوئی۔ اب احباب و قارئین کے اصرار پر اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس دوران مواد کی جمع آوری اور علمی تحقیقات کی غرض سے طویل سفر کیے ۱۹۸۶ء میں انگلستان ۱۹۸۹ء کو ہندوستان اور اس کے بعد ایران جا کر وہاں کے کتب خانوں سے استفادہ کیا اور اہل علم و دانش سے ملاقات کے مواقع ملے۔ ان اسفار میں مقامات مہری کا مسودہ ہمراہ رکھا اور اس کے حواشی پر تصحیحات و اضافات کرتا رہا۔ ان مہمت میں جدید اور نو دریافت مآخذ و مراجع سے کما حقہ استفادہ کیا۔ ۱۹۸۳ء کے بعد سلسلہ مضمون سے متعلق کئی اہم کتابیں بشارات مضمون، معمولات مضمون اور کمال مضمون مرتب کیں اور ان پر حواشی و تعلیقات کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (ف ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۹ء) کے احوال و معارف پر مشتمل ایک کتاب مقامات معصومی کا مخطی نسخہ مرتب کیا جس پر سات سو صفحات کے تعلیقات جداگانہ کتابت ہونے اسی طرح اس پر مفصل مقدمہ لکھ کر گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی کے مخطی، عرفانی اور معاشرتی میں منظر میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی شخصیت اور ان کی تحریک احیائے دین کا جائزہ لیا۔ جو بذات خود ایک ضخیم کتاب کے مساوی ہے۔

اس دوران حضرت خواجہ حسام الدین احمد (ف ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء) ظہیر و جانشین حضرت خواجہ باقی باللہ کے احوال و افکار پر ایک نو دریافت مآخذ زاد المآذ ایڈٹ کیا اور پاکستان و ہند کے علماء و مشائخ، مؤرخین و سلاطین پر تقریباً سات سو مقالات لکے جن

میں سے بعض پاکستان کے موقر رسائل میں اور باقی دانشنامہ شبہ قارہ (تہران - ایران) میں شامل ہیں۔ برطانیہ میں مرتب ہونے والی

Socio-Cultural and Intellectual Atlas of the Muslims of South Asia

میں پاکستان و ہند کے علماء و صوفیہ کی تصانیف ، ملفوظات ، مکتوبات اور تذکروں میں موجود ایسے اشارات جن سے دور وطن کی معاشرت اور ان کی علمی سرگرمیوں کی عکاسی ہوتی ہے ، کی تخریج کر کے پاکستان کی فائندگی کا شرف حاصل کیا ۔ گویا اس قسم کے وقت طلب امور میں مصروفیت مقامات مظہری کے نقش حانی کی تیاری میں تاخیر کا سبب بنی ۔

اردو سائنس بورڈ کے موجودہ ڈائریکٹر جنرل اور ہمارے ملک کے نامور محقق جناب محمد اکرام چغتائی کا شکریہ ادا کرنا میرے لیے واجب ہے جن کی خصوصی توجہ سے اس کتاب کی اشاعت حانی عمل میں آئی ۔

محمد اقبال مجددی

۲۹ رمضان ۱۴۱۹ھ / ۱۸ جنوری ۱۹۹۹ء

دارالمورعین - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید (طبع اول)

۱۹۶۴ء کے آغاز کی بات ہے جب پہلی مرتبہ مجھے مخدومی مولوی ہمس الدین مرحوم (تاجر کتب نادرہ، لاہور) کے ذاتی کتب خانہ میں مقامات مظہری کے طبع اول کا نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ راقم اس وقت ہائی سکول کا طالب علم تھا، کتاب کی ورق گردانی سے اس کے اعلیٰ مطالب کا ادراک نہ کر سکا۔ لیکن مرحوم کے انتقال ۱۹۶۸ء تک کئی مرتبہ اسے دیکھا اور پڑھا تو اس وقت سے اس کتاب کے صاحب سوانح حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور ہماری معاشرتی تاریخ میں اس شخصیت کا نقش دل و دماغ پر گہرا ہوتا چلا گیا۔

یہاں تک کہ مرحوم کی صحبت کے اثر سے راقم نے سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ اور اس کے افکار و اثرات کا وسیع پیمانے پر جائزہ لینا شروع کیا اور اس سلسلے کے بے شمار مآخذ نظر سے گزرے تو اس کتاب کی انفرادیت و اہمیت کا اندازہ ہوا۔

۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں اس کا اردو میں ترجمہ شروع کر دیا۔ مختلف موانع کی وجہ سے یہ کام کئی مرتبہ رک گیا۔ طویل علالت اور پھر حواشی اور مقدمہ نے بھی بہت وقت لے لیا۔ الحمد للہ اب کام مکمل ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سلسلے میں چند امور کی وضاحت کرنا لازم ہے :

(۱) اس ترجمہ میں ہر ممکن فارسی متن کے مطالب کی ترجمانی کی گئی

ہے۔

- (۲) القاب اور دعائیہ جملوں کو بدلا نہیں گیا۔
- (۳) تصوف کی اکثر اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا، بلکہ آخر میں ان اصطلاحات کی ایک مختصر فرہنگ لگا دی گئی ہے۔
- (۴) حواشی کو بے جا طول نہیں دیا گیا اور نہ ہی ان حاشیوں میں بے محل اقتباسات دیے گئے ہیں، بلکہ مطبوعہ مراجع کی فقط نشاندہی کردی گئی ہے اور غیر مطبوعہ مآخذ کے اقتباسات دیے گئے ہیں۔
- (۵) حواشی میں صرف غیر معروف شخصیات کے نہایت مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ مشہور اصحاب کا صرف زمانہ حیات ہی لکھا گیا ہے۔
- (۶) ترجمہ میں قوسین میں صفحات کے نمبر مقامات مظہری فارسی طبع اول کے مطابق ہیں۔

اظہار تشکر :

جن اصحاب نے اس کام میں علمی تعاون اور رہنمائی کی ان کا شکریہ ادا کرنا بھی میرا فرض ہے۔ ان بزرگوں میں خانقاہ حضرت مظہر کے سجادہ نشین حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ (دہلی) جنہوں نے نہ صرف میری درخواست پر اس ترجمہ پر ایک تقریظ لکھی بلکہ کئی مفلح مقامات کو سمجھنے میں بھی تعاون فرمایا۔

کتاب میں شامل احادیث کی تخریج کے سلسلے میں وزننگ کے معجم سے مدد لینے کے باوجود راقم اصل متون حدیث سے تقابل کے لیے مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا عطاء اللہ حنیف، بھوجپانی صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ ان حضرات نے بلا تردد تعاون کیا۔

حضرت سید شرافت نوشاہی سے کئی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ معروف شاعر جناب نظیر لدھیانوی سے مقامات مظہری میں شامل فارسی اشعار کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔ جناب مرزا غلام قادر سے نہ صرف بعض توضیح طلب مقامات کی وضاحت کے سلسلے میں رجوع کیا گیا بلکہ انہوں نے حضرت شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال کی تخریج میں خاص رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح دوست عزیز جناب اکرام چغتائی نے اس سلسلے کے کئی یورپین مآخذ سے مطلع کیا۔ اردو زبان و ادب کے معروف محقق جناب مشتق خواجہ

کے کتب خانہ سے کئی نادر خطی ہندکروں کے روٹوگراف سے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر اختر امرتسری صاحب کے کتب خانہ سے کئی اہم کتابیں ملیں۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور جناب ڈاکٹر محمد ایوب تقادری کے علمی تعاون اور مسلسل حوصلہ افزائی نے مہمیز کا کام کیا۔

مرکزی اردو بورڈ کے مہتمم طباعت جناب فضل تقادری کی فنی مہارت اور مثالی محنت سے یہ کتاب جدید ترین زیور طباعت سے آراستہ ہوئی اور عزیز دوست جناب محمد عالم مختار حق کی دقیق پروف ریڈنگ نے اسے بہت حد تک اضلاط سے پاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان معاون اصحاب کو جزائے خیر دے، آمین!

محمد اقبال مجددی

۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

۲۱ اپریل ۱۹۸۱ء

دارالمورضین - لاہور

www.kitabghar.org

www.kitabghar.org

مقدمہ

نوشتہ

محمد اقبال مجددی

www.kitabghar.org

www.kitabghar.org

حضرت مظہر کا سیاسی اور سماجی ماحول

حضرت مظہر جان جانان کا عہد سیاسی اعتبار سے پاک و ہند کی تاریخ کا بڑا پرمختوب دور ہے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو وسیع و عریض مغلہ سلطنت کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔

اولوالعزم مغل سلاطین اور مجاہد کبیر اورنگ زیب کی اولاد ہمشیر و سناں کو فراموش کر کے لو و لعب میں ڈوب چکی تھی۔

اورنگ زیب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ:

صلح اور خوشی سے سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیں۔

بعض مورخین نے اسے اورنگ زیب کی غلط فہمی اور اسی بنیاد پر اسے زوال سلطنت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ لیکن حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد پروفیسر نظامی کی اس رائے سے مکمل اتفاق کیے بغیر چارہ نہیں:

یہ وصیت حالات کے گہرے مطالعہ اور اپنے بیٹوں کی صلاحیتوں کے صحیح جائزے پر مبنی تھی۔ اس کی دورین نگاہوں نے ان طاقتوں کو ابھرتے ہوئے دیکھ لیا تھا جن کا استیصال ایک مرکز سے قطعاً ناممکن تھا۔ لیکن اس کے تنگ نظر اور خود غرض جانشینوں نے اس وصیت کی طرف توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طاقت جو تین مرکوزوں میں تقسیم ہو کر مخالف قوتوں کو دبانے میں صرف کی جاسکتی تھی، اب اس میں لڑکر ختم ہو گئی (۱)۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کبھی مسلسل اور کبھی

نوٹ: توضیحات و حواشی ہر باب کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

غیر مسلسل تخت نشینی کی جنگوں نے سیاسی نظام کو متزلزل کر دیا۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ بادشاہوں کے ذاتی کردار نے حالات کو بد سے بدتر بنا دیا۔ جس سے ملک دھمن طاقتیں تیزی سے ابھرنے لگیں اور اپنے استحکام کے لیے یہ باغی قوتیں ہر طرف لوٹ مار کر کے نہ صرف بے چینی میں اضافہ کرتی رہیں بلکہ عوام کو اقتصادی مسائل سے الگ نپٹا پڑا۔

مسلم اور مسلم حکومت کی دھمن اقوام (۲) مرہٹے، جاٹ، سکھ اور انگریز ان حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے۔ ان کی سیاسی کارروائیوں سے حکومت کو ناقابل تلافی ضعف یقیناً پہنچا، لیکن ان کی حرکات سے عوامی زندگی جس طرح متاثر ہوئی اس کی مبالغہ کی آمیزش سے پاک تصاویر کی جھلک دیکھنا مقصود ہو تو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر کے مکتوبات کے علاوہ اس دور کے ملفوظات کا بغور مطالعہ لازم ہے۔

یہ تو ملک اور حکومت کی دھمن وہ قوتیں تھیں جن کو کبھی ماضی میں مرکزی حکومت کی طرف سے نقصان پہنچا تھا یا انہیں دبانے کی کوشش کی گئی اور اب مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کا بدلہ لے رہی تھیں، لیکن خود مغل دربار میں موجود امراء جن کے آبا و اجداد پر مغل سلاطین مسلسل نوازشات کی بارش کرتے رہے تھے۔ اب ان کی اولاد ہی حکومت کی جڑیں کاٹنے میں شب و روز مصروف نظر آتی تھی۔

دربار میں موجود پارٹیوں میں سے ایرانی اور تورانی جماعتیں خاص طور سے افسوس ناک حد تک خود غرضی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ ایک طرف تو دربار میں ان کی گروہ بندی ہوتی تھی تو دوسری طرف یہی امراء بیرونی طاقتوں سے ساز باز بھی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے سماج اور سیاست کا ہر گوشہ ان کی خاطرانہ چالوں سے متاثر ہوتا تھا۔ جس کے مسموم اثرات محلات سے لے کر جمہوریتوں تک محسوس ہوتے تھے۔ جادو ناتھ سرکار نے متاثر سلاطین مظلیہ کے دور کی تاریخ کو انہی جماعتوں کی چٹمک کی تاریخ قرار دیتے ہوئے ان امور سے اتفاق کیا ہے (۳)۔ عثمانی تاریخ نے سیاسی جماعتوں کے کردار اور ان کے نتائج پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں (۴)۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جماعتیں کسی بھی مخلص امیر کو پس منظر سے منظر میں نہیں آنے دیتی تھیں۔

ان حالات میں جو بیرونی حملے ہوئے ان میں نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے

مملوں سے پیدا شدہ نتائج سے ہم نے اسی مقدمہ میں بحث کی ہے۔ ان کے اثرات سے ملکی، سیاسی اور معاشی بد حالی کے علاوہ حکومت دشمن طاقتوں کو ابھرنے کے مواقع ملے، صوبائی خود مختاری کے رجحانات میں استحکام پیدا ہوا اور مرکزی حکومت کی بے بسی نہ صرف عوام پر ظاہر ہو گئی بلکہ درباری اور درباروں سے باہر حکومت کرنے کے عزائم رکھنے والے گروہ سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے کوشش کرنے لگے۔

چنانچہ سعادت علی خان نے اودھ، علی وردی خان نے بنگال اور نظام الملک نے دکن میں آزادانہ حکومتوں کی بنیاد ڈال دی تھی۔ پنجاب میں سکھوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ مرہٹوں کے عروج کی یہ انتہا تھی کہ انہوں نے مختلف علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کرنا شروع کر دیے تھے۔ ۱۷۶۰ء کو ان کا دہلی پر قبضہ ہو گیا۔ ان حالات میں حکومت کچھ بھی نہ کر سکی۔

ان حالات میں احمد شاہ درانی کے ہاتھوں پہنچنے والے نقصانات کا پورا علم ہونے کے باوجود عثمانی اسلام نے اسے ہندوستان پر حملہ کر کے یہاں کے عوام کو "کفار مرہٹوں" سے نجات دلانے کی دعوت دی۔ جس کے نتیجے کے طور پر پانی پت کے میدان میں اڑھائی ماہ تک (یکم نومبر ۱۷۶۰ء سے ۱۲ جنوری ۱۷۶۱ء) درانی اور مرہٹوں کے مابین مسلسل خون ریز جنگ میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی (۵)۔

اگر سلطنت مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو دوبارہ قائم کر سکتی تھی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصل فائدہ فاتحین جنگ پلاسی نے اٹھایا (۶)۔

ان حالات میں مسلمانوں کی حالت بہت اتر ہو گئی تھی اور ہر صوبے کے مسلم عوام نہ صرف معاشرتی بے چینی محسوس کرتے تھے بلکہ ان کو اپنا مذہب بھی خطرے میں نظر آتا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ ابوسعید حسنی کو لکھتے ہیں:

یہ حالت بھی عجیب حالت ہے۔ کافر سکھوں، مرہٹوں اور جاٹوں کے مسلمانوں کے شہروں پر غلبہ پا جانے، ان کے مالوں کو لوٹنے اور ان کو بے عزت و بے آبرو کرتے رہنے کی وجہ سے

آرام و آسائش خواب و خیال ہوگئی - چنانچہ فقیر اپنے متعلقین کے ساتھ مراد آباد منتقل ہو گیا ہے ، اور دو آبے کا سارا علاقہ ان مضدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زیر و زبر ہو رہا ہے (۷)۔

جس دو آبے کی تباہی کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے کتب تاریخ سے ۱۷۶۴ء میں اس علاقے کے دارالحرب ہونے کا ثبوت ملتا ہے (۸)۔

حضرت مظہر کے خلیفہ اجل کاظمی مناء اللہ پانی پتی ، جنگ و جدل کے مرکز پانی پت سے مسلمانوں کے زوال سے لے کر ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء تک کے حالات کا نہایت بصیرت افروزی کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :

کفر کے غلبہ سے دل تنگ ہے - ہندوستان میں مدت مدید سے اسلام ضعیف ہو گیا ہے - "روافض کے تفوق" ، "آسیب سکھاں" ، "تسلط مرہٹہ" ، "کفر کی رسوم کے ظہور" اور "مسلمانوں کی مغلوبی" تو بہت ہی افسوس کی بات ہے - (ان حالات میں) بادشاہ اسلام اور مسلمانوں کے لشکر میں جہاد اور اعلیٰ کھمتہ الحق کی توفیق نہیں ہے - چند بار احمد شاہ درانی ہندوستان میں آیا لیکن اس کا کوئی "بندوبست" نہ ہو سکا - (نتیجہ یہ ہوا کہ) لاہور اور سرہند پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا - حضرات کے مزارات کو بہت نقصان پہنچا - سنا ہے کہ شاہ زمان جہاد کے ارادہ سے اس طرف آرہا ہے - خدا کرے کہ کفار ذلیل اور اسلام کا غلبہ و عزت ظہور میں آئے (۹)۔

حضرت مظہر حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل ان شہروں پر خدا کا غضب ہے :

شہر کے لوگوں کا حال ... کہاں تک لکھوں ، خدا اس شہر سے اپنا غضب اٹھا لے کیوں کہ امور سلطنت میں کوئی نظم و نسق باقی نہیں رہا (۱۰)۔

ان حالات میں راسخ العقیدہ صوفیہ نے اصلاح و تربیت کے باقاعدہ جامع پروگرام کے تحت اس مایوسی اور قنوطیت کے دور میں جو اقدام کیے ان کا ذکر الگ "صوفیہ کا کردار" کے تحت کیا جا رہا ہے -

ان حالات میں حضرت مظہر تو ایک ایک عمدہ دار امیر کے حالات سے باخبر تھے (۱۱) اور اقتصادی بد حالی کے اس انتہائی مایوسی کے زمانہ میں بھی ان امراء کے ساتھ مالی تعاون کے خواہش مند نظر آتے ہیں (۱۲)۔ ان سیاسی حالات سے براہ راست (۱۳) اثر قبول کرنے کے بعد آپ اور آپ کے مخلصین کے اصلاحی کارناموں کی تفصیلات کا اس کتاب میں مطالعہ کرتے وقت حضرت مظہر کا یہ قول پیش نظر رہے :

اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل کامل اور اصابت رائے عطا فرمائی ہے ،
امور سلطنت اور انتظام مملکت کا تدبیر اور ہر کسی کے حالات کے
مطابق ہم اپنے طریقے سے اسے تعلیم دے سکتے ہیں ۔ اس لیے
اس وقت کے امراء مجھ سے مہمت کے سلسلے میں صلاح و مشورہ
لے کر عمل کرتے ہیں (۱۴)۔

بادشاہوں کی حالت :

حضرت مظہر نے اورنگ زیب عالمگیر سے لے کر شاہ عالم ثانی تک گیارہ (۱۵) بادشاہوں کا زمانہ پایا ۔ ان سب کے حالات زندگی اور سیاسی نشیب و فراز میں ان کا کردار بیان کرنا بذات خود ایک ضخیم کتاب کا مقصد ہی ہے ۔ لیکن ان میں سے بعض ایسے سلاطین جن کے عہد کے حوادث نے عوامی زندگی کو براہ راست متاثر کیا ان کا کردار صرف اس لیے بیان کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس عہد میں رائج العقیدہ علماء و صوفیہ کی معاشرتی اصلاح کی کوششوں کو بخوبی سمجھ سکیں ۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۷۱۹ء تک بارہ سالوں میں چھ مرتبہ تخت نشینی کے لیے جنگیں ہوتی رہیں ۔ اس فتنہ جنگی نے جہاں سیاسی خلا پیدا کیے وہاں ناقابل تلافی اقتصادی بحران بھی پیدا کیا ۔ ان مسلسل تخت نشینی کی جنگوں کے نقصانات کا کسی نے بھی ازالہ کرنے کی کوشش نہیں کی ، بلکہ اورنگ زیب جیسے زاہد اور مجاہد بادشاہ کی اولاد اپنے اجداد کے عمل کے بالکل مخالف اور مستقبل کے مہمات سے بے پروا ہو کر عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لگی ۔

عیش و عشرت میں جو سرمایہ اڑ رہا تھا وہ ان مذکورہ جنگوں کے علاوہ تھا ۔ جہاندار شاہ طبعاً عیسٰی پسند تھا ۔ لال کنور نام کی ایک عورت میں اسے نہ صرف دلچسپی پیدا

ہو گئی بلکہ وہ سلطنت کے معاملات میں بھی دخل دینے لگی۔ اسے امتیاز محل کا خطاب دیا گیا۔ اس کے خاندان کے تمام افراد کو بھی خطابات سے نوازا گیا۔ لال کنور کے لیے دو کروڑ روپے سالانہ گھر کا خرچ مقرر ہوا، زیبائش کا سامان اس کے علاوہ تھا۔ نور جہان کی طرح لال کنور کے نام کا سکہ بھی جاری ہوا تھا۔ وہ اس بازاری عورت کی خاطر شاہی وقار بھی کھو بیٹھا تھا (۱۶)۔

فرخ سیر نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور سادات بارہہ کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا۔ گویا اب سلطنت کا اصل اقتدار ان حلیفوں یعنی سادات بارہہ کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے عمل دخل سے جہاں سیاست میں ناقابل حل مسائل پیدا ہوئے وہاں سیاسی جماعتوں کی رسہ کشی و چمک نے مستقبل کی سیاست کو خوب الجھایا۔ اور اس سیاسی اتھری سے فائدہ اٹھا کر مرہٹے پھر میدان میں آدھمکے جنہیں ان سلاطین کے جد محالی اورنگ زیب نے کچل کر رکھ دیا تھا۔ لیکن ان حالات میں انہوں نے اتنی قوت مجتمع کر لی تھی کہ سادات بارہہ کو ان سے صلح کر کے انہیں اپنا حلیف بنانا پڑا۔ فرخ سیر ان ہی سادات بارہہ کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہوا پھر وہ اپنی مرضی کے بادشاہ تخت نشین کرتے اور انہیں راستے سے ہٹاتے رہے۔ ان کی بادشاہ گری کا یہ عمل ۱۷۱۹ء تک جاری رہا۔

محمد شاہ کے طویل عہد حکومت ۱۷ (۱۷۱۹ء — ۱۷۴۸ء) میں بھی اس گرتے ہوئے نظام کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ نظام الملک آصف جاہ نے جو ایک مختص امیر تھا حالات پر قابو پانے کی انتہائی کوشش کی لیکن بے سود۔ وہ بھی تنگ آ کر واپس دکن چلا گیا۔

محمد شاہ نے ملک کے نظم و نسق کی ساری ذمہ داریاں وزراء پر ڈال دیں اور خود عیش و عشرت میں ڈوب کر امور سلطنت سے غافل رہنے لگا۔ عوام کو سلطنت کی بے بسی کا اس وقت احساس ہوا جب نادر شاہ نے نہ صرف دہلی بلکہ اس کی زد میں آنے والے تمام علاقوں کو غارت کر دیا۔

جب محمد شاہ کو نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کی اطلاع ملی تو اس نے نہایت بدحواسی میں زوجہ بہادر شاہ (حضرت مہر پرور) سے مشورہ طلب کیا۔ حادثہ نادر شاہی کے معاصر مولف نے اس مہم خاتون کے جواب کو محفوظ رکھا ہے جو صحیح ترین تجزیے پر مبنی ہے، ملاحظہ ہو :

مخصوصی کہ از ایام طفولیت عمر در صحبت زنان بسر بردہ باشد ' از او در میدان نبرد چہ دلیری می تواند شد ؟ و صریح می دانند کہ جمیع امریان بنا بر بے خبری و سستی عمل ہما ملک پادشاهی را متصرف شدہ ' خزانہ و جواہر بے شمار جمع کردہ اند و بیچ کس تابع و حکم والا نیست ' ہما ہمیں چہار دیواری قلعہ ارک را سلطنت خود تصور فرمودہ سیر باغات و صحبت اوباش غنیمت ہمرودہ ' از مالک محروسہ ' مطلق بے خبر ہستید (۱۸)۔۔۔۔

وارد تہرانی نے لکھا ہے کہ محمد شاہ اپنے ستائیس سالوں میں سوائے سیر و شکار کے دہلی سے باہر نہیں نکلا (۱۹)۔ اورنگ زیب نے جن خلاف شریعت شاہی رسوم کو ختم کر دیا تھا ان بے پروا بادشاہوں کے دور میں پھر شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ معاصر کتب تاریخ شاہد ہیں کہ جہاندار شاہ اور محمد شاہ ' وقت معینہ پر بھروسہ میں ظاہر ہوتے تھے (۲۰)۔ اس طرح متاخر مغل سلاطین نے شطرنج بازی کے بندوبست کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا تھا (۲۱)۔

محمد شاہ کا جانشین احمد شاہ بھی اس جاہل نہیں تھا کہ وہ اس کانٹوں کے تخت پر امن سے بیٹھ سکتا نہ اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کی گئی تھی نہ اسے سلطنت کے امور کا کوئی تجربہ تھا بلکہ عیش کوشی میں اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے جو ملک کے دامن پر بدنا داغ تھے۔ اس نے مملکت کا تمام تر نظام جاوید خان خواجہ سرا کے سپرد کر دیا۔ جو جاہل مطلق ' نا تجربہ کار اور خود غرض تھا۔ اس نے ہزاروں کے محل کو خوب صورت عورتوں سے بھر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محل کے ایک کوس تک عورتیں ہی عورتیں نظر آنے لگیں۔

احمد شاہ کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا تو وہ غربانی صحت کے باعث ملک کے معاملات کو درست نہ کر سکا۔

شاہ عالم ثانی (۲۲) ' آخری حکمران ہے جس کا تعلق حضرت مظہر کے زمانہ سے ہے۔ اس کا عہد بھی ویسا ہی پر آشوب تھا جیسا پہلے تھا ' بلکہ بقول میر تقی میر اس کی بادشاہی محض ایک تہمت تھی۔ وہ تعلیم یافتہ ' سنجیدہ اور تجربہ کار تھا اور ان اوصاف کی وجہ سے اس سے بہتری کی امید تھی لیکن اس وقت ملک کے سیاسی ' اقتصادی اور سماجی حالات اتنے بے قابو ہو چکے تھے کہ اسے ایک مرکزی وحدت پر لانا ممکن نہیں رہا

تھا۔

فرینکلن نے جو اس کے عہد میں ہندوستان میں مقیم تھا لکھا ہے :
شاہ عالم کا دماغ بڑھاپے کے باعث کمزور ہو چکا ہے اور اسے
مسلل ناکامی نے فہم اور ادراک سے تقریباً عاری کر دیا ہے
(۲۳)۔

۱۷۷۵ء میں وارن ہیسٹنگز نے وطن جاتے ہوئے شاہ عالم کے متعلق لکھا تھا :
اس کی انتہائی بے حسی اور کالمی نے اسے اس قابل نہیں رکھا
کہ وہ بڑی سے بڑی طاقت کی امداد سے بھی اپنے حالات کو
درست کر سکے یا حالات کا کسی طرف رخ ہی موڑ سکے (۲۴)۔
بادشاہ نے حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملک کے حالات کا خود
اس طرح اعتراف کیا تھا :

ظلمہ کفر اور رعیت کا تفرق و انتشار اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ
سب کو معلوم ہے چنانچہ مجھے تو سونا اور کھانا پینا دو بھر اور
تلف ہو گیا ہے (۲۵)۔

ان حالات میں شاہ ولی اللہ نے بادشاہوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا :
اے بادشاہو ! ملہ اصلی کی مرضی اس زمانے میں اس امر پر مستقر
ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں
داخل نہ کرو جب تک مسلم مشرک سے بالکلیہ جدا نہ ہو جائے اور
اہل کفر و فسق کے سرکش لیڈر کمزوروں کے گروہ میں جا کر
شامل نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ ان کے قابو میں پھر کوئی ایسی بات
نہ رہ جائے جس کی بدولت وہ آئندہ سر اٹھا سکیں۔ . . . اسلام کا
کھلے بندوں اعلان ہو اور اس کے شائر کا اعلانیہ اظہار کیا جائے
. . . چاہیے کہ ہر شہر کا حاکم اپنے پاس اتنی قوت رکھے جس کے
ذریعے وہ اپنی متعلقہ آبادی کی اصلاح کر سکے (۲۶)۔

امراء کا کردار :

اٹھارہویں صدی کے اعیان سلطنت کا کردار بھی سلاطین سے زیادہ مشکوک

خود غرضانہ اور ملک دشمن کارروائیوں کا مرکب تھا۔
حضرت شاہ ولی اللہ نے وزراء و امراء کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ وہ :

صبح کو ایک رائے قائم کرتے ہیں اور شام کو توڑ دیتے ہیں
(۲۷)۔

شاہ ولی اللہ کے ان تجرباتی بیانات کی تصدیق معاصر کتب تاریخ سے بخوبی
ہوتی ہے (۲۸)۔ مختلف صوبوں کے موروثی گورنر اپنی غارِ پالیسی میں بالکل آزاد
ہو گئے تھے۔ مرکزی حکومت کی دشمن طاقتوں سے ان کے تعلقات اور فرانسیسیوں اور
انگریزوں سے ان کا آزادانہ نامہ و پیام ملک دشمنی کی واضح علامت تھی۔

مغل امراء میں قابلیت و سیاسی بصیرت تو بہت دور کی بات ہے ان میں سے
بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے محض اپنی نقالی اور لطیف گوئی کے فن سے شاہی دربار
میں اتنا قرب حاصل کر لیا تھا کہ عمدۃ الملک امیر خان انجام نے لطیف گوئی کے فن
سے ترقی کر کے محمد شاہ بادشاہ سے الہ آباد کی صوبیداری حاصل کی تھی (۲۹)۔

مزید یہ ہوتا تھا کہ دور افتادہ صوبوں میں جن گورنروں کی تقرری ہوتی تھی
وہ بُعد، مسافت اور تن آسانی کے باعث وہاں خود نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے نائبوں کو
وہاں بھیج دیتے تھے جن سے نہ صرف صوبوں کی معاشی حالت خراب ہوتی بلکہ وہاں پر
مرکزی حکومت کا اثر و رسوخ ہی خطرے میں رہتا تھا۔ چنانچہ نادر شاہ کے حملے سے
مہیشتر کابل کے ناظم ناصر خان نے بیس سال سے کابل کی سکونت ترک کر رکھی
تھی اور وہاں اپنے ایک ملازم عبدالرحیم ماہی گیر کو مجبور کر خود پشاور میں رہتا تھا
(۳۰)۔

نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے سے مہیشتر صوبہ داروں کی جو حالت زار تھی وہ
ایک معاصر مورخ کی زبانی ملاحظہ ہو :

مطلق گوش بر آوازہ طلب سلطانی نداشتہ بہ عذرہای بے جا از جانے
غویش حرکت جائز نمی شمارند (۳۱)۔

نادر شاہ کے مقابلہ پر بصد حیلہ امراء غم غانوں سے نکلے بھی تو مقابلہ تو درکنار
وہ اس کی آمد کے انتظار کی صوبت ہی برداشت نہ کر سکے۔ حادثہ نادر شاہی کے مولف
نے اس مقام پر جو تصویر کشی کی ہے اس کے برجستہ الفاظ پڑھنے کے لائق ہیں :

امرایان حضور (محمد شاہ) گاہی روی جنگ ندیدہ بودند و ہمیشہ در سایہ مخانہ غوی پذیر و جای بند بودند و دمام در شراب غوری و بچہ بازی و حرام کاری اشتغال داشتند طاقت صموت و کربت و غربت و ہمت جنگ و جدل در خود ندیدہ (۲۲)۔۔۔۔

ہمیں یہاں امراء کی عیش و عشرت کی داستانیں لکھنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دہلی مرکز علم و دانش جہاں کا ماحول نہ صرف مقامی باشندوں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے جاذب توجہ تھا اب اس قسم کے امراء کے باعث وہاں کی ہوا "شوت آمیز" اور "ضبابہ انگیز" (۲۳) ہو گئی تھی (۲۴)۔

امراء کے اس کردار کے باعث عوامی زندگی بری طرح متاثر ہو رہی تھی یہاں تک کہ بعض امراء "امرد پسندی" کو بہ حیثیت فن ترقی دے کر باقاعدہ اس کی تعلیم دینے لگے تھے (۲۵)۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عیش کوشی کے یہ تمام تر واقعات نادر شاہ کے عہد ۱۷۳۹ء کے بعد تک جاری تھے (۲۶)۔ اگر صرف امراء و سلاطین کی آرام طلبی اور عیش و نشاط پر تحقیق کی جائے تو زیر بحث زمانہ کا کوئی دقیقہ بھی اس سے غالی نظر نہ آئے گا۔

ان حالات میں بعض بوریہ نشینوں اور غائقاہوں کے بے سرو سامان مقیموں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ ، حضرت مظہر اور حضرت شاہ فخر دہلوی نے باقاعدہ امراء کو ان کی حرکات پر مسلسل متنبہ کیا (۲۷)۔

دوسری طرف انہی حضرات نے بعض محب وطن امراء سے روابط قائم کیے اور ان کا باہمی اتحاد کروانے کی سعی کی ۔ آصف جاہ اول جو کہ خود غرض امراء کی حرکات سے تنگ آ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا اسے شاہ ولی اللہ نے دعوت دی کہ وہ مسلم دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرے ، انہوں نے نجیب الدولہ اور دیگر روہیلہ سرداروں کو احمد شاہ درانی کا ملیف بنا کر پانی پت کے میدان میں کفار کو شکست فاش دی ۔ اسی طرح تورانی پارٹی کے تقریباً تمام امراء کے براہ راست ، ان راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ سے روابط تھے ۔ جن کی مدد سے ملک کو زوال اور تباہی سے بچانے کے لیے ان حضرات نے سعی کی ۔

نادر شاہ کا حملہ :

پاک و ہند پر نادر شاہ کے حملے ۱۷۳۹ء کی تفصیلات میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے اس وقت ہم صرف چند متعلقہ امور سے بحث کر رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور اس مکتبہ فکر کے علماء نے درانی کے پیشرو حملہ آور نادر شاہ کو ہندوستان پر حملے کی دعوت کیوں نہ دی جب کہ ہندوستان کے سیاسی و سماجی حالات اس وقت بھی یکساں زوال پذیر تھے؟

نادر شاہ کے ایرانی موافقین کی کتابوں کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ "انہوں نے نادر شاہ کے حملے کے جواز تراشے تھے اور ان گنت صفحات مرہٹوں کے ظلم و ستم کی داستانوں کے لیے وقف کیے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نادر شاہ نے تحفظ اسلام کی خاطر اور کفار مرہٹوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے یہ حملہ کیا تھا۔"

لیکن نادر شاہ کے حملے کے بعد درانی کو ہندوستانی مسلمانوں کا واحد نجات دہندہ (۳۸) تصور کرنے والے شاہ ولی اللہ نے نادر شاہ کے حملے کا جو کئی نتیجہ اخذ کیا وہ ان کے ہندوستان کی سیاست سے گہری وابستگی کی واضح دلیل ہے۔ شاہ صاحب درانی کو حملہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

ہذا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا ، اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و خانم معھوڑ کر چلتا بنا ۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکر اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی ۔ پناہ بخدا اگر قوم کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا (۳۹)۔

گویا شاہ ولی اللہ اور آپ کے ہم خیال علماء و ارکان سلطنت ان تمام حدیثات سے آگاہ تھے جو اس حملے کے خطرناک نتائج کی صورت میں برآمد ہوئے تھے۔

نادر شاہ کے حملے سے ہر شعبہ زندگی پر منفی اثرات پڑے سیاست ، معیشت ، مذہب اور معاشرت سب کچھ اس کی لپیٹ میں آگیا۔

نادر شاہ کی تباہ کاریوں سے پیدا شدہ چند حوادث کا یہاں مجملہ ذکر کیا جا رہا

ہے۔

شاہ ولی اللہ نے نادر شاہ کے حملے سے پیشتر پیش گوئی کی تھی :
آباد بستیاں برباد اور تباہ ہو جائیں گی اور ایسی آفت آنے گی کہ
اس کا علاج ارکان سلطنت نہ کر سکیں گے . . . اور ایسا بھی نظر
آتا ہے کہ شہر دہلی جو دار السلطنت ہے وہ ہر جانب سے آفات
کی زد میں ہے (۴۰)۔

بالکل ایسا ہی ہوا جب نادر شاہ کی فوج دہلی پہنچی تو بقول سوانح نگار شاہ ولی اللہ :
(نادر ی) جس جان دار کو پاتے خواہ وہ انسان ہوتا یا حیوان قتل
کر دیتے ' یہاں تک کہ انہوں نے کتے اور بیوں تک کو نہ چھوڑا
اور شہر کے بازاروں اور مکانوں کو آگ لگا دی ۔ قتل ہونے
والوں کے پٹے پر پٹے لگ گئے ۔ سوق سلطانی میں جو چاندنی
چوک کہلاتا ہے خون کی ندیاں بہ گئیں (۴۱)۔
نادر گردی کا خود ایرانی مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے ۔

محمد شفیع وارد تهرانی نے ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء میں نادر نامہ یا تاریخ نادر شاہی کے نام
سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں اس نے نادر گردی کی تمام تر تفصیلات
دے دی ہیں ۔ دہلی میں قتل عام کے آغاز سے چند روز پہلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا
ہے :

نادر کے سپاہیوں نے محلوں اور گھروں کو لوٹنے کے بعد آگ لگا
دی اور اس قدر دست درازی کی کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی
محال ہے (۴۲)۔

وارد نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اس حملہ میں ایک لاکھ افراد قتل ہوئے (۴۳)۔
اس نادری قتل عام سے بچنے کے لیے بہت سے افراد دہلی کی
جامع مسجد میں چلے گئے ' لیکن نادر شاہ کے سپاہی وہاں بھی پہنچ
گئے اور مرد و زن ، طفل و جوان اور پیر و منہی کی تفریق کیے بغیر
انہیں نہ تیغ کر ڈالا ۔ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچا . . .
جب مسجد میں قتل ہونے والوں کی تعداد کی تحقیق کی گئی تو

ان کی تعداد چھ سو بیاسی تک پہنچی (۴۴) اس کے علاوہ مسجد میں مقیم اولیاء ، علماء و فضلاء ، استاذ و مرید و مرشد بھی شہید ہوئے (۴۵)۔

یہ تو عوامی قتل و غارت کی حالت تھی ، نادر شاہ نے بعض عمدہ داروں کو بھی بے دریغ قتل کروایا جن میں سے بعض کے پیٹ چاک کیے گئے ۔ بعض کو پھانسی اور بعض اوقات صرف حساب نہ لانے کے جرم میں پچیس تیس ملازمین کو بھی بیک وقت قتل کر دیا گیا (۴۶)۔

دہلی کے حادثہ سے قبل نادر شاہ جب لاہور پہنچا تو :
صوبہ لاہور کو خاک برابر کر ڈالا اور باشندے شہروں سے فرار ہو گئے ۔ اکثر داد و فریاد کے لیے محمد شاہ کے پاس دہلی گئے (۴۷)۔

دہات آن (لاہور) نواحی راجاؤں و تاراج نمودہ (۴۸)۔
محمد شاہ اور نادر شاہی افواج کے کرنال میں جنگ کے آغاز سے پہلے کا ذکر کرتے ہوئے حادثہ نادر شاہی کا معاصر مؤلف لکھتا ہے کہ جب نادری سپاہی دیہات میں گئے تو جس قنض کو پاتے بے دریغ قتل کر ڈالتے اور پورے قصبے کی تباہی کے واقعات لکھنے کے بعد حسرت سے تحریر کیا ہے :
گویا در آنجا گاہی آبادی نبود (۴۹)۔

اس قتل عام کے علاوہ تقریباً چار پانچ ہزار مغلیہ سپاہی بھی مارے گئے (۵۰)۔
جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے اس حملے سے ہر شعبہ زندگی متاثر ہوا اس لیے مزید تفصیل اقتصادی بد حالی اور سماجی حالت وغیرہ کے تحت ملاحظہ کریں تاکہ حضرت مظہر (۵۱) کی معاصر شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات اور فکر کی بندی کا اندازہ ہو سکے ۔

احمد شاہ درانی کے پاک و ہند پر حملے

درانی نے ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک پاک و ہند پر نو حملے کیے اور یہ تمام تر حملے حضرت مظہر کی زندگی میں ہوئے تھے ۔ ان میں سے وہ معرکے جن میں وہ پیش

قدمی کرتا ہوا دہلی تک آیا تھا ، حضرت مظہر ان حوادث کے معنی جلد ہیں اور چونکہ آپ کے مخلصین و متوسلین کثیر تعداد میں مختلف امراء کے لشکروں میں شامل و ملازم تھے اس لیے دیگر جنگوں کے بارے میں ان مریدوں کے فراہم کردہ واقعات بھی جنہیں آپ نے مکاتیب میں تقیم برداشتہ لکھا ہے ، خاصی اہمیت کے حامل ہیں ۔

ان مملوں کی تفصیلات مختلف مستند کتب تاریخ میں محفوظ ہیں ۔ اس لیے ہم کارٹین کو اس وقت ان کی تفصیلات میں الجھانا نہیں چاہتے بلکہ مملوں کے دور رس نتائج میں سے بعض پر بحث کر رہے ہیں ۔ عوامی زندگی کا ان حوادث سے متاثر ہونا اور علماء و صوفیہ ، پاک و ہند کی درانی کے ساتھ ہمدردیوں کے حوالے سے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈال چاہتے ہیں ، جن پر ہمارے مورخین نے ابھی تک ٹھوس دلائل کے ساتھ بحث نہیں کی ہے ۔

سیاسی نقطہ نظر سے حضرت مظہر کے بھی وہی نظریات تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ کے تھے ۔

بعض سنی فکر کے مالک اصحاب نے یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ :

حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے کتب فکر کے علماء نے درانی کو

ہندوستان پر حملے کی دعوت دے کر سخت غلطی کی ہے ۔ جس

سے منفی نتائج پیدا ہوئے ۔

اس لایعنی اعتراض کے جواب میں سب سے پہلے ہمیں یہ واضح کرنا ہے کہ پاک و ہند پر حملوں کے آغاز سے پیشتر درانی کے فقط حضرت شاہ ولی اللہ سے ہی مراسم نہیں تھے بلکہ اس عہد کے دیگر صوفیہ سے بھی اس کے مخلصانہ روابط تھے ۔

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) کے ساتھ اس کی مراسلت تھی ۔ حضرت شاہ فقیر اللہ کے کئی مکتوبات اس کے نام آپ کے مجموعہ مکتوبات میں موجود ہیں (۵۲) ، بلکہ بعض مکاتیب سے تو یہاں تک بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جانشینی کے تنازعہ میں بھی آپ کسی شہزادہ کے طرف دار تھے ۔ ان کے علاوہ حضرت میاں محمد عمر بن ابراہیم ہمکنی پشاور ، حضرت حاجی محمد سعید لاہوری ، میاں مناء اللہ دہلوی ، سید محمود بن سید علی خیلانی ، سید نجیب کنڑی ، میاں محمد عثمان ، شیخ شکر اللہ ٹھٹھوی ، شیخ بہلول جالندھری ، میاں رمت اللہ لاہوری ، خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری (مولف تاریخ کشمیر عظمی) ، شیخ کمال

الدین کھمیری اور صاحب زادگان سرہند میں سے حضرت خواجہ غلام محمد مصوم ہانی کے ساتھ اس کی مراسلت تھی (۵۳)۔

جیسا کہ سرہند کی تباہی کے تحت ہم نے صاحب زادگان کی ہجرت کی تفصیلت دی ہیں، بعض واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے بعض حضرات درانی کے لشکر میں ہر وقت رستے تھے (۵۴)۔ قاضی ادریس جو حضرت مجدد کے بیروں میں سے تھے، نے کئی مرتبہ "طلبہ مرہٹہ اور طلبہ سکھ" کے باعث جہاد کا فتویٰ دے کر درانی کی حیثیت کو مضبوط کیا تھا (۵۵)۔

اس لیے درانی کو ہندوستان پر حملہ کے لیے مدد کرنے میں تنہا حضرت شاہ ولی اللہ کو ذمہ دار ٹھہرانا بھی غلطی ہے اور درانی کے ساتھ فقط شاہ ولی اللہ کی ہمدردی ظاہر کرنا بھی درست نہیں ہے جبکہ مذکورہ بالا تمام صوفیہ اس سے تعلق قائم کیے ہوئے تھے۔

سلاطین و امرا نے ہند کی نالایقی اور مزہد و سکھ گردی سے یہاں کی عوامی زندگی جس طرح متاثر ہوئی اور مسلم حکومت ان حالات میں جن حوادث سے گزر رہی تھی، ان کی جو تفصیلت ہم نے دی ہیں ان کی موجودگی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے ملک کے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی طاقتوں کا انتخاب کیا تھا جن کے ذریعے ان مفید عناصر کی سرکوبی ممکن تھی یعنی احمد شاہ درانی اور نجیب الدولہ (۵۶) (روایتی)۔

ان دونوں طاقتوں کا خلوص اور بے لوث خدمات اس وقت اور بھی واضح ہو جاتی ہیں جب وہ ان دشمن قوتوں کو کھیل کر ہندوستان کا تاج و تخت اس کے اصل وارثوں کے حوالے کرنے کے لیے بے تابانہ کوشش کرتے ہیں۔

کتب خانہ خالصہ کلچر امترس میں درانی اور مغل سلاطین و امراء کے مراسلت کا ایک بہت بڑا مجموعہ موجود ہے۔ جس میں شاہ عالم ہانی کا ایک خط درانی کے نام بھی محفوظ ہے۔ اس خط میں جو اس نے بہار سے درانی کے نام اس کے ہندوستان پر پانچویں کامیاب حملے (۱۷۶۰ء) کے بعد ارسال کیا تھا، لکھا:

ہندوستان کی حکومت میرے (شاہ عالم ہانی) کے حوالے کی جانے اگر ایسا نہ کیا گیا تو عماد الملک اور جاٹ کسی کو برائے نام بادشاہ بنا دیں گے اور حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب

ہو جائیں گے . . . اور عوام کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ نیز اس خط میں درانی کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ حالات کو درست کرنے میں کامیاب ہو جائے گا (۵۷)۔

اسی طرح اپنے چوتھے حملے (۱۷۵۷ء) کے بعد بھی اس نے اپنے حلیف امراء کے کہنے کے باوجود عالمگیر مانی کو مغزول نہیں کیا بلکہ اسے اس کے تحت پرستے دیا۔ سر ڈیسانی نے بعض معاصر مآخذ کی بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ جنگ پانی پت میں درانی کے مقابلہ میں مرہٹوں کی شکست فاش کے بعد درانی نے حالات کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے مغل حکومت اور مرہٹوں کے مابین صلح اور پائیدار امن کا معاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی (۵۸)۔ لیکن افسوس کہ غود مرہٹوں کی افتاد طبع اور غود غرض مغل امراء کی وجہ سے یہ امن قائم نہ رہ سکا اور درانی کو کئی بار پھر ہندوستان پر حملے کرنے پڑے۔

پانی پت کے میدان میں درانی نے سب سے بڑی مسلم دشمن طاقت (مرہٹہ) کو کچل دیا تھا۔ اور اب ان کا ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم کرنے کا خواب پریشان ہو چکا تھا اور ہندوستان کی حکومت اس وقت درانی کے رحم و کرم پر تھی لیکن اس نے نہایت خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلطنت کے اصل وارث شاہ عالم مانی کو جو ان دنوں بہار میں مقیم تھا، دہلی بلانے کی انتہائی کوشش کی، اور اس کی تحت نشینی کی تصدیق میں اس نے تمام والیان ریاست اور بنگال میں کلابو کو شاہی فرامین کے ذریعے شاہ عالم مانی کو بادشاہ تسلیم کرنے کی ہدایت کی۔ جب وہ دہلی نہ آیا تو اس نے اس کے بیٹے جوان بخت کو تحت نشین کر کے اس کے نام کا خطبہ اور سکھ رائج کرنے کا حکم دیا (۵۹)۔

درانی کے دیگر ہندوستانی حلیفوں کی بھی یہی دلی خواہش تھی کہ ہندوستان کا تخت اس کے اصل وارثوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ شاہ عالم مانی کا ہم عصر سیاح فرینکن، جسے نہ تو شاہ عالم مانی سے کوئی دلچسپی تھی، نہ درانی سے اور نہ ہی نجیب الدولہ سے اس کا کوئی مفاد وابستہ تھا، اس نے نجیب الدولہ کا وہ خط نقل کیا ہے جو اس نے شاہ عالم مانی کے نام لکھا تھا۔ اس میں اس نے شاہ عالم مانی کے فوری دہلی پہنچنے سے جو سیاسی فوائد حاصل ہو سکتے تھے بیان کرنے کے بعد واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

میری بھی یہ واحد تمنا پوری ہو جائے گی کہ مرنے سے پیشتر
شہنشاہ کو اپنے عظیم بزرگوں کے تخت پر متمکن اور شاہی
عظمت کو دوبارہ قائم ہوتا ہوا دیکھ لوں۔

I shall have the singular satisfaction of feeling
your majesty, before I die, seated on the throne
of your illustrious ancestors and restored to im-
perial authority. (60)

اسی طرح منیر الدولہ جو کہ شاہ عالم ثانی کا مشیر تھا اور نامہ و پیام کے سلسلہ میں
مرہٹوں اور پھر درانی کے پاس بھی گیا تھا ' درانی کے ساتھ وہ ایک ماہ تک مقیم رہا۔
اس کی بھی دلی تمنا یہی تھی کہ شاہ عالم اپنے تاج و تخت کو جلد از جلد سنبھال لے۔
یہ قیاس آرائی بھی بے بنیاد ہے کہ درانی ' اس کے حلیف اور شاہ ولی اللہ
ہندوستان میں موجود انگریزوں کے عزائم اور بڑھتے ہوئے اقتدار سے بے خبر تھے۔
گنڈا سنگھ نے معاصر دستاویزات کی روشنی میں درانی اور انگریزوں کے تعلقات پر ایک
طویل ضمیمے (۶۱) میں ان تمام حواہد کو یکجا کر دیا ہے جو اس غلط فہمی کو دور کرنے
کے لیے کافی ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے وینسی کالٹ کے ایک خط بنام درانی
کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

درانی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہ عالم کو دہلی پہنچنے کے
لیے ہر قسم کی سہولت دیں۔ . . . شاہ عالم کو بہار سے بلانے کی
کوشش اس لیے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور
درانی کی موجودگی میں اپنی طاقت کا استحکام کرے (۶۲)۔

انہی بنیادوں پر حضرت شاہ ولی اللہ اور اس مکتبہ فکر کے علماء نے درانی کو
ہندوستان پر حملہ کر کے اسلام دشمن طاقتوں سے ملک کو نجات دلانے کے لیے منتخب
کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ ایک خط میں درانی کو لکھتے ہیں:

اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار و شوکت ہو ' اور لشکر
مخالفین کو شکست دے سکتا ہو ' دور اندیش اور جنگ آزما ہو '
سوائے آنجناب کے کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر

جناب عالی پر فرض صین ہے 'ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضلعائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرنا۔ اگر طلبہ، کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور قصورِ زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام کی تمیز نہ ہو سکے گی (۶۳)۔

حضرت مظہر نے براہ راست درانی کو خطوط نہیں لکھے بلکہ آپ سے وابستہ امراء نے درانی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی تھی۔ جیسا کہ ہم نے اسی مقدمہ میں عبدالاحد خان مجدد الدولہ کے حضرت مظہر کے ساتھ روابط کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس خاکہ سے یہ سمجھ لینا دشوار نہیں ہے کہ جب چوتھے حملہ ۱۷۵۷ء کے دوران پنجاب میں داخل ہوتے ہی اسے جو قمری دعوت نامے ملے، ان میں عبدالاحد خان کا خط بھی موجود تھا۔ وہ حضرت مظہر اور شاہ ولی اللہ کی صحبت کے اثر سے درانی کا حلیف بنا تھا۔ اسی طرح اس موقع پر درانی کو دیگر دعوت ناموں میں انتظام الدولہ (وزیر محمد شاہی) کا بھی اسی نوعیت کا مراسلہ ملا تھا (۶۴)۔ یہ انتظام الدولہ وہی ہے جس کے نام حضرت مظہر کے دو خطوط پائے جاتے ہیں (۶۵)۔

ان حلیفوں کے علاوہ بعض دیگر امراء نے بھی درانی کو ہندوستان پر حملے کرنے کے لیے حلیہ اور معنیہ خطوط بھیجے تھے لیکن ان کی اغراض سراسر دنیاوی تھیں وہ درانی سے بھرپور تعاون نہ کر سکے۔ چنانچہ:

بادشاہ عالمگیر ثانی نے اپنے وزیر عماد الملک سے نجات حاصل کرنے کے لیے معنیہ خطوط درانی کے نام ارسال کیے تھے۔ ان میں بیگمات حرم شاہی کے بھی خطوط شامل تھے۔ اس کے علاوہ حیات اللہ شاہ نواز خاں 'اورجے پور و مارواڑ کے ہندو راجاؤں مادھو سنگھ اور بھجے سنگھ نے بھی درانی سے ہندوستان پر حملہ کر کے ان کے علاقوں کو مرہٹہ گردی سے بچانے کی درخواست کی تھی۔

ہاں یہ درست ہے کہ درانی اور اس کی فوج نے دیہاتوں اور شہروں کو لوٹا جس سے عوامی زندگی بھی خاصی متاثر ہوئی۔ شاہ ولی اللہ نے اسے جس خط میں ہندوستان پر حملے کی دعوت دی ہے اسی میں اس پر یہ بھی واضح کرتے ہیں:

ہذا کی پناہ مانگتا ہوں ' اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا (۶۶)۔

لیکن اس کے باوجود اس کی فوج نے کئی مقامات پر غارت گری کی - ایک مکتوب میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ اسے کئی مقامات پر اب تک کلمیالی اس لیے نہیں ہوئی ہے کہ اس نے لوٹ مار کو روا رکھا ہے (۶۷)۔

چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر کا تعلق براہ راست عوامی زندگی سے تھا اس لیے دونوں حضرات کے مکتوبات میں درانی کے عملوں سے پیدا شدہ عوامی بے چینی اور اضطراب کی بڑی واضح تصاویر ملتی ہیں -

لیکن ان عملوں کے جب مثبت نتائج خصوصاً مرہٹہ طاقت کا عائدہ اور سکھوں کے زوال پر غور کیا جائے تو وہ اضطراب اطمینان میں بدل جاتا ہے -

ان حالات کے بد حکومت ڈھمن اور سماج کے بعض طبقات کی نقل و حرکت کی نفسیات بآسانی سمجھی جاسکتی ہیں - سکھوں اور مرہٹوں کی تباہ کاریوں سے پیدا شدہ نتائج ملاحظہ ہوں -

سکھ :

سکھوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے - لیکن سکھوں کے مسلمانوں پر مظالم اور سکھ مسلم تعلقات کے بارے میں ابھی تک کوئی غیر جانب دار اور اعلیٰ درجہ کی تحقیقی کتاب منظر عام پر نہیں آئی -

ابتداء میں سکھوں کے مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے - پھر جب سکھ تحریک نے مذہب کا بادیہ اتار کر سیاسی رنگ اختیار کیا تو مسلم حکومت کے ساتھ ان کی چپقلش لازم تھی - اٹھارہویں صدی میں سکھ مسلم دشمنی پورے عروج پر پہنچ جاتی ہے - چونکہ سکھوں کو سب سے زیادہ نقصان مسلم حکومت کی طرف سے پہنچا تھا اس لیے مسلمان ان کا براہ راست نشانہ بنے -

اس دور میں سکھوں کی دشمنی صرف مقتدر طبقہ تک محدود نہیں رہی تھی بلکہ عام مسلمانوں کی بھی انہوں نے مخالفت شروع کر دی - سکھ رہنماؤں نے حکم دیا کہ کوئی سکھ مسلمان بزرگوں کی قبروں پر نہ جائے - اگر جائے گا تو اس کو ۱۲۵ روپے

جرمانہ کیا جانے گا (۶۸)۔

اورنگ زیب عالمگیر کے کمزور جانشینوں کی وجہ سے سکھوں کو اپنی طاقت بڑھانے اور فوج جمع کرنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے نہ صرف مغلیہ حکومت سے جنگ شروع کی بلکہ وہ کل مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اور ان کی چیرہ دستیال اور مظالم اس حد تک پہنچ گئے کہ:

زہنائے حاملہ راہم دریدہ و جنین را کشیدہ می کشند (۶۹)۔

بندہ سنگھ کے مظالم سے سارا شمالی ہندوستان گھبرا اٹھا۔ مسلمانوں کے دارالارشاد سرہند پر سکھوں نے مختلف حملے کیے اور کئی مرتبہ ان کا اس پر قبضہ ہوا (۷۰)۔

ان کے مظالم زندوں تک محدود نہ رہے، حضرت شاہ قمیص قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خود ان کی اولاد سے حیر آ کھدوایا گیا (۷۱)۔ سہارنپور میں عورتیں، سکھوں کے ڈر سے کنوؤں میں ڈوب کر مر گئیں (۷۲)۔

نادر شاہ کے حملے سے ان کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور مرکزی حکومت کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر انہوں نے ۱۷۶۴ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور جہلم سے جمنائیک اپنا اقتدار بجالایا۔ ۱۷۶۵ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان ان کا انک سے کرنال تک اور ملتان سے جموں تک قبضہ ہو گیا۔

اگر ہم اٹھارھویں صدی کے غیر تاریخی لٹریچر کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ سکھوں کے حملوں کی وجہ سے لوگ کس قدر پریشان، مشوش اور بدحال ہو گئے تھے۔ مصوماً شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مرزا مظہر کی نگارشات میں ان کے مظالم اور ان کے عوامی زندگی پر گہرے اثرات کے نمایاں اشارات ملتے ہیں۔ ذیل میں ہم صرف حضرت مظہر کی تحریرات کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں:

مولوی مناء اللہ سنہ صلی کو لکھتے ہیں:

اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے۔ پچھلے مہینے کفار سکھ تھانیسیر کے قلم پر قابض ہو گئے اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش (۷۳) جو سلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹ کر اور جانیں بچا کر آئے۔ عجیب کیفیت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالکل ہی بے سرو سامانی کی وجہ سے تھانیسیر کے نواح میں مقیم ہیں اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس

مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ خصوصیت کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ بے استطاعت ہیں۔
 ۷۱ اس کی تلافی کرے (۷۳)۔

ایک مکتوب میں غالباً احمد شاہ درانی کے واپس چلے جانے کے بعد سکھوں کی شہر لاہور پر غارت و تباہی مچانے کی طرف اشارہ کیا ہے :

مردم شہر را از آتوب کفار سکھ تشویش بسیار است۔ خدا تعالیٰ کفار را مقتور و مسلمین را منصور سازد (۷۵)۔

ایک مرتبہ دہلی میں سکھوں اور مرہٹوں کا آتوب اس قدر ہو گیا کہ حضرت مظہر لکھتے ہیں کہ اس مرتبہ ماہ رمضان تنہائی میں ہی گزرے گا اور احباب کے اجتماع کی توقع نہیں ہے :

... طرفی آتوب سکھاں است و طرفی ہنگامہ، مرہٹہ، غالب است کہ ماہ مبارک امسال بہ تنہائی گذرد۔ رضا ہفتا واجب است (۷۶)۔

حضرت مظہر نے ایک سفر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ :
 خبر قرب سکھاں مانع شد (۷۷)۔

آپ نے پانی پت جانے کا ارادہ کیا تو "آتوب سکھاں" کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا :

ارادہ، پانی پت دارم، اگرچہ درین موقع ہم آتوب سکھاں شنیدہ می خود (۷۸)۔

ایک مکتوب میں پانی پت کی سیاسی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہاں ہمیشہ سکھوں کا ہنگامہ رہتا ہے :

در پانی پت ہمیشہ ہنگامہ، سکھاں می باشد (۷۹)۔

جب ضابطہ غان نے سکھوں سے معاہدہ کر لیا اور ان کی مدد سے نواح دہلی کو لونا شروع کیا تو نجف غان نے اسے میرٹھ میں شکست دی اور سکھ اپنے ہی علاقہ کو لوٹنے پر مجبور ہو گئے (۸۰)۔ حضرت مظہر اس کی خبر تقاضی مناء اللہ کو دیتے ہیں :

جنگ سکھاں با پانی پت روز پنجشنبہ و روز جمعہ بر غاست رفتن آہنا معلوم شد... و قصہ جنگ سکھاں مفصل معلوم شد (۸۱)۔

دیوان شیوناتھ (۸۲) دو ہزار افراد کی فوج کے ساتھ سکھوں پر حملہ آور ہوا تو

سکھ منتشر ہو گئے :

شیوانتھ با دو ہزار کس بٹن طرف دیروز رخصت شد ۔ کھار سکھ
متفرق می ہوئے (۸۳)۔۔۔

راؤ شیوانتھ از حضور مع لوح رفتہ ' ان شاء اللہ حیراست (۸۴)۔

ایک موقع پر جب کہ عاصی مناء اللہ کی والدہ ' دہلی میں حضرت مظہر کے ہیں
مہمان تھیں ' انہیں سکھوں کی خورش کا علم ہوا تو سخت تشویش ہوئی ۔ لکھتے ہیں :
از خورش کھار سکھ و آشوب جنگ با قلعه فاطمہ فقیر و والدہ شامی
مشوش است و دعا و ختمہ بہ عمل می آید ۔ اللہ تعالیٰ تاثیر دہد و
اجابت فرماید ... فتنہ و فساد آن حدود در تحریر نمی آید و نیز
معلوم نہا است (۸۵)۔

پانی پت کے چودھری ایزدیش ' حضرت مظہر کے مخلصین میں سے تھے ۔ اور
انہوں نے پانی پت سے سکھوں کے فتنہ کو ختم کرنے میں عاصی جدوجہد کی تھی ۔ ان
سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے مولوی نعمت اللہ و محمد حسن خان کو لکھا :
چودھری ایزدیش چودھری پانی پت از اخلاص مندان فقیر است
و جد و ہمت خود را صرف دفع فتنہ سکھاں از بلدہ پانی پت ہمیشہ
می دارد و اعانت او بر ہمہ مسلمانان بقدر وسع لازم (۸۶)۔

نجیب الدولہ نے بھی سکھوں کے ساتھ کئی معرکہ آراء جنگیں کی تھیں (۸۷)۔
حضرت مظہر اپنے ایک مکتوب بنام ملا نسیم میں اطلاع دیتے ہیں کہ نجیب الدولہ سکھوں
سے جنگ کرنے کے لیے دہلی کے قریب پہنچ گیا ہے :
درین ایام کہ برانے تنبیہ کھار سکھ لشکر نجیب خان دہلی رسیدہ

(۸۸)

سکھوں کے علم عوام پر ظلم و ستم کے حقائق کو خود سکھ مورخین نے بھی
تسلیم کیا ہے ۔ ذیل میں ہم چند ایسے واقعات کی تلخیص اس لیے درج کر رہے ہیں
تاکہ حضرت مظہر کے بیانات کی مطابقت میں آسانی ہو سکے ۔

۱۷۵۷ء میں کرتار پور میں سکھوں کے قتل اور گردوارہ قہم صاحب کو جلانے کے

ذمہ دار نامہ نئی جالندھری کی لاش کو سکھوں نے قبر کھود کر باہر نکالا اور توہین کی
(۸۹)۔ اسی سال ہزار ہا سکھ لاہور کے نواحی علاقوں پر حملہ کر کے لوٹ مار کرتے

پہرتے تھے لیکن کسی میں مقابلہ کی ہمت نہیں تھی۔ انہوں نے دوآبے کی تمام آبادی سے غراج لینا شروع کر دیا تھا (۹۰)۔ حدود ۱۷۶۱ء میں جب سکھ لاہور پر غالب آگئے تو انہوں نے قرآن پاک کے ہزار ہا نسخے جلا ڈالے اور بہت بڑی تعداد میں ہمراہ لے گئے (۹۱)۔

قاضی نور محمد نے جنگ نامہ میں لکھا ہے کہ "کافر لعین سکھ" ڈیرہ سے ملتان تک پھیل گئے ہیں ۱۷۶۴ء میں اپنے ان مقبوحات میں شامل مساجد کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا ہے :

کہ سکھانے بیدین کافر لعین

رسیدہ بہ لاہور و ملتان زمین

ز لاہور تا ڈیرہ در تاختند

بنائے مساجد بر انداختند (۹۲)

سکھوں کی اس قسم کی قتل و حرکت کی خبریں جب درانی کو افغانستان میں موصول ہوئیں تو اس نے اپنے بلوچ حلیف میر نصیر خان کو سکھوں کے خلاف جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھا کہ اس وقت سکھوں کے خلاف جہاد حج سے افضل ہے (۹۳)

افسوس کہ درانی اور اس کے حلیفوں کے سکھوں کے خلاف اس جہاد اور معرکوں سے فائدہ اٹھانے والا کوئی حکمران ان فتوحات کے بعد آگے نہ آیا جس کے نتیجے کے طور پر انہوں نے پورے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

سرہند کی تباہی :

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سرہند میں قیام کے باعث نہ صرف اس کو دائمی شہرت نصیب ہوئی بلکہ آپ کی اولاد و خلفاء کی دینی و مذہبی خدمات نے اسے اسلامی علوم کا مرکز بنا دیا تھا اس لیے بجا طور پر مسلمان اسے اسلامی ہند کا دارالارشاد کہنے لگے تھے۔

یہاں کا درس و تدریس کا سلسلہ صرف رسمی درس گاہوں جیسا نہیں تھا، بلکہ پاک و ہند کے راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ ملک کی مذہبی پالیسی وضع کرنے کے لیے

اس دارالارشاد کی طرف رجوع کرتے تھے (۹۴)۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں پاک و ہند میں اسلام کی زبوں حالی کا جس کرب ناک انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے اس کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب اس دارالارشاد سرہند کا جغرافیائی محل وقوع بھی ہے۔ چنانچہ نگر کوٹ (کا نگرہ) کو آپ نے دارالحرب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

ان دنوں نگر کوٹ کے اطراف میں "کھار دارالحرب" نے مسلمانوں پر اور بلاد اسلام پر کیسے کیسے مظالم اور آفتیں توڑی ہیں اور کس طرح کی آفاتیں اور آذیتیں پہنچائی ہیں، رسوا کرے اللہ پاک ان کو (۹۵)۔

یہی حال سرہند کے قریب ایک اور بستی تھانیسر کا تھا جو غیر اسلامی خصوصاً ہندو احمیا کی تحریکوں کا مرکز تھی۔

مخیاں میں جن غیر مسلم تحریکوں نے جنم لیا ان میں سکھوں کی مذہبی و سیاسی تحریک خاص طور پر قابل ذکر ہے جس نے نہ صرف مسلمانوں کے اس دارالارشاد کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ سارے ہندوستان پر کچھ راج کے عملی خواب بھی دیکھے۔

اس تحریک نے پہلے وحدت ادیان کے روپ میں سادہ لوح عوام کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی، پھر جب اقتدار میں آئے تو جو طبقہ سب سے پہلے ان کے قلم کا نشانہ بنا وہ مسلمان ہی تھے۔ ان کے قوت پکڑنے سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بے پناہ دینی و سیاسی بصیرت سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا تھا اور جمائگیر کے ہاتھوں سکھوں کے پانچویں گرو ارجن کے قتل کو آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام شیخ فرید بخاری میں اسے کھار کی "شکست عظیم" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

درین وقت کشتن کافر لعین گویند وال (۹۶) بسیار خوب واقع شد و باعث شکست عظیم بر ہنود مردود گشت بہر نیت کہ کشتہ باشند و بہر غرض کہ ہلاک کردہ خوار سے کھار خود نقد وقت اہل اسلام است ایں فقیر ہمیش از آنکہ ایں کافر را بکشد در خواب دیدہ بود کہ بادشاہ وقت کھ سرشک را شکستہ است و الحق کہ آن گبر رئیس اہل شرک بود و امام اہل کفر (۹۷)۔

عصر حاضر کے سکھ محققین نے اپنی جانبدار اور جذباتی تحریرات میں اعتراف کیا ہے کہ سکھوں کے خلاف حکمران طبقہ کے ذہنوں کو جو لوگ مسموم کر رہے تھے وہ سرہند کے یہی نقشبندی تھے بلکہ گرو ارجن کا قتل بھی اسی کا نتیجہ ہے، بقول ڈاکٹر گنڈا سنگھ:

The Naqshbandis of Sirhind, had been poisoning the minds of the ruling Junta in their respective spheres ever since the beginning of the seven-teenth century. It was as result of their conspi-racies that Guru Arjun, the fifth Guru of the Sikhs, had been tortured to death under the orders of Emperor Jahangir. (۹۸)

ایک اور سکھ مورخ خوشنٹ سنگھ نے جو لقب "مجدد الف ہمانی" کا مطلب نہیں سمجھ سکا اس واقعہ کو جذباتی رنگ میں بیان کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ حضرت مجدد نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا:

Mujaddid Alif Sani, who claimed to be the second prophet of Islam after Mohammad, felt Jealous of Guru Arjun's influence, especially with Muslims, and wrote in strong terms to Jahangir against the Guru. (۹۹)

حالانکہ نہ مجدد الف ہمانی کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود کو نبی قرار دیا تھا اور نہ آپ کا یہ مکتوب گرامی براہ راست جہانگیر کے نام ہے، بلکہ وہ تو فرید بخاری جو کہ جہانگیری امراء میں سے تھے، کے نام ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں نے اپنی اس "شکست عظیم" کا اصل سبب سرہند کے اس متبرک خانوادہ نقشبندیہ کو قرار دے دیا تھا، اور جو نبی مسلمانان ہند کا سیاسی مرکز روبہ زوال ہوا، انہوں نے دل کھول کر اس کا بدلہ لیا۔ ان کے قلم کا نشانہ نہ صرف اہل سرہند بنے بلکہ پاک و ہند میں جہاں کہیں بھی انہیں موقع ملا، نیست و

نابود کرنے کی پوری کوشش کی۔

سکھ خاص طور سے اہل سرہند سے مشتعل تھے کیوں کہ سکھ روایات کے مطابق یہی وہ جہر تھا جہاں ان کے گرو گوبند سنگھ کے دو بھائی لڑکوں کو قتل کیا گیا تھا۔

چنانچہ ۱۷۶۳ء میں جب سکھوں کا سرہند پر مکمل قبضہ ہو گیا تو گرو گوبند سنگھ کی پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لیے سکھ سرداروں نے گدے منگوا کر اس سرزمین پر اپنے ہاتھ سے اہل چلیا (۱۰۰)۔

چنانچہ یہ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ یہ ان کا ایک مذہبی فریضہ بن گیا کہ ہر آنے والا سکھ سرہند کی ایک ایک اینٹ دریا میں ڈال دے (۱۱)۔

سرہند کی تباہی سے اس وقت کے مسلمانوں کے ذہنوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ چنانچہ حضرت مظہر کے مکاتیب میں اس عظیم سانحہ کا نہایت پر درد طریقے سے تواتر کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔

گوبند سنگھ کے قتل (۱۷۰۸ء) کے بعد اس کے جانشین بندہ سنگھ نے اپنے قلم و ستم کا نشانہ مسلمانوں کو بنایا (۱۰۲)۔ اس نے ۱۷۱۰ء میں سرہند پر قبضہ کر لیا۔ انسانیت سوز قلم کے علاوہ اس نے اپنے پاؤں سرہند سے باہر نکلنے شروع کر دیے اور اپنے مقبوضات کو ستیع تک وسیع کر لیا۔ سکھوں کی ان کارروائیوں سے مجبور ہو کر لاہور کے گورنر سید اسلم خان نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا (۱۰۳)۔

۱۷۱۰ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک سرہند پر سکھ دست درازی کرتے رہے ہیں (۱۰۴)۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند سے محض اسی لیے ہجرت کی تھی کہ انہیں بذریعہ کشف معلوم ہو گیا تھا کہ کفار کا سرہند پر غلبہ ہونے والا ہے۔

۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ درانی جب پہلی مرتبہ ہندوستان پہنچا تو اس نے پشاور سے اپنے لشکر کے معززین کو سرہند شریف بھیجا۔ ان دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے حضرت شاہ غلام محمد مصوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ بقیہ حیات تھے، آپ سے التجا کی گئی کہ آپ افغانستان تشریف لے آئیں لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔

جب ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں درانی کا سرہند پر قبضہ ہو گیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

درانی ، عبد اللہ خان عضد الدولہ کو سرہند کا ناظم مقرر کر کے خود افغانستان چلا گیا اور آپ کی اولاد میں سے تین صاحب زادگان حضرت غلام محمد پشاوری ، حضرت عزت اللہ اور حضرت صفی اللہ معصومی رحمۃ اللہ علیہم کو احتراماً قندھار لے گیا ۔ افغانستان میں اب تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مبارک سے جتنے افراد ہیں وہ سب انہی تینوں حضرات کے اہلاف ہیں (۱۰۵)۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً حضرات سرہند سکھوں کے طلبہ کی وجہ سے سرہند سے ہجرت کرتے رہے ۔ حضرت قاضی ادریس جو کہ درانی عہد میں افغانستان کے قاضی تھے اور جنہوں نے پاک و ہند پر اسلام دشمن طاقتوں کے طلبہ کی وجہ سے کئی مرتبہ جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور درانی کے لشکر کے ساتھ کئی مرتبہ ہندوستان بھی آئے تھے ، اسی خانوادہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے یعنی قاضی ادریس بن حضرت غلام حسین بن غلام محمد بن حضرت غلام محمد معصوم ثانی (۱۰۶)۔

صاحب زادگان سرہند نے بھی سکھوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا تھا ۔ حضرت شیخ محمد جعفر بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد تو سرہند ہی میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے سرہند پر بندہ سنگھ کے حملے (۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء) کے دوران شہید ہوئے تھے (۱۰۷)۔

اسی طرح حضرت شاہ عزت اللہ مجددی مذکور نے بھی عالمگیر ثانی کے عہد میں لودھیانہ میں سکھوں کے خلاف جو زبردست معرکہ ہوا تھا ، میں شرکت کی تھی اور اپنے والد سے "ناصر الدین" کا لقب پایا تھا (۱۰۸)۔

حضرت مظہر کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کی طرف سے سرہند کو سکھوں سے بچانے کے لیے جو لشکر جاتے تھے ، ان میں حضرات مجددیہ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے ۔ ملا رحیم داد روہیلہ (۱۰۹) کو مجدد الدولہ نے سکھوں کی تنبیہ کے لیے بھیجا تو اس نے دس ہزار کا لشکر جمع کیا ۔ بقول حضرت مظہر اس لشکر میں حضرت مجددی اولاد نے کثیر تعداد میں شرکت کی :

جماعت کثیر از صاحب زادہ ہای سرہند ہمراہ او ہستند (۱۱۰)۔

لیکن معاصر کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہمات بھی خاطر خواہ کامیاب نہ ہو سکیں اور اہل سرہند کو سکون نصیب نہ ہوا ۔ چونکہ علی محمد خان روہیلہ سرہند کا ناظم رہ چکا تھا اس لیے روہیلیوں کو اس خانوادہ سے عقیدت تھی ۔ حضرت مظہر کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی میں بھی صاحب زادگان ہجرت کر کے مقیم ہو گئے

تھے لیکن وہاں بھی انہیں امن کی زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملا اور وہ غایت درجہ "اضطراب" میں بریلی سے نکلے اور دہلی میں حضرت مظہر کے ہاں قیام کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت مظہر نے ملکی حالات کی خرابی کے باعث اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے کاظمی مناء اللہ پانی پتی کو لکھا:

صاحب زادہ ہای سہرند از غایت اضطراب روزی از بریلی متفرق شدہ
مع عیال باین طرف ریزش کردہ اند از فرط خجالت بے استطاعتی و
کم خدمتی فرار از شہر ضرور افتادہ (۱۱۱)۔۔۔۔

حضرت شاہ عزت اللہ مجددی نبیرہ حضرت مجدد کو حافظ الملک رحمت خان نے چھ ہزار روپے سفر خرچ کے لیے بھیج کر سہرند سے بریلی بلا لیا تھا (۱۱۲)۔
سہرند پر سکھوں کے حملے مسلسل جاری رہے۔ حضرت مظہر کو مسلمانوں کے اس دارالارشاد کی تباہی سے جو قلق ہوا اس کا اظہار انہوں نے جا بجا فرمایا ہے۔
ایک خط میں لکھتے ہیں:

کافران سکھ ہذا انہیں ذلیل کرے، کے قلم سے متبرک شہر
سہرند ویران ہو گیا ہے اور بزرگوں کے مزارات شہید ہو گئے ہیں
اور صاحب زادگان شہر بہ شہر آوارہ پھر رہے ہیں۔ ایک جماعت
نے اس طرف (دہلی) کا قصد کیا ہے۔ خاص طور پر حضرت میر
اسد اللہ جو فقیر سے بہت محبت رکھتے ہیں تشریف لا رہے ہیں
اگرچہ اس شہر (دہلی) کا حال بھی محضی نہیں ہے (۱۱۳)۔
ایک اور مکتوب میں سکھوں کی شہر آسٹوبی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

درین ایام از اخبار موحش سکھاں در شہر طرفہ آسٹوبی است۔۔۔ و در
شہر حاکی نہ، و این کافران نسبت بعارت گران سابق موذی تر
(۱۱۴)۔

سکھوں کی انتقامی کارروائیاں صرف زندہ انسانوں تک محدود نہیں تھیں بلکہ کئی مقامات پر انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے مزارات کو مسمار کیا بلکہ بعض مزارات کو کھود کر ان کی لاشوں کو باہر نکال کر بے حرمتی کی۔ حضرت مظہر کے ایک حلیفہ اور حضرت مجدد کے نبیرہ حضرت شاہ بھیکھ کے مزار (واقع سہرند) کو کھود کر آپ کی

لاش کو نکالنا چاہا لیکن ایک کرامت کے ظہور سے وہ اس پر دست درازی نہ کر سکے (۱۱۵)۔

قاضی نور محمد مولف جنگ نامہ 'درانی کے ہمراہ اس کے ساتویں مہمہ ہند کے دوران (۶۵ - ۱۷۶۴ء) جب سرہند پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سرہند شریف کا پورا شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ وہ کافی دیر تک گھومتا رہا لیکن انسان تو درکنار اسے بجز الو کوئی پرندہ بھی وہاں نظر نہ آیا اور اس پاس کے دیگر دیہات پر سکھ سردار قابض تھے (۱۱۶)۔

درانی نے یکے بعد دیگرے پنجاب پر زبردست حملے کر کے نہ صرف سرہند بلکہ پنجاب سے سکھوں کو مار بھگایا تھا لیکن افسوس کہ نہ تو حاکمان پنجاب میں اتنی اہلیت تھی کہ وہ اس امن سے فائدہ اٹھا کر امن و امان بحال رکھ سکیں اور نہ سیاسی جماعتوں کے ان مرکزی اکھاڑوں سے کسی کو عوام کے امن و امان کی فکر تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جونہی درانی افغانستان واپس جاتا، سکھ بڑھ کر کمزور مسلمان صوبے داروں کو کچل ڈالتے اور پھر وہی حالات ہوجاتے۔ عصر حاضر کے بعض سکھ مورخین نے بھی سکھوں کی سرہند میں تباہ کاریوں کو تسلیم کیا ہے (۱۱۷)۔

مرہٹے :

مرہٹوں کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر یکساں رائے رکھتے ہیں۔ اور ان کی نقل و حرکت سے عوام کی تباہی سے دونوں حضرات کے حساس دل انتہائی کرب کے ساتھ تڑپتے معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی نظر میں ان کے دور میں مسلمانوں پر جتنی سختیاں آئیں وہ محض مرہٹوں کے ساتھ صلح کرنے کی وجہ سے تھیں (۱۱۸)۔ آپ نجیب الدولہ (۱۱۹) اور دوسرے ارباب حکومت کو متواتر خطوط کے ذریعے فتنہ مرہٹہ کے استیصال کی ترغیب دیتے ہیں (۱۲۰)۔

مرہٹوں کے بارے میں حضرت مظہر کے ہاں بہت سے ایسے نکات ملتے ہیں جن سے نہ صرف شاہ ولی اللہ کے مکتوبات کے مندرجات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اس دور کی کتب تاریخ کے مضمومات کی تشریح و توضیح کے لیے ام ہیں۔ ہم ان نکات کو یہاں یک جا کر رہے ہیں :

(بنام مولوی مناء اللہ سنبھلی) کفار مرہٹوں کے ہنگاموں سے
 مت ڈریے ۔ ان شاء اللہ دوستوں کو نقصان نہیں پہنچے گا ۔ ان
 مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے جتنی دفعہ سورہ ۱۰ لایلاف پڑھ
 سکتے ہوں پڑھیے اور کفار کے لشکر پر اسلام کی فتح کے لیے دعا اور
 صرف ہمت واجب ہے (۱۲۱)۔۔۔۔۔

حضرت مظہر نے متعدد مقامات پر مرہٹوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے لئے اور
 راستوں کے امن و امان کے مخدوش ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ ایک مکتوب میں قاضی
 مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

چوں درحد و گنگا پار از اندیشہ افواج مرہٹہ تشویش بسیار است ارادہ
 پانی پت دارم (۱۲۲)۔

درین ایام آشوب و ہنگامہ حرکت مناسب نیست ۔ اخبار آمدن
 مرہٹہ باین طرف (دہلی) بر زبانہا است (۱۲۳)۔

حضرت مظہر نے اپنے ایک خط مکتوب ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کے ہاتھوں
 روہیلوں کی شکست کا سخت افسوس کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

اس علاقے پر مرہٹوں کے قبضے ، قوم روہیلہ کا فرار ، اور قسبات و
 دیہات کے تاخت و تاراج ہونے کے متعلق کیا لکھوں (۱۲۴)۔

۱۷۷۲ء میں مرہٹوں اور روہیلوں کے مابین کئی مرتبہ تنازعہ اور پھر صلح ہونے کا
 ذکر ملتا ہے (۱۲۵)۔ اس سال کے آغاز میں ہی جنوری میں انہوں نے سہارنپور جو کہ
 ضابطہ خان بن نجیب الدولہ کی جاگیر تھی ، پر حملہ کر دیا اور علاقہ کو خاصا نقصان پہنچایا
 (۱۲۶)۔

نادر شاہ کا معاصر مورخ وارد تہرانی لکھتا ہے کہ نادر شاہ کے حملے سے پہلے مرہٹہ
 گردی کے باعث دو تین سو سال پہلے کے آباد و خاداب علاقوں میں بہت غور و فکر
 کرنے کے باوجود دریائے نرہدہ کے کنارے سے لے کر دارالخلافہ اکبر آباد تک تمام
 علاقے "طیعیان افواج مرہٹہ" کے باعث صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں (۱۲۷)۔

گجرات کی آبادی اور رونق ضرب المثل تھی کہ اس کے بازاروں کو مصر کے
 بازاروں سے تشبیہ دی جاتی تھی ۔ بقول وارد تہرانی کہ آج ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء ہے لیکن یہ
 گجرات آج سے بیس سال پہلے مرہٹوں نے تباہ کر دیا تھا (۱۲۸)۔

مرنے چوتھ کے علاوہ جہاں کہیں جاتے تھے وہاں کے باشندوں سے خراج وصول کرتے تھے :

تا جانے کہ قدم آتھا رسیدہ ' باج و خراج خویش بر ذمہ ساکنان آن
مکان مقرر نموده (۱۲۹)۔۔۔۔

یہ "یا حوج طینت" (۱۳۰) مرے جب کسی علاقے پر حملہ کرتے تو خلاف عہد وہاں سے تناوان لینے کے علاوہ کسانوں اور زرگروں سے دوچند اخراجات وصول کرتے تھے (۱۳۱) اور جہاں کہیں ان کے قدم پہنچتے تھے ' وہاں سے "اثر آبادی و حملات مموری" تک مٹ جاتی تھیں (۱۳۲)۔

شاہ عالم ثانی کے عہد کا سیاح پولیر جب ہندوستان آیا تو اسے کئی علاقے مرہٹوں کی وحشیانہ پیش قدمیوں کی وجہ سے تباہ شدہ حالت میں نظر آنے (۱۳۳)۔
مولف عماد السادات کا بیان ہے کہ "متمرا اور اکبر آباد کے مابین ایک مقام پر مرہٹوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں کو ان کی قبروں سے کھدوا کر نکلوایا اور ان کے دانت توڑتے اور باواز بلند کہتے "انہیں دانتوں سے انہوں نے گلے کا گوشت کھایا تھا" (۱۳۴)۔

ان حالات میں سلاطین و امراء کا کردار بھی زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ جب فرخ سیر اور سید برادران میں کشمکش ہوئی تو سید حسین علی نے دکن میں مرہٹوں کو اپنا ساتھی بنانے کی نیت سے انہیں تمام دکن سے چوتھ اور سرحدیش کمی وصول کرنے کا حق دے دیا۔ بادشاہ نے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو حسین علی ۱۷۱۹ء میں مرہٹوں کی فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ آوار ہوا۔ اس نوعیت کے بیسیوں واقعات کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ نے نجیب الدولہ اور احمد شاہ درانی کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔

یہ یاد رہے کہ درانی کو ہندوستان مدعو کرنے والے اس حقیقت سے آگاہ تھے :

درانی سے جو نقصانات پہنچیں گے انہیں مرہٹوں کی مصیبت سے
آسان خیال کر کے ایسا کیا گیا (۱۳۵)۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی لازم ہے کہ مرہٹہ گردی سے صرف مسلمان ہی متاثر نہیں ہوئے تھے بلکہ بقول پروفیسر ظلیق احمد نظامی :

سخت نا انصافی ہوگی اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ شاہ صاحب (ولی اللہ) غیر مسلم جماعتوں سے تعصب کی بنا پر یہ (اکثر بلاد اسلام ان کے قبضہ میں آگئے) لکھ رہے ہیں (۱۳۶)۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی جارحانہ کارروائیوں سے ہندو بھی متاثر ہوئے تھے۔ ہندوستان پر احمد شاہ درانی کے پانچویں حملے کے دوران مرہٹہ گردی سے تنگ آکر جے پور اور جودھ پور کے راجاؤں نے روہیلوں سے مل کر خود درانی کو ہندوستان پر نہ صرف حملہ کی دعوت دی بلکہ اسے یہاں قیام کرنے کے لیے کہا (۱۳۷)۔

بنگال کا معہور شاعر گنگا رام بنگال پر مرہٹوں کے حملوں کا حال لکھتا ہے :

برگیوں (مرہٹوں) نے دیہاتوں کو لومنا شروع کر دیا ... کچھ لوگوں کے انہوں نے ہاتھ 'ناک اور کان کاٹ لیے' کچھ کو مار ڈالا ' خوبصورت عورتوں کو وہ رسیوں میں باندھ کر لے گئے ' جب ایک بارگی زنا کر چکتا تو دوسرا کرتا - عورتیں بیچیں مارتی تھیں .. انہوں نے گھروں کو آگ لگا دی اور ہر طرف لوٹ مار کرتے ہوئے گھومے (۱۳۸)۔

بنگال کے معہور پنڈت وینشور و دیپتی نے ۱۷۴۴ء میں مرہٹوں کے ہنگاموں اور مظالم کا ذکر نہایت درد انگیز لہجے میں کیا ہے (۱۳۹)۔

ان حقائق کی موجودگی میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر (۱۴۰) کے مرہٹہ گردی کے بارے میں عوامی جذبات کی ترجمانی بے معنی معلوم نہیں ہوتی۔

روایتیں :

روہ افغانستان میں ایک بہت وسیع سلسلہ کوہستان ہے جس کے شمال میں کوہ کاشغر ، جنوب میں بھکر اور بلوچستان ، مشرق میں کشمیر اور مغرب میں دریائے بلند ہے ۔ یہاں کے رہنے والوں کو روہید کہتے ہیں (۱۴۱)۔

پاکستان و ہند کے اثنائی زوال پذیر مسلم دور حکومت میں اس دور کی دو اہم ترین اور حساس شخصیات یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت میرزا مظہر نے مسلم حکومت کو بچانے اور معاشرے کی تفرق کے لیے جن دو شخصیتوں کا انتخاب

کیا ان میں ایک احمد شاہ درانی اور دوسرے نجیب الدولہ (رومیٹے) تھے۔ انہوں نے ان دونوں طاقتوں کو آپس میں مستحکم کر کے ہندوستان کی سیاست کا رخ تبدیل کر دیا۔ جناب پروفیسر ظلیق احمد نظامی نے شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات میں اسے بطریق احسن بیان کر دیا ہے۔ ہم صرف روہیلوں اور حضرت مظہر کے تعلقات ہی اس وقت زیر بحث لائیں گے۔

حضرت مظہر صاحب زادہ محمد احسان کو لکھتے ہیں :

اخذ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی۔ طاقت ختم ہو گئی ہے۔۔۔ اس قوم میں عجیب و غریب ہمارا ظاہر ہونے۔ ہم نے یہ سفر بالکل ٹھیک کیا۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آتے ہیں۔ یہ لوگ آدمیت عرضی سے کم واقف ہیں اور ان کے علماء کا علم بھی فقہ کی دو کتابوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔۔۔ امروہہ سے لے کر شاہجہان پور تک تمام منزلوں میں ٹولی ٹولی بنا کر ایک ایک گروہ نے قوم روہیلہ میں سے اکثر اور ہندوستانی لوگوں میں سے کمتر نے اخذ طریقہ کیا ہے اور متاثر ہونے ہیں ان میں سے ایک جماعت ساتھ آئی ہے اور کب مقامات کے لیے میرے ساتھ دلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس علاقے کے اکثر علماء اس طریقے کی نسبت سے مشرف ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو دہلی جانے کی سکت نہیں رکھتے، میں نے اس شہر میں میرمبین غاں کو اپنی جگہ معمول دیا ہے۔۔۔ لیکن (یہ) ایک آدمی کے بس کا کام نہیں کہ اس قافلے سے عمدہ برآ ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ تم (صاحب زادہ محمد احسان احمدی) کو بھی بلا لوں تاکہ بعض شہر تم کو اور بعض میرمبین غاں کو تفویض کروں (۱۳۲)۔

حضرت مظہر نے قاضی مناء اللہ پانی پتی کے نام اپنے ایک مکتوب میں جس "جماعت روہیلہ" کے ساتھ دہلی میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے، اس سے مراد وہی مذکورہ جماعت ہے :

فقیر سیزدیم جمادی الاخریٰ داخل دہلی گردید و تا امروز کہ بیستم ماہ
مذکور است مہ توابع مقرون عافیت است و مولوی عبدالرزاق و
جماعت از روہیلہ ہا ہمراہ آمدہ اند و سلماہا رسانند (۱۳۳)۔

حضرت مظہر نے کچھ سامان سنبھل بھیجا تو راستے کی ڈاکا زنی کے خطرہ سے
چند روہیلہ بند و فوجیوں کو ہمراہ روانہ کیا (۱۳۴)۔

اس مقدمہ کے مختلف مقامات پر جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے ان دنوں مختلف ملک
دشمن طاقتوں کے حملوں اور سیاسی ابتری کے باعث راستے غیر محفوظ ہو گئے تھے۔
ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خاصا دشوار تھا۔ لیکن حضرت مظہر کے ایک مکتوب
بنام قاضی مناء اللہ پانی پتی سے معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں پر روہیلوں کا کنٹرول
تھا وہ راستے پر امن تھے۔ اس مکتوب میں حضرت مظہر انہی راستوں سے سفر کرنے کا
ارادہ ظاہر فرماتے ہیں:

راہ امن راستہ سونی پت و پانی پت و کرانہ است از آنجا درمل
روہیلہ ہا 'براہ میران پور و دارا نگر' بمنزل مقصود می رسم
(۱۳۵)۔

ان روہیلہ سرداروں میں نجیب الدولہ سب سے اہم شخصیت ہے، جس کی اپنے
حمد کے دو حساس ترین بزرگوں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر سے مراسلت
تھی۔ ان دونوں حضرات نے مسلمانوں کے اس دور ابتلا میں اس شخصیت کی صلاحیتوں
کو مسلم حکومت کو بچانے کے لیے اس طرح استعمال کیا کہ سلطنت مزید کچھ عرصہ
کے لیے تباہی سے بچ گئی۔

نجیب الدولہ کا نام نجیب خان تھا وہ ۱۷۰۷ء میں پیدا ہوا ۱۷۴۳ء میں آٹھ پہنچ
کر نواب علی محمد خان کے یہاں ملازم ہو گیا۔ ترقی کر کے اصلی عہدوں پر فائز ہوا۔
جب صدر جنگ اور مرہٹوں نے افغانوں پر حملے کیے تو نجیب الدولہ نے اپنی شجاعت
کے جوہر دکھائے۔ حافظ الملک رحمت خان نے اس کو ایک ہزار سوار پر جلد دار مقرر
کیا۔ ۱۷۵۳ء میں احمد شاہ (جانشین محمد شاہ بادشاہ) اور صدر جنگ میں چھٹش ہوئی تو
نجیب الدولہ نے بادشاہ کی امداد کا تہیہ کر لیا۔ وہ دس ہزار روہیلوں کے ساتھ بادشاہ کے
پاس گیا۔ حماد الملک نے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسے نجیب الدولہ کا
خطاب ملا۔ اس جنگ میں اس نے اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے۔ اب اس کی

حیثیت بدل گئی تھی اور دہلی کی سیاست میں اس کا عمل دخل بڑھ گیا تھا۔ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۷۰ء تک وہ دہلی کی سب سے بڑی شخصیت تھی۔

جب جواہرنگھ کی فوج نے جس میں مرہٹے، سکھ اور جاٹ تینوں شامل تھے، دہلی پر حملہ کیا تو اس نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہے:

ایک مورخ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس کی کس خوبی کی سب سے زیادہ تعریف کرے۔ میدان جنگ میں اس کی حیرت انگیز قیادت کی یا مشکلات میں اس کی تیز نگاہی اور صحیح رائے کی۔ یا اس کی اس فطری صلاحیت کی جو اس کو انتشار اور ابتری میں ایسی راہ دکھا دیتی تھی جس سے نتیجہ اس کے موافق نکل آتا تھا۔

اس کی مذہبی دلچسپیوں کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

زنجبیل الدولہ نے صد عالم بود، ادنیٰ بیخ رویہ و اعلیٰ پانصد (۱۳۶)۔

نجیب الدولہ نے نجیب آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کی اساس مدرسہ رحیمیہ کے اصول و قواعد پر تھی۔ ولی اللہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں اس مدرسے کا خاص حصہ تھا۔ نجیب الدولہ حضرت شاہ ولی اللہ کے خاص متقین میں سے تھا۔ شاہ صاحب سے وہ اپنی مشکلات میں امداد و اعانت اور رہنمائی کی درخواست کیا کرتا تھا۔ درانی کو ہندوستان مدعو کرنے میں شاہ صاحب کے ساتھ وہ بھی شریک تھا اور اس جنگ میں وہ مقدمۃ الجیش کا افسر تھا۔ درانی جب ہندوستان سے واپس ہوا تو اس کو "امیر الامراء" مقرر کیا۔ شاہ صاحب اسے "امیر الغزاة" اس الجاہدین، منبع الحنات وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

نجیب الدولہ نے ۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو انتقال کیا (۱۳۷)۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر دونوں اس کے حق میں دست بردار رہتے تھے اور اسے مہمات ملکی میں مشورے بھی دیتے رہتے تھے۔

اسی سلسلے کا یہ واقعہ کہ ایک مرتبہ ایک سپاہیانہ وضع عزیز حضرت مظہر کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا امیر سے۔ اس وقت مجھے اس کام پر مامور کر کے بھیجا گیا ہے کہ نجیب خان کی نگہبانی کے لیے آپ اپنے اصحاب کو سورہ، اخلاص کا ورد کرنے کا حکم دیں۔ پس آپ کے اصحاب نے سورہ

اخلاص کا ورد کیا اور نجیب خان کفار کے شر سے محفوظ رہا (۱۴۸)۔

شاہ ولی اللہ نے کئی خطوط میں نجیب الدولہ کو لکھا ہے :

نصرت مسلمین کے لیے یہاں دعا کی جارہی ہے ۔ سرورش غیبی
سے آہار قبول محسوس ہوتے ہیں (۱۴۹)۔

دو مکاتیب میں شاہ صاحب نے اسے مسلمانوں کی فتح و نصرت کے بارے میں
اپنے مکاشفات سے بھی آگاہ کیا ہے (۱۵۰)۔

حضرت مظہر نہ صرف اس کے لیے دعا و اعانت کرتے تھے بلکہ اس کی نفل و
حرکت کی بھی اپنے متوسلین کو برابر اطلاع دیتے رستے تھے ۔ چند مثالیں ملاحظہ
ہوں :

بامیر کو صاحب و محب اللہ خان صاحب (پسر دوندے خان)

احوال خود گفتم بودم و برای روزگار اطفال بہ خانہ نجیب الدولہ بہادر

نیز گفتم بودم کہ مرا اینہا ہمیشہ حق می کنند (۱۵۱)۔

ایک اور مکتوب میں روہیدہ سرداروں کی نفل و حرکت کی اطلاع اس طرح دی
ہے :

فیض اللہ خان دیروز کہ ہمت بود داخل شدہ و حافظ (رحمت خان)

بہ بریلی رسیدہ امروز خبر گرم بود کہ فردا شاید اوہم داخل شود و

نجیب خان در سنبھل افتادہ است ' می گویند کہ تا یازدہم تمام

خواہد شد چون سرداران ہم درین جامعہ (۱۵۲)۔

امروز کہ روز شنبہ و ہژدہم شہر حال است ' نجیب الدولہ بہادر

کو چیدہ رفت فردا ۔ کوچ حافظ رحمت خان نیز شہرت دارد ۔

یہ روانگی بقیاس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان آٹوہ سے کسی سمت ہوئی تھی

(۱۵۳)۔

حضرت مظہر کے نجیب الدولہ کے علاوہ دیگر روہیدہ سرداروں دوندے خان

(۱۵۴) اور حافظ الملک حافظ رحمت خان (۱۵۵) سے بھی مراسم تھے ۔ آپ کے کئی

مکاتیب میں ایسے اشارے ملتے ہیں جن سے ان سرداروں پر آپ کے اثرات کا بخوبی

اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

نواب ارشاد خان اپنے ایک خط میں حضرت مظہر کو اطلاع دیتے ہیں :

علاوہ ازیں خبر کوچ دوندے غان بتاریخ ہضم است بطرف
گھاٹ ہسواں باید دید (۱۵۶) ... قبلہ من ! ازیں واضح تر ارشاد
شود ... کہ دوندے غان شرے نہ رساند و توجہ فرمایند کہ اسباب
مساعت کند (۱۵۷)۔

نواب دوندے غان کے ہم شیر زادے محمد غان ، حضرت مظہر سے بیعت تھے ۔
حضرت مظہر کے تین مکاتیب بنام تقاضی مناء اللہ پانی پتی میں ان کی خصوصی عقیدت
کا حال ملتا ہے ۔ لکھا ہے کہ ان دنوں دوندے غان کے ہم شیر زادے محمد غان بسولی
سے کسب مقامات کے لیے آئے ہوئے ہیں (۱۵۸)۔ حضرت مظہر کو ان پر اس قدر
اعتماد تھا کہ اپنی بیوی کو ان کی نگرانی میں دہلی سے سنبھل روانہ کیا (۱۵۹)۔

نیز محمد غان مذکور کے دو عریضے بنام حضرت مظہر خانقاہ نور محل اوج دیر میں
محفوظ ہیں ، جنہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ غان صاحب نے لوائح خانقاہ مظہریہ میں شامل
کر لیا ہے (۱۶۰)۔ پہلے عریضے میں ہے کہ اگر بدایوں تشریف لائیں تو غریب خانہ راہ
میں ہے ، ایک روز قیام فرمائیں ۔ دوسرے مکتوب میں دوندے غان کی انتہائی عقیدت
کا ذکر ہے :

معروض می دارد کہ از نواب صاحب قبلہ کہ در بسولی تشریف آورده
بودند ، خبر صحت و سلامت ذات عالی استماع یافته بود ، ہزار سجدہ
شکر بدرگاہ واہب حقیقی بجا آورده آنچہ از تمنائے شرف ملازمت و
مجبوری قدم بوس می گزرد (۱۶۱)۔

نیز سیاسی طور پر سکھوں ، مرہٹوں اور جاٹوں کے خلاف روہیلوں نے جو اقدام
کیے ان کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا ، یہاں ہم روہیلوں کے اس منفی پہلو کا ذکر
بھی کردیں جس کی وجہ سے اس دور کی دونوں شخصیتیں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور
حضرت مظہر بہت متاثر ہوئیں ۔

روہیلوں کا منفی پہلو :

درانی اور روہیلہ کی افواج جب کسی علاقہ میں لوٹ مار کرتی تھیں تو وہاں کے
باشندے تباہ حال ہو جاتے تھے ۔ جب یہ خبریں دہلی پہنچتیں تو یہ دونوں بزرگ اپنے

خلوٹ کے ذریعے انہیں تنبیہ کرتے رہتے تھے۔ یہ تنبیہ نجیب الدولہ کی زندگی تک تو موثر رہی لیکن اس کی وکالت ۱۷۷۰ء کے بعد انہوں نے جو تباہی مچائی وہ کسی طرح دھمن طاقتوں سے کم نہیں تھی۔ تاہم ان دونوں بزرگوں نے انہیں تنبیہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ 'نجیب الدولہ کو لکھتے ہیں :

ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواج شاہیہ کا گزر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمام کلی کرنا چاہیے کہ دہلی سابق کی طرح قلم سے پامال نہ ہو جائے۔ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اسی وجہ سے کارہائے مطلوبہ کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اگر مظلوموں کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے۔ اگر اس بار آپ چاہتے ہیں کہ کار بسند جاری ہو جائے تو پوری پوری تاکید کرنی چاہیے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں 'ہرگز تمارض نہ کرے' (۱۶۲)۔

ایک اور مکتوب میں سخت تنبیہ کی ہے :

مسلمانان ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے۔ کئی صدیات دیکھے ہیں 'اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں۔' "چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے" رحم کا مقام ہے 'ہذا کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں (۱۶۳)۔

حضرت مظہر کے مکاتیب میں بھی روہیلوں کی تباہ کاری کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ چند محالیں ملاحظہ کریں :

از مطالعہ احوال تباہ عزیزان این جا عدم قدرت بر تہدارک و تلون مزاج روہیلہ ہا کہ اصلاً محل اعتماد نیستند (۱۶۴)۔

حضرت مظہر کی بیوی کی کچھ جائداد (زمین مزروعہ) تھی 'فضل تیار ہو چکی تو اچانک روہیلوں کی فوج نے اسے پامال کر دیا ' اس خط میں غالباً اسی طرف اشارہ کرتے ہیں :

بعد از انتظار دو ماہ ' از ابتدای خریف گزشتہ بدست آمد - ناگاہ فوج

روہیلہ ہا بر آن محال تاحث آورد - نہ خریف ماند نہ ربیع (۱۶۵)۔

جب حضرت مظہر کو ان کی مسلسل تباہ کاریوں کی اطلاعات ملتیں تو آپ پریشان ہو جاتے - ایک خط میں نہایت دکھ سے لکھا ہے :

صاحب من ! (قاضی مناء اللہ) روہیلہ ہا آدم نیستند اگرچہ ابنای

حضرت آدم اند ' علیہ السلام و مزاج فقیر بآنکہ معلوم شہادت اصلاً

رعایت نمی کند (۱۶۶)۔

یہ اشارہ بھی نجیب الدولہ کی وفات کے بعد کا معلوم ہوتا ہے :

از غایت تشویش سکھاں و روہیلہ ہا فرصت دستخط نمی شود (۱۶۷)۔

شاہ عالم ثانی نے مرہٹوں سے مل کر جب ضابطہ خان بن نجیب الدولہ پر حملہ

کیا تو اس جنگ میں روہیلوں کی شکست پر حضرت مظہر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں :

غضب الہی روہیلہ ہا را بآن کثرت و شوکت بے جنگ و جدل

ذلیل ساخت ' مرہٹہ ہا باہر مدات قدیم مروت با این قوم کردند -

مستورات و اطفال سرداران را محرمت نگاہ داشتند و دیگر مردم را

یراق و پودشاک رخصت کردند و نقود و داب ضبط نمودند - حکم

بادشاہ ہم در میان است اما بضعف (۱۶۸)۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ نجیب الدولہ کی وفات (۱۷۷۰ء) کے بعد اس کا لڑکا

نواب ضابطہ خان شاہ عالم ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور روایتی نذرانہ پیش کرنے

سے انکار کر دیا اور باغیانہ رویہ اختیار کیا - اس لیے شاہ عالم نے مرہٹوں کی مدد سے

جنوری ۱۷۷۲ء میں اس پر حملہ کر دیا اور اسے شکست دی - حضرت مظہر نے "بے جنگ و

جدل" کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس سے یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ جنگ بالکل

نہیں ہوئی - حالانکہ بقول فرینکلن "غنی جنگ" ہوئی - روسیٹے میدان محوڑ کر بھاگ

گئے - ضابطہ خان کا پورا خاندان مرہٹوں کے ہاتھوں قید ہو گیا - چند دنوں کے بعد شاہ

عالم کے حکم سے تمام افراد کو باعزت طور پر ضابطہ خان کے قلم حوث گزرا دیا گیا

گیا (۱۶۹)۔

حضرت مظہر کے ایک ارادت مند محمد حسن خان زادہ نے روہیلوں کی ایذا رسانی

کی حضرت مظہر سے شکایت کی ہے :

روہید ہا مردمان را ایذا رسانند ' این ہمہ رویداد پیش نواب صاحب
عرض نمود و نواب صاحب مذکور بطرف شیخ قاسم (۱۴۰) بطریقہ
قدغن نوشتہ است (۱۴۱)۔

نجیب الدولہ کی عقیدت :

یوں تو نجیب الدولہ کو علماء و مشائخ سے بہت عقیدت تھی لیکن اسے اپنے دو
معاصرین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت میرزا مظہر جان جاناں سے خاص
عقیدت تھی۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں :

نواب درین ایام با فقیر بسیار حسن عین ہم رسانیدہ (۱۴۲)۔

اس نے آرزو کی کہ آپ میرے علاقے میں منتقل قیام فرمائیں :

(نواب) آرزوی آن دارد کہ در ملک او اقامت نماید و درین باب

خطما نوشتہ و در سنبل نیز رو برو گفتہ بود (۱۴۳)

اس نے حضرت مظہر کے لیے چالیس روپے ماہوار وظیفہ تجویز کیا :

نجیب الدولہ ... چھل روپیہ برائے فقیر تجویز شدہ بود (۱۴۴)۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر نے یہ وظیفہ قبول نہیں کیا۔

نجیب الدولہ اور حضرت مظہر کے مریدین :

حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مرید مختلف امراء کے ہاں ملازم
تھے۔ اس طرح ان کی معاشی غوش حالی کے علاوہ ان مریدین کے ذریعے حضرت مظہر
سیاست اور معاشرت کو آلودگی سے پاک کرنے کے مشن کو پورا کر رہے تھے۔ ذیل
میں چند مثالیں دی جا رہی ہیں :

حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی اپنے دور کے مقتدر عالم اور حضرت مظہر کے
سب سے مشہور ظہید تھے۔ ان کے بارے میں بعض لوگوں نے نجیب الدولہ سے
شکایات کیں تو حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا :

نوشتہ بودم کہ اگر از مردم پانی پت کسی در لشکر نواب نجیب

الدولہ اعمار شکایت مولوی صاحب ناید باید کہ او را دخل نہ ہند و

حرف او نشنوند و ازین معنی نواب را نیز آگاہ سازند ... و برحیم
خان زاده نیز نو شتم کہ نواب افضل خان (۱۴۵) را از کمالات
مولوی (مناء اللہ پانی پتی) آگاہ سامتہ رخنہ فریاد مردم پانی پت بستہ
دارد ... و ملاقات افضل (خان) بکنند و ملاقات نجیب
الدولہ ہم بکنند (۱۴۶)۔۔۔۔

ایک اور عقیدت مند میر محمد مبین خان جن کا ذکر خلفاء حضرت مظہر کے باب
میں آیا ہے ، کے والد سید حشمت خان بہادر شہسوار جنگ (۱۴۴) سے بھی حضرت مظہر
کے مراسم تھے ۔ میر محمد مبین خان بھی نجیب الدولہ سے ملے تھے اور وہ ملاقات
" عجب فوز عظیم " کا درجہ رکھتی تھی ۔ انہوں نے اس کی اطلاع خود حضرت مظہر کو ان
الحاظ میں دی ہے :

امروز کہ ہر دم و روز شنبہ است ، نجیب خان کوچ کردہ ... درین
ہنگامہ نعمت ملاقات نواب صاحب زاد اللہ دولہ و برکاتہ ، عجب فوز
عظیم بدست آمدہ (۱۴۸)۔۔۔۔

حضرت مظہر ، نجیب الدولہ سے اپنے مریدین کی نوکری کے لیے سفارش بھی
کیا کرتے تھے ، اسی طرح دیگر امور کے علاوہ اس امر کی نشاندہی بآسانی ہو جاتی ہے
کہ ان امراء کے لشکروں میں حضرت مظہر کے متوسلین حضرت مظہر کی فائندگی کر
رہے تھے ۔

میاں میر علی جو کہ زوجہ حضرت مظہر کا متبنی تھا ، کی نوکری کے لیے حضرت
مظہر نے نجیب الدولہ سے سفارش کی تھی :

برائے میاں میر علی بخدمت نواب نجیب الدولہ بہادر در مقدمات
نوکری نوشتہ بودیم (۱۴۹)۔۔۔۔

ایک اور مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر علی واقعی نوکری حاصل کر کے لشکر
کے ساتھ چلا گیا تھا ۔ لکھتے ہیں :

از روزیکہ شاہ علی بہ لشکر رفتہ است بخانہ رفتہ ام (۱۸۰)۔

مولوی محمد یونس مرحوم کا بیٹا بھی نجیب الدولہ سے متوسل تھا اس کا یومیہ
بند ہو گیا تو حضرت مظہر کی خدمت میں اس کی بحالی کے لیے حاضر ہوا ۔ لیکن ان
دنوں نجیب الدولہ نہ صرف بیمار تھا بلکہ معاشی طور پر بد حال بھی تھا ۔ لکھتے ہیں :

چوں نجیب الدولہ بیمار است و مرہی ہم قوی بود ، کار صورت
نگرفت - بنای چاری مراجعت بوطن کردند (۱۸۱)۔

لیکن ان حالات میں بھی حضرت مظہر نے اس کی سٹارش کرنے سے گریز
نہیں کیا ص ۱۸۲ - ۱۱۸۳ھ / ۱۷۷۰ء میں نجیب الدولہ استقامت کے مرض میں مبتلا تھا جب کہ
مرہٹوں نے رام چندر گیش کی سرکردگی میں جنگ پانی پت کا ایشام لینے کے لیے
جرار لشکر بھیجا تو نجیب الدولہ بیمار ہونے کے باوجود کرنال سے نکل کھڑا ہوا اور جنگ
کا رخ اودھ کی طرف موڑ دیا (۱۸۳)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط ۱۱۸۲ھ / ۱۷۷۰ء
میں لکھا گیا۔

نجیب الدولہ کے حضرت مظہر کے مریدوں سے اس قدر اچھے مراسم تھے کہ وہ
براہ راست اس سے نوکری کے لیے ایک دوسرے کی سٹارشات کیا کرتے تھے۔ لوانح
خانقاہ مظہریہ میں شامل ”مکاتیب مابین متوہسین حضرت مظہر“ میں دو رقعات (۱۸۴)
اسی نوعیت کے ہیں۔ دوسرے مکتوب میں ایک مرید نے شاہ نور اللہ کی سٹارش کی
ہے (۱۸۵)۔

نواب ارشاد خان جو کہ حضرت میرزا مظہر کے غلیفہ ، حضرت خواجہ عبداللہ
انصاری کی اولاد اور امین الدین خان بہادر سہیل مخاطب بہ امین الدولہ کے صاحب
زادے تھے اور اعتقاد الدولہ خطاب پایا تھا (۱۸۶) حضرت مظہر نے نجیب الدولہ سے
ان کی موافقت کروانے کے سلسلے میں اہم اقدامات کیے تھے۔
تنگی ، معاش سے گھبرا کر انہوں نے ایک خط حضرت مظہر کو لکھا تھا جس کے
یہ الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں :

امیدوارم کہ یتفتح مقدمات مفصل دریافتہ ارشاد خود چ از برآمد
خانہ و چ از موافقت نجیب الدولہ (۱۸۷)۔

بمیر آلودہ میں نجیب الدولہ اور نواب ارشاد خان کی ملاقات ہو جاتی ہے :
صبح روز یک شنبہ ... در آلودہ رسید ... دیروز صبح اول وقت غازی
سمرگرتہ سوار شدہ رفتم ، در حواس با شکلی ملاقات کردم و رخصت
گرفتم ، لیکن با دونندے خان بہادر کہ بعد انتظار دولت ملاقات
(میسر) شد (۱۸۸)۔

نواب ارشاد خان کے فرزند ظفر علی خان ، حضرت مظہر کو بہت عزیز تھے

(۱۸۹)۔ ان کے روزگار کے سلسلے میں حضرت مظہر نے نواب دوند سے خان اور نجیب الدولہ دونوں سے پر زور سفارش کی تھی (۱۹۰)۔

افضل الدولہ :

افضل خان افضل الدولہ ، نجیب الدولہ کا بھائی تھا (۱۹۱)۔ جب سکھوں نے پانی پت پر حملے کیے تو اسے ان کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا گیا ، پانی پت کا بندوبست بھی اسی کے سپرد تھا۔ قاضی مناء اللہ پانی پتی ایک خط میں حضرت مظہر کو لکھتے ہیں :

کار پانی پت وغیرہ اکثر بافضل بہ افضل الدولہ متعلق گشتہ لہذا غلام ہم ارادہ ملاقات افضل الدولہ دارد (۱۹۲)۔

بعض حادین نے حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی کی نجیب الدولہ اور افضل الدولہ سے شکایت کی ۔ قاضی صاحب کے ایک خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ افضل الدولہ کے لشکر کا پیش امام اور کئی رسالدار حضرت مظہر کے متوسلین میں سے تھے :

چون در لشکر افضل الدولہ کے آشنای غلام نیست لہذا بجناب عالی معروض می دارد ، چون پیش امام افضل الدولہ در جناب عالی داخل طریق است و بعضی رسالہ داران ہم بندی دارند امیدوار است کہ شفق خاص بنام پیش امام و آشنایان از رسالداران مرمت شود کہ مناء اللہ با توسل دارد در امور مرجوعہ او امداد و احانت لازم (۱۹۳)

حضرت مظہر نے اس سلسلے میں سفارشی رتھے ، خانزادہ رحیم خان اور خانزادہ محمد حسن کے نام ارسال کرنے کی اطلاع قاضی صاحب کو دی ہے ، کہ اگر نجیب الدولہ کے لشکر میں کوئی مولوی مناء اللہ کی شکایت کرے تو اس پر کھن نہ دھرے جائیں (۱۹۴)۔

ملا رحیم داد اور حضرت مظہر :

ملا رحیم داد خان ایک باہمت روہیلہ سردار تھا ۔ پولیر نے بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ ایک با اصول ، وعدہ کا پابند ، مذہبی اور متشرع انسان تھا (۱۹۵)۔ ابتدا میں وہ نجف خان کا ملازم تھا ، اس کی جرات اور حب الوطنی نے اس کے بہت سے دشمن پیدا

کردیے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ وہ لاہمی تھا اس لیے نجف خان کی ملازمت ترک کر کے کبھی جاٹوں سے مل جاتا اور کبھی عبدالاحد خان سے (۱۹۶) لیکن ہمارے پیش نظر حضرت مظہر کے مکاتیب کے جو مجموعے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حضرت مظہر کے مشورے سے ملک دھمن ایرانی پارٹی جس کا سربراہ نجف خان تھا کو بھجور کر تورانی پارٹی کے لیڈر اور حضرت مظہر کے مکتوب الیہ عبدالاحد خان سے منسلک ہو گیا تھا۔

اگرچہ نجف خان کی بدولت اسے دربار دہلی سے بہت کچھ مل گیا (۱۹۷)۔ سونی پت اور پانی پت کے علاوہ اس سے متصل دو اور پرگنوں دے کر اسے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا (۱۹۸)۔ غوث سنگھ نے بیکر کی حوالہ کے لکھا ہے کہ وہ پانی پت کا صوبے دار تھا (۱۹۹)۔ تاریخ پٹنیاہ کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہانسی کا بھی حاکم تھا (۲۰۰)۔ لیکن بہت جلد اس نے جاٹوں، سکھوں اور نجف خان کے مقبوضات پر قبضہ کر کے اپنی حدود کو اتنی وسعت دی کہ اس کی کارروائیاں بقول پولیور "عبدالاحد خان سے بھی دو ہاتھ بڑھ گئیں" (۲۰۱) اور یہ کہنا مشکل تھا کہ اس کے قدم کہاں ٹھہریں گے۔ اگر قسمت ساتھ دیتی تو وہ نجف خان کے لیے ایک ایسا دھمن ثابت ہوتا جو اس نے کبھی نہ دیکھا ہوتا (۲۰۲)۔

اتفاق ایسا ہوا کہ وہ علاقہ جیند فتح کرنے کے بعد ۱۷۷۸ء میں واپس آ رہا تھا کہ سکھوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اور اس کے ساتھی بالکل بے خبر تھے۔ ملا رحیم داد زمنوں کی تاب نہ لا کر چل بسا (۲۰۳)۔

حضرت مظہر کو اس تقابل اور مخلص مسلم جرنیل کی شہادت پر بہت افسوس ہوا تھا۔ آپ کے مکتوبات سے چند اقتباسات کے ذریعے اس وقت کے سیاسی حالات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ایک مکتوب میں حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاٹوں سے شکست کھانے کے بعد ملا رحیم داد میرے پاس آیا ہے۔ اس نے دس ہزار (۲۰۴) کا لشکر جمع کر کے سرہند کو سکھوں سے بچانے کا عزم کر لیا ہے:

ملا رحیم داد از دست قوم جاٹ ہزیمت غورده این جا رسید و
مجدالودہ (عبدالاحد خان) محالات پانی پت و سونی پت و کرنال
وغیرہ در وجہ جانیداد او داده و توقع تنبیہ کھار سکھ و تصرف بر

سہرند 'با دہ ہزار سوار و پیادہ' 'این مرد را چاکر گرفت' و 'این مرد با فقیر معرفتی داشت اما حالا غافل کہ بدستم بوطن رفت - و بیچ از مخصوصان فقیر با او ہمراہ نیست - و جماعت کثیر از صاحبزادہ ہای سہرند ہمراہ او ہستند (۲۰۵)۔

حضرت معمر کے ایک مکتوب سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ پلنی پت کا ناظم بننے کے بعد حضرت معمر کی ہدایت پر قاضی پلنی پت حضرت مناء اللہ سے بھی ملتا رہتا تھا۔ حضرت معمر تحس کے ساتھ اس صحبت کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں :

از صحبت خود با ملا رحیم داد بنویسند (۲۰۶)۔

ایک اور مکتوب میں ہے کہ جب ملا رحیم داد پلنی پت سے بعض معاملات کے لیے دہلی آیا تو حضرت معمر سے ملاقات کے دوران ملا نسیم کی خیریت اور پیغام پہنچایا :

ملا رحیم داد برائے ملاقات فقیر آمدہ بود خبر خیریت شما رسانید و گفت کہ آدم از وطن آمدہ و خط بنام فقیر آوردہ 'ظاہراً آن خط کم شد (۲۰۷)۔۔۔۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت معمر کے خلیفہ ملا نسیم (ساکن و مدفون ریاست دیر) بھی ملا رحیم داد سے تعلق رکھتے تھے یا اس کے لشکر میں شامل تھے (۲۰۸)۔

حضرت معمر نے اپنے ساتھ مکتوب میں قاضی صاحب کو لکھا تھا جو لشکر اس وقت سہرند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لیے ملا رحیم داد کی سرکردگی میں جا رہا ہے 'اس میں میرے متعلقین میں سے کوئی بھی نہیں ہے' لیکن بعد میں یہ کمی بھی پوری ہو گئی اور آپ کے بہت سے مخلصین اس مجاہد کے لشکروں میں شامل ہو گئے۔ بعض اشارات ملاحظہ ہوں :

معلوم شد کہ ایشان (برغوردار عبداللہ) مع میر صاحب و ہر سہ برغورداران بہ لشکر ملا رحیم داد رفتہ اند - خدا این حرکت را مبارک کند (۲۰۹)۔

قاضی صاحب کو ایک اور مکتوب میں اطلاع دیتے ہیں :

بنانے چارہ برائے تدبیر معاش با دو کس از یاران طریقہ حافظ محبوب علی و عزیز خان روہیلہ روانہ لشکر ملا رحیم داد شدہ اند (۲۱۰)۔

حضرت مظہر کے ایک غلیہ حضرت محمد احسان بھی ملا رحیم داد کے لشکر میں شامل تھے۔

قاضی صاحب کو ہی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

میاں محمد احسان صاحب از یک هفته ' مع خط فقیر بنام شما ' روانہ لشکر رحیم داد شدہ اند (۲۱۱)۔

صاحب مقامات مظہری خود صاحبزادہ محمد احسان کی زبانی لکھتے ہیں :
ملا رحیم داد کے لشکر کی کفار سے شکست کے وقت میں بھی اس لشکر میں موجود تھا (۲۱۲)۔

سابقہ اوراق میں ملا رحیم داد کے سکھوں کے ہاتھوں شہید ہونے کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ حضرت مظہر کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ ایک خط میں اس خبر وحشت اثر کا تذکرہ کرتے ہوئے جس طرح اطلاع دی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لالہ ہر پرشاد بن کیول رام بھی اس لشکر میں شامل تھے :

از دیروز خبر متوحش شہادت ملا رحیم داد و تباہی لشکر اسلام مشہور است بعض پیرزادہ ہا و میاں محمد احسان جیو و لالہ ہر پرشاد جیو را ہذا حافظ باد (۲۱۳)۔ . . . و سانحہ ملا رحیم داد غنہ عظیم است (۲۱۴)۔
قتل ملا رحیم داد و شکست لشکر اسلام از دست کفار و آمدن تھانہ کفار در پانی پت اندیشہ اتلاف محصولات و ملک نگہ ہمہ معلوم شد (۲۱۵)۔

... قتل رحیم داد من وجہ جانے افسوس است و من وجہ مقام لشکر ' سر آن غنہ خواہد شد (۲۱۶)۔

مجد الدولہ :

عبدالاحد خان مخاطب بہ مجد الدولہ کشمیری ' نواب عبدالجید خان مجد الدولہ کشمیری کا بیٹا تھا۔ عبدالجید خان ' احمد شاہ بادشاہ دلی کا بخشی سوم تھا ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔ عبدالاحد خان کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہیں۔ ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۱ء میں وہ شاہ عالم کے پاس مرہٹوں کا وکیل بن کر فرخ آباد پہنچا ' بہت چالاک تھا۔ ۱۱۸۷ھ /

۱۷۷۳ء میں حسام الدولہ معزول ہوا تو اسے نیابت وزارت ملی ۔ اور ساتھ خطاب مجد الدولہ پر "عمدة الامراء فرزند خان" کے خطاب کا اضافہ ہوا ۔

دربار شاہی میں مجد الدولہ کا زبردست حریف صرف مرزا نجف خان تھا اس نے ابتداً حسام الدولہ کو زیر کرنے کے لیے اس کا ساتھ دیا تھا ، مگر آخر میں دونوں ایک دوسرے کے بدخواہ بن گئے ۔ اس نے نجف خان کو نیچا دکھانے کے لیے روہیلوں اور مرہٹوں کو ساتھ ملایا ۔ سازش کا جب انکشاف ہوا تو نجف خان نے مجد الدولہ کو بادشاہ کی اجازت سے گرفتار کر لیا اور مجد الدولہ سے ذاتی اغراض کے حصول کے لیے افراسیاب خان نے اس کی رہائی کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہو گیا ۔ اسے ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں "دیوانی عالصریہ" کا عہدہ اور حلت ملے ۔ لیکن بہت جلد افراسیاب خان سے بھی اس کے تعلقات خراب ہو گئے اور اس نے ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء میں اس کا مال اسباب ضبط کر کے صلی گڑھ کے قلعہ میں قید کر دیا ۔ افراسیاب خان کے قتل کے بعد اسے پھر رہائی ملی ۔ لیکن افراسیاب خان کے حسرت جاع دل خان نے اسے بادشاہ سے کسی قسم کی رعایت نہ ملنے دی ۔ اس کے بعد مجد الدولہ کا نام تاریخ کے اوراق سے گم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ۱۷۸۸ء میں اس کے انتقال کی خبر ملتی ہے (۲۱۷)۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے ساتھ اس کے تعلقات تھے ۔ شاہ صاحب کے ان باپ بیٹا دونوں کے نام خطوط ملتے ہیں (۲۱۸) ۔ جن میں شاہ صاحب انہیں مسلم دشمن طاقتوں کے استیصال کی دعوت دیتے ہیں ۔

چونکہ حضرت مظہر نجف خان سے کبیدہ خاطر تھے اس لیے اس کے مقابلے میں مجد الدولہ کو بہت پسند فرماتے تھے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دربار شاہی میں باریابی سے بہت پہلے حضرت مظہر سے مجد الدولہ کے اچھے تعلقات تھے ۔

لیکن ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳ء میں جب اسے بادشاہ کے مزاج میں غصا راسخ حاصل ہو گیا اور اسے دوسرا خطاب "عمدة الامراء فرزند خان" ملا تو اس کے مزاج میں تغیر آ گیا اس موقع پر آپ نے اپنے مجلس ترین خلیفہ قاضی حناء اللہ پانی پتی کے لیے بھی اس سے سفارش کرنا پسند نہ فرمائی لکھتے ہیں :

بجانب مجد الدولہ کہ بعد ترقی ایشان سلامی و رفقہ از ایشان بہ فقیر

نرسیدہ و تغیر مزاج ایشان در عروج مراتب دولت معہور است ،

نوشتن مناسب وضع فقیر نیست ۔ اگر مجد الدولہ اخلاص دارد و

رکتی از طرف او واقع می شود البتہ مرقوم خواہد شد (۲۱۹)۔

نواب قاسم علی خان (ناظم بنگال) جس کے حضرت مظہر سے مراسم تھے (۲۲۰) کے بارے میں حضرت مظہر نے اطلاع دی ہے کہ مجدالدولہ اس کی بادشاہ کے حضور میں حاضری اور ملازمت کے سلسلے میں مانع ہے (۲۲۱)۔

حضرت مظہر کی سودانی بیوی مردم محل کی کچھ مزرعہ جائیداد تھی جسے روہیلوں کی فوج نے پامال کر دیا تھا ۔ اس جائیداد کی خاطر حضرت مظہر کو اپنی قدیم وضع یعنی توکل کے خلاف مجدالدولہ کی مدد لینا پڑی ایک خط میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں :

امروز تا فردا پروانہ دیدہ پیش عبدالاحد خان (مجدالدولہ) روانہ می کنم ، خلاف رسم قدیم ، یعنی قاعدہ توکل سازگار بامانشہ (۲۲۲)۔

ایک اور مکتوب میں اہم ترین سیاسی اطلاعات ملتی ہیں ملاحظہ ہو :

درمیانہ پادشاہ و نجف خان و عبدالاحد خان ، بعد عہد و پیمان ، مراجعت بدلی قرار یافت و ضابطہ خان ، بعد عضو تفسیرات و عطایای زیادہ بر حوصلہ او ، مع نجف علی خان برائے تنبیہ سکال مقرر شد ۔ و پس از ملازمت راجا نے جے پور کہ تقبل دہ لک روپیہ پیش کش کردہ ، ہند ہم این ماہ کوچ لشکر باین طرف می شود (۲۲۳)۔

اس خط میں مذکور اشارات کی تفصیل یہ ہے کہ جے پور کے راجہ مادھوسنگھ کے اشتغال پر اس کا نوعمر بیٹا پرتاب سنگھ گدی پر بیٹھا ۔ اس نے اپنے سرپرستوں کے کہنے سے شاہ عالم مانی کو رواستی پیشکش نہیں بھیجی ۔ بادشاہ نے مجدالدولہ کے مشورہ سے اس کی ریاست پر چڑھائی کی ۔ فوج کی کمان مجدالدولہ کے سپرد ہوئی ۔ مجدالدولہ کے مشوروں میں شروع سے عناد کا جذبہ کام کر رہا تھا ۔ وہ بادشاہ کو نجف خان سے دور رکھنا چاہتا تھا ، لیکن نجف خان نے بھانپ لیا ۔ ادھر پرتاب سنگھ کے وزیروں نے بھی سپر ڈال دی ۔ نجف خان کے پہنچنے پر بادشاہ نے یہ طے کیا کہ دونوں وزیر مل کر خراج کی رقم مقرر کریں ۔ نجف خان نے سکھوں سے صلح کر کے ضابطہ خان کو جو سکھوں کا ساتھی اور ہمدرد ہو گیا تھا اور بادشاہ عالم شاہ مانی کا دشمن تھا ، سلطنت کا حامی بنا لیا ۔ بادشاہ نے معاف کر دیا تو نجف خان نے اسے سکھوں کی سرکوبی کے لیے آمادہ کیا ۔ پولیس نے لکھا ہے کہ پیش کش کی رقم آٹھ لاکھ اور فرینکلن نے پانچ لاکھ

اور سرکار کی تحقیق کے مطابق دو لاکھ تھی (۲۲۳)۔

۱۷۷۹ء میں سکھوں نے اچانک حورش برپا کردی اور مغل بادشاہ کی حدود میں داخل ہو کر لوٹ مار کرنے لگے اور کرنال تک پہنچ گئے۔ اس حورش کو دہانے کے لیے مجد الدولہ کی کمان میں فوج بھیجی گئی، لیکن وہ اس مہم میں ناکام رہا سکھوں نے اس کو فریب دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فریب کھانے میں خود مجد الدولہ کا ہاتھ تھا۔ بادشاہ نے فوراً نجف خان کو طلب کیا۔ لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی مجد الدولہ دہلی پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی صفائی میں بہت کچھ کہا۔ شاہ عالم نے اس کی صفائی کو بظاہر تسلیم کر لیا لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ مجد الدولہ کو سزا ضرور ملی۔ حضرت مظہر نے مجد الدولہ کی گرفتاری سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کی پوری تائید تاریخ کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ فراقی نے اس کی گرفتاری کی تاریخ کا قطعہ لکھا تھا (۲۲۵)۔

حضرت مظہر نے مذکورہ واقعات کے اشارے اپنے ایک اہم مکتوب بنام قاضی منا اللہ پانی پتی میں کیے ہیں (۲۲۶)۔

لیکن نجف خان کے مقابلے میں مجد الدولہ کی عوام میں زیادہ مقبولیت تھی۔ حضرت مظہر میاں محمد قاسم کو لکھتے ہیں:

جس دن سے نجف خان آیا ہے، اس شہر میں فقیر سے لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے ہر غاص و عام کی زبان پر مجد الدولہ کی رہائی کا ذکر ہے (۲۲۷)۔

مجد الدولہ کے بھائی ابوالقاسم خان کے ساتھ بھی حضرت مظہر کے اچھے تعلقات تھے۔ کئی خطوط میں اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے۔

اعظم الدولہ ابوالقاسم خان اگرچہ دونوں مانگوں سے معذور تھا۔ لیکن اپنی انتظامی صلاحیت، سیاسی تدبیر اور جرات و دلیری کے لیے ممتاز تھا۔ ضابطہ خان نے اس کے خلاف سرکشی کی تو اس نے جنگ کرنے کے لیے مجد الدولہ کو بھیجا۔ وہ ۱۱ مارچ ۱۷۷۹ء کو نہایت دلیری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

حضرت مظہر نے اپنے ایک متوسل غلام مرتضیٰ کے بارے میں اسے لکھا تھا کہ اسے اپنے ہاں ملازمت دے دے (۲۲۸)۔

ایک اور خط میں اس کی بے چارگی و بے کاری کا ذکر کیا ہے:

ابوالقاسم خان بے چارہ در قصبہ میرٹھ بیکار افتادہ (۲۲۹)۔

مندرجہ بالا سطور میں اس کے مخاطب علان روہیہ کے ہاتھوں مارے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب حضرت مظہر تک اس کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے اس موت کو شہادت کا درجہ دیا:

سانحہ شہادت نواب ابوالقاسم علان مرحوم کہ دل را داغ کردہ است
روز پنجشنبہ بیست و سوم محرم واقع شد و داد مردانگی داد ہدائش
بیا مرزاد (۲۳۰) ... والم مرگ نامہائی نواب ابوالقاسم علان از دل
نمی رود (۲۳۱)۔

حماد الملک :

میر شہاب الدین حماد الملک بن امیر الامراء غازی الدین فیروز جنگ بن آصف
جاہ اول - پہلے میر بخشی مقرر ہوا، خدمات کے صلے میں حماد الملک کا خطاب ملا۔ صدر
جنگ اور مرہٹوں نے مل کر جب دہلی پر حملہ کیا تو چھ ماہ کی مسلسل لڑائی کے بعد
صدر جنگ کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد وزیر انتظام الدولہ (۱۴۵۳ - ۱۴۵۴ء) کے ساتھ
اس کے حصول اقتدار کے لیے سخت کوشش اور کامیابی کے بعد حماد الملک نے اپنے
بچاؤ کے لیے مغل بادشاہ احمد شاہ کو گرفتار کر کے اندھا کروا دیا، عالمگیر ثانی کو تخت
پر بٹھا کر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا۔ مغلانی بیگم زوجہ معین الملک وہاں کی گورنر
تھی۔ اس نے اسے گرفتار کر لیا اور آدینہ بیگ کو یہاں کا گورنر بنا دیا۔ جس کے نتیجے
کے طور پر درانی نے حملہ کر کے حماد الملک کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے معافی مانگنے پر
اسے رہا کر دیا۔ درانی نے بادشاہ کے کہنے پر نجیب الدولہ کو امیر الامراء کا عہدہ دے دیا
حماد الملک اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور ایک مرتبہ پھر سیاست کو الجھا دیا۔ ۱۴۵۹ء میں
عالم گیر ثانی اور انتظام الدولہ کو قتل کر دیا گیا۔ جب درانی نے یہ خبر سنی تو پھر دہلی
کا رخ کیا۔ اب حماد الملک سورج مل جاٹ کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اس کے بعد
وہ سیاست سے کنارہ کش ہو کر حج کو چلا گیا۔ وہاں سے کلمی آیا جہاں اس کا ۱۲۱۵ھ
۱۸۰۰ء میں انتقال ہو گیا۔ اس کی نش وہاں سے پاک پٹن لا کر دفن کی گئی (۲۳۲)۔

سیاسی جوڑ توڑ کے علاوہ اس کی زندگی کا دوسرا پہلو خاصا قابل ستائش ہے۔ وہ
حضرت شاہ ولی اللہ کا معتقد اور مکتوب الیہ (۲۳۳) حضرت مظہر کے اس کے نام چار

خطوط (۲۳۴) حضرت شاہ فرجہاں دہلوی سے گہری عقیدت اور ان کے حالات پر اس کی مایہ ناز تصنیف مناقب فریہ (۲۳۵) اور دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ اس کی مسلسل صحبت و عقیدت اور عربی، فارسی، ترکی، کشمیری، انہلانی (پشتو) اور مرہٹی زبانوں میں اس کی مہارت مسلمہ تھی۔ وہ صاحب دیوان شاعر بھی تھا اور نظام تخلص کرتا تھا۔ مدت تک ایک فقیر مہمس الدین کو ہمراہ رکھا (۲۳۶)۔

اس وقت ہم اس کے حضرت مظہر سے تعلقات کا ذکر کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی امور میں انھنے سے پیشتر اس کے حضرت مظہر سے خاصے اچھے تعلقات تھے۔ آپ نے اسد یار خان کی معافی کے سلسلے میں اسے خط لکھا اور سحارش کے لیے بنیاد بنائی:

آپ کی دوستی نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے جو اس کے بارے میں دو چار حرف لکھے ہیں (۲۳۷)۔

ان کے علاوہ میر حسین خان اور مرزا محمد علی بیگ کی بھی سحارش کی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر کے کئی مقتدرین عماد الملک سے منسلک تھے۔ آپ ایک خط میں اسے لکھتے ہیں:

آپ کو چاہیے کہ ہمارے مخصوص لوگوں کے ساتھ امر معاش اور زبانی التفات دونوں میں خاص توجہ رکھیں۔ یہ فقیر کی خوشنودی کا باعث ہے۔ درویشوں کی رضامندی دین اور دنیا کی ترقی کا باعث ہوتی ہے (۲۳۸)۔

عماد الملک سیاسی امور میں لوگوں کا مشورہ قبول کرنے میں عجلت سے کام لیتا تھا۔ ایک خط میں اسے یہ بصیرت افروز نصیحت فرمائی ہے:

جاننا ہوں کہ تمام مشور اور فراست کے باوجود آپ کو غود غرض لوگوں کے مشورے قبول کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔۔۔۔

نہ صرف عماد الملک بلکہ اس کا والد نواب خازی الدین خان فیروز جنگ (م ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء) بھی حضرت مظہر کا مرید تھا۔ اس کا معمول تھا کہ جب کبھی وہ نئی عمارت بنوانے یا باغ لگوانے کا ارادہ کرتا تو پہلے حضرت مظہر کی دعوت و ضیافت کرتا اور تقریب سے تین دن پہلے مسلسل تین روز روزہ رکھتا اور تھوڑی سی آہٹ سے اظہار کرتا۔ دعوت سے ایک دن پہلے بادشاہ سے عرض کرتا کہ کل مجھے ایک ضروری

کام ہے اس لیے میں حاضر ہونے سے معذور رہوں گا۔ ملازموں سے کہتا کہ کل میرے پاس کوئی نہ آئے۔ جب حضرت مظہر کے لیے سواری بھیجتا تو اس وقت سے دروازے پر کھڑا آپ کا انتظار کرتا۔ کھانے پینے کا اہتمام محل خاص (اہلیہ) کے ذمے ہوتا۔ وہ بھی حضرت مظہر سے بیعت تھی۔ نواب فیروز جنگ کہا کرتا تھا کہ یہ سب میں اس لیے کرتا ہوں کہ حضرت مظہر کا مزاج ہماری بشری قلمت و کدورت کی وجہ سے متغیر نہ ہو۔ وہ حضرت کو محل خاص میں لے جا کر خدمت و ضیافت کرتا اور جو کچھ کہنا ہوتا کہتا (۲۳۹)۔

ایک بار حضرت مظہر رخصت ہونے لگے تو نواب فیروز جنگ نے آپ کے جوتے سیدھے کرنا چاہے لیکن ان کے لڑکے عماد الملک نے دوڑ کر جوتے سیدھے کر دیے۔ نواب نے اس پر غصے کا اظہار کیا (۲۴۰)۔

محمد حسین آزاد نے آب حیات میں ایک عقیدت مند ٹیس کے اپنے ہاتھ سے پانی پینے اور آب غورہ فیڑھا رکھنے کے جس واقعے کا ذکر کیا ہے وہ نواب عماد الملک کے ساتھ پیش آیا تھا۔ پورا واقعہ مولوی نسیم اللہ نے بیان کیا ہے کہ:

نواب عماد الملک اپنی وزارت کے زمانے میں ایک دن حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص سے پانی مانگا۔ آپ نے فرمایا میزبان میں ہوں ... ناچار اس نے خود اٹھ کر پانی پیا اور عرض کیا کہ ارشاد ہو تو دو ہوشیار خادم غانقاہ کے صوفیہ کے لیے مقرر کر دیے جائیں ... حضرت مظہر نے کہا سبحان اللہ آپ ہندوستان کے وزیر ہیں اور اس کے باوجود آپ نے آستخورہ صراحی پر فیڑھا رکھا کہ اسے دیکھ کر ہمارا دماغ پریشان ہو رہا ہے پھر آپ کے غلاموں سے ہم فقیروں کی کیا خدمت ہو سکے گی (۲۴۱)۔

ایک دن عماد الملک جب عالمگیر خانی کے ساتھ اس کے اچھے تعلقات تھے عالمگیر خانی کو حضرت مظہر کی خدمت میں لے آیا۔ بعد میں شہزادے آئے۔ انہوں نے حضرت کو مجرا عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا ان لوگوں کا کوئی اتالیق ہے یا نہیں؟ مجرا صاف بادشاہ کو عرض کیا جاتا ہے۔ فقیروں اور عالموں کے لیے سلام علیک بس ہے (۲۴۲)۔

لیکن اس انتہائی عقیدت کے باوجود حضرت مظہر ان کے تحائف قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں جب نواب فیروز جنگ مذکور نے آپ کے کندھے پر پرانی چادر دیکھی تو آنکھیں بھرائیں اور اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ ہماری کس قدر بدبختی ہے کہ جب ہماری آپ سے ارادت مسلمہ ہے تو پھر بھی آپ ہمارا ہدیہ نیاز قبول نہیں کرتے (243)۔ نصیحت کے طور پر کہا:

معلوم ہوا ہے کہ آپ کے اقران و افعال یعنی دوسرے سلاطین (قلم کے حزادے) اپنے رشتہ داروں کے ذریعے امر مسمود یعنی امر خلافت میں آپ سے خط و کتابت کر رہے ہیں اور مصلحت کی وجہ سے ہر ایک کی بات قبول کر لیتے ہیں (۲۴۴)۔ اسی خط میں نہایت وثوق سے فرماتے ہیں:

فقیر بیگانگی کے باوجود ایک ایک (امیر) کے حال سے باخبر ہے (۲۴۵)۔

دوسرے خط میں لکھا ہے:

... شہر کے حال سے بے کرمحل کی خبروں تک فقیر سے کچھ نہیں بچتا اور جو کچھ حقیقت ہے فقیر تک پہنچ جاتی ہے (۲۴۶)۔

حضرت مظہر کے ایک مقتضی غلام عسکری خان جن کا حال اس کتاب کے باب غلام میں مفصل درج ہے، وہ بھی عماد الملک سے منسوب تھے اور اس کے مزاج میں خاصا رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ حضرت مظہر نے غلام عسکری خان کو جو خطوط لکھے ہیں، ان کے مطالعہ سے نہ صرف عماد الملک کو قدم قدم پر نصاب اور سیاسی امور میں مشوروں کا علم ہوتا ہے بلکہ آپ کی سیاسی بصیرت اور زمانہ کے نشیب و فراز کے مشاہدہ کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عماد الملک نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے مشروط ملاقات قبول کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عماد الملک سورج مل جاٹ کے قلعوں میں پناہ لیے ہوئے تھا، لکھا ہے:

فقیر، نواب عماد الملک کی آرزو سے بہت شرمندہ ہے... لیکن شرط (ملاقات) یہ ہے کہ فقیر جاٹ (سورج مل) کے قلعوں میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فقیر پانی (جمن)

کے کنارے تک نواب کی کوئی خاطر مدارات قبول نہیں کرے گا۔ خواہ وہ راضی ہوں یا نہیں۔ اگر تم (عسکری خان) سے ہو سکے تو نواب کو ان شرائط پر راضی کر کے اطلاع دو، تاکہ ہمارا وہاں جانا بے کار نہ ہو، بعض اہمار سے ملاقات کی توقع بہت کم ہے۔ (۲۴۷)۔

حماد الملک کو ایک خط میں اپنے مفید مشورے دیے ہیں، غلام عسکری خان کو لکھتے ہیں:

... نواب سے کیسے سنا ہے کہ راجا سے کدورت دور ہو گئی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہو گیا ہے تو اسے غنیمت سمجھیں اور اس ہندو سے کام لیں کہ اس زمانے میں کوئی اس سے بہتر نظر نہیں آتا اور پھر اسے آزر دہ نہ کریں (اور) جھوٹ بولنے والے دریدہ دہن خود غرض لوگوں سے کام خراب نہ کریں ... اور چاہیے ایسی تدبیر کریں کہ لوگوں کو ان کے قول اور فعل پر اعتماد پیدا ہو جائے (۲۴۸)۔

ایک مہم اور غیر واضح اشارہ سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت مظہر کی بیوی مردم محل کو حماد الملک نے کوئی باغ دیا تھا:

حالانکہ از اندرون می خواہند بر آن باغ کہ بنام صاحبزادی از حماد الملک گرفتہ بودم، نیز تصرف نمایند - درین ایام حرص بر مزاج ایشان (مردم محل) مستولی شدہ (۲۴۹)۔

حماد الملک کی حرص اور لالچ جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو حضرت مظہر کی اس کے بارے میں آراء تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہیں، ان میں سے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کریں گے۔

حماد الملک جب شکست کھا کر روہیلہ سرداروں کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے پناہ نہیں دیتے:

حماد الملک زندہ بہ فرخ آباد آمد و سرداران روہیلہ بر طاقت تن نہ ادا نہ (۲۵۰)۔

جب مرہٹوں کے ہاں اسے امان ملی تو حضرت مظہر نے قاضی مناء اللہ پانی پتی

کو اس کی اطلاع دی تھی :

عماد الملک بجانب اجمیر بگفتہ سرداران مرہٹہ رفت - اما در کما
موقوف است میرود برای او مرہٹہ با وجہی قرار دادہ و جای بودن
نیز (۲۵۱)۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرص سے بھرپور سیاست کے باعث حضرت مظہر
اس سے مایوس ہو گئے تھے - لکھتے ہیں :

اگرچہ زیادہ امکان اس کا ہے کہ ملک پر قبضہ ہونے کے بعد
ہماری اور نواب کی ملاقات نہیں ہوگی - کیوں کہ ہم دونوں کے
مزاج میں مناسبت نہیں رہی ہے - لیکن ان کی کامیابی ہی ہمارا
مقصود ہے بشرطیکہ ان کا وجود خلائق کے لیے فائدہ مند ہو
(۲۵۲)

لیکن اس کے رویے میں تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ برابر پہلے تو اپنے متوسلین کے
روزگار کم کرتا رہا پھر ایک وقت میں بالکل بند کر دیے - خود غلام عسکری خان کے
روزینہ میں پہلے تخفیف ہوئی (۲۵۳) پھر اسے بند کر دیا - حضرت مظہر اسے لکھتے ہیں :
تمہارا حظ پہنچا - مضامین وحشت آئین سے جو مجھ پر گزرنی تھی
گزری چونکہ ہم غرض نفعانی نہیں رکھتے ... نواب نے جو بے
اعتنائی تمہارے ساتھ کی وہ گویا فقیر کے ساتھ کی ہے - جی چاہتا
ہے کہ ساری دنیا کو آگ لگا دوں ... اگر نواب کی آزدگی اس
حد تک بڑھ گئی ہے کہ تمہارا روزینہ بھی بند کر دے تو پھر
تمہارا اس جگہ رہنا عبادت ہے (۲۵۴)۔

ایک خط میں اس کی بد معاملگی کا صاف الفاظ میں ذکر ہے :
بد معاملگی کی وجہ سے کسی کو نواب پر اعتماد نہیں رہا اور
دوسرے یہ کہ لوگ کیوں نواب کی طرف آئیں - وہ اپنے اغراض
کو مقدم رکھتا ہے (۲۵۵)۔

جب عماد الملک مکروہ قسم کی سیاست میں خود کو الجھا لیتا ہے تو حضرت مظہر
سے نہ صرف مراسلت بند کر دیتا ہے بلکہ وہ مشورہ لینا بھی پسند نہیں کرتا ، فرماتے
ہیں :

ہر چند میں نے کئی بار اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نواب جو کچھ کرنا چاہے مجھے بتا دے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ورنہ میں ایسی بنیاد رکھتا کہ لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ مشکل یہ ہے کہ نواب کے تمام مشورہ دینے والے لالچی اور خود غرض ہیں۔ اکثر بیخ قوم سے ہیں۔ اور جو شریفوں میں سے ہیں وہ منافق ہیں۔ اس تمام جھگڑے کی جز آقا کی بے اعتدالی ہے کیوں کہ نہ تو اس کی نیکی سے یقین کی حد تک امید ہے اور نہ اس کے شر سے کوئی خوف۔ ہم غلام کی فریاد کہاں تک کریں۔ چونکہ تم آشنا اور آشنا زادے ہو اس لیے یہ دل سوزی کی ورنہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے کیا کام۔ شہر کے درویش بھی نواب سے غش نہیں ہیں (۲۵۶)۔

حضرت مظہر کے دیگر امراء سے تعلقات :

حضرت مظہر کے فعال اور مقتدر قسم کے امراء سے تعلقات تھے۔ نجیب الدولہ، مجد الدولہ اور عماد الملک وغیرہ کے ساتھ روابط کی تسلیل ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اب یہاں دیگر امراء کے ساتھ آپ کے تعلقات کی نوعیت بیان کی جا رہی ہے۔ نواب نظام الملک آصف جاہ آپ کا بہت مقصد تھا۔ وہ ایک مرتبہ تیس ہزار روپے بطور نذر لایا۔ آپ نے قبول نہیں کیے تو اس نے کہا کہ آپ اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا غلاماں نہیں ہوں۔ تم یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو اور اپنے گھر تک تقسیم کرتے چلے جاؤ، اس طرح ختم ہو جائیں گے (۲۵۷)۔

یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ آپ کے ارباب حکومت سے محض قبول و رد ہدایا تک ہی تعلقات تھے بلکہ دنیاوی امور میں یہ ارباب حکومت آپ سے مشورہ بھی لیتے تھے۔ سید حشمت خان بہادر شہسوار جنگ کو لکھتے ہیں کہ اگر تم ان ارباب حکومت کی باتوں کی تائید کرو تو اس کا ثواب جہاد کے برابر ہوگا (۲۵۸)۔

میر نظام الدین خان غلامان انتظام الدولہ کے نام حضرت مظہر کے دو خطوط

ماتے ہیں - یہ وزیر قمر الدین کا بڑا لڑکا تھا - اس میں انتظامی صلاحیتوں کی کمی تھی - احمد شاہ بادشاہ نے صدر جنگ سے لے کر وزارت کا عہدہ اسے دیا لیکن اس نے اسے پندرہ ماہ میں ہی کھو دیا - یعنی عماد الملک نے اپنی طاقت کے زور سے چھین لیا - احمد شاہ درانی نے دو کروڑ روپے کے وعدے پر ۱۷۵۷ء میں وزارت کا عہدہ انتظام الدولہ کو پھر دے دیا - لیکن رقم ادا نہ ہونے کی صورت میں اسے ذلیل کر کے یہ عہدہ واپس لے لیا - ۱۷۵۹ء میں عماد الملک نے اسے مروا ڈالا (۲۵۹)۔

حضرت مظہر نے اسے جو خطوط لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اس کے ساتھ "بہت قدیم تعلقات" تھے - اس مناسبت سے اسے اپنے ہم شیر زادے کی نوکری کے لیے سحارشی خط لکھا ہے :

(یہ) فقیر کے ہم شیر زادے ہیں - اگرچہ کوئی کمال نہیں رکھتے لیکن آدمیت سے عالی نہیں ہیں - اقتضائے زمانہ سے پریشان ہیں مخصوصاً ان میں سے ایک تو اضطراری کیفیت میں گرفتار ہے ... جس پر غور دار کو جاگیر کی بہت تمنا ہے اسے کل آپ کی خدمت میں بھیجوں گا - اگر تقدیر نے اس تدبیر سے موافقت کی تو یقین ہے کہ آپ بلا توقف مناسب دستخط (درخواست پر سحارشی) کر دیں گے (۲۶۰)۔

اسی طرح آپ نے اس کے ایک پرانے ملازم کا عذر جو زیر عتاب ہوگا ' انتظام الدولہ کو لکھا (۲۶۱)۔

لیکن اتنے قدیم تعلقات کے باوجود آپ نے اسے جس طریقے سے سحارشی کی وہ آپ کی خودداری اور فقر کی بے محال دلیل ہے - سحارشی کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں :

یہ خاکسار تنہائی اور گمنامی کو پسند کرتا ہے - اہل ثروت سے نہیں ملتا - اس لیے اتنے قدیمی تعلقات کے باوجود آج کے علاوہ نہ کبھی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور نہ کبھی کسی کام کی تکلیف دی ... میری طرف سے نہ ساجت ہے نہ شکایت ... (۲۶۲)

دوسرے خط میں لکھا ہے :

اس دنیا کے امیروں کو اس جہاں کے بادشاہوں یعنی فقیروں کے سامنے با ادب رہنا چاہیے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ

امداد و اعانت چاہیں (۲۶۳)۔

آپ کے ایک مکتوب سے عیاں ہوتا ہے کہ انتظام الدولہ شعر بھی کہتا تھا۔ اس نے ہندی اور فارسی کے چند اشعار اصلاح کے لیے آپ کی خدمت میں ارسال کیے تھے (۲۶۴)۔

روہیہ سرداروں میں سے نجیب الدولہ کے ساتھ آپ کے گھرے روابط کا ذکر ہو چکا ہے دیگر روہیہ رؤساء کے ساتھ بھی آپ کے مراسم تھے۔ چند نکات ملاحظہ ہوں :

یہ امر ذہن نشین کرنا لازم ہے کہ ان رؤساء کے سیاسی نشیب و فراز سے ان کے بارے میں آپ کے خیالات بھی بدلتے رہتے تھے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خان جو کہ بہت اہم روہیہ سردار اور طبعا نیک تھا۔ اس غوبی کے باوجود آپ نے اسے اپنے سب سے زیادہ عزیز مرید ظفر علی خان بن نواب ارشاد خان جن کا تذکرہ اس کتاب میں مفصل طور پر لکھا گیا ہے، کی براہ راست سفارش کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ابوالفتح کے نام ان کے لیے سفارشی خط لکھا کہ تم پر زور سفارش کرو کہ اسے روزگار فراہم کرے (۲۶۵)۔

عماد الملک اور غلام عسکری خان کے تعلقات کا ذکر گزشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مظہر عماد الملک سے دل برداشتہ ہو گئے تو احمد خان بنگش کے پاس بھیجا۔ اس نے پچاس روپے نذر کیے۔ لکھا ہے :

واز دو سہ روز حال غلام عسکری خان از سرنو توجہ نواب صاحب

معلوم می شود ، چنانچہ دیشب کہ گزشتہ پیش احمد خان فرستادہ

بودند پنجہ روپیہ بدست آمد۔ وگرنہ مطلق التفات نبود (۲۶۶)۔

نواب دوندے خان کے ہمشیر زادے محمد خان نے آپ کے پاس دہلی میں رہ کر کسب طریقہ کیا تھا (۲۶۷)۔

ایک مکتوب میں روہیہ سرداروں سے میل جول کے بارے میں ہمیں اطلاع ملتی

ہے :

فتح خان اور سردار خان (خانامان و بخشی) کو میں نے تمام عمر نہیں دیکھا۔ دوندے خان مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے منع کر دیا۔ حافظ رحمت خان مجھ سے ملنے آئے تھے۔ مجھے ان کی صحبت پسند نہیں آئی۔ اور علی محمد خان کے لڑکوں (۲۶۸) کو میں نہیں جانتا (۲۶۹)۔

حضرت مظہر کے بنگال کے ناظم، نصیر الملک امتیاز الدولہ تقاسم علی خان نصرت جنگ (۲۶۰) سے بھی روابط تھے۔ حضرت مظہر کے ایک خلیفہ مولوی محمد کیم بنگالی کے نام آپ کے خطوط میں تقاسم علی خان کا ذکر آیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد کیم کے ساتھ بھی اس کے اچھے تعلقات تھے۔

ریاض السلاطین میں اس کے عہد کے جن مخدوش حالات کی تفصیلات درج ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وہاں سے بد دل ہو کر شاہی ملازمت کرنے کے لیے چلا آیا تھا۔ حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ وہ بادشاہ کے بللے پر دہلی میں آیا، لیکن مجد الدولہ اس کی شاہی ملازمت کے سلسلے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے (۲۶۱)۔ دوسرے خط میں اس کے خلوص کا بھی ذکر ہے :

اگر نواب تقاسم علی خان درین عرصہ بیاید کار روزگار دوستان بے کار خاطر خواہ صورت خواہ گرفت کہ مرد خوش بہت و مخلص است (۲۶۲)۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ملازمت نہیں مل سکی : اسلوب کار نواب تقاسم علی خان صاحب صورت گرفتہ است عدا راست آر (۲۶۳)۔

اس خط میں اس کی نقل و حرکت اور بادشاہ سے عہد و پیمان اور فوج جمع کرنے کا ذکر ہے :

تقاسم علی خان مختار سلطنت می شوند و پادشاہ را بتوسط مردم محل (۲۶۴) عہد و پیمان موکہ با تقاسم علی خان صاحب درمیان آمدہ و ایشان در پردہ در کمر جمع افواج و تدبیر منافع اند۔ غالب است بعد عید این معنی صورت بندد۔ و ایشان را اخلاص مفرط با فقیر ہم رسیدہ (۲۶۵)۔

نیز لکھا ہے کہ اس کے مقتدر ہو جانے کے بعد ہمارے دوستوں کے جتنے کام رکے ہوئے ہیں، اس کی وساطت سے ہو جائیں گے :

امید است بعد حصول این مطلب عمدہ کارہای دوستان خاطر خواہ
ساختہ شود۔ اگرچہ بظاہر موانع متعدد بنظر می آید (۲۷۶)۔

لیکن اس کے مقدمہ میں متواتر تاخیر ہوتی رہی جس کی اصل وجہ حضرت مظہر کو بھی معلوم نہیں تھی :

مقدمہ تقاسم علی خان بروی کار است - تاخیر پیش می آید - سر
آن معلوم نیست (۲۷۷)۔

جب حضرت مظہر کے خلیفہ اور ہم صحبت میر مسلمان (۲۷۸) حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے ایک خلیفہ مولوی محمد کلیم بنگالی (۲۷۹) کو لکھا کہ میر مسلمان اگر اس حلقے سے گزریں تو ان کی خدمت سے درگزر نہ کریں اور ساتھ ہی فرمایا کہ :

اس مضمون کی اطلاع نواب صاحب یعنی تقاسم علی خان (اللہ تعالیٰ
ان کی تمنائوں کو پورا کرے) کو دے دیجیے بلکہ فقیر کا یہ خط
انہیں پڑھوا دیجیے - کیوں کہ ایسے وقت میں انہیں خط لکھنا
مناسب نہیں (۲۸۰)۔

حضرت مظہر کے ایک متوسل میر عبدالہادی نے آپ سے کہا تھا کہ اس کے روزگار کے لیے نواب موصوف سے سفارش کریں، تو حضرت مظہر نے انہیں جواب دیا کہ اگر نواب بریلی میں طے آیا تو تمہاری سفارش کروں گا۔ نیز آپ اس سے زیادہ احتیاط اس لیے نہیں رکھتے تھے کہ وہ حیمہ تھا۔ اس طرح حدشہ تھا کہ افغانہ آپ کو راضی کہہ کر بدنام کریں گے :

مشکل دیگر است کہ اگر با نواب تقاسم خان برائے مصلحت سفارش
احتیاط بکنم و خلاف وضع خود کہ با دنیا داران آمیزش نمی نمایم
گوارا کنم، افغانہ مرا بدنام بہ رفض و تشیع می کنند و دشمن می
شوند (۲۸۱)۔

ایک مکتوب میں نواب کے بسولی آنے کا ذکر ہے (۲۸۲) اور دوسرے مکتوب میں ہے کہ آپ کے ایک متوسل کے ساتھ ملاقات کے دوران نواب نے آپ کی تعریف کی تھی (۲۸۳)۔

سیاسی پارٹیاں اور حضرت مظہر :

متاثر سلاطین مغلیہ کے عہد میں دربار سیاسی جماعتوں کا اکھاڑا بن کر رہ گیا تھا۔ ان میں ایرانی اور تورانی دو جماعتیں سب سے اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔ موزین کا خیال ہے کہ اس دور کی تمام سیاست انہی دو پارٹیوں کے گرد گھومتی تھی۔ حضرت مظہر تورانی جماعت کے حامی تھے۔ کاضی مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

بعضی تورانیہائیکہ با فقیر آکھیا ہستند 'حاضر اند و ایرانیہا خود دشمن اند۔ و بر محالات عمل ہنوز تعین نہ شدہ اند (۲۸۳)۔

مؤسلیں حضرت مظہر مختلف لشکروں میں :

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مؤسلیں کئی مہمات اور لشکروں میں شامل تھے۔ بعض معاشی تنگی کے سبب مختلف ارباب حکومت سے منسلک ہو گئے تھے۔ بعض اس وقت کے حالات اور مسلم دشمن سیاست سے متاثر ہو کر رضا کارانہ طور پر ان لشکروں میں شامل ہو گئے تھے۔ ملا رحیم داد روہید کی سرکردگی میں سرہند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لیے جو لشکر بھیجا گیا اس میں آپ کے مؤسلیں کی خاصی تعداد نے حصہ لیا جس کی تفصیل الگ عنوان کے تحت پڑھیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے جتنے اصحاب اس وقت بقیہ حیات تھے اور حضرت مظہر سے منسلک تھے وہ بھی ان لشکروں میں نمایں نظر آتے ہیں (۲۸۵)۔ جب غلام عسکری خان (از اولاد شیخ محدث) عماد الملک کے متوسل ہوئے تو آپ نے انہیں لکھا :

افسوس تم نے دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا ہے اور دنیا ہاتھ

نہیں آتی اگرچہ وجہ معاش پر آخرت کی بنیاد ہے (۲۸۶)۔

آپ اپنے مخلص نواب ارشاد علی کو لکھتے ہیں :

تم نے موجودہ بادشاہ سے جو توسل کیا ہے اس کا انجام لہجھا

نہیں ہے۔ ان دنیا داروں کا مفصل حال ہم کور باطنوں کو کیسے

معلوم ہو اور اگر معلوم ہو تو اس کا کھٹنا موجب فساد ہے اتنا

بھی کبھی تمہاری خاطر لکھ دیتا ہوں (۲۸۷)۔

آپ کے ایک مخلص میر محمد معین جن کا مفصل ذکر غلام کے باب میں ہوا

ہے ، کے صاحب زادے میر عبدالعلی کے ساتھ آپ کو واہانہ محبت تھی ۔ وہ بھی بادشاہ کے لشکر میں شامل تھے (۲۸۸)۔

حضرت مظہر کے ایک عقیدت مند اور کتاب حاضر کے مولف کے ہم نام غلام علی خان اپنے بھائیوں سمیت نواب آصف الدولہ (۲۸۹) کے ہاں جا کر ملازم ہوئے ۔ آپ قاضی مناء اللہ پانی پتی کو اطلاع دیتے ہیں :

غلام علی خان در سرکار آصف الدولہ بخوبی معرکہ برادران چاکر
شدند ۔ دو بار مبلغ قلیلی بخانہ فرستادہ اند (۲۹۰)۔

غلام عسکری خان مذکور کے محمود نے بھائی میاں محمدی ، سید علی خان کے لشکر میں شامل تھے :

میاں محمدی برادر محمد غلام عسکری خان قصد لشکر سید علی خان
دارد ۔ برای رفاقت دہ پیادہ از لشکر امروزیآ فردا می رسند ۔ تقریب
خوب است (۲۹۱)۔

خواجہ عبید خان (۲۹۲) کے داماد خواجہ عبداللہ خان بھی لشکر میں تھے اور حضرت مظہر سے بیعت تھے ۔ آپ قاضی مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

خواجہ عبداللہ خان بمسر خواجہ عباد اللہ خان مخصوص ، برادر زادہ و داماد
خواجہ عبید خان مشہور کہ درین سال داخل ملکہ شدہ است و طلب
و اعلاص قوی دارد ، بقصد لشکر رحمت شدہ ، بوسیدہ رقم فقیر
بخدمت شما خواهد رسید ۔ توجہ این جوان را باید داد (۲۹۳)۔

حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی کی بعض حامدین نے نجیب الدولہ سے شکایت کی تو حضرت مظہر نے انہیں لشکر میں جا کر نجیب الدولہ سے ملنے کی ہدایت کی تھی جس کی تفصیلات سابقہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی درخواست پر آپ نے جن اہل لشکر کے نام سفارشی خطوط لکھے ، ان میں فتح خان بھی ہوں ، ہو سکتا ہے کہ یہ فتح خان وہی ہوں جو آپ کے مکتوب الیہ ابوالفتح (۲۹۴) میں ۔ فتح خان خود لکھتے ہیں :

درین ولا قاضی مناء اللہ جیو از پانی پت در لشکر آمدہ ، چنانچہ این
فدوی ہر روز بایشان ملاقات می نماید (۲۹۵)۔

ایک اور خط میں وہ حضرت مظہر سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

از جناب فیض مآب رخصت شدہ بخیریت تمام در لشکر رسیدہ و خط کہ بہ قاضی پائی پت مرمت شدہ بود این عقیدت گزین بآن سمت رفتہ (۲۹۶)۔

آپ کے ایک اور مقتصد منصب خان بھی لشکر میں ملازم تھے (۲۹۷)۔ اگرچہ ان میں سے بعض عقیدت مندوں کے بارے میں واضح اشارات نہیں ملتے کہ کن کن ارباب حکومت کے لشکروں میں شامل تھے لیکن اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ملکی مہمات میں آپ کے حلقہ کے بہت سے لوگ شامل تھے اور سیاسی حالات کا آپ کو اپنے مقتصدین کے ذریعے بخوبی علم ہو جاتا تھا۔ عین ممکن ہے کہ شامل لشکر ہونے سے پیشتر آپ کے عقیدت مند آپ سے اجازت لیتے ہوں کیونکہ جب آپ کی بیوی کے متبنی شاہ میر علی کسی وجہ سے ناراض ہو کر لشکر میں چلے گئے تو اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ رافضیوں کے لشکر میں جا کر ملازم ہو گئے تھے غالباً یہاں "لشکر رافضیان" سے مراد نجف خان کا لشکر ہے (۲۹۸)۔

نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی آپ کے دوست تھے۔ مرلی دھرنی اپنے ایک خط میں حضرت مظہر کو اطلاع دی ہے کہ وہ چھ ماہ سے شاہی لشکر میں نوکری کر رہا ہے :

عرشہ شش ماہ است از لشکر بادشاہ نوکر غلام گشتہ (۲۹۹)۔

نجف خان :

نجف خان بن میر سید علی بن میر سید محمد ' اصفہان میں پیدا ہوا۔ اس کا پردادا شاہ سلیمان صفوی کا داماد تھا۔ نادر شاہ کی ایران میں تباہی کے سبب وہ بحالت قید بصرہ اٹھارہ سال ہندوستان میں آیا، مختلف مقامات پر رہا۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۶۰ء میں بنگال جا کر نواب میر تقاسم علی خان کا ملازم ہو گیا۔ نواب مذکور کی انگریزوں سے شکست کے بعد وہ بندھیل کھنڈ میں نوکری کرتا رہا۔ انگریزوں سے مل کر جب اس نے الہ آباد پر قبضہ کیا تو اس کے لیے دو لاکھ سالانہ بطور پنشن مقرر ہوا۔ پھر اس کی مغلیہ دربار میں رسائی ہوئی اور تین ہزار سوار اور پیادوں کی سپہ سالاری اسے ملی۔ جب شاہ عالم دہلی آیا تو نجف خان اس کے ہمراہ تھا۔ یہاں آ کر اس کے جانوں کے ساتھ کئی مہر کے

ہونے اور اس نے آگرے پر شاہی پریم لہرا دیا۔ اس کے صلے میں اسے امیرالامراء کا خطاب ملا۔ اس نے بمر ۲۹ سال ۱۱۹۶ھ/۶ اپریل ۱۷۸۲ء کو انتقال کیا (۲۰۰)۔

وہ جانباز تھا۔ اس کی حربی لیاقت اور سیاسی امور سے واقفیت کا مورخین نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس کے کردار کی دو غامیاں ایسی تھیں جنہوں نے اسے خاصا بدنام کیا۔ ایک یہ کہ وہ سخت منتصب حیم تھا، اس کے دور عروج میں دہلی کے سنی بہت پریشان رہے (۲۰۱)۔ دوسری یہ کہ وہیش و عشرت میں پڑ گیا تھا۔

حضرت مظہر کی تحریرات میں اس سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس خط میں حقیقت حال یوں بیان کی ہے :

جس دن سے نجف خان آیا ہے۔ اس شہر میں فقیر سے لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر عاقل و عام کی زبان پر مجد الدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔ خدا جلد ہی کچھ کر دے گا (۲۰۲)۔

آپ کے معہور جانشین و خلیفہ اور مولف کتاب ہذا حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ ہے کہ :

ایک روز حضرت شاہ غلام علی نے فرمایا کہ نجف خان کے آغاز اقتدار میں رمضان شریف کی برکت کا شعبان کے شروع میں ہی ادراک ہو جاتا تھا، پھر صرف چند روز پہلے ہونے لگا۔ اب چند سالوں سے کفر کی قلت اس قدر چھا گئی ہے کہ رمضان کی برکت کا ادراک صرف ایک دو روز ہی پہلے ہوتا ہے (۲۰۳)۔

حضرت مظہر کے مکاتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف آپ کو نجف خان سے نفرت تھی بلکہ آپ نجف خان کے بکلمہ مخالفین سے گہرے روابط رکھتے تھے، عینی شاہد فرینکمن کا قول ہے :

عرصہ دراز سے روہیلوں کی طرف سے وزیر کے دل میں حسد کی آگ مشتعل تھی (۲۰۴)۔

روہیلوں اور حضرت مظہر کے قریبی تعلقات کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس طرح اور مثالیں ملاحظہ ہوں :

نجف خان را حسام الدین خان بہ تقبل مبلغ خطیر کہ بکھار دادہ از
شہر بر آوردہ -

اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حسام الدولہ حسام الدین خان جو نجف خان کا
جانی دشمن تھا ' جانتا تھا کہ مرہٹوں کے دہلی سے چلے جانے کے بعد (۲۰۵) نجف خان
اسے زندہ نہیں پھوڑے گا - اس لیے اس نے مرہٹوں کو ایک لاکھ کی رشوت پیش
کی تاکہ وہ نجف خان کو بادشاہ کی ملازمت اور دہلی سے نکلوا دیں (۲۰۶) -

نیز بعض مکاتیب میں اس کی نقل و حرکت کی طرف مبہم سے اشارات ملتے
ہیں (۲۰۷) - حضرت مظہر نے ایک طویل مکتوب (بنام قاضی مناء اللہ پانی پتی) میں
اس سیاسی پنڈال کا تذکرہ کیا ہے جو نجف خان کے گرد تھا (۲۰۸) -

سیاسی حالات سے متاثر ہونا :

ان نہایت اندوہناک سیاسی حالات سے ' جن کا ذکر مقدمہ کے شروع میں کیا
جا چکا ہے ' حضرت مظہر جیسی حساس دل و دماغ کی شخصیت کا متاثر ہونا امر لازم تھا -
اس لیے آپ کی تحریرات میں اس کے واضح نکلتے ہیں -

مرہٹوں اور سکھوں کے حملوں اور تباہی سرہند کے واقعات نے خاص طور سے
آپ کو متاثر کیا تھا - چند مثالیں ملاحظہ ہوں :
میرمسلمان کو لکھتے ہیں :

آج کل یہاں (دہلی) کے حالات یہ ہیں کہ پچھلے دو مہینے سے ہر
روز کوئی نہ کوئی مکروہ واقعہ پیش آتا ہے - ہذا اسے دور کرے
(۲۰۹) -

حضرت مظہر مریدین کے اصرار پر سنبھل تشریف لے گئے تو دہلی واپس جانے
کا جب ذکر آیا تو وہاں کی صوت حال کے بارے میں لکھا :
ہر طرف سے فتنہ و فساد دہلی کا قصد کر رہا ہے (۲۱۰) -

آپ سے اہل دہلی کی حالت زار دیکھی نہیں جاتی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شہر
سے اپنا غضب اٹھالے :

بیماری عام اور بد امنی کی وجہ سے جو شہر کے لوگوں کا حال

ہے وہ کہاں تک لکھوں۔ خدا اس شہر سے اپنا غضب اٹھا لے
کیونکہ امور سلطنت میں کوئی نظم و نسق نہیں رہا (۲۱۱)۔
ایک اور مکتوب میں آپ سنبھل سے دہلی روانہ ہونے سے پیشتر دہلی کے حالات
ایک نواب سے معلوم کرنا چاہتے ہیں :

انتظار خط دیگر شاہ و نواب صاحب می کشم کہ بعد رسیدن بہ دہلی
صفا و کدورت ہوئے آتجا دریافتہ آنچہ نوید بر آن عمل نمایم (۲۱۲)۔
قاضی مناء اللہ پانی پتی کو دہلی سے ایک خط میں لکھتے ہیں :
جہر ہائے وحشت انگیز از ہر طرف می رسد و دل را داغ می کند (۲۱۳)
پانی پت بھی مختلف مہمن طاقتوں کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ قاضی مناء اللہ پانی
پتی نے جب آپ سے پانی پت آنے کی درخواست کی تو فرمایا :

حالاً اگر حرکت خواہم کرد بطرف دیگر خواہم کرد کہ در پانی پت
آشوب ہنگامہ لشکر است (۲۱۴)۔۔۔۔۔ قصہ فقیر کہ بطرف دیگر بود
... بجانب پانی پت ، تا لشکر در آتجا است ، قصہ خواہم کرد کہ
قباحت ہا دارد و تفصیل آن طولانی است و ازین جا وحشت داریم
(۲۱۵)۔

آپ کے ایک غلیف شیخ محمد احسان کہتے ہیں کہ احمد شاہ درانی کے
ایک حملے کے دوران ”ہنگامہ فارت گری“ میں میں اپنے کوچہ کے
دروازے میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا اور خدا کے
فضل سے کوئی اس کوچہ میں داخل نہ ہوا (۲۱۶)۔

دہلی میں سکھوں اور روہیلوں کے روز روز کے ہنگاموں سے وہاں کے اکابر کا یہ
عالم تھا کہ اعزہ کو خط لکھنا تو درکنار خط پر دستخط کرنے کی فرصت نہیں تھی :
از حایت تشویش سکھاں و روہیدہ ہا فرصت دستخط نمی شود (۲۱۷)۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ آپ ان ہنگاموں سے تنگ آجاتے ہیں اور
دہلی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنے کا قصد کرتے ہوئے سنبھل میں مستقل قیام کا
فیصلہ کر لیتے ہیں لیکن اعزہ کے مذر کے پیش نظر سنبھل سے واپس دہلی آجاتے ہیں :
امروہہ اور مراد آباد بھی دیکھا تا کہ مستقل قیام کے لیے جگہ کا
انتخاب کیا جائے اور متعلقین کو بلانے کا خیال کیا ، کیوں کہ دہلی

میں روز روز کی پریشانیوں سے تنگ آگیا ہوں۔۔۔ نواب ارشاد خان کے حقوق اور کش نے نہ چھوڑا کہ دوسری جگہ کا ارادہ کرتا اس شہر (سنہل) میں طالبان طریقہ بھی بہت زیادہ ہیں، اقامت کا ارادہ کر لیا۔ متعلقین کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے مقول عذر لکھے، 'مجبور آدہلی جانا پڑا' (۳۱۸)۔

ڈاکٹر خلیق انجم کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء کا ہے کیونکہ فضل علی خان رام پوری نے "بتان بے خزان" میں جو کہ اسی سنہ کی تصنیف ہے حضرت مظہر کے متعلق قیام کے بارے میں لکھا ہے:

چونکہ اس شہر دہلی کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔ ارشاد خان بن نواب امین الدولہ انصاری سنہل کے خلوص اور ربط کی وجہ سے سنہل مراد آباد میں قیام کر کے گوشہ گیر ہو گئے ہیں (۳۱۹)۔

اقتصادی حالت :

اکبر سلاطین مغلیہ نے سلطنت کو اقتصادی استحکام دینے کے لیے صوبوں کی آمدنی اور اخراجات میں ایسا توازن قائم کر دیا تھا کہ سلطنت میں معاشی بحران بہت کم پیدا ہوتا تھا۔

اگرچہ اورنگ زیب عالمگیر نے تقریباً ۲۶ سال تک سلطنت کے تمام ذرائع کا رخ دکن کی جانب موڑے رکھا، اس میں مرہٹوں کے ساتھ جنگوں پر اس کے کروڑوں روپے خرچ ہوئے لیکن پھر بھی اس نے چوبیس کروڑ روپے شاہی خزانے میں چھوڑے۔

لیکن اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد پہلے دس سالوں میں ہی مغل حکومت کو بڑے بڑے مالی مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے جانشینوں کی تخت نشینی کے لیے پہلی چار جنگیں ہی مالی بد حالی کا دروازہ کھول دیتی ہیں کسی نے بھی ان جنگوں کے نقصانات کا ازالہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بہادر شاہ نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں ۸۳ کروڑ روپے سے کم خرچ نہیں کیے (۳۲۰)۔

کسی نے بھی خالصہ (۳۲۱) کی زمین کو بڑھانے یا جاگیرداری کے نظام کو

بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اورنگ زیب کے جانشینوں نے آنکھیں بند کر کے جمع شدہ دولت پانی کی طرح بہائی۔ اس طرح ملک کے ذرائع محدود ہوتے چلے گئے۔ اور رفتہ رفتہ پورا اقتصادی نظام متزلزل ہو گیا اور یہی سیاسی و سماجی نظام کی تباہی کا باعث بنا۔

نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے مملوں نے برائے نام خزانوں اور خود غرض امراء کے دھینے تک غالی کر ڈالے۔

ذیل میں چند نکات اس لیے درج کیے جا رہے ہیں تاکہ تھارٹن کتاب ہذا 'صاحب سوانح کے عہد کے اقتصادی حالات سے بخوبی آگاہ ہو کر اس کتاب کو سمجھ سکیں۔

اورنگ زیب کے جانشین بہادر شاہ کی بے جا فیاضی اور جہاندشاہ کی عیاشی میں اس کی محبوبہ لعل کور پر دو کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا۔ دربار کے عیش و طرب کی مجالس میں بکثرت چراغاں نے دہلی میں تیل کی قلت پیدا کر دی۔ گندم سات سیر فی روپیہ بکنے لگا۔ فرخ سیر کی فضول خرچی نے شاہی خزانوں کو بری طرح متاثر کیا تھا (۲۲۲)۔

تاریخ عالم گیر ثانی کے مولف نے ان الفاظ میں تجزیہ کیا ہے :

صوبہ دہلی کے پرگنے اور چند دیگر صوبوں کے پرگنے جو خالصہ میں شامل تھے اور جن سے بادشاہ کے ذاتی ملازمین کی تنخواہیں ادا ہوتی تھیں اب ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سہارنپور جس کے محاصل جاگیرداروں کے حوالے کر دیے گئے تھے 'اب نجیب خان روہیلہ کے قبضہ میں تھا۔ آگرہ کے قریب کے علاقے جانوں کے پاس تھے۔ جے پور کے مادھوسنگھ کا نارنول وغیرہ کے علاقوں پر تسلط ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ایک محل بھی خالصہ میں نہ تھا۔۔۔ نوبت بائیں جا رسید کہ بادشاہ کے دسترخوان کے لیے بھی روپیہ نہ رہا۔ بیگمات بہت سے اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتی تھیں (۲۲۳)۔

تاریخ عالم گیر ثانی میں ہی ہے :

فوجیوں نے اعلا سے تنگ آ کر اپنے گھوڑے بیچ دیے 'پیدل

فوج کے پاس وردیاں نہ رہی تھیں، جانوروں کو چارہ نہ ملتا تھا، اس وجہ سے وہ مرنے لگے تھے، فوجی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے، اور بعض اوقات شاہی سواری کی ہمراہی میں بھی نہ ہوتے تھے (۲۲۴)۔

ایک مقام پر مرکزی حکومت اور مرہٹوں کے درمیان صلح اس شرط پر ہوئی کہ حکومت سالانہ پچیس لاکھ روپیہ مرہٹہ سرداروں کو ادا کرتی رہے (۲۲۵)۔
مرہٹوں نے مالوہ کا علاقہ تباہ کرنے کے بعد وہاں کا خزانہ جو ایک مدت میں جمع کیا گیا تھا، دکن روانہ کر دیا (۲۲۶)۔

نادر شاہ نے نواح پانی پت کو غارت کرنے کے بعد وہاں سے اتنا غلہ لیا کہ تمام امراء و غربا تک سے چھین لیا گیا۔ اس کے بعد دو روز تک وہ انہیں باربرداری کے جانوروں پر لادتا رہا اور باقی خود اٹھا لیا، لیکن ابھی نصف غلہ باقی تھا۔ مجبوراً اسے آگ لگا دی اور باقی غلہ دہلی لے جا کر حکومت ہند کے پاس فروخت کر دیا (۲۲۷)۔
گویا کرنال سے دہلی جاتے ہوئے نادری سپاہیوں نے آبادی کو اس طرح لوٹا جس طرح بال صاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح آبادی کا نشان تک مٹ گیا (۲۲۸)۔

جب نادر شاہ دہلی پہنچا تو محمد شاہ بادشاہ نے نادر شاہ سے ملاقات کے بعد حکم دیا کہ دہلی کے غلہ کے تمام ذخائر جلا دیے جائیں۔ چنانچہ اگلی صبح مٹھی بھر غلہ کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ چنانچہ محمد شاہی لشکر کی حالت اتنی خراب ہو گئی کہ جس کا تصور ممکن نہیں۔ امیر و غریب پریشان ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک آٹھارہ سو روپے میں بھی نہیں ملتا تھا۔ آخر مجبوراً لشکر ہند نے نادر شاہی سپاہیوں سے ہر قیمت پر غلہ خرید لیا (۲۲۹)۔

دہلی میں نادر شاہی قتل عام کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ دہلی کو لوٹنے والے بدن سنگھ جاٹ سے درخواست کی گئی کہ وہ اہل دہلی کو غلہ مہیا کرے (۲۳۰)۔
وارد تہرانی نے بتصریح لکھا ہے :

نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کے بعد وہاں سے جاتے ہوئے نواحی علاقوں میں جہاں کہیں بھی غلہ کا نشان نظر آیا اٹھا لیا، یہاں تک کہ ایک دانہ بھی باقی نہ رہا۔

اس طرح ۵۶ فرسخ کے فاصلے تک تمام اطراف سے دہلی کا تمام غلہ لوٹ لیا گیا۔

اس کی مقدار اس قدر تھی کہ اسے اٹھانے کے لیے خود حکومت نے سات سو ہاتھی اور اتنے ہی امراء نے مہیا کیے جن پر گندم اور برنج اور دیگر اجناس لاد کر نادر شاہ کے ہمراہ روانہ کی گئیں۔ یہاں تک کہ کسی گھر میں ایک دانہ بھی نہ بچا، صرف شاہی ذخیرہ باقی رہنے دیا (۲۲۱)۔

وارد تہرانی انسان اور جانور کی زندگی کی بقا کے لیے فطرت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حسرت کے ساتھ اپنا جملہ اس طرح ختم کرتا ہے:

فطرت... الحال مانند سیرغ و کیمیا نایاب (۲۲۲)۔۔۔۔

معاملہ دہلی کے نواحی دیہات کی لوٹ کھسوٹ تک محدود نہ رہا بلکہ ہندوستان سے واپسی پر اسے جن علاقوں سے گزرنا تھا، ان کے عاملوں کو نادر شاہ اور محمد شاہ کے مشترکہ احکام کے مطابق اپنے علاقوں کا تمام تر فطرت نادر شاہ کے حوالے کر دینا تھا۔ چنانچہ جب نادر شاہ کا لشکر سرہند پہنچا تو وہاں کے حاکم نے اپنے پورے ضلع کا فطرت پہلے سے بار برداری کے جانوروں پر لاد کر تیار کر رکھا تھا جو اس کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح دیگر حکام نے بلا تامل تمام تر فطرت نادر شاہ کے حوالے کر دیا (۲۲۳)۔

یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ لازم معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے معہور مارکیٹ مورخ ڈاکٹر عرفان حبیب نے یورپین سیاحوں کے بیانات کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:

مغل سلاطین جو محنت کشوں کے حقوق کے حامی اور کسانوں پر ظلم کرنے والے اور انہیں ناجائز ذرائع سے اپنے خزانے بھرنے والوں کی ہوس زر کی بدولت تمام مخالف تحریکوں نے جنم لیا تھا (۲۲۴)۔

اس مفروضے کی تردید میں بہت سے دلائل دیے جاسکتے ہیں۔ لیکن موقع کی مناسبت سے ہم صرف ایک نکتہ پیش کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ مغلوں کے دور زوال میں جب کہ اکثر صوبوں کے عاملوں نے نہ صرف آمدنی مرکزی حکومت کے حوالے کرنا بند کر دی تھی بلکہ وہ تو آزاد و خود مختار ہو چکے تھے۔ اگر ملک کی غرض مالی کا صرف یہی راز ہوتا تو اس دور میں عوامی... زندگی نہایت آسودہ ہوتی۔

ہر مکتبہ فکر کے مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ انھارویں صدی میں جو معاشی بدحالی تھی وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جس کے بہت سے اسباب میں سے ان کے

مرکز سے بے تعلقی ایک بنیادی سبب ہے۔ اگر نادر شاہ کے حملے سے پیشتر یہی حاکم جنہوں نے بلا تامل سارے اضلاع کا غلہ اس کے حوالے کر دیا تھا، اصول و ضوابط کے مطابق اپنے اپنے صوبوں کی آمدنی مرکز میں جمع کرواتے اور دولت کی تقسیم کے ضابطے کے مطابق اس پر عمل ہوتا تو کوئی بھی ملکی یا غیر ملکی مخالف طاقت یہاں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

احوال نادر شاہ کے معاصر مولف نے لکھا ہے کہ لوٹی ہوئی دولت میں سے بے شمار زر و جواہر ایران روانہ کرنے کے بعد جو کچھ نادر شاہ کے پاس بچا، اس نے دہلی کے قیام کے دوران ہی اس سرمایہ سے اپنی فوج کے ایک سال کے واجبات اور اس کے برابر انعامات بھی دیے (۲۳۵)۔ اگر حملہ نادری سے پہلے یہ تمام تر دولت ایک مرکز میں جمع ہوتی تو معاشی، عمران کا امکان ختم ہو جاتا لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا یہاں تو سالوں گزرنے پر بھی فوج کے واجبات ادا نہیں کیے جاتے تھے۔

نادر شاہ ہندوستان سے جاتے ہوئے جو بے شمار زر و دولت ہمراہ لے گیا تھا معاصر مورخ وارد تهرانی نے اس کی پوری تفصیل دی ہے۔ اس میں کم و بیش دو کروڑ روپے کی مالیت کے تحت طاؤس، مرغ دیگر سوہ مرصع تختوں کے پچاس ہاتھیوں پر صرف زر و جواہر لادے گئے۔ اس کے علاوہ سات سو ہاتھیوں پر زر و جواہر بھی بار تھے۔ اور غارت گری سے حاصل شدہ سامان اس کے علاوہ تھا (۲۳۶)۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر سمیت تمام متنفذین درانی کے احسانات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی لوٹ کھسوٹ کا تذکرہ اندوہ ناک ہو کر کرتے ہیں۔ ایک خط میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے :

درانی کو حصول مقصد میں جو دشواریاں پیش آرہی ہیں وہ اس "وبال قلم" کی بنا پر ہیں جو اس نے شہروں پر کیے ہیں (۲۳۷)۔

درانی کے پنجاب پر پہلے حملے کے بعد ہی :

آٹا روپے کا دو سیر بکنے لگا، گھاس اور چارہ کا دستیاب ہونا ناممکن تھا گھوڑوں کو کھلانے کے لیے جموئیڑیاں ڈھا دی گئیں (۲۳۸)۔

۱۷۵۷ء میں چوتھے حملے کے بعد درانی یہاں سے جو مال غنیمت ہمراہ لے گیا مورخین نے اس کی مالیت کا اندازہ بارہ کروڑ لگایا ہے۔ اٹھائیس ہزار ہاتھی، اونٹ، غمر

اور چھڑے مال سے لدے ہوئے تھے۔ اسی ہزار پیادے اور سوار فوج نے لوٹ کا اپنا اپنا حصہ الگ اٹھا رکھا تھا (۲۳۹)۔

جب ۱۷۶۰ء میں مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو دہلی کی یہ حالت تھی کہ یہاں انہیں لوٹنے کے لیے کچھ بھی نہ ملا۔ یہاں کی دولت تو پہلے ہی نادر شاہ اور غازی الدین چھین چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے شاہ جہاں کے دیوان خاص کی چاندی کی پھت کا بقیہ حصہ اتار لیا (۲۴۰)۔

ان حالات میں عوامی زندگی نہایت تلخ اور معیشت کی تنگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ صوفیہ کے ملفوظات و مکتوبات میں اس بد حالی کی بڑی واضح اور سچی تصویریں ملتی ہیں۔ انحصار کے پیش نظر صرف مکتوبات حضرت مظہر سے چند مثالیں دی جا رہی ہیں۔

آپ کے عزیز ترین ساتھی میر مسلمان نے آپ سے درخواست کی تھی کہ اپنی پسند کے اشعار منتخب کر کے بھیجیں۔ اس کے جواب میں حضرت مظہر نے سیاسی حالات کی ابتری کا ذکر کرتے ہوئے انہیں لکھا:

ایسے ماتم کے وقت اور یہاں کے لوگوں کی معاش کی فکریں اپنا وعدہ وفا کرنے... کی فرصت کہاں ہے (۲۴۱)۔

آنے دن کے ہنگاموں کے باعث دہلی میں سوک کے طالب بہت کم ہو گئے تھے۔ نواب ارشاد خان سنہلی کو لکھتے ہیں:

ہم اس علاقے (سنہلی) میں طریقے کی ترویج کے لیے آرہے ہیں، اس ویران شہر (دہلی) میں طریقہ کے طالب نہیں ہیں اور وہاں بہت ہیں... اس شہر (دہلی) میں فتوح عتقا اور قرض کیا کی طرح ناپید ہے (۲۴۲)۔

اپنے عزیز مرید صاحب زادہ محمد احسان محمدی کی پریشان کن گھریلو زندگی کا ذکر کرنے کے بعد ان کے برادر عزیز صاحب زادہ غلام عسکری خان کی والدہ کا ذکر بھی قابل توجہ ہے:

غلام عسکری خان کی والدہ وغیرہ فاقہ کشی کی وجہ سے فرخ آباد جانے کا ارادہ رکھتی ہیں (۲۴۳)۔

مرکزی حکومت کی سیاسی و معاشی تباہی کے بعد وہاں کے عوام بھی دن بدن

تنگ دست ہوتے جا رہے تھے۔ حضرت مظہر جیسے مقبول ترین فرد نے اپنے بارے میں لکھا ہے :

فقیر ہر روز تنگ دست ترمی گرد (۳۴۴)۔

حضرت مظہر کے مخلصین بھی جو دہلی سے دور دراز علاقوں میں رستے تھے، خاص تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ نواب ارشاد خان نے حضرت مظہر کے نام اپنے ایک خط میں اپنی تنگ دستی کا ذکر کیا ہے۔

احوال ضیق معیشت زیادہ از آست کہ خود بدولت مذاقتہ تشریف فرمودہ اند، حیرانم کہ چہ کنم (۳۴۵)۔۔۔۔

حضرت مظہر کے متوسلین میں سے حاجی عبدالحق نے ملا محمد فاروق کو اپنے یومیہ کی بحالی کے لیے خط لکھا تو اس میں اس دور کی قحط سالی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے :

درین جا بہ سبب قحط و انداد وجوہ روزگار بر مردم قیامت و اوایامی گذرد (۳۴۶)۔

نیز حضرت مظہر کے خطوط میں اس دور کی معاشی جھلکیاں خاصی نمایاں ہیں

مثلاً :

گیہوں روپیہ، سوا روپیہ یا دو روپیہ من بکتا تھا۔ چھینٹ کا ایک تھان ایک روپیہ میں مل جاتا تھا یا ایک روپیہ میں پانچامہ، کرتی اور چادر تیار ہو جاتی تھی، سینک آٹھ آنے میں خریدی جاسکتی تھی (۳۴۷)۔

یہ حالات اگر مرکز میں تھے تو دور افتادہ صوبوں میں یقیناً قحط بڑے زوروں پر ہوگا۔ حضرت مظہر کی شہادت کے دو سال بعد ہی ۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۲ء میں پنجاب میں مجمع الصنائع نام کی ایک کتاب کاتب محمد حسین نے کتابت کی جس کا ترقیم بہت دلچسپ ہے اور قصبہ کیدانوالہ کی معاشی بد حالی کا آئینہ دار ہے :

مستم گردید بکمال ایام قحط کہ از مبلغ یک روپیہ چار آٹھار گندم یعنی دو چوبینہ آن ہم بصد کوشش و حیلہ بدست نمی آئی۔ و این کتاب بلا ناہ از ہمہ کس پو حیدہ شدہ، می نگاہستی محمد حسین۔
موتولن کیدانوالہ بتاریخ ۱۷ جمادی الاول (۳۴۸) ۱۱۹۷ھ۔

ان حالات میں اگر حضرت شاہ ولی اللہ نے سلطنت مغلیہ کے زوال کا سبب اقتصادی انحطاط قرار دیا ہے تو یہ ان کی نہایت درجہ بصیرت کی واضح دلیل ہے۔ ان کے نزدیک :

جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں نہ وہاں عدل و انصاف قائم رہ سکتا ہے اور نہ مذہب ہی اپنا اثر لچھا ڈال سکتا ہے (۳۴۹)۔

اسی قسم کی رائے حضرت مظہر نے بھی دی ہے۔ آپ تو وجہ معاش کو آخرت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ صاحب زادہ غلام عسکری خان جب عماد الملک کے ہاں جا کر ملازم ہو گئے تو انہیں تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

افسوس کہ تم نے دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا اور دنیا ہاتھ نہیں آتی ، اگرچہ وجہ معاش پر آخرت کی بنیاد ہے (۳۵۰)۔

قنوطیت اور مایوسی کے اس دور میں بھی حضرت مظہر نے جمع ہدایت روشن رکھی اور اپنے مریدین اور احباب کے لیے معاشی رفقت لکھ کر انہیں امراء کے ہاں ملازم کروایا جس سے انہیں بیک وقت دو قسم کے فوائد ہونے ، اول انہیں "وجہ معاش" ، "میسر آئی" ، دوم حضرت مظہر امراء اور سیاسی حالات سے براہ راست باخبر رہنے لگے (۳۵۱)۔

معاشرتی زندگی :

اٹھارہویں صدی عیسوی میں پاک و ہند کے معاشرتی اور تمدنی حالات کا جائزہ لینے کے لیے دہلی کے معاشرتی حالات پر ایک نظر ڈالنا اس لیے لازم ہے کہ حضرت مظہر اور مولف کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی ساری زندگی اسی مرکزی شہر میں گزری تھی۔

پاک و ہند کے اسلامی عہد حکومت میں دہلی نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے ایک علمی و دینی مرکز بن گیا تھا۔ دراصل اس کی بنیاد ایسے زمانے میں رکھی گئی جب وسط ایشیا میں مسلمانوں کے تمام مراکز تباہ و برباد ہو رہے تھے اور منگولوں کے حملوں نے سارے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔ بغداد و

بخارا وغیرہ سے کثیر تعداد میں علماء نے ہجرت کی۔ اس تلافی کا جو فرد جہاں ٹھہر گیا وہاں ایک علمی مرکز بن گیا۔

سلاطین دہلی میں سے سلطان علاء الدین خلجی کا عہد حکومت اسلامی ہند کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے۔ برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے اور روم وغیرہ میں بھی ان کا مانی نہیں تھا۔ حد یہ ہے کہ بخارا، سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء اس پر ہر توثیق جت کرتے تھے۔ گویا دہلی "رشک بغداد اور عزت مصر بنی ہوئی تھی" (۲۵۲)

لیکن اٹھارھویں صدی میں تو اس کی بساط ہی الٹ گئی۔ اس وقت سلطنت مغلیہ پر نزاع کا عالم طاری تھا۔ یہ شہر بقول شاہ ولی اللہ "لعب صبیان" ہو گیا۔ مختلف اطراف و صوبوں سے جو طوکان اٹھتے اور بغاوتیں ہوتیں، ان تمام ہنگامہ آرائیوں کے زلزلے دہلی میں محسوس کیے جاتے تھے۔

امن و امان کے دور میں علماء و صوفیہ اس شہر کی طرف کشاں کشاں چلے آتے تھے اور ایک مرتبہ یہاں آکر پھر جانے کے لیے سوچنا تو درکنار بڑی سے بڑی سختی بھی انہیں یہاں سے نہ نکال سکی۔ لیکن اٹھارھویں صدی میں اس طبقہ کے افراد خود دہلی سے دل برداشتہ ہو کر اس کی ہنگامی زندگی سے بچنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہنے لگے۔

حضرت مظہر نے اپنے کئی مکاتیب میں دہلی کے ہنگاموں کو موثر طور پر بیان کرنے کے بعد خود مع متعلقین دور افتادہ علاقہ میں سکونت کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ان مقامات کو سمجھنے کے لیے چند اہم نکات ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

علاء نادر شاہی کے معاصر مولف نے نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے وقت دہلی کے باشندوں کے بارے میں صینی شاہ کی حیثیت سے لکھا ہے:

الحال، جمیع ساکنان شہر ہذا را فراموش کردہ اند و از خاص و عام لباس زنانه اختیار کردہ، بہ جای نماز و روزہ بہ حرام کاری و شراب خواری و اظلام بازی مطلق النان شدہ اند غرض درین ایام، در بلدہ دار الخلافت شاہ جہان آباد این اطوار شنیم و افعال ناشائستہ و

احمال فاضل و مضول بہ ہدی رواج یافتہ بود کہ اگر ہذا خواستہ
ازین نعمت عظمیٰ کسی محروم ماندہ باشد بر او ریشخند ہامی کردند
(۳۵۳)۔

لیکن جب نادر شاہ کا حملہ ہوا تو امن و امان کی زندگی بسر کرنے والے انہیں
باشندوں نے بدحواسی میں دوسروں کی حالت زار دیکھ کر خود کو خبردار کر ہلاک کر لیا
اور بہت لوگوں نے زہر کھا کر جان دے دی (۳۵۴)۔

دہلی پر نادر شاہ کے حملے سے پہلے ہی لوگوں کو اس کے بارونق بازاروں سے
وحشت ٹپکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ ایک مقدمہ کے بیان پر حضرت شاہ ولی اللہ نے دہلی
کے معصور بازار "سوق سلطانی" کے متعلق پیش گوئی کی تھی:

یہ بازار زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہاں خون کے دریا رواں
ہوں گے (۳۵۵)۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حملہ نادر سے پہلے سلاطین و امراء اور بے راہ رو
عوام کا راہ راست پر آنا تو درکنار بلکہ درگاہ تلی خان کے روزنامچہ سے جو نادر شاہ کے
حملے کے وقت اور اس کے چند سال بعد کے واقعات پر مشتمل ہے سے عیاں ہوتا
ہے کہ اس کے بعد بھی حالات ویسے ہی رہے اور ہر طبقے میں خود فراموشی اور عاقبت
نااندیشی پورے طور پر مسلط نظر آتی ہے۔

دہلی دھوپ اور چھاؤں کا شہر تھی، یہاں عاتقاہیں بھی تھیں، شراب خانے
بھی۔ مدرسے بھی تھے اور قمار بازی کے اڈے بھی۔

لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ عاتقاہوں اور مزارات پر حاضر ہوتے تھے پھر اسی
جوش کے ساتھ طوائفوں کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔ ان کی رندی اور مذہبیت
ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ یہ مذہبیت فسق و فجور سے زیادہ متضاد تھی جو ضمیر کی آواز کو
کچلنے کا ایک ظالمانہ انداز تھا (۳۵۶)۔

چونکہ معاشرے کے تمام افراد ان حوادث سے یکساں طور پر متاثر ہو رہے تھے
اس لیے عوام کے سامنے ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا "فرار" زندگی اور اس کے تلخ
حقائق سے فرار۔

فرار کی کئی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی تھی کہ مادی دنیا کی ناکامی کے
احساس کو ہٹا کرنے کے لیے دین اور دنیا سے بے نیاز ہو کر عیش و عشرت میں ڈوب

جانے۔

اس مقدمے میں سلاطین و امراء کے "عیش حرام" کی جو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان کے تمام احوال و افعال کا عوامی زندگی پر براہ راست اثر پڑتا تھا۔

نواب درگاہ علی خان تین سال (۱۱۵۱ھ تا ۱۱۵۳ھ/۱۴۳۸ - ۱۴۴۰ء) دہلی میں مقیم رہے۔ انہوں نے اپنے مرقع میں اس دور کی جو تعلیمی تصویر کشی کی ہے وہ اس عہد کی معاشرتی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت مفید ہے۔

بعض امیرزادوں نے عوامی زندگی کو کئی طرح اکودہ کرنے کی کوشش کی، اعظم خان ابن فدوی خان کا حال لکھا ہے:

اس کی طبیعت امارد پسند ہے مزاج میں سادہ رویوں کی محبت ہے ... اس کی تمام تر آمدنی اس طبقہ پر خرچ ہوتی ہے جہاں کہیں رنگیں امر کی جبر پاتا ہے ... اس پر کمند ڈال دیتا ہے ... عرض جہاں کہیں کوئی سبزہ رنگ نظر آنے وہ اعظم خان سے منسوب ہوتا ہے (۲۵۷)۔

مرزا منو کے حالات میں وضاحت کی ہے کہ بعض امیرزادے اس سے امرد پرستی کا فن سیکھتے ہیں اور اس کا شاگرد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس کا گھر حسین پری زادوں کا گھر ہے ... اس کی محفل گل رنوں کی کسوتی ہے (۲۵۸)۔

کسل سنگھ نام کے ایک امیرزادے نے عیش و عشرت کا جو بازار گرم کیا تھا وہ اس دور کی عوامی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے:

اس نے کسل پورہ بڑے اہتمام سے آباد کیا۔ اس میں ہر طرح کی طوائفیں اور بازاری عورتیں اکٹھی کیں ... محتسب اس کے قریب نہیں بھٹک سکتا ... یہاں ہر راستے میں عورتیں رنگا رنگ لباس پہنے خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہر کوچے میں دلالوں کی وساطت کے بغیر لوگوں کو بلاتی ہیں۔ وہاں کی ہوا شہوت آمیز اور فضا باہ انگیز ہے۔ خاص طور پر شام کو عجیب طرح کا مجمع ہوتا ہے ... ہر گھر میں رقص اور ہر جگہ نغمہ و ساز ہے (۲۵۹)۔

ان ایام میں حضرت مظہر دہلی کے حالات سے اور یہاں کی ہوا سے تنگ

آجاتے ہیں۔ آپ اپنے متعلقین کو لکھتے ہیں :

دہلی سے دل وحشت زدہ ہو گیا ہے اور پانی پت کی ہوا موافق نہیں، حیران ہوں کہ کیا کروں (۳۶۰)۔

حضرت مظہر اپنے آخری ایام حیات میں انتہائی "نا توانی" کے باوجود دہلی کے حالات سے متاثر ہو کر قاضی مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

دل باہمہ ناتوانی ازین شہر و مردم شہر خوش ندارد (۳۶۱)۔

دہلی کے عوام کے مزاج کی تبدیلی جس کا ساتھ اوراق میں تفصیلی ذکر ہوا، حضرت مظہر اس سے غاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ مکتوب ملاحظہ ہو :

تبدیلی اطلاق مردم شہر و ملاحظہ اضطراب معاش آن مردم و ہجوم امراض متعدہ طرف لشکری از مکروہات گراں رو باین ناتوان آوردہ (۳۶۲)۔

ایک خط میں دہلی کے ناکارہ اور خود غرض امراء کی سیاسی حرکات کا ذکر کرتے ہوئے دہلی سے بے زاری اور راہ فرار کا ذکر فرماتے ہیں لیکن :

دل از دہلی تنگ است و راہ رفتن طرفی بنظر نمی آید۔ مشکل است (۳۶۳)۔

ایک اور مکتوب میں دہلی سے اپنی ترک اقامت کا جو سبب بیان کیا ہے وہ اس شہر کی اس زندگی کی تصدیق کرتا ہے جس کی تفصیلات مرفق دہلی میں دی گئی ہیں یعنی :

سبب ترک اقامت دہلی آست کہ طالبان ہدا در شہر کمترند و در قصبہات بیشتر۔ اسباب تنعم و تجمل کہ سرمایہ غفلت است در شہر بسیار ترمی باحد و در دہات و قرئی کمتر (۳۶۴)۔

[یعنی دہلی کی اقامت ترک کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان دنوں شہروں میں طالبان ہدا کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے لیکن دیہات میں زیادہ ہے۔ شہروں میں "تنعم و تجمل" کے اسباب زیادہ ہیں جو صرف غفلت کا سرمایہ ہیں لیکن دیہات میں یہ ذرائع کم ہیں۔]

مقامات مظہری میں ہے :

ان ایام میں رزق حلال نایاب ہے اور جہالت کا دور دورہ ہے ۔
اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ ہے ۔ عقد نکاح میں
بدعات کے رواج سے بہت غلط پیدا ہو گیا ہے (۲۶۵)۔

عام طور پر جاہل مسلمان مرد اور عورتیں ہندوؤں کے مراسم بھی ادا کرتے
تھے ۔ خصوصاً عورتیں ان کے تواروں میں شریک ہوتی تھیں ، حضرت مظہر نے مسلمان
عورتوں کے دیوالی منانے کی بری رسم کا نفرت سے ذکر کیا ہے :

چنانچہ در ایام دیوالی کفار جملہ اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشان
روم اہل کفر را بجای آرنند وعید خود می سازند و ہدایا شبیہ بہ
ہدایای اہل کفر بہ فانہ ہای دختران و خواہران در رنگ اہل شرک می
فرستند (۲۶۶)۔

جن دنوں چھپک کی وبا پھیلتی تھی تو مسلمانوں کے گھروں میں طرح طرح کے
ٹونے ٹونکے عمل میں آتے تھے ، اس موقع پر بالعموم سینٹلا دیوی کی پوجا ہوتی تھی
(۲۶۷)۔ حضرت مظہر فرماتے ہیں :

در وقت عروض مرض جدری کہ در زبان ہندی سینٹلا معروف است
مضود و محسوس ست کم زنی باشد کہ از دکانق این شرک غلی
بود و برسی از رسوم آن اقدام نہ نمایند (۲۶۸)۔

ان ایام میں نہ صرف دہلی بلکہ سارے ہندوستان میں جادوگر ، شہدہ باز اور عجیب
و غریب حرکتیں کرنے والے افراد بھی بکثرت موجود تھے ۔ میرٹھس ، تفتی بھگتہ اور
نمود و نمود جیسے جادوگر موجود تھے ۔ انہوں نے اپنی شہدہ بازی کے ذریعے اتنی
شہرت حاصل کر لی تھی کہ بادشاہ تک ان کے معتقد ہو گئے تھے (۲۶۹)۔ عورتوں میں
ان کا اثر بہت بڑھ گیا تھا ۔

حضرت مظہر نے خاص طور پر عورتوں میں افسوس گری کے عقائد کے قلع قمع
کرنے کی بے حد کوشش کی ۔ ان کو بیعت کرنے کی دیگر شرائط کے علاوہ یہ شرط
بھی تھی کہ وہ جادوگری پر عقیدہ نہ رکھیں (۲۷۰)۔

گویا ان حضرات نے معاشرے کے ہر طبقے کی اصلاح کی پوری سعی کی اور
اس قنوطیت کے دور میں بھی ان کی اصلاح و تبلیغ کے مثبت اثرات ہونے (۲۷۱)۔
عیاشی کے قلعے بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے ۔ بلکہ اس ماحول کی عکاسی کرنا

لازم ہے جن حالت میں حضرت مظہر نے عوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔
اس دور میں چند رائج الحیدہ علماء و صوفیہ کو محو کر باقی تمام طبقات اسی قسم
کی رنگ رلیوں میں مصروف تھے (۳۷۲)۔

اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بعینہ وہی تھی جو قوموں کے
انحطاط اور حکومتوں کے زوال کے موقع پر ہوتی ہے۔ فسق و مصیبت ان کی معاشرت
کا جز بن گئی تھی۔ انشاء اللہ علان کی دریائے طافت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ارباب نشاط
کا ہر طرف دور دورہ تھا۔۔۔ دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلس و خانگی زندگی کا جو
نقشہ "دریائے طافت" میں نظر آتا ہے۔ اس سے تہذیب کی آنکھیں نیچی اور حیا کی
پیشانی عرق آلود ہے (۳۷۳)۔

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ نے مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب ان کی
مذہبی شمار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقی قرار دیا ہے۔ آپ عام امت
مسلمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمہارے اخلاق سوچکے ہیں، تم پر بے جا حرص و آرز کا ہو کھا سوار
ہے، عورتیں مردوں کے سر پر گئی ہیں۔ حرام کو تم نے
اپنے لیے خوش گوار بنا لیا ہے۔ حلال تمہارے لیے بے مزہ ہے
... چاہیے کہ تم اپنی شوائی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پوری
کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ کرنا پڑیں ... اسی
قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہے ... تم نے نازیں برباد
کیں، تم نے زکوٰۃ کو بھی محو کر دیا ہے، تم میں بعض نے
روزے محو کر رکھے ہیں خصوصاً فوجی ملازم (۳۷۴)۔

لیکن مایوسی کے اس دور میں رائج الحیدہ علماء و صوفیہ (۳۷۵) نے نہایت محنت
قدمی سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کو باقاعدہ مرتب کیا۔

مذہبی بے راہ روی:

اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی جسے غیر متعصب مورخین نے رواداری سے
تعبیر کیا ہے، دور رس اثرات کی حامل تھی۔ اس کے ندیموں، علمائے سو اور صوفیہ
عام نے اس سلسلے میں جو کردار ادا کیا تھا۔ اس کے اثرات اٹھارہویں صدی تک

محسوس ہو رہے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد و خلفاء نے اس کے مسموم اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جہانگیر سے اورنگ زیب کے عہد تک وہ "تعم الحاد" جس کا بیج اکبر نے بویا تھا 'بار آور نہ ہو سکا' اگرچہ اس نے دارا شکوہ کی فطرت میں تشکل ہونے کی سعی کی لیکن اورنگ زیب جیسے دور اندیش اور دین پناہ بادشاہ نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا (۲۷۶)۔

لیکن اورنگ زیب کے مرتے ہی جہاں سیاسی و اقتصادی مسائل و مصائب انسانی اغصاب پر سوار ہونے وہاں اسلامی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والی دھمن طاقتوں نے پھر سے وہ لائینی بحث شروع کر دیے۔ جنہیں روکنے کی مصلحین امت نے انتہائی کوشش کی تھی۔ ان حالات کا شاہ ولی اللہ نے نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا ہے۔ وہ سلطنت کے زوال کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو وہاں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں اور مذہب بھی اپنا لہجہ اثر نہیں ڈال سکتا (۲۷۷) 'نیز انہوں نے مسلم معاشرے کے زوال کا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے لاتعلقی قرار دیا ہے (۲۷۸)۔

خود حضرت شاہ ولی اللہ نے اس دور کی مذہبی بے راہ روی کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض مختصاً درج کی جاتی ہیں جو آپ کی کتاب تفسیلات سے لی گئی ہیں:

تم نمازوں سے غافل ہو... کوئی اپنے کاروبار میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت ہی نہیں پاتا، اور کوئی اپنی تفریحوں اور خوش گئیوں میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ نماز فراموش ہو جاتی ہے۔

تم زکوٰۃ سے غافل ہو... تم میں کوئی مال دار ایسا نہیں جس کے ساتھ بہت سے کھانے والے لگے ہوئے نہ ہوں وہ ان کو کھلاتا اور پہناتا ہے، مگر زکوٰۃ و عبادت کی نیت نہیں کرتا۔ تم رمضان کے روزے بھی ضائع کرتے ہو اور اس کے لیے طرح طرح کے بہانے بناتے ہو... چاہیے کہ تم اپنی شوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ

نکل کیوں نہ کرنا پڑیں۔۔۔۔۔

اے بنی آدم ! تم نے ایسی فاسد سیمیں اختیار کر لی ہیں جن سے دین متغیر ہو گیا ہے (۲۷۹)۔

حضرت مظهر اپنے دور کے مذہبی ماحول کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں :
ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے ۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے ، اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے (۲۸۰)۔

سلاطین اسلام کے عہد کا ایک اہم عہدہ محتسب شہر بھی ہوتا تھا جو اپنے علاقے کی اخلاقی اقدار کے تحفظ کا ذمہ دار تھا ۔ یہ محتسب اٹھارہویں صدی میں بھی موجود تھے لیکن جب سلاطین و امراء خود لوہو و لہب میں مستغرق ہوں تو محتسب عوام سے باز پرس کیسے کر سکتا ہے ۔

مرقع دہلی میں اس دور کی مذہبی بے راہ روی اور عیش کوشی کے واقعات تفصیل سے لکھے گئے ہیں عیش و عشرت کے کئی واقعات کے ضمن نواب صاحب نے لکھا ہے کہ امراء و عوام محتسب کی پروا کیے بغیر داد عیش میں مصروف ہیں ۔ یہاں تک کہ اس دور کے محتسب میں قوت احتساب ہی نہیں رہی :

قدرت احتساب در خود نمی یابد (۲۸۱)۔

اس قسم کے اقدام سے بعض صوبوں میں مسلمانوں کی زندگی انتہائی تلخ ہو گئی تھی ۔ حضرت مظهر کے معاصر جید عالم شاہ عنایب قادری قصوری (۲۸۲) نے بعض علاقوں کو طلبہ ، ہنود کے باعث دار الحرب قرار دیا تھا (۲۸۳)۔ حضرت مظهر کے خلیفہ اجل قاضی مناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام ضعیف ہو چکا ہے ۔ کفر کے ظہور اور مغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے ۔ بادشاہوں میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی (۲۸۴)۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے بادشاہ کے نام ایک مکتوب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جانوں کے زیر اثر علاقوں میں کسی کو اذان دینے کی مجال نہیں ہے (۲۸۵)۔ اسی قسم کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد حضرت مظهر نے تبصرہ کرتے

ہونے اپنے ایک حظ میں لکھا ہے کہ اس وقت سارا ہندوستان "کفرستان" بن گیا ہے:
ہر چہار طرف کفرستان است (۲۸۶)۔

اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی جداگانہ ملی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے۔ اس دور کے بہت سے با اثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے۔ صوفیہ غام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندو مت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان سے قریب تر کر دیا تھا (۲۸۷)۔

علماء و صوفیہ کی حالت :

اس مذہبی بے راہ روی کے دور میں علماء و صوفیہ جن کا مقصد حیات سلاطین ، امراء و عوام کی اصلاح تھا ، خود ان کی حالت افسوسناک تھی ۔ یہاں اس ماحول کا تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ تاریخی حضرت مظهر اور دیگر راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی دعوت و عزیمت کی کوششوں کو باآسانی سمجھ سکیں ۔

حضرت مظهر کے معاصر اور اس عہد کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ نے علماء ، فہماء اور واعظوں کو خطاب کر کے جس طرح انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ، اس سے اس دور کے علماء کی افسوس ناک حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ، فرماتے ہیں :

اے بد عقلو ! جنہوں نے اپنا نام "علماء" رکھ پھوڑا ہے ۔ تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو ، اور صرف ونحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے ، یاد رکھو ! علم یا تو قرآن کی کسی آیت مجہم کا نام ہے یا سنت ثابتہ قائمہ کا ... لیکن ان دنوں جن چیزوں میں تم الجھے ہوئے ہو اور جس میں سر کھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ یہ دنیا کے علوم ہیں ... علم کا پڑھنا تو اسی لیے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعار کو رواج دو ، لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں ... تم

نے اپنے حالات سے عام مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ علماء کی بڑی کثرت ہو چکی ہے ، حالانکہ ابھی کتنے بڑے بڑے حلقے ہیں جو علماء سے غلی ہیں اور جہاں علماء پائے جاتے ہیں وہاں بھی دینی شمار کو طلبہ حاصل نہیں ہے ... تم لوگوں کو جلی اور گھڑی ہونی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو ، اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر دی ہے ، حالانکہ تم تو اس لیے پیدا کیے گئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے (۳۸۸)۔

شاہ ولی اللہ کے اس خطاب سے اس دور کی مذہبی فضا اور علماء کی زندگی واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ کس طرح علماء اپنے منصب کی حقیقت کو فراموش کر کے یونانی علوم کی ترویج اور صرف و نحو میں مستغرق تھے۔

شاہ صاحب اس عہد کے ٹھٹھا کے بارے میں فرماتے ہیں :

اس زمانہ میں ٹھٹھا اس شخص کا نام ہے جو باتونی ہو زور زور سے ایک چیز سے کو دوسرے چیز سے پر چلتا ہو ، جو ٹھٹھا کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کر کے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے ، کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے چیزوں کے زور سے چلتا کرتا ہے ... ٹھٹھا جو پہلے عوام کے مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے اور سلاطین اور بادشاہوں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے ، اب بادشاہوں کے آستانوں پر جھک کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں (۳۸۹)۔۔۔۔

اگر احبار یہودی حالت دیکھنا چاہو ، تو آج کل کے علماء کو دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو تو آج کل کے مشائخ کے سامنے بیٹھ کر کہیں گے (۳۹۰)۔

بے شک اس عہد میں صوفیہ عام کی حالت بھی بہت ہی افسوس ناک تھی ۔ کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے ۔ سید عبدالولی عزت نے داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کر لی تھی ۔ اس طرح مرزا گرامی ، لباس صوفیہ کے باوجود قلندر مشرب اور ہر مذہب کو پسند کرتے تھے (۳۹۱)۔ کئی

صوفیہ ہندوؤں کو اصطلاحیہ مرید کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ آل محمد (ف ۱۱۶۴ھ) کے کئی ہندو مرید تھے۔ ان میں جین بیراگی، کشن داس اور خاشی کے نام ملتے ہیں۔

دہلی کے ایک صوفی خواجہ محمد اشرف کے گھر پر بسنت کا مید ہوتا تھا۔ جہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے۔ نامی رقصائیں کیسری لباس زیب تن کر کے وہاں برائے رقص آتی تھیں (۲۹۲)۔ اسی طرح شاہ کمال الدین حسین صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن راجہ بلاس رائے کے دربار سے وابستہ تھے (۲۹۳)۔

شاہ وارث الدین کے گھر میں اکثر راگ و رنگ کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں (۲۹۴)۔

مجنون نانک خاشی کی حرکت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے جاذب نظر تھیں (۲۹۵)۔ شاہ کمال دہلوی فرقہ پوشی، نداشت لباس، پر تکلف غوراک میں بے نظیر تھے۔ وجد و سماع کے مد سے زیادہ خائف تھے۔ وہ "اصطلاحات تصوف اور استعارات مشائخ" کو رنگین مہرایہ بیان میں سناتے تھے (۲۹۶)۔ شاہ غلام محمد راول پورہ (نواح دہلی) سماع کے اس قدر خائف تھے کہ قوال ان کے ہاں ملازم تھے (۲۹۷)۔ 'خانقاہی نظام' جو کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا منبع تھا، تباہ ہو گیا تھا۔ مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مزارات عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے۔ بسنت کے روز محوام و خواص قدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (دہلی) کے مقام پر جمع ہوتے تھے۔ قوالی، مجرا اور پری میکر نازنین بھی حاصل ہوتی تھیں۔ یہاں سے کارغ ہو کر لوگ مع ساز و سلان راگ و رنگ، دیگر مزارات پر جاتے تھے (۲۹۸)۔

بزرگن دین کے عرس محض ان کی یاد تازہ کرنے اور ان کی تعلیمات کے پرچار کے لیے کیے جاتے تھے لیکن اس دور کے اکثر عرس لو و لعب کا مرکز بن کر رہ گئے۔ دہلی کے تقریباً ہر عرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے اور موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لیے جانے والوں کا یہ عالم تھا کہ صبح سے وہاں پہنچ کر نشست پر قبضہ کیا جاتا تھا بصورت دیگر انہیں وہاں جگہ ہی نہیں ملتی تھی (۲۹۹)۔

جدا قوال نہ صرف عروں بلکہ مجالس صوفیہ کی جان تھا (۳۰۰)۔ حضرت مظہر نے اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بے گانگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ بزرگوں کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں (۳۰۱)۔

جہلا اویا کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے۔ اور انہوں نے ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا (۴۰۲) اس بے راہ روی کے بقیہ اثرات زائل کرنے کے لیے چودھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کو عورتوں کے عرسوں میں شمولیت اور مزارات پر جانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دینا پڑا (۴۰۳)۔

ان حالات میں حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ نے صوفیہ پر کڑی تنقید کی (۴۰۴)۔

تعلیم سلوک کا معیار بھی بہت گر گیا تھا۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں :

(کشف کی) یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں کیوں کہ پیروں میں کفنی نسبت بہت کمیاب ہے۔ پھر مریدین بھی ضعف ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارات کے لیے بے چین رہتے ہیں (۴۰۵)۔

حضرت مظہر نے ایک اور مقام پر اپنے زمانے کا تیس سال پہلے کے روحانی عروج سے تقابل کیا ہے :

اس آخری زمانہ میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہو گئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں۔ لیکن تیس سال پہلے طاہوں کی سیر میں سرعت تھی ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا (۴۰۶)۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے علماء و صوفیہ صد ہا قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے اور ان کی حرکات کا اثر ہر کس و نا کس پر پڑتا تھا۔ بقول پروفیسر نظامی :

اس قسم کے صوفیہ نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے ساتھ ملت کے قوانے عمل کو بھی شل کر دیا تھا (۴۰۷)۔

اس عہد کے رائج العقیدہ صوفیہ خصوصاً حضرت مظہر نے ایسے صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی اور تصوف کی صحیح اسلامی روح کو پیش کرنے کی سعی کی۔

صوفیہ کی اصلاحی کوششیں :

پاکستان و ہند کی معاشرتی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کرنے والے

مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ یہاں معاشرہ کی اصلاح، تبلیغ دین، اطلاقِ قدروں کی حفاظت معاشرے کے جس طبقے نے کی ہے وہ صوفیہ کرام ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے راسخ العقیدہ امراء اور اعیان سلطنت کو خط و کتابت کے ذریعے اپنا ہم خیال بنا کر دین کی تبلیغ کے لیے قدم اٹھایا۔ اس اقدام سے جہاں بہت سے مفید نتائج برآمد ہوئے وہاں اس نتیجے کا خصوصیت سے ذکر کیا جا رہا ہے کہ کم از کم معاشرے میں سلاطین و امراء کی بد اعمالیوں سے جو برے اثرات پڑتے ہیں، معاشرہ بہت حد تک اس سے بچا رہا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ، آپ کی اولاد اور خلفاء نے ہندوستان کی معاشرت کے اس نفسیاتی راز کو بخوبی جان لیا تھا کہ اگر اس ملک میں اسلام کو سیاسی برتری حاصل نہیں ہوگی تو یہاں اس دین کا قائم رہنا دشوار ہے (۲۰۸)۔

لیکن اٹھارھویں صدی کے حالات اس سے مختلف تھے۔ مسلم حکومت کا اثر و نفوذ تیزی سے ختم ہو رہا تھا، پہلے صوبے ہاتھوں سے نکلے، پھر مرکزی حکومت بھی متزلزل ہو گئی تو اس دور کے صوفیہ کو حضرت مجدد قدس سرہ کی اس پالیسی کی اصل روح اور اہمیت کا پتہ چلا جب یہاں سے "اسلام کی سیاسی برتری" کو شدید نقصان پہنچنا شروع ہوا۔ اس دور کے مختلف سیاسی واقعات سے مترشح ہوتا ہے کہ دشمن طاقتیں بھی اس امر سے بخوبی آگاہ تھیں کہ جب تک ہندوستان کی مسلم حکومت مضبوط ہے، یہاں مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ناممکن ہے۔ لہذا ان کے عملے براہ راست دین اور دینی یادگاروں پر ہوتے تھے۔ وہ اس میں اختلافات کو ہوا دینے میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت کام کر رہی تھیں۔

لیکن اسلام کی اس زبوں حالی اور ضعف کے باوجود بعض راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں محب وطن اعیان سلطنت کو خطوط لکھ کر اپنا ہم خیال بنایا۔ پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ زوال و انحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا۔ عوام کی حالت کا اندازہ لگایا۔ اعیان حکومت کی انفرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا (۲۰۹)۔ چنانچہ انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس سیاسی زوال کو مذہبی اور ذہنی زوال کا پیش خیمہ نہ بننے دیا جائے۔ اس دور زوال میں پاکستان و ہند میں صوفیہ کی کمی نہیں تھی۔ بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صرف دہلی میں محمد شاہ کے عہد میں بائیس بزرگ صاحب ارشاد موجود

تھے۔ ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے (۴۱۰)۔ ان تمام بزرگن دین کی اصلاحی کوششوں کا تذکرہ کرنا اس مقدمے میں ناممکن ہے۔

ان میں سے حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مظہر، خواجہ میر درد، شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (سندی)، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، شاہ فخر الدین دہلوی، شاہ غلام صلی دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمات کا مجمل سا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

شاہ ولی اللہ نے سیاسی زوال کے دور میں مایوسی اور قنوطیت کو پاس نہ آنے دیا۔ انہوں نے یہاں کے سلاطین و امراء کی صلاحیتوں کو بخوبی پرکھنے کے بعد اپنے روحانی جدِ اصلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تقلید میں "اسلام کو سیاسی برتری" دلانے کے لیے جب مقامی سلاطین و امراء کو اس تقابل نہ پایا تو دین کی حفاظت اور مسلم حکومت کے تحفظ کے لیے انہوں نے ایک غیر ملکی (احمد شاہ درانی) کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دے دی (۴۱۱)۔

شاہ ولی اللہ جیسے مصممین کو تائید ایزدی سے کامل یقین تھا کہ اصلاح کے تمام مطالبات انہی کے ذریعے پورے ہوں گے، چنانچہ انہوں نے ان حالات میں صوفیہ کو اس طرح مخاطب کیا:

دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں، عابدوں اور کج نفسیوں سے سوال ہے جو خانقاہوں میں بیٹھے ہیں کہ جبراً اپنے اوپر دین کو عاید کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمہارا ایمان ہے... اے وہ لوگو! جو اپنے آبا و اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو یعنی گرفتہ بزرگن دین کی اولاد میں ہو... ہر ایک اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈی میں الاپ رہا ہے۔ جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے نازل فرمایا تھا... اسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں ایک متقل پیشوا بنا ہوا ہے... ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لیے مرید کرتے ہیں کہ ان سے نکلے وصول کریں (۴۱۲)۔

اسی طرح حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (۴۱۳) نے ہدایت کی:

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ خود سلاطین محنت کریں اور ملک گیری کو مصلح نظر بنائیں - دوسرے ان کے امراء بھی مسلمان ہونے چاہئیں (۲۱۳)۔

حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی اصلاحی کوششیں اس دور میں آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں (۲۱۵)۔

حضرت میرزا مظہر جنہوں نے خود تیس سال حصول علم کے لیے صرف کیے تھے اور تیس سال ہی آپ سالکان طریقت کی تربیت میں مصروف رہے تھے، آپ سلاطین، امراء اور دیگر اعیان سلطنت کی اصلاح (۲۱۶) کے علاوہ معاشرے کی اصلاح اور تربیت کی طرف بھی کامل توجہ فرماتے ہیں - جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے وہ بیگانگی کے باوجود ایک ایک امیر کے حال سے باخبر تھے (۲۱۷)۔

حضرت مظہر ملک کی سیاسی قیادت میں کمی کے علاوہ ملک کی معاشی بدحالی کو بھی زوال کا ایک بنیادی سبب تصور کرتے تھے - آپ تنگ دستی اور عسرت کا بار بار تذکرہ فرمانے کے باوجود محب وطن امراء کو مالی بحران کا شکار دیکھ کر فرماتے ہیں:

اگر میرے پاس دولت ہوتی تو ان مایوس سرداروں پر خرچ کرتا اور انہیں بھیج دیتا کیوں کہ ہر قسم کے سردار ہم سے روابط رکھتے ہیں کیا کروں: ع

بے زری کر ذمہ آنچہ بقاروں زر کرد (۲۱۸)

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (۲۱۹) (ف ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء) جن کا ذکر "احمد شاہ درانی کے ہندوستان پر حملے" کے تحت بھی ہو چکا ہے حضرت مظہر کے معاصرین میں درجہ اول کے عالم، صاحب ارشاد صوفی اور کثیر التصانیف مصلح تھے - اگر ان کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مجموعہ مکتوبات میں بھی تقریباً وہی مسائل مکتوب الہم نے ان سے دریافت کیے ہیں جن کا حل مکاتیب حضرت مظہر میں پیش کیا گیا ہے انہیں احمد شاہ درانی سے اتنی محبت تھی کہ وہ درانی کے اشغال کے بعد اس کے بیٹوں کے مابین جانشینی کے تنازعہ میں بھی شامل نظر آتے ہیں -

مصلحین صوفیہ میں حضرت خواجہ میر درد (۱۷۱۹ - ۱۷۸۵ء) کا خاص مقام ہے - وہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ کی اولاد سے تھے - ان کے والد

خواجہ محمد ناصر عندلیب (۱۶۹۲ - ۱۷۵۹ء) سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور خود "طریقہ محمدیہ" کے بانی تھے خواجہ میر درد اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ شریعت و طریقت میں صوفیہ نے جو تفریق پیدا کر دی تھی وہ اس کے پر جوش مخالف اور وحدت الوجود اور وحدت الوجود کے حقیقی معانی و مضمون سمجھانے والے تھے۔ انہوں نے مسائل تصوف کی توضیحات جس طرح کی ہیں، ان سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اسے ہر قسم کے غیر اسلامی اثرات سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ وہ فارسی و اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے (۲۲۰)۔ ان کے دواوین کے علاوہ "علم الکتاب" اور "رسائل اربعہ" کے مطالعے سے ان کے افکار واضح ہو سکتے ہیں۔

دیگر مشائخ کی طرح خواجہ درد بھی حالات کی دگرگونی سے متاثر اور عوام کی معاشی عسرت سے بخوبی آگاہ نظر آتے ہیں۔ اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں:

پریشان خاطر ی انہای زمان ناحق من فارغ بال را متردد میگردد اند و
 دردناک می سازد و بے روزگاری محبان و دوستان عبث من خوش
 حال را صدم غم خواری ایشان رساند در کمر می اندازد کہ از چار طرف
 عجب عجب گردباد غبار خاطر با بر می یزد ... این شہر و شہریان
 را در حفظ و امان خود دارد و فوج بے گانہ را باین سمت نیارد و
 باشندگان این جا از بلی غارت و عسر و محنت محفوظ ماند (۲۲۱)

صوفیہ کرام کے اس گروہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت مقرر کے جانشین و کتاب ہذا کے مولف شاہ غلام علی دہلوی (۲۲۲) کی اصلاحی و تبلیغی کوششیں بھی لائق صد آفرین ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ - ۱۲۳۹ھ ۱۷۴۶ - ۱۸۲۳ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک قہر عالم تھے۔ ان کی علمی قابلیت سے سارا ہندوستان مستفید ہوا۔ عرب سے بہت سے علماء علم حدیث کے حصول کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے عہد میں علوم دینیہ میں ایک عاص و تہار قائم ہو گیا۔ شاہ صاحب بلند پایہ کتابوں کے مولف تھے۔ "تفسیر عزیزی" اور "تحفہ اثنا عشریہ" زیادہ معہور ہیں۔

شاہ صاحب کے مخطوطات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے دل میں مذہب سے متعلق بہت سے جہات پیدا ہو گئے تھے اور یہ انہی کا

تبر اور مٹا دیتے تھے۔ ایک انحطاط پذیر سوسائٹی میں عوام کے مذہب و ذہن اور شعور کو انتشار سے بچا لینا شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ ہے۔ وہ عوام کی نفسیات سے واقف تھے۔ مرض کی تشخیص کر چکے تھے اس لیے علاج بھی ہمیشہ کارگر ہوتا تھا۔ شاہ صاحب کی مساعی کے یہ چار پہلو تھے:

- (۱) علوم دینی قرآن و حدیث کا پڑھا کرنا اور ان کا صحیح معیار قائم کرنا۔
- (۲) اس زمانے کے غلط مذہبی نظریات کی تصحیح اور مسلمانوں کو ذہنی انتشار سے بچانا۔

- (۳) ہندوستان کے عرب کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرنا۔
- (۴) ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کی روح بھونکنا اور مجاہدین کی سرفروش جماعت پیدا کرنا (۴۲۳)۔

حضرت مظہر کی شہادت — ایک سیاسی واقعہ

حضرت مظہر کے عہد کے سیاسی خلیفہ و فراز کا ذکر ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ اس عہد میں ملکی سیاسی جماعتوں نے حکومت کے زوال کو تیز تر کرنے میں جو کردار ادا کیا اس کے مختصر حالات بھی گزر چکے ہیں۔ ان میں دو متحارب پارٹیوں یعنی ایرانی اور تورانی جماعتوں میں اقتدار کے لیے رسہ کشی کے دوران ناقابل تلافی نقصانات (۴۲۴) ہوئے۔

محمد شاہ کے عہد میں ایرانی جماعت کے رؤساء سادات بارہ قتل ہو گئے جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن اسی عہد میں تورانی پارٹی کی قیادت کی کمزوری کے باعث ایرانی پارٹی نے اتنا عروج حاصل کر لیا کہ شاہ عالم ملنی کے عہد میں ایرانی جماعت کے سب سے پر جوش قائد نجف خان (۴۲۵) کو مسند وزارت پر فائز کرنا پڑا۔

ایرانی جماعت کے برسر اقتدار آنے سے جہاں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے وہاں جیسے ہی نزاع بھی قابل ذکر ہے۔ اس عہد میں ملنے اہل سنت کو خاص پریشانی ہوئی۔

نجف خان نے تحفہ اثناء عشریہ کے مولف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

اور شاہ رفیع الدین کو دہلی سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ اپنے خاندان سمیت شاہدرہ تک پیدل گئے تھے۔

نجف خان تورانی پارٹی کی مہلت پناہی کرنے والی ایک طاقت "روہیلہ" کا بھی سخت دشمن تھا۔ اس نے روہیلوں کو پامال کیا اور ضابطہ خان بن نجیب الدولہ کو مرہٹوں کی مدد سے شکست دی تھی۔ تمام راسخ العقیدہ سنی علماء و مشائخ روہیلوں اور تورانی جماعت کے حامی تھے۔ خصوصاً دو فعال ترین شخصیتوں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ (۲۲۶) اور حضرت مظہر کی خانقاہیں تو ان طاقتوں کا مرکز تھیں، جس کے نتیجے کے طور پر ان دونوں شخصیتوں کے خاندانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ہمارا خیال ہے کہ اولاد حضرت شاہ ولی اللہ سے "مقصدیانِ سلطانی" کا رویہ ضبط کرنے اور ہمارے افراد کا حضرت شاہ فخر دہلوی کے ہاں پناہ لینے (۲۲۷) کے واقعہ کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔

حضرت مظہر علانیہ تورانی جماعت کے حامی تھے اور اس پارٹی کے بہت سے افراد کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے۔ وہ علانیہ آپ کی خانقاہ میں آتے رہتے تھے۔ حضرت مظہر قاضی مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں:

بعضی تورانیہا با فقیر آشنا ہستند حاضر اند و ایرانیہا خود دشمن اند

(۲۲۸)۔

نجف خان کو اپنی وزارت کے دوران سب سے زیادہ نقصان جس گروہ نے پہنچایا وہ "روہیلے" تھے۔ اس عہد کے سب سے بڑے روہیلہ سردار نجیب الدولہ کو حضرت مظہر سے بہت عقیدت اور "حسنِ عن" تھا۔ اس نے کئی بار اس آرزو کا اظہار کیا تھا کہ حضرت مظہر اس کے مقبوضہ علاقے میں سکونت اختیار کر لیں۔ چنانچہ حضرت مظہر کئی مرتبہ اس کے علاقے میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک خط میں آپ نے اس کی جو تفصیل دی ہے۔ وہ ان حالات کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔ لکھتے ہیں:

اھلِ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی... اس قوم میں عجیب و غریب آثار ظاہر ہوئے، ہم نے یہ سفر بالکل ٹھیک کیا ہے۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آنے ہیں... ان میں سے ایک جماعت میرے ساتھ آئی ہے اور کب

طریقہ کے لیے میرے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے
(۴۲۹)۔

حضرت مظہر کے بہت سے مریدین نجیب الدولہ اور توراتی امراء کے لشکروں
میں ملازم تھے (۴۳۰)۔

آپ کے خطوط سے کئی ایسے اشارات ملتے ہیں کہ آپ اور دیگر مخلصین بعض
مہمات کے دوران نجیب الدولہ کی کامیابی کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے (۴۳۱)۔
نجیب الدولہ کے علاوہ کئی دیگر روہیلہ سردار مثلاً دوندے خان، حافظ رحمت خان اور
افضل الدولہ سے بھی حضرت مظہر کے نہایت خوشگوار مراسم تھے (۴۳۲)۔

نجف خان کے سب سے بڑے حریف اور توراتی پارٹی کے سرگرم رکن
مجدالدولہ عمادۃ الامراء، فرزند خان (عبدالاحد خان) سے بھی حضرت مظہر اور حضرت شاہ
ولی اللہ کے بہت اچھے تعلقات تھے (۴۳۳) اسی طرح ایک اور اہم روہیلہ سردار طارحیم
دادجو کہ نجف خان کا بدترین دشمن اور پانی پت و نواح پانی پت کا عامل تھا، کے ساتھ
حضرت مظہر کے قدیم مراسم تھے۔ ہم نے اس مقدمے میں اس سلسلے کی جو
تفصیلات دی ہیں (۴۳۴) ان سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ وہ تقریباً تمام مہمات
پر روانہ ہونے سے پیشتر حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مہمات کے بارے
میں مشورہ کرتا تھا۔

ان کے مقابلے میں حضرت مظہر نجف خان سے بہت کبیدہ خاطر رہتے تھے۔
ایک خط میں لکھتے ہیں :

جس دن سے نجف خان آیا ہے اس شہر میں فقیر سے لے کر
بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر خاص و عام کی
زبان پر مجدالدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔ خدا جلد ہی کچھ کر دے
(۴۳۵)۔

نجف خان کی ان حرکات کے اثرات ظاہری زندگی اور سیاست پر ہی نہیں پڑ
رہے تھے بلکہ حضرت مظہر کے جانشین نے اس عہد کی روحانی فضا کا تذکرہ کیا ہے
کہ نجف خان کے اقتدار میں رمضان شریف کی برکت کا ادراک نہیں ہوتا اور کفر کی
علمت ہر طرف چھا گئی ہے (۴۳۶)۔

ان حالات میں اس بات کا اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ ایرانی پارٹی نے ایسے

علماء و مشائخ کے خلاف سخت اقدامات کیے تھے۔ انہیں شہر بدر کرنے کے علاوہ انہیں قتل کرنے کا باقاعدہ پروگرام بنا رکھا تھا۔ اس عہد کے ایک نامور امیر اور فعال سیاسی شخصیت حماد الملک نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ حضرت مظہر کی شہادت کی اصل نوعیت کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے، ملاحظہ ہو:

مخاب کا ایک باشندہ جو حضرت شاہ فخر دہلوی کی خدمت میں دہلی گیا تھا اس نے ایک دن حضرت شاہ فخر کی مجلس میں بیان کیا کہ جس دن حضرت مظہر کو شہید کیا گیا، اس دن میں ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا، میں نے ایک ایرانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک بڑے سنی عالم کو قتل کر دیا ہے لیکن ابھی ایک اس سے بھی بڑا عالم (حضرت شاہ فخر) باقی ہے۔ میں اسے بھی ضرور قتل کر دیتا لیکن کیا کروں کہ اس کے گرد ہر وقت مریدوں کا اتنا ہجوم رہتا ہے کہ میں اسے کبھی تنہا نہیں پاتا۔ یہ سن کر حضرت شاہ فخر نے کہا خاطر جمع رکھو اللہ حافظ و ناصر ہے (۲۲۷)۔

اس میں منظر کی بنیاد پر یہ سمجھ لینا نہایت آسان ہے کہ خانقاہ مظہری تمام حب وطن امراء، تورانی جماعت اور روسیلوں کا مرکز تھی اور اکثر سیاسی امور پر غور و فکر یہیں ہوتا تھا۔ گویا اس درگاہ نے بھی آستانہ حضرت شاہ ولی اللہ کی طرح ملکی سیاست میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔

اس فضا میں جب تک ایسی فعال شخصیتوں کو دارالحکومت سے شہر بدر یا قتل نہ کیا جاتا، ایرانی پارٹی کا اس وقت تک یہاں مکمل کنٹرول ناممکن تھا۔ ان حواہد کی بنیاد پر ہم حضرت مظہر کی شہادت (۱۷۸۱ء) کو ایک سیاسی قتل کا درجہ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اس عہد میں حیدر سنی اختلافات کو بعض سیاسی جماعتوں نے جیسا کہ وہ عام طور پر کیا کرتی ہیں، اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اس طرح سے ہوا دی تھی کہ اس کے دور رس اثرات مرتب ہونے لگے۔ چونکہ اس دور میں علماء کا ایک طبقہ سیاست میں گہری دلچسپی لے رہا تھا، جس سے عوام کی سیاسی حس بھی بیدار ہونے لگی تھی اس لیے سیاسی رہنماؤں نے معمولی مذہبی اختلافات کو اپنے دنیوی کامدے

کے لیے اتنا ابھارا کہ صماء کی تمام تر دماغی صلاحیتیں دونوں فرقوں کے نظریات کی رد و قدح میں صرف ہونے لگیں۔ بعض گہری فکر کے صماء نے اس سازش کو بھانپ لیا اور اسلامی وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے کے لیے منفی اور اشتعال انگیز رسائل لکھنے کی بجائے مثبت اقدام کیے ان میں سے شاہ ولی اللہ کی ازادۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء اور قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین اور شاہ عبدالعزیز کی تحفۃ اثناء عشریہ اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجالس کا انعقاد، باطل کے مقابلے میں آپ کی بے مثال قربانی اور ایثار کا تذکرہ بلا جہہ ایمان افروز عمل ہے، لیکن اس موقع پر بعض مجالس میں جو بدعات شامل ہو جاتی تھیں دیگر صماء کی طرح حضرت مظهر بھی ان کی مخالفت فرماتے تھے۔ دہلی کے حبیہ طبقہ میں سیاسی کامرے اٹھانے والے گروہ آپ کی اس مخالفانہ گفتگو کا ذکر بڑھا چڑھا کر کیا کرتے تھے۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ حضرت مظهر کو روافض نے شہید کیا تھا (۲۲۸)۔

حضرت مظهر کی شہادت کو ایک سیاسی قتل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اسے ایک انتہائی درجہ کا مذہبی تعصب بھی قرار دے سکتے ہیں۔

حضرت مظهر کی تعلیمات

حضرت مظهر کے مکتوبات اور مخطوطات دراصل آپ کی تعلیمات اور ساری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔ بلکہ مقامات مظهری میں شامل آپ کے چوبیس مکاتیب کا انتخاب تو قصداً ہی اس طریقہ پر کیا گیا ہے کہ ان سے آپ کی تعلیمات ابھر سکیں۔ ذیل میں مکتوبات و مخطوطات میں سے آپ کے ارشادات کی تلخیص درج کی جا رہی ہے:

۱۔ طالب کو چاہیے کہ خود کو چار قسم کے فساد سے محفوظ رکھے:

(۱) نامحرم اور غافل کی صحبت۔

(۲) مشتبہ روزی سے اس کا ہر لقمہ باطن کے نور کو ظلمت میں

بدل دیتا ہے۔

- (iii) زیادہ کھانے سے -
 (iv) روزی کو غفلت سے کھانے سے مالک جو لقمہ غفلت سے کھاتا ہے ' وہ صرف چربی پڑھاتا ہے -

۲- شریعت میں مرد اس وقت بالغ ہوتا ہے جب منی شہوت کے طریقہ پر اس میں سے خارج ہو ' لیکن طریقت میں اس وقت بالغ ہوتا ہے جب وہ شہوت پر قابو پا لیتا ہے -

۳- شریعت میں نادار کو فقیر کہتے ہیں لیکن طریقت میں فقیر اسے کہتے ہیں جس کے باطن میں سوانے ہڈا کے اور کچھ نہ ہو - یہ وہ فقر ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے اور فرمایا ہے "الفقر فخری" (۴۳۹)

۴- مشتبہ لقمہ نور باطن کو "تباہ اور سیاہ" کر دیتا ہے (۴۴۰)۔
 ۵- دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کر لو ' تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو (۴۴۱)۔

۶- وحدت الوجود کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے (۴۴۲)۔
 ۷- کرامات کو اپنے لیے خود پسندی اور فخر کا سرمایہ نہ بنائیں (۴۴۳)۔
 ۸- کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیرو کمال کو منسوب نہیں کرتا بلکہ انہیں مستقر سمجھتا ہے (۴۴۴)۔

۹- بزرگن دین یعنی علماء و صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کے اختلاف میں نہیں پڑنا چاہیے (۴۴۵)۔

آپ کے مخلصین آپ سے بعض دینی مسائل بھی دریافت کرتے تھے - آپ کے مکتوبات سے نہ صرف ان مسائل کے بہترین حل ملتے ہیں بلکہ اس دور میں زیر بحث امور کی ایک جھلک بھی نظر آجاتی ہے -
 مثلاً

۱۰- نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانے کے مسئلے میں اختلاف ہے - حضرت مجدد نے رفع سباہ کی نفی کی ہے - حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد کے زمانے تک رفع سباہ کی تائید کرنے والی احادیث معشور نہیں ہوئی تھیں یا حضرت مجدد تک حدیث کے وہ متون نہیں پہنچے

تھے اس لیے آپ سے اس مسئلے میں اجتہادی خطا ہوئی۔ احادیث صحیحہ کی روشنی میں رفع سبہ کی تائید ہوتی ہے (۴۴۶)۔

۱۱۔ مکتوب نمبر ۱۸، ۱۹ میں آپ نے شیعہ سنی اختلاف اور مختلف فیہ مسائل کا حل عمدہ پیرایہ بیان اور صوفیانہ طریقہ پر کیا ہے جو دل کی گہرائیوں تک اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

۱۲۔ حضرت مظہر کے سولہویں مکتوب سے جو حدیث کے مطابق عمل کرنے کے بیانات پر مشتمل ہے، بعض اہل حدیث حضرات نے اسے اپنے مکتبہ فکر کا ترجمان بنانے کے لیے نہ صرف اس مکتوب پر حاشیے پڑھائے ہیں بلکہ حضرت مظہر کو اہل حدیث عالم ہدایت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس مکتوب میں آپ کا مقصد بیان تو صرف یہ ہے (۴۴۷):

عمل حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت ہے یعنی صرف مجتہد فی المذہب ہی قول امام کو ترک کر سکتا ہے۔

مقامات مظہری میں شامل مختلف ضلعوں میں آپ کے یہ زریں اقوال حرز جان بنانے کے قابل ہیں، فرماتے ہیں:

۱۳۔ امراء کے طعام کی ظلمت باطن کو مدد کر دیتی ہے۔

۱۴۔ لقمہ حلال توفیق رفیق اور نور اطاعت میں اضافہ کرتا ہے۔

۱۵۔ سالک کے دل میں ہدا اور دنیا کی طلب جمع نہیں ہو سکتی۔

۱۶۔ بشارات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں۔

۱۷۔ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے۔

۱۸۔ اس زمانہ میں توکل تفرقہ دل کو رفع کرنے کا سبب ہے۔

۱۹۔ جو طالب کامل صحت یعنی نسبت محمدیہ چاہتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ اتباع سنت کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشعود :

حضرت مظهر نے اپنے مکتوبات (۴۴۸) میں ان دونوں افکار کی جس طرح تشریحات کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس دور کے اہم ترین مسائل میں شمار کیے جانے لگے تھے ۔

نظریہ وحدت الوجود میں جب ہندوؤں نے اپنے فلسفے کی آمیزش شروع کر دی تو اس تحریک سے صوفیہ عام کا طبقہ متاثر ہونے لگا رہ سکا ۔ ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے صوفیہ کو لٹکرا اور اس کے انجام سے خبردار کرنے کی کوشش کی ۔

خود چشتی سلسلہ کے بزرگ جن کے ہاں اس نظریہ کو سب سے زیادہ پذیرائی ہوئی تھی ، اس نظریہ کے تمام تر بحث کو غافقاہ تک محدود رکھنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے ، لیکن جب ان شرائط کی گرفت ذہنی ہوئی تو عوام تک پہنچ کر اس نظریہ نے منفی اثر مرتب کرنا شروع کر دیے ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ کی بہت اصلاح کی اور اس کے مقابل وحدت الشعود کو پیش کیا ۔ علماء و مشائخ جو وحدت الوجود کی کتابوں کا شب و روز درس دینے اور اس نظریہ کی حامل کتب کی شرح لکھنے میں مصروف تھے ، بعض کی تو ساری ساری زندگی ہی ان کتابوں کی شرحیں لکھنے اور اعتراضات کے جواب دینے میں صرف ہو چکی تھی ، جب انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریرات میں اس روش کی مخالفت محسوس کی تو " میدان مناظرہ " میں اتر آئے ۔ اس طرح وجودی اور شہودی باقاعدہ دو گروہ متقابل رہنے لگے ۔

افسوس کہ خود غرض اور دنیا پرست علماء و صوفیہ نے اس پر غور و فکر کیے بغیر اسے ایسے معنی پہنانے کہ اختلاف کی یہ پہلی وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی ۔

دارالحدود (ف ۱۰۶۹ د ۱۶۵۹) بن شاہ جہان بادشاہ نے تو انتہا کر دی ۔ اگرچہ اسے شاہ جہان کی زندگی میں ہی " ہزارہ ولی حمد " کہا جاتا تھا ، لیکن جب اس کو راجہ الطغیہ اور محب وطن امراء کی حمایت حاصل نہ ہو سکی تو اس نے ہندوؤں کو اپنا حامی بنانے کے لیے وحدت الوجود اور ہندو ویدانت کو ملانا چاہا ۔ اس پر ملا شاہ بدیشی کی صحبت نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور

تک رسائی میں کوئی مشکل نہ رہی۔ جس کا عملی نتیجہ کتاب مجمع البحرین کی صورت میں نکلا، اس کتاب میں دارا نے اسلامی تصوف اور یوگ کے خیالات کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے (۴۴۹)۔

گویا اب یہ نظریہ طاقتوں سے نکل کر بازاروں اور عوامی مجلسوں کا موضوع بحث بن چکا تھا۔ مہمور فرانسیسی سیاح برنیر نے جو ۱۶۵۸ء میں دارا حکوہ کے لشکر میں بحیثیت طبیب کام کرتا تھا، لکھا ہے کہ وحدت الوجود کے بارے میں ہندوستان میں بڑا غل پڑا ہوا ہے۔ نیز اس نے تسلیم کیا ہے کہ پنڈت اور دوسرے فلاسفہ دارا اور شجاع کے ذہن میں یہ نظریہ اتنا گہرا کر رہے ہیں :

I shall explain to you the Mysticism of a great
sect which has latterly made great noise in
Hindoustan, inasmuch as certain Pandits of
Gentile Doctors had instilled it into the minds of
Dara and Sultan Sujah (۴۵۰)

گو اورنگ زیب کی کامیابی، دارا کے قتل اور مرکز کی مضبوطی نے اس نظریے کو اورنگ زیب کے عین حیات اتنا نہ ابھرنے دیا کہ خطرناک صورت اختیار کر جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ "پنڈت اور ڈاکٹر" (صوفیہ عام) معنی طور پر اس نظریے کے پرچار میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب کی ولایت کے بعد مرکز کی کمزوری کے باعث اس فتنے نے اتنا سر اٹھایا کہ اکابر صوفیہ کرام کا یہ کٹھنی نظریہ وحدت ادیان کے روپ میں کفر کی سرحدوں تک پہنچ گیا۔

اب دو گروہ وجودی اور شہودی باقاعدہ متحارب رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ اس دور میں اس فضا کو درست کرنے کے لیے کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مہمور نقشبندی عالم شیخ محمد مراد ننگ کشمیری نے ایک مستقل رسالہ (۴۵۱) لکھ کر دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کی تکفیر سے منع کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ فریقین کا جوش کسی طرح بھی فرو ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے بزرگ نے ان دونوں نظریات کی ایک دوسرے سے مطابقت کرنے کی کوشش کی اور دونوں نظریات کے مابین صرف لتسی فرق بتایا (۴۵۲)۔

دہلوی وحدت الوجود کو موضوع سخن بنانے کی شدید مخالفت کرنے لگے (۲۵۹)۔
حضرت مظہر نے اپنے مکتوبات میں وضاحت کی کہ یہ محض ایک کٹنی مسئلہ
ہے۔ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔ اور اس میں الجھنے کی ممانعت فرمائی۔

حضرت مظہر کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا ازالہ

حضرت مظہر اور ہندومت :

حضرت مظہر نے ایک مکتوب (۲۶۰) میں ہندومت اور اس کے رہنماؤں کے
بارے میں ایک سائل کو جو جواب دیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے :

- (۱) مالک ہند میں بھی انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے۔۔۔۔
- (۲) یہ دین (ہندومت) پہلے ایک مرتب دین تھا اب منسوخ ہو گیا
ہے۔۔۔۔

(۳) شرع اکثر انبیاء کے احوال میں خاموش ہے اس لیے ہندوستان کے
انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ ہمارے لیے ان کی پیروی
کرنے والوں کے کفر و ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی
نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے۔۔۔۔

(۴) ہندوؤں کا سجدہ 'سجدہ تحیت' ہے نہ کہ عبودیت۔ کیوں کہ ان کے
مذہب میں ماں 'باپ' پیر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا
جاتا ہے۔۔۔۔

(۵) تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

(۶) متاخرین نے ہندومت میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار
ہیں۔

ہندو مسلم اتحاد اور وحدت ادیان کی مثالوں کے متلاشی مصنفین نے حضرت
مظہر کے اس مکتوب پر بہت سے حاشیے پڑھائے ہیں۔ ذیل میں ہم انہی غلط فہمیوں
کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضرت مظہر کے جدِ روحانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی اپنے

حضرت مظهر اور دیگر نقشبندی بزرگ اسے محض لفظی فرق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت مظهر نے اپنے ایک فاضل غلیف مولانا غلام سبکی بہاری (۲۵۳) سے اس انطباق کے خلاف ایک منقول رسالہ "کلمات الحق" (۱۱۸۴ھ) لکھوایا اور اس رسالے پر خود ایک تقریظ لکھی (۲۵۴)۔ نیز حضرت مظهر نے شیخ قمر الدین اورنگ آبادی سے بھی اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام مظهر انور (۲۵۵) ہے۔ پھر اس رسالے کی ایک شرح "المظاہر" کے نام سے سید نور الہدیٰ بن قمر الدین مذکور نے لکھی تھی (۲۵۶)۔

معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ جانشینان شاہ ولی اللہ نے ان رسائل کے بھرپور جوابت لکھے۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے رسالہ کلمات الحق مذکور کا ایک ضخیم کتاب لکھ کر رد کیا جس کا نام دماغ ابطال (۲۵۷) ہے۔

رد و قبول کا یہ سلسلہ انھارھویں صدی کے آخر تک تحریری صورت میں چلتا رہا۔ ملا بحر العلوم کے رسالہ وحدۃ الوجود (۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء) سے لے کر شاہ عبدالعزیز کے رسالہ (۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) تک اس سلسلے کی کڑیاں ملتی ہیں۔

اگر تردید و تائید کا یہ سلسلہ علماء و صوفیہ تک محدود رہتا تو زیادہ خراب نتائج برآمد نہ ہوتے لیکن جب اسے علماء کی گفتگو اور شعراء کی زبان مل گئی تو اب یہ نظریہ سراسر عوامی نظریہ بن کر رہ گیا اور اس نے یہ خطرناک صورت اختیار کی:

ہر چیز ہا ہے، مذہب کی ظاہری حیثیت یعنی در و حرم کی تفریق کا غاتمہ، مندر اور مسجد کا فرق جاتا رہا۔ سماجی زندگی میں اتنی بے اعتدالی پیدا ہوئی کہ یہ کہا جانے لگا کہ انسان بھی ہا ہے تو پھر یہ مسخکہ خیز بات ہے کہ ہا ہا کی عبادت کرے، ایسی صورت میں کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا، کیوں کہ گناہ کا مرتکب خود ہا ہے۔ جب ہا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ ہا خود اپنی ذات کو سزا دے۔ اس نظریہ نے حرم اور مے کدے کا فرق ختم کر دیا۔ عوام اپنے نفس اور ہا دونوں کو بیک وقت خوش رکھنے کی کوشش کرتے (۲۵۸)

گویا اس کشی نظریے کی غلط تعبیرات نے ذہنی فرار اور قنوطیت کی فضا پیدا کر دی۔ ان حالات میں مصلح صوفیہ پھر میدان میں آنے، چنانچہ حضرت شاہ فخر الدین

ایک مکتوب میں ہندوستان میں بعثت انبیاء کا ذکر کیا ہے ، آپ اپنا ایک مکاشفہ بیان کرتے ہیں :

گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں کوئی مہینبر مبعوث نہ ہوا ہو ، حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ میں دور دکھائی دیتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے مہینبر مبعوث ہونے ہیں اور صالح جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے ۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مصلحوں کی طرح روشن ہیں اگر کوئی ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے ، اور دیکھا ہے کہ کوئی ایسا مہینبر ہے جس کی کسی نے اتباع نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی ایسا مہینبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی کے تابع صرف دو اور بعض کے ساتھ صرف تین آدمی ایمان لائے ، تین آدمیوں سے زیادہ نظر نہیں آتے ، جو ہند میں کسی مہینبر پر ایمان لائے ہوں ۔۔۔۔

جو کچھ ہند کے یس کھار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تہدیس کے بارے میں لکھا ہے سب انوار نبوت سے مقتبس ہے کیوں کہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانے میں کوئی نہ کوئی مہینبر ضرور ہوا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے جوت اور اس کے تنزیہ و تہدیس کی نسبت جبردی ہے ۔۔۔۔

زمین ہند میں دیہاتوں اور شہروں کی تباہی کے آثار بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے معاصرین میں باقی رہا ۔۔۔ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں (۴۶۱)۔

اگر حضرت مجدد کے اس مکتوب کی روشنی میں زیر بحث مکتوب حضرت مظهر

کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں حضرات کے خیالات میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔
حیرت ہے کہ ہمارے معاصر ہندوستانی مصنفین نے حضرت مہر کے اس
مکتوب کو دارا حکوہ کے خیالات سے مطابقت کی کوشش کی ہے 'مدیہ ہے:
میرزا مہر جان جانان کے اس خط کے مطالعہ سے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ 'علائکہ دارا حکوہ کا وجود صفہ ہستی سے بہت پہلے
ائمہ چکا تھا ' مگر اس کی روح اب بھی کار فرما تھی اور میرزا مہر
کے خیالات دارا کے خیالات کی بازگشت تھے ' ایسا گمان ہوتا ہے
کہ میرزا مہر نے دارا حکوہ کی سر اکبر کا (مطالعہ) کیا ہوگا کیوں
کہ ان کا وہی انداز بیان اور طرز فکر وہی ہے جس کا دارا نے سر
اکبر کے دیباچہ میں اظہار کیا ہے ' اگر میرزا مہر کے اس خط کو
دارا سے منسوب کر دیا جائے تو کسی کو اس بات کا گمان بھی
نہیں ہو سکتا کہ یہ خط کسی اور صاحب فکر کا بھی ہو سکتا ہے
(۴۶۲)۔

دارا حکوہ کی سر اکبر خاٹن ہو چکی ہے (۴۶۳)۔ اس کے مطالعے سے ہر راج
الغیہ مسلمان اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ اپنی اس کتاب میں اپنشد کو قرآن پاک میں
مذکور "کتاب کنون" حاکم کرنے والا اور اسے "کنج توحید" بتانے والا اسلام کی
حدود کو عبور کر کے ایسی منزل پر پہنچ چکا تھا ' جہاں صرف اکبر بادشاہ کے دین الہی
میں ہی اسے پناہ مل سکتی تھی۔

حضرت مہر نے تو ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب "وید" کو الہامی اور ایک
فروغ "برہما" کے ذریعے اس کی زمین پر ترسیل کا ذکر کیا ہے لیکن دارا حکوہ نے تو
واحد الخاطہ میں اسی "برہما" کو حضرت آدم علیہ السلام کہہ دیا ہے:

بر اہنای آن وقت کہ بزرگ ترین آئنا برہما کہ آدم صلی اللہ
است بامسبح احکام نازل شدہ (۴۶۴)۔

ہاں کا شکر ہے کہ وحدت ادیان اور جذباتی ہم آہنگی کی محالیں تلاش کرنے
والے مصنفین کو حضرت مجدد کے منقولہ بالا مکتوب کا سراغ نہ مل سکا ورنہ وہ اس کے
بارے میں بھی وہی خیال ظاہر کرتے کہ یہ کسی دارا حکوہ یا دارا حکوہی کی تحریر ہونے
کا محض ہے (۴۶۵)۔

کیا حضرت مجدد کے زیر بحث مکتوب کی موجودگی میں کوئی "صلح پسند" یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مکتوب آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی فضا کو بہتر بنانے کے لیے لکھا تھا۔ چونکہ اس مکتوب کے علاوہ آپ نے ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے بارے میں جس سخت رویہ اور نفرت کا اظہار کیا ہے اس لیے مورخین ایسے نتائج اخذ کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس حضرت مظہر کے ہندوؤں کے خلاف خیالات چونکہ اب تک یک جا نہیں ہو سکے اس لیے وہ اس مکتوب کی بنیاد پر آپ کو ہندو مسلم نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے والے قرار دیتے ہیں پروفیسر مجیب 'شاہ ولی اللہ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انہوں نے حضرت مظہر کی طرح ہندو مسلم نظریات میں اتحاد پیدا کرنے کی خدمت انجام نہیں دی :

He does not attempt to bring the Indian Muslims
and Non-Muslims Ideologically closer together,
as, for instance, his contemporary Mirza Mazhar
Jan-i-Janan did - (۴۶۶)

اسی قسم کی رائے کا اظہار ڈاکٹر محمد عمر 'مشیر الحق اور فرید مان یوحنا نے بھی کیا ہے (۴۶۷)۔ گو حضرت مظہر کے بعض ہندوؤں سے مخلصانہ تعلقات تھے۔ لیکن کیا یہ روابط آپ کی مذہبی رواداری کے باعث تھے؟ کیا حضرت مظہر ہندوؤں کو حلقہ مریدین میں داخل کرتے تھے؟

ذیل میں ہم ہندو مت اور ہندوؤں کے بارے میں حضرت مظہر کے چند دیگر بیانات درج کر رہے ہیں تاکہ آپ کے زیر بحث مکتوب اور ان سوالات کا جواب مل سکے۔

اسی مقدمہ میں ہم نے مرہٹہ گردی 'سکھ گردی اور سرہند کی تباہی کے عنوانات سے دیگر بحث کے دوران حضرت مظہر کے اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں ہر مرتبہ "کفار مرہٹہ"، "سکھ کافر" کے الفاظ آپ نے خصوصیت سے لکھے ہیں۔ ان واقعات کے تحت آپ کے جن تاثرات کا اظہار ملتا ہے 'ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں ہندوؤں سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔

اگر اس مکتوب کی بنیاد پر آپ کو ہندو مسلم کی تمیز معانے والا اور ان کی نظریاتی سرحدوں کو طے کرنے کے لیے راستہ ہموار کرنے والا فرض کر لیا جائے تو یہ بہت

نا انصافی ہوگی۔ اگر اس مکتوب سے آپ کا مقصد ہندو مسلم اتحاد ہوتا تو آپ اپنی دیگر تعلیمات میں اپنے مریدوں کو اس کی نصیحت ضرور فرماتے بلکہ حقائق تو اس کے بالکل برعکس ہیں۔ آپ تو تشبہ ہنود اور اپنے اصحاب تو درکنار عام جاہل مسلمان عورتوں کا ہندوؤں کی مذہبی رسوم میں شریک ہونا آپ پر نہایت ناگوار گزرتا تھا۔

حضرت مظہر کے عہد میں بھی بعض جاہل مسلم عواتین سیتلا دیوی کے مندروں میں جاتی تھیں۔ آپ نے اسے صریحاً شرک قرار دینے کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب پر اپنے "اصول بیعت زنان" وضع کیے تھے:

اکثر زنان بواسطہ کمال جمل کہ دارند باین استہد ممنوع مبتلا اند

... بادی مراسم شرک و اہل شرک گرفتار اند ... ایشان در

وقت عروض مرض جدری کہ در زبان ہندی سیتلا معروف است

معبود و محسوس است کم زنی باشد کہ از دکانق این شرک غالی

بود و برسی از رسوم آن اقدام نہ نماید (۳۶۸)۔

آپ نے ہندوؤں کے مقدس دنوں کی مسلمانوں کو تعظیم کرتے سنا تو اسے کفر قرار دیتے ہوئے مسلمان عورتوں کو دیوالی میں شرکت سے اس طرح منع کیا:

تعظیم نمودن ایام مظہرہ ہنود و بجا آوردن دران ایام رسوم

متعارفہ جہود را نیز مستلزم شرک و مستوجب کفرست چنانچہ در

ایام دیوالی کفار جملہ اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشان رسوم اہل

کفر را بجا می آرند ... ہمہ شرک و کفرست بہ دین اسلام (۳۶۹)۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں دختر کشی کی رسم ہندوؤں سے آئی تھی، چنانچہ حضرت مظہر نے عواتین کو بیعت کرنے کے لیے جو شرائط تحریر کی ہیں، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی:

شرط ... در بیعت نساء فرمودہ است نہی از قتل اولادست کہ زنان

ایشان دختران خود را می کشتند (۳۷۰)۔۔۔۔

یہ تو جاہل عورتوں کا معاملہ تھا، اگر آپ کے حلقہ میں سے کوئی غلطت سے ہندوؤں کے ہاتھ سے کوئی چیز کھا لیتا تھا تو اس کے باطن میں کدورت پیدا ہو جاتی تھی اور آپ کو نور باطن سے اس کا علم ہو جاتا تھا، مقامات مظہری کے مولف ایک مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، 'مخ غلام حسن سے توجہ کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے کٹار کی پوجا کا کھانا (پڑھاوا) کھایا ہے؟ تیرے باطن سے کفر کی قلمت ظاہر ہو رہی ہے، انہوں نے کہا میں نے ہندو کے ہاتھ سے کوئی چیز کھائی ہے، میرے باطن کی تمام کمورت اس وجہ سے ہے (۴۱)۔

جس شخص کے حدام اگر بھول کر کسی ہندو کے ہاتھ سے کوئی چیز کھالیں اور ان کا باطن اس وجہ سے تاریک ہو جاتا ہو اس سے ہندو مسلم اتحاد کے لیے غوش گوارضا پیدا کرنے کی توقع محض غوش فہمی ہے۔ یہ تو عمومی اور امن و امان کے حالات تھے۔ جنگ پلنی پت کے آغاز میں جب مرہٹوں کا دہلی پر قبضہ ہو گیا اور اسے لوٹ کر برباد کر دیا گیا تو حضرت مہر بھی ان حالات سے متاثر ہوئے۔ اور کسی مقام پر پناہ لی۔ تو ایک مرہٹہ سردار آپ سے ملنے کے لیے وہاں گیا تو آپ اس "کافر مرہٹہ" کی تعظیم کے لیے باطل نہ اٹھے (۴۲) 'گویا اس نازک اور "آسیب" کے زمانے میں بھی کسی مصلحت نے آپ کو اپنے موقف سے ہٹنے پر مجبور نہ کیا۔

اگر ہندوؤں سے مذہبی اتحاد آپ کی تعلیمات میں شامل ہوتا تو اس کے اثرات آپ کے مخلصین میں ضرور نمایاں ہوتے۔ آپ کے اجل ظلیلہ حضرت قاضی مناء اللہ پلنی بقی ہندوؤں کے گھروں میں داخل نہیں ہوتے تھے (۴۳)۔

زیر بحث مکتوب میں حضرت مہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ "تسلخ" پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا " جس سے بعض "رواداری پسند" مفسدوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ یہ آپ کا اپنا عقیدہ یا فتویٰ ہے حالانکہ اس میں آپ نے واضح طور پر بتایا ہے کہ ہندوؤں کو محض اس لیے کافر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ تسلخ پر اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ ان کے کافر ہونے کی دیگر وجوہ بھی ہیں۔ حضرت مہر کی درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین اور معہور عالم مولانا زید ابوالحسن نے آپ کے اس قول کی بھی یہی توضیح کی ہے (۴۴)۔

کہاں دارا کھوہ کے حقاہ، کہاں آپ کا یہ مکتوب پھر ان دونوں کے خیالات کے انطباق (۴۵) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حضرت مہر کو ہندو مسلم آئیڈیالوجیز کو ایک دوسرے کے قریب لانے والا محبت کرنا تو حقائق کی واضح خلاف ورزی ہے۔ بلکہ ہمارے خیال میں ہندو سے نفرت کرنا حضرت مہر کے معمولات میں شامل

تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ غیر مبہم ارشاد ' حضرت مظہر کے معمولات کا حصہ نظر آتا ہے :

"تثبت بہ مجموع احکام اسلام و کفر مشرک ' تبری از کفر شرط اسلام و بیزاری از شائبہ شرک شرط توحید (۴۷۶)۔"

یعنی ہندو مسلم اتحاد کے لیے راہ ہموار کرنا تو دور کی بات ہے ' آپ کے نزدیک کفر اور اسلام کے احکام کو آپس میں ملانا یعنی "مجمع البحرین" کی کوشش کرنے والا مشرک ہے۔ آپ کے نزدیک فقط کفر کی مخالفت اسلام کی شرائط میں نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مسلمان کے لیے کفر پر تبریٰ کرنے والا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اور مشرک تو درکنار ' مشرک کے شائبہ سے بھی بیزاری یہاں کے مسلمان کے لیے شرط اول ہے۔

حضرت مظہر نے واضح طور پر اسی مکتوب میں لکھا ہے :

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو عاقم المرسلین ہیں اور تمام بنی نوع انسان کے لیے نبی ہیں کا مذہب مشرق و مغرب کے تمام ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے۔

حضرت مظہر اور حسن پرستی و نازک مزاجی :

شعراء کے تذکرہ نگاروں کے ہاں عجب قسم کا تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ حضرت مظہر کی پاک دامنی اور اعلیٰ اخلاق و اوصاف کی تصویریں کھینچتے ہیں تو دوسری طرف آپ کو عشق بتاں میں گرفتار ' شاہد پرست اور دیگر خرافات میں مبتلا بتاتے ہیں۔

آپ کے دونوں معاصر سوانح نگاروں مولانا بہرائچی اور شاہ غلام علی نے "عشق حقیقی" کو آپ کے "خمیر مایہ طینت" (۴۷۷) اور عالم طفولیت سے ہی آپ کو "صور جمید" کی طرف مائل بتایا ہے (۴۷۸)۔ چھ ماہ کے بچے کی اس رغبت کو شعراء کے تذکرہ نویس نہ جانے کیا نام دیں لیکن آپ کے والد گرامی کی اس وصیت کو کہ "تم جب تک عشق مجازی کا طوق پہن کر کوچ و بازار میں رسوا اور غوار نہ ہو گے ' میری روح تم سے راضی نہیں ہو گی" (۴۷۹)۔

اگر اس وصیت کا تذکرہ نگاروں کو علم ہو جاتا تو وہ مرقع دہلی میں مرقوم

عشاق کے ساتھ آپ کو دہلی کے بازاروں میں لباس عاشقانہ میں دکھانے سے بھی گریز نہ کرتے۔

آب حیات کے رطب و یابس کو حقائق ثابت کرنے کے شوق میں مسعود حسن رضوی ادیب نے اس وصیت کو نقل کرنے کے بعد نہ جانے کیوں یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ:

کوئی سعادت مند بیٹا باپ کی نصیحت اور وصیت کو کلیۃً نظر انداز نہیں کر سکتا (۳۸۰)۔

ہذا کا شکر ہے کہ وصیت کے اثرات کا درج بالا نتیجہ اخذ کرنے والے محقق کی نظر اس وصیت نامہ کے خاتمہ پر وصیت کے معاصر ناقل کے اس مشاہدہ پر نہیں پڑی:

از توجہ ممنوی حضرت والد بزرگوار خود بلکہ بہ محض فضل ایزدی در مرتبہ عشق بازی باقی مرتبہ کمال رسیدن و جان شیریں فدائے راہ مولیٰ نمودند و از دست ناحق پرستان بے دولت بدرجہ شہادت اصلی رسیدند (۳۸۱)۔

[یعنی والد بزرگ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ مرتبہ "عشق حقیقی" میں کمال کے انتہائی مرتبہ پر پہنچ گئے تھے اور اپنی جان عزیز کو راہِ خدا میں فدا کر دیا تھا۔ (مختصاً)]

ورنہ موصوف آب حیات کی حمایت کے جوش میں حضرت مظهر کو "عشق بازوں" کی صف میں ضرور کھڑا کرتے۔

بھلا عشق مجازی میں گرفتار اپنے عشق کی بدولت "مرتبہ کمال و تکمیل" تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ مسعود حسن رضوی ادیب جنہوں نے معمولات مظہریہ اور مقامات مظہری میں مندرج آپ کے عشق حقیقی کے جذبات کو آب حیات اور دیگر شعرائے فارسی و اردو کے تذکروں سے مطابقت کی کوشش کی ہے کیا وہ مقامات مظہری میں مرقوم حضرت مظهر کے محبوب کا نصف شب میں خواب گاہ کے دروازوں کے کھل بند ہونے کی صورت میں آپ کے بستر پر پھول رکھ کر غائب ہونے کی مثال شعراء کے تذکروں میں سے پیش کر سکتے ہیں؟

یقیناً ان واقعات کا تعلق عشق حقیقی سے ہے نہ کہ عشق مجازی سے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مظہر کی حسن دوستی ، نفاست پسندی اور لطافت طبع اس درجہ کی تھی کہ تذکرہ نگاروں نے اس سے کئی حکایتیں گھڑ لی ہیں۔
بقول عبدالرزاق قریشی مرحوم :

... محمد حسین آزاد نے (آپ کی) میرزائیت اور بد دماغی میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ، انہوں نے میرزا صاحب کی نفاست پسندی اور میرزائیت کو بد دماغی و نازک مزاجی سے تعبیر کیا اور ان کے حالات خصوصاً اطوار و عادات کے بیان میں طنز و استہزا سے کام لیا (۲۸۲)۔

تذکروں میں آپ کے جس مزاج کی تعلق ، نزاکت اور افتاد طبع کا ذکر ملتا ہے ، اس کی تردید مقامات مظہری کے مختلف مندرجات سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی کی چارپائی ٹیزمی دیکھی تو وہیں بیٹھ جانا یا ٹیزمی چارپائی پر آرام کرنے سے آپ کی نیند میں خلل آنا وغیرہ۔

میر تقی میر جنہوں نے اپنے معاصرین میں سے بہت کم کسی کی تعریف کی ہے۔ جب وہ آپ سے ملے تو یہ تاثر تھا :

مردیست مقدس ، مظہر ... خوش تقریر ، مرتبہ است کہ در تحریر
فی گنج (۲۸۳)۔

مقامات مظہری میں ہی ہے کہ ایک امیر سے آپ نے کہا کہ وہ اپنے بچوں کو ہمارے پاس لائیں وہ صاحب کئی روز تک اپنے بچوں کو آداب سکھاتے رہے۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ نہایت مودب بیٹھے رہے بالآخر آپ تنگ آگئے اور فرمایا تم بچوں کو نہیں لانے ؛ اس نے جواب دیا "حضرت یہ بچے ہیں"۔ آپ نے فرمایا یہ بچے ہیں ، ان کو بچہ کون کہہ سکتا ہے ؛ یہ تو بوڑھے ہیں۔ بچے تو وہ ہیں کہ کوئی میرا رومال لے بھاگتا ، کوئی ٹوپی سر سے اتار لیتا کوئی کرتا پھاڑ ڈالتا۔ بھلا یہ بوڑھے ، بچے کیسے ہو سکتے ہیں ؟

کیا ایک بد دماغ آدمی بچوں کی یہ ناز برداری برداشت کر سکتا ہے
(۲۸۴) ؟

نواب غازی الدین خان فیروز جنگ (۲۸۵) (م ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء) جو کہ حضرت مظہر کا بہت ہی معتقد تھا اور آپ کی "دعوت و حیافت" میں نہایت اہتمام کرتا تھا ،

وہ اس احتیاط اور انتہائی اہتمام کی وجہ یہ بتاتا تھا کہ یہ سب میں اس لیے کرتا ہوں کہ حضرت مظہر کا مزاج ہماری بشری قلمت و کمورت کی وجہ سے متغیر نہ ہو (۴۸۶)۔

آپ کا مزاج مبارک اس قدر صفا تھا کہ اگر کوئی مرید کسی کافر کے ہاتھ کا ایک لقمہ بھی کھا لیتا تھا تو اس کے باطن کی قلمت کا آپ کو فوراً احساس ہو جاتا تھا۔ اگر کسی مخلص کی نظر کسی نامحرم پر پڑ جاتی تھی تو آپ اس مرید سے صاف کہتے تھے کہ آج تم سے "بونے زنا" آرہی ہے۔ اگر کوئی مرید مکہ طیبہ کا ورد کر کے حاضر خدمت ہوتا تو آپ اس کے انوار کا فوراً احساس کر لیتے تھے (۴۸۷)۔

اندازہ کیجیے کہ جس شیخ کو اپنے مرید کی اچانک کسی نامحرم عورت پر نظر پڑنے سے اسے بونے زنا آسکتی ہے، اسے عشق مجازی کا گرفتار، اپنے شاگرد عبدالحی تباہاں کے حسن پر فریفتہ ثابت کرنا سراسر بے بنیاد ہے۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ اپنے پی اتچ ڈی کے مقالہ کو "حضرت مظہر کے احوال و آثار" کا موضوع بنانے والے محقق غلطی انجمن نے یہ کیسے لکھ دیا کہ "ند تو یہ ہے کہ مرزا مظہر جیسے مہذب بزرگوں کے کلام میں اردو کے نام ملتے ہیں (۴۸۸)۔

ہمارے نزدیک یہ سراسر حقائق سے ناواقفیت اور بنیادی مآخذ کے بالاستیعاب مطالعہ کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

حضرت مظہر کی تصانیف

حضرت مظہر کی نہایت مصروف زندگی تھی۔ ایام حجاب میں ہی آپ کا زیادہ وقت ذکر اور مراقبہ میں صرف ہوتا تھا۔ مسلسل تیس سال تک مختلف بزرگوں سے کسب فیض کیا اور تقریباً اتنا ہی زمانہ آپ نے مسند ارشاد و تلقین پر متمکن ہو کر طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں آپ کو مختلف مقامات کا سفر بھی کرنا پڑا، سیاسی شیب و فراز اور دہلی کی فضا کی تبدیلی اور یہاں سے ترک اقامت کی نگر کے باوجود آپ مطالعہ، کتب میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی کو جو خطوط لکھے تھے ان سے آپ کے ذوق مطالعہ کتب کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بعض مکاتیب تو صرف کتابوں کے ذکر سے

مملو اور کتب پر نقد و تبصرہ پر مشتمل ہیں (۲۸۹)۔

لیکن اس کے باوجود آپ کسی مستقل تصنیف کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔
ایک مکتوب میں لکھا ہے :

دبستان تحقیق کے اس بے سواد میں کتاب تصنیف کرنے کی
استعداد نہیں ہے (۲۹۰)۔

آپ کے مختلف مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم کتب خانہ کے
بھی مالک تھے۔ "اتباع سنت" کے سلسلے کی اکثر کتابیں سفر و حضر میں آپ کے
ہمراہ رہتی تھیں۔ حضرت مظہر ان کی بہت حفاظت کرتے تھے۔ مصنفین کے خود
نوشت مخطوطات اور ایسے قلمی نسخے جن کی خود مصنفین نے تصحیح کی تھی، آپ کے
کتب خانے میں تھے اور آپ ان کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے (۲۹۱)۔
حضرت مظہر نے وصیت کی تھی کہ میرا کتب خانہ کا ضی مناء اللہ پانی پتی کو
دے دیا جائے (۲۹۲)۔

اگرچہ ان حالات میں آپ کا تصنیف و تالیف کی طرف رجحان بہت کم رہا،
لیکن شعر گوئی کا ذوق آپ میں فطری تھا، اس لیے اس جذبے کی تسکین کے لیے
کبھی کبھی شعر کہا کرتے تھے۔

معاصر تذکروں میں حضرت مظہر کی کسی اردو یا فارسی شری تصنیف کا حوالہ
نہیں ملتا۔ اگرچہ صاحب گشت ہند اور گارساں دتاسی نے آپ کے نظم و نثر میں خوش
بیان ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن اسے کوئی عصری سند نہیں مل سکی یا آپ کی کوئی
شری مستقل تصنیف اب تک سامنے نہیں آئی۔

حضرت مظہر کی اب تک جو تصانیف ملی ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) دیوان مظہر (فارسی)۔

(۲) خریطہ جواہر (فارسی کے معروف اور غیر معروف شعراء کے کلام کا

انتخاب)۔

(۳) مکاتیب کے مختلف مجموعے۔

(۴) مجموعہ اردو اشعار۔

(۵) متفرق اور مختصر شری تحریریں۔

(۶) ملفوظات۔

دیوان مظہر (فارسی) :

فارسی دیوان کے دو مجموعے مرتب ہونے لگے۔ پہلا دیوان آپ کے ایک مرید نے ۱۱۵۰ھ میں مرتب کیا تھا جس پر خود حضرت مظہر نے دیاچہ لکھا تھا (۴۹۳)۔ یہی وہ مختصر دیوان ہے جس کا ذکر میر تقی میر نے "نکات الشعراء" میں کیا ہے (۴۹۴)۔ لیکن امتداد زمانہ اور بے سواد ناقلین کی وجہ سے اس میں بہت کچھ تصرف ہو گیا تھا۔ اس لیے آپ نے ایک نئے منتخب دیوان کی ترتیب کا ارادہ کیا۔ اس لیے ۱۱۷۰ھ میں آپ نے اپنے کام کو از سر نو مرتب کیا۔ تلاش و جستجو سے بیس ہزار اشعار جمع ہوئے۔ ان میں سے آپ نے صرف ایک ہزار اشعار کا انتخاب کیا اور باقی نظرانداز کر دیے (۴۹۵)۔

اس آخری دیوان میں بھی ردیف بے ترتیب اور غزلیں ناتمام رہ گئی تھیں۔ دیوان مظہر ۱۱۷۰ھ (نقش ثانی) پہلی مرتبہ مطبع مصطفائی کانپور سے ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں چھپا تھا۔ مطبع کے مالک محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان 'درگاہ حضرت مظہر کے سجادہ نشیناں حضرت شاہ احمد سعید مجددی اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی بن حضرت شاہ ابو سعید دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیوان حضرت مظہر مع خریطہ جواہر کا وہ خطی نسخہ جو حضرت مظہر کے جانشین اول اور کتاب ہذا کے مولف حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے استعمال میں رہتا تھا ' اشاعت کے لیے عاریتاً لے کر طبع کروایا تھا (۴۹۶)۔

گویا اب تک پھینچنے والے نسخوں میں یہ مستند ترین نسخہ ہے۔ بعد کی تمام تر اشاعتیں اس کی نقل ہیں۔ اس میں بطور ضمیمہ آپ کی مشہور بیاض خریطہ جواہر بھی ہے۔

اس فارسی دیوان کے کئی ایڈیشن چھپے تھے۔ طبع اول کے علاوہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۹ھ باہتمام مولوی محمد عبدالقدیر اور ملک جلال دین و الہی بخش کتب فروش لاہور نے بھی اس کی نقل چھاپی تھی۔ یہ آخری اشاعت اغلاط کتابت سے پر ہے اور چنداں قابل اعتماد نہیں۔

لیکن دیوان اول (مرتبہ ۱۱۵۰ھ) کے کسی خطی نسخہ یا طباعت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ویسے حضرت مظہر نے اسے خود ہی رد کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ تمام تر دیوان

مانی میں شامل ہے (۴۹۷)۔

حضرت مظہر کے فارسی کلام کی توصیف آپ کے معاصرین نے بھی کی ہے اور عصر حاضر کے ناقدین بھی رطب اللسان ہیں۔

چونکہ مقامات مظہری کا موضوع آپ کی شاعری پر نقد و تبصرہ نہیں ہے اس لیے ہم نے اس طویل موضوع کو ماہرین لسانیات کے لیے مہموڑ دیا ہے۔ محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم نے آپ کے فارسی کلام پر معاصرین کی آراء نقل کر کے خوب تبصرہ کیا ہے (۴۹۸)۔

اردو دیوان :

حضرت مظہر کا اردو کلام کتابی صورت میں مرتب نہیں ہوا تھا ، اگرچہ تذکرہ مسرت افزا میں آپ کے فارسی کی طرح اردو دیوان کے مرتب کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن دیگر تذکروں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی (۴۹۹)۔

دور حاضر میں اردو زبان و ادب کے دو معروف محققین جناب خلیق انجم اور مرحوم عبدالرزاق قریشی نے اردو شعراء کے مختلف تذکروں اور خطی بیاضوں میں سے آپ کا اردو کلام یک جا کیا ہے۔

(۱) جناب خلیق انجم نے اپنے اس کام کو دہلی یونیورسٹی (دہلی بھارت) میں ۱۹۶۱ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کی لیے پیش کیا تھا (۵۰۰)۔ جس کا عنوان "مرزا مظہر جان جاناں" ان کا عہد اور شاعری" ہے (۵۰۱)۔

یہ مقالہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔

(۲) محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم نے ۱۹۶۱ء میں ہی اردو شعراء کے معروف تذکروں اور مختلف خطی بیاضوں کی مدد سے حضرت مظہر کا اردو کلام جمع کیا تھا اور اس پر ایک قابل قدر مقدمہ لکھا تھا۔ یہ مجموعہ ادبی پبلشرز ممبئی سے ۱۹۶۱ء میں چھپا۔ حال ہی میں اسے دارالمصنفین اعظم گڑھ نے دوبارہ شائع کر دیا ہے۔

چونکہ مقامات مظہری کا موضوع تصنیف حضرت مظہر کی روحانی اور مذہبی زندگی کو اجاگر کرنا ہے اس لیے ہم آپ کی شاعری پر تبصرہ اس مقدمہ میں شامل نہیں کر رہے ہیں (۵۰۲)۔

خریطہ جواہر :

قدیم دور سے بیاض رکھنے کا عام دستور تھا جن میں صاحب ذوق حضرات اپنی پسند کے اشعار نقل کر لیا کرتے تھے۔ آج یہ بیاضیں تاریخ ادبیات میں بہت سے فلا پر کرنے میں معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

حضرت مظہر نے بھی شعروں کی ایک بیاض تیار کی تھی جس کا نام خریطہ جواہر ہے۔ یہ فارسی اشعار کے انتخاب پر مشتمل ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض حضرت مظہر کی زندگی میں ہی آپ کے مخلصین میں خاصی مقبول تھی اور وہ اس کی نقل ارسال کرنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ آپ ایک خط میں قاضی مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

بیاض انتخابی برائے قطب الدین خان جو نقل کردہ می خود 'زود

برسد (۵۰۳)۔

غالباً اس وقت تک اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا گیا ہوگا۔ اس لیے اسے محض "بیاض انتخابی" کہا گیا ہے۔ بقول عبدالرزاق قریشی صاحب گشن بے خار کے سوا کسی تذکرے میں اس بیاض کا ذکر نہیں ملتا (۵۰۳)۔

مذکورہ بالا خط میں حضرت مظہر نے اس بیاض کا خود ذکر کر دیا ہے اس لیے اس کے مصدقہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

یہ بیاض آپ کے فارسی دیوان کے ساتھ کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے اسے الگ بھی کئی مطالع نے چھاپا تھا (۵۰۵)۔ اس بیاض میں تقریباً پانچ سو شعراء کے کلام کا انتخاب ہے۔ اس میں مشہور شعراء کا بہت کم اور غیر معروف شعراء کا کلام زیادہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب آپ نے حافظہ کی مدد سے کیا ہے۔ بعض شعراء کا انتخاب دو جگہ آیا ہے۔ سب سے زیادہ اپنے اشعار کا انتخاب دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض آپ نے اپنے تلمذہ کی تربیت کے لیے بنائی تھی (۵۰۶)۔

بقول مولانا شبلی نعمانی :

میں نے مہات دہلی سے سنا ہے مرزا غالب وغیرہ کا خیال تھا کہ

ہندوستان میں فارسی شاعری کا صحیح مذاق جو دوبارہ قائم ہوا وہ

اس انتخاب (خریطہ جواہر) نے قائم کیا (۵۰۷)۔

حضرت مظہر کے مکتوبات :

اگرچہ آپ اپنی مصروفیات کے باعث کسی مستقل تصنیف کی طرف توجہ نہیں کر سکے لیکن آپ کے سامنے آپ کے روحانی اہلاد کی مثالیں موجود تھیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے خطوط کے مجموعے مرتب کروائے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ' حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی ' حضرت خواجہ محمد مصوم ' حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی ' حضرت عبداللہ وحدت ' حضرت محمد نقشبند ثانی ' حضرت مروج الشریعت خواجہ عبید اللہ وغیرہ کے مکتوبات کتابی صورت میں مدون ہو چکے تھے۔

یہ مجموعے دراصل نقشبندی حضرات کی سیمای دعوت و عزیمت کی تفصیلات کا ریکارڈ ہیں۔ چونکہ حضرت مظہر کے سامنے اپنے ان روحانی بزرگوں کی عملی مثال موجود تھی اس لیے آپ نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنی زندگی میں اپنے مکتوبات کا ایک مجموعہ مرتب کروایا۔ لکھتے ہیں :

احباب نے شریعت و طریقت کے بعض مسائل پوچھے تھے ' ان کے جواب مکاتیب کی صورت میں لکھے تھے جنہیں عزیزوں نے جمع کر لیا ہے (۵۰۸)۔

مکتوبات کے اس مجموعے کے چھٹے تعلق نے ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں مکتوبات کی تعداد ۲۳ ہے ' ان ۲۳ خطوط کی تنقیص سب سے پہلے مولوی نعیم اللہ بھڑانجی نے معمولات مظہریہ میں شامل کی ہے اور مکتوب الہیم کے نام بھی لکھے ہیں۔ اسی طرح ۲۴ مکاتیب مقامات مظہری میں نقل کیے گئے ہیں ' ان خطوط میں زیادہ تر مذہبی مسائل ' رموز تصوف اور تعلیمات سلوک پائی جاتی ہیں اس لیے بجا طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مظہر نے مذکورہ بالا حظ میں اپنے جس مجموعہ مکاتیب کے جمع ہونے کا ذکر کیا ہے وہ یہی ابتدائی مختصر مجموعہ ہے۔

مکتوبات کی اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ جس طرح مولانا نعیم اللہ بھڑانجی نے سب سے پہلے آپ کے حالات پر مستقل کتابیں لکھ کر "اولین سوانح نگار" کا شرف حاصل کیا ہے اسی طرح انہوں نے آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ مرتب کیا تھا ' یہی وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے طبع ہوا۔ اس کا نام

"رفقات کرامت سعادت خمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جانان مظہر شہید" ہے - یہ نسخہ مطبع فتح الانبار کول (علی گڑھ) سے ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء میں طبع ہوا تھا - اس میں کل ۶۳ مکاتیب ہیں اس مطبوعہ نسخہ کی غوبی یہ ہے کہ اس میں مکتوب الہیم کے نام بھی دیے گئے ہیں -

یہ اہم قدیم مطبوعہ نسخہ مخدومی مولوی خمس الدین مرحوم تاجر کتب نادرہ لاہور کے ذاتی کتب خانہ کی زینت تھا - صاحب ذہنہ الخواطر نے مولانا بہرائچی کے مرتبہ جس مجموعہ مکتوبات کا ذکر کیا ہے (۵۰۹) ' ہمارا خیال ہے کہ وہ یہی مذکورہ مطبوعہ نسخہ ہوگا -

مکتوبات حضرت مظہر کا جو دوسرا مجموعہ چھپا تھا اس میں حاشیہ پر طبع شدہ ایک خط شامل کر کے کل ۸۹ خطوط ہوتے ہیں - یہ مکاتیب کلمات طبیات میں شامل ہیں ' جسے ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی (۵۱۰) مرید حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی نے مرتب کیا تھا - انہوں نے اس میں پہلے مرتبہ مجموعہ مولانا بہرائچی میں غلطانے حضرت مظہر کی تالیفات کی مدد سے اضافہ کیا - لکھتے ہیں :

آخر کتابی کہ بہ مطالعہ در آمد مکتوبات قدسی آیات ... بود ...
چوں این جوامع الکلم بس و دلچسپ آمد با منتقصائش کو حیدم و جاہا
تکاحیدم تا آنکہ در تالیفات غلغای حضرت ایشان ... اضعاف آن
یا قلم (۵۱۱) -

چونکہ اس مجموعہ کے مرتب ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی ' حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی (ف ۱۲۱۳ھ) کے معتقد تھے اور حضرت فضل رحمن گنج کی تصحیح سے یہ مجموعہ چھپا تھا وہ مطالع میں تصحیح و کتابت کا کام بھی کرتے تھے - انہیں حضرت مظہر کے جانشین حضرت شاہ غلام علی مولف مقامات مظہری کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا (۵۱۲) - اس لیے ممکن ہے کہ حضرت مظہر کے یہ ۸۹ خطوط شاہ فضل رحمن کو یہیں سے ہم دست ہوئے ہوں اور انہیں سے مرتب نے حاصل کیے ہوں -

یہ مجموعہ کلمات طبیات کے نام سے پہلے ' مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۳۰۳ھ پھر ۱۳۰۸ھ اور آخر میں مطبع مجتہبی دہلی سے باہتمام مالک مطبع ' مولوی عبدالاحد ... ۱۳۰۹ھ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا -

مکتوبات حضرت مظهر کا ایک مجموعہ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ اس مجموعے میں ۱۴۷ خطوط شامل ہیں۔ جن میں چند ایک کے سوا باقی سب قاضی مناء اللہ پانی پتی کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہ وہ مکاتیب ہیں جو قاضی صاحب نے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے اور اہتمام سے ایک "خریطہ" اسی مقصد کے لیے بنوایا تھا۔ حضرت مظهر کے مشہور سوانح نگار مولانا نعیم اللہ بہرائچی بشارات معمریہ کی تالیف سے پہلے جب ان کے پاس پانی پتی پہنچے تو انہوں نے یہ خریطہ دیکھا اور اس سے سوانحی مواد نکل کیا تھا۔ لکھتے ہیں:

حضرت ایشان (میرزا مظهر) مکاتیب بسیار... بنام حضرت مولانا (قاضی مناء اللہ) نوشتہ بودند و حضرت مولانا آن مکاتیب را در خریطہ باصنایط نگاہ میداشتند و فقیر از مطالعہ تمام آن مکاتیب مشرف شدہ جزوی چند انتخاب نمودہ نزد میداشت (۵۱۳)۔

یہی خریطہ ۱۹۳۶ء میں مولانا زید ابوالحسن فاروقی سجادہ نشین درگاہ حضرت مظهر کو مولوی محفوظ اللہ (از اولاد قاضی مناء اللہ) سے ملا تھا (۵۱۵)۔ یقیناً اس مجموعہ میں سے بہت سے خطوط کتب خانہ کی بربادی کے دوران ضائع ہو گئے ہوں گے۔ عبدالرزاق قریشی مرحوم کو یہ تمام تر خطوط مولانا زید مدظلہ سے ملے تھے جن کو انہوں نے مرتب کر کے شائع کر دیا (۵۱۶)۔

قریشی صاحب مرحوم نے اس پر ایک مختصر مقدمہ اور تعلیقات (تشریحات) بھی لکھی تھیں۔ مرحوم نے اس کی ترتیب و تعلق خاصی عرق ریزی اور احتیاط کے ساتھ کی تھی جو تاریخ سلسلہ معمریہ میں موصوف کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

تعلیقات کے علاوہ مرحوم نے حضرت مظهر کی دو غیر مطبوعہ فارسی تحریرات تنبیہات الختمہ اور سلوک طریقہ بھی بطور ضمیمہ شامل کر دی ہیں (۵۱۷)۔

اس مجموعے میں ۱۴۷ مکاتیب ہیں۔ جن میں سے ۱۳۰ بنام قاضی مناء اللہ پانی پتی، ایک مادر قاضی صاحب کے نام، ایک بنام غانم قاضی صاحب ہے۔ اور باقی قاضی احمد اللہ، میاں صبغہ اللہ، دلیل اللہ، محمد مراد، شاہ علی، رائے کیول رام، نعمت اللہ، محمد حسن خان اور سید موسیٰ خان دہبیدی کے نام ہیں (۵۱۸)۔

یہ مکاتیب حضرت مظهر کی زندگی کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خطوط نجی باتوں پر مشتمل ہیں۔ ان کی روشنی میں آپ کی کتاب زندگی کے بہت

سے دھندلے اور اراق روشن ہو کر سامنے آ جاتے ہیں ' بہت سی باتیں جو اب تک مبہم تھیں واضح ہو جاتی ہیں ' اس مجموعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آپ اپنے گرد و پیش کے سیاسی حالات سے پورے طور پر آگاہی رکھتے تھے - چنانچہ کئی خطوط میں اس عہد کے تاریخی و سیاسی واقعات ملتے ہیں (۵۱۹)۔

جیسا کہ ہم نے اس مقدمہ اور حواشی میں اس مجموعے کے بہت سے اقتباسات کے ذریعے حضرت معمر کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ان میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت معمر کے ان مکاتیب کے مندرجات کی معاصر کتب تاریخ سے تصدیق ہوتی ہے ' اگر اس مجموعہ کو موصوٰی حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکاتیب سے تقابل کر کے مطالعہ کیا جائے تو مکاتیب شاہ ولی اللہ کے بہت سے تشدد واقعات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے - کئی واقعات ایسے ہیں جنہیں مورخین نے مصلحتاً نظر انداز کر دیا ہے - لیکن حضرت معمر کے اس نجی مجموعہ میں وہ درج ہو گئے ہیں - بلاشبہ یہ خطوط اس دور زوال کی سیاسی تاریخ کے کئی غلا پر کر سکتے ہیں -

مکاتیب حضرت معمر کا آخری مجموعہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ کا مرتب کیا ہوا ہے - اس میں کل دو سو خطوط ہیں جن میں سے پہلے دس خود حضرت معمر کے ہیں - باقی سلسلہ معمریہ کے دیگر افراد کی انہی کی خط و کتابت ہے - قاضی مناء اللہ پانی پتی کے نو مکاتیب کے علاوہ بہت سے ایسے خطوط پائے جاتے ہیں جو اس سلسلہ کے حضرات نے ایک دوسرے کو لکھے تھے -

اس مجموعے میں حضرت معمر کے نام لکھے ہونے والے مکاتیب بھی ملتے ہیں جو حضرت معمر کے بعض مطبوعہ مکتوبات (شامل کلمات طلیات اور مجموعہ قریشی) کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں -

اس طرح حضرت معمر کے احباب اور مریدین کے مابین تعلقات و مراسم کی تصویر زیادہ واضح طور پر ابھرتی ہے - اس مجموعے میں بہت سے سیاسی واقعات کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں - موصوٰی احمد شاہ درانی اور نواب قاسم علی خان سے متعلق اشارات قابل لحاظ ہیں - روہیلوں کی نقل و حرکت کا بھی ان میں بار بار ذکر آتا ہے جن سے حضرت معمر کے ساتھ ان کی عقیدت و وابستگی کا پتا چلتا ہے -

یہ تمام تر خطوط ' مکتوب نگاروں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے غیر مطبوعہ صورت میں حضرت معمر کے خلیفہ اعظم ملا نسیم (۵۲۰) کی خانقاہ واقع نور محل ' اوج ' دیر

پاکستان میں محض ہیں۔ راقم الحروف کو ان تمام خطوط کی زیارت اور نفل و اقتباسات کا موقع ملا ہے۔

اس مجموعہ کو محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ) نے لواتح خانقاہ مظہریہ کے تاریخی نام سے ۱۹۷۲ء میں مرتب کیا اور ۱۹۷۵ء میں حیدرآباد سندھ سے شائع کر دیا تھا۔ موصوف نے اس پر ایک مقدمہ اور بعض اہم مکتوبات کے آغاز میں مکتوب میں مندرج بیانات کی دیگر مکاتیب کی روشنی میں تشریح بھی دے دی ہے۔ جس سے انہیں سمجھنا نسبتاً آسان ہو گیا۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب کی یہ کاوش سلسلہ مظہریہ پر کام کرنے والوں کے لیے لائق استفادہ ہے۔

مکتوبات حضرت مظہر کا پہلا اردو ترجمہ ڈاکٹر ظلیق انجم نے کیا ہے۔ اس میں پہلے ۸۸ خطوط، کلمات طبیات اور رفقات کرامت... مطبوعہ ۱۲۷۱ھ (فتح الاخبار، کول) سے ماخوذ ہیں اور مکتوب نمبر ۸۹، ۹۰، ۹۱، دیگر ذرائع سے حاصل کر کے ترجمہ کیے ہیں۔ اس میں کل ۹۱ مکاتیب ہیں۔ مکتوبات کے علاوہ حضرت مظہر کی نثری تحریروں یعنی دیباچہ دیوان فارسی، خود نوشت حالات حضرت مظہر شامل سرو آزاد، تقریظ حضرت مظہر بر رسالہ کلمات الحق اور آپ کے وصیت نامہ کے اردو ترجمے بھی اس مجموعے کے آخر میں شامل ہیں۔ گویا اس مجموعے میں حضرت مظہر کی کوئی ایسی تحریر شامل نہیں ہے جس کا فارسی متن پہلے طبع نہ ہو چکا ہو۔

مترجم موصوف نے اس مجموعہ پر ایک مختصر مقدمہ اور آخر میں حواشی کے عنوان سے مکتوبات کے بعض مندرجات کی تشریح کی ہے۔ بہت سے حل طلب امور حواشی و توضیحات کے محتاج تھے لیکن مترجم نے ان کی طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

ترجمہ کے دیگر بہت سے تقاضوں میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ مترجم صرف کلمات طبیات میں شامل متن کی بنیاد پر ترجمہ کرنے کی بجائے دیگر ذرائع سے پہلے صحت متن کی طرف توجہ کرتے پھر ترجمہ ہوتا۔ مقامات مظہری میں شامل ۲۴ مکاتیب کا متن کہیں کہیں کلمات طبیات سے مختلف ہے۔ لیکن ترجمہ کرتے وقت اس اعتداف کو بھی مد نظر نہیں رکھا گیا۔

تاہم موصوف نے ان مکاتیب کا ترجمہ کر کے اردو زبان و ادب پر کام کرنے والے اصحاب کے لیے حضرت مظہر کے اس بے بہا خزانے کو متعارف کروانے کی جو

کوشش کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۶۲ء میں "مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط" کے نام سے مکتبہ برہان، دہلی سے شائع ہوا تھا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مظہر کے مکاتیب کے تمام مجموعے جدید تحقیقی اصول و ضوابط کی بنیادوں پر مطالعہ کیے جائیں اور ان کا بھرپور سیاسی، سماجی، مذہبی اور ادبی جائزہ لیا جائے۔ لیکن اس مختصر مقدمہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لیے سطی طور پر بعض امور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ہم نے اس مقدمہ میں مختلف عنوانات کے تحت حضرت مظہر کے مکاتیب سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں جن سے ان خطوط کی سیاسی و سماجی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پاکستان و ہند کے انشاء لٹریچر کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہاں کی فارسی مکتوب نگاری میں سادہ اور تصنع سے پاک مکتوب نگاری کے میدان میں بھی حضرت مظہر کی وہی حیثیت ہے جو اردو شاعری میں انہیں "نقاش اول ریختہ" کا فخر حاصل ہے۔ آپ سادگی کے ساتھ بے تکلفی کی تلقین بھی کرتے تھے اور مبالغہ آمیز القاب کے خلاف تھے۔ آپ کے ہاں محدوداً 'جان من اور برادر من' جیسے القاب استعمال ہوتے تھے (۵۲۱)۔ میراجنبی کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے:

یہ گھسا پٹا لقب (لقب مبتذل) حقائق و معارف آگاہ مہموڑیں
... بے مزہ تکلف کو دغل نہ دیں۔ اس کے بعد اس طرح لکھیں
کہ میراجنبی کی طرف سے مرزا جان جاناں مطالعہ کریں۔ اس
کے بعد مطلب لکھیں (۵۲۲)۔۔۔۔

حضرت مظہر خط کے مضمون میں بھی سادگی بیان کا پورا التزام کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سامنے بیٹھے ہوئے کسی انسان سے مخاطب ہیں (۵۲۳)۔
بقول عبدالرزاق قریشی مرحوم:

مکاتیب کی زبان سادہ ہے انداز بیان میں سنجیدگی اور متانت پائی جاتی ہے۔ عبارت میں بڑی بے ساختگی ہے ... ان میں نہ تکلف ہے نہ تصنع، نہ آورد ہے نہ اہتمام، 'بملے موما' مہموڑے مہموڑے اور الفاظ ہلکے پھلکے ... انہیں انشا پرداز کی کا لہجہ نمونہ کہا جاسکتا ہے ... کہیں کہیں آیات قرآنی اور اشعار کا استعمال

بڑے موقع و محل سے کیا ہے اور اس سے تحریر میں حسن اور وزن پیدا ہو گیا ہے ، لیکن بعض جملے آپ کے ہاں ایسے بھی ملتے ہیں جنہیں اہل زبان کو قبول کرنے میں شاید تامل ہو ۔ بعض الفاظ آپ کے ہاں ایسے ملتے ہیں جو اردو مفہوم رکھتے ہیں اور فارسی میں اس طرح استعمال نہیں ہوتے ۔ آپ نے بعض ہندی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں کیونکہ ان کے مترادفات فارسی میں نہیں ملتے (۵۲۴)۔

حضرت مظہر کی اس سادہ طرز نگارش کا اثر آپ کے مریدین کی تحریرات میں بھی نمایاں طور پر ملتا ہے ۔ حتیٰ کہ یہ حضرات جب انہیں میں مکاتبت کرتے تھے تو ان میں اپنے اس روحانی راہنما کا طرز تحریر جلوہ گر رہتا تھا (۵۲۵)۔

حضرت مظہر خط میں تاریخ تحریر کا اندراج تو لازم سمجھتے تھے ۔ لیکن عموماً سنہ نہیں لکھتے تھے ۔ ایک مکتوب میں خط پر تاریخ کی تحریر کی اہمیت بتائی ہے :

میانہ خط ضبط تاریخ تحریر لازم باید گرفت تا غلط مطالب نہ شود (۵۲۶)۔

صرف چند مکاتیب مثلاً مکتوب نمبر ۴۶ (۱۱۸۶ھ) [کلمات طیبات] اور خط نمبر ۱۴۷ (۱۱۸۸ھ) [مجموعہ قریشی] پر سنین تحریر ملتے ہیں ۔ جناب ظلیق انجم اور عبدالرزاق قریشی مروجہ نے اپنے مرتب مجموعوں میں بعض مندرجات کی مدد سے اور دیگر ذرائع سے خطوط کے سنین متعین کرنے کی کوشش کی ہے ۔

حضرت مظہر کے مکتوبات میں سیاسی اطلاعات :

حضرت مظہر کے مکتوبات کے مختلف مجموعوں (۵۲۷) کے مطالعہ سے اٹھارہویں صدی عیسوی کے بہت سے اہم واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں ۔ احمد شاہ درانی کے مختلف حملوں ، ان جنگوں کے نتائج ، حملوں سے عوامی زندگی کا متاثر ہونا ، امراء کی باہمی چپقلش ، اس عہد کی سیاسی جماعتوں کا کردار ، مرکز دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیاں ، بادشاہوں کی نفل و حرکت اور ان سے پیدا شدہ نتائج پر تبصرہ بھی ملتا ہے ۔

اگر حضرت مظہر کی ان تمام تحریرات کا اس دور کی کتب تاریخ سے تقابلی

مطالعہ کیا جائے تو یقیناً بہت سے ایسے واقعات آپ کے مکتوبات میں ملیں گے جن سے اس عہد کا تاریخی لٹریچر عالی ہوگا۔ اس عہد کی بہت کم کتب تاریخ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔ اس لیے ان حالات میں اس کی کو ایک حد تک مکتوبات کے یہ مجموعے پورا کرتے ہیں۔

ہم نے حضرت مظہر کے احوال و افکار پر ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے جس میں حضرت مظہر کے ان تمام مندرجات کو کتب تاریخ سے تقابل کر کے تجزیہ کیا ہے۔

حضرت مظہر کی دیگر نثری تحریریں :

مکتوبات کے علاوہ حضرت مظہر کی چند نثری تحریریں بھی ملتی ہیں ، لیکن یہ تمام تر فارسی میں ہیں ، آپ کی اردو نثر کا کوئی نمونہ ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔
معلوم اور معروف تحریرات یہ ہیں :

(۱) خود نوشت حالات برای سفینہ خوش گو (۱۱۶۱ھ / ۱۴۴۸ء)۔

(۲) خود نوشت احوال مشمولہ سرو آزاد (۱۱۶۲ھ / ۱۴۵۲ء)۔

(۳) دیوان فارسی کا دیباچہ (۱۱۶۰ھ / ۱۴۵۶ء)۔

(۴) تقریظ رسالہ کلمات الحق (۱۱۸۳ھ / ۱۴۷۰ء)۔

(۵) وصیت نامہ (۱۱۹۵ھ / ۱۴۸۰ء)۔

(۶) تنبیہات الخمر۔

(۷) سلوک طریقہ۔

(۸) لب الاسرار۔

(۱) حضرت مظہر کی پہلی نثری تحریر جس کا سال تحریر معلوم ہے وہ بندرابن داس خوش گو کے شعری فارسی کے تذکرہ سفینہ خوش گو میں شامل ہے جو ۱۱۶۱ھ کی تالیف ہے (۵۲۸)۔

(۲) آپ کی دوسری تحریر مولانا آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد میں محفوظ ہے۔ مولف کی درخواست پر آپ نے اپنے خود نوشت حالات لکھے تھے جو اس میں شامل ہیں (۵۲۹)۔ یہ تذکرہ چونکہ ۱۱۶۲ھ کا نوشتہ ہے اس لیے اس

تحریر کا سنہ حدود ۱۱۶۶ھ قرار دے سکتے ہیں۔

(۲) تیسری تحریر آپ کے فارسی دیوان ثانی کا دیباچہ ہے۔ اس کا سال تدوین ۱۱۶۰ھ ہے۔ یہ مختصر مگر بلیغ انداز میں ہے۔ اس میں بھی اپنی شاعری کا محرک وہی بتایا ہے جو سرو آزاد میں ہے۔ نیز کورسواد ناقلین سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس مجموعہ کے علاوہ باقی تمام اشعار مسترد سمجھے جائیں۔ آپ کا یہ نثری دیباچہ دیوان فارسی کے تمام مطبوعہ نسخوں میں شامل ہے۔

(۴) حضرت مظہر کی چوتھی تحریر معروف عالم اور اپنے خلیفہ مولانا غلام یحییٰ بہاری (۵۲۰) کے رسالہ کلمات الحق پر ایک مختصر تقریظ ہے یہ رسالہ ۱۱۸۴ھ میں تالیف ہوا تھا۔ اس لیے آپ کی اس تقریظ کا یہی سنہ تحریر بھی ہے۔ یہ تقریظ بشارات مظہر یہ مقامات مظہری اور کلمات طہیات میں محفوظ ہے۔ نیز رسالہ کلمات الحق کے جتنے ضلعی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں سب میں منقول ہے۔

جناب عبدالرزاق قریشی نے اس تقریظ کو اہمیت نہیں دی بلکہ اسے "حقیقت میں ایک عقیدت مند مرید سے اظہار خوشنودی کی سند" (۵۲۱) قرار دیا ہے۔ بظاہر قریشی مرحوم سے اس کی توقع نہیں تھی لیکن جب انہوں نے حضرت مظہر کا اردو کلام مرتب کیا تو آپ کے بارے میں ان کی معلومات نہایت محدود تھیں اس لیے اس قسم کی رائے کا اظہار کر دیا۔

ہمارے نزدیک آپ کی اس مختصر سی تقریظ کی بہت اہمیت ہے۔ یہ نہ صرف اس عہد کے صوفیانہ رجحانات کی عکاسی کرتی ہے بلکہ اس عہد میں جب کہ وحدت الوجود اور وحدت الوجود کو محض ایک لفظی فرق قرار دینے کی مہم چل رہی تھی اس تحریک میں حضرت مظہر نے جو کردار ادا کیا اسے سمجھنے میں خاصی مدد دیتی ہے۔ کیوں کہ یہ رسالہ اس انطباق کے نظریہ کے خلاف لکھا گیا تھا (۵۲۲)۔

(۵) حضرت مظہر کی پانچویں تحریر جس کا سنہ متعین کیا جاسکتا ہے وہ اپنی شہادت ۱۱۹۵ھ سے کچھ پہلے (۱۱۹۴ - ۱۱۹۵ھ) کی ہو سکتی ہے۔ بقول مولانا بہرائچی:

حضرت ایٹان در آخر حیات این وصیت نامہ بہ فقیر
نوشہ دادہ بودند (۵۳۳)۔

یہ وصیت نامہ معمولات مظہریہ میں محفوظ ہے (۵۳۴)۔ یہ وصیت
نامہ بھی ان تمام تر غویوں کا مالک ہے جو مقتدین کے وصایا میں ملتی
ہیں۔ یہ وصیت نامہ آپ کی پوری زندگی کا پھول اور مخلصین کے لیے مشعل
راہ کا کام دے سکتا تھا اس لیے اسے ذاتی حیثیت سے افادہ عام کے لیے
آپ کے معمولات میں شامل کر دیا گیا۔

(۶) تنبیہات الخمرہ کے نام سے آپ کی ایک تحریر بشارات مظہریہ میں محفوظ
ہے (۵۳۵) جس میں حقیقت اہل سنت اور رد حیمہ کے سلسلہ میں آپ نے
پانچ تنبیہات کے تحت دلائل دیے ہیں اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

مغنی نیست کہ حقیقت اہل سنت و بطلان ردیہ حیمہ از
درجہ استدلال بہ مرتبہ بدایت رسیدہ۔ چون بدیہی حاجت
بدلیل ندارد بطریق تنبیہ مخفی چند از زبان تلمیذ می
ریزد۔

(۷) سلوک طریقہ : اس عنوان سے محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم نے آپ کی
ایک تحریر کو غیر مطبوعہ رسالہ کے طور پر اپنے مرتبہ مجموعہ "مکاتیب میرزا
مظہر" میں بشارات مظہریہ سے نفل کیا ہے (۵۳۶)۔ لیکن یہ دراصل آپ کا
ایک مکتوب ہے جو حضرت شیخ عبدالاحد و مدت سرہندی کے مریدوں کے
نام لکھا گیا تھا۔ جو مقامات مظہری میں چھپ چکا ہے (۵۳۷) اس لیے
اسے الگ رسالہ خیال کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح کتب خانہ خانقاہ
احمدیہ سمیڈیہ (موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان) میں
محفوظ تھی رسالہ نصح اور و مدت الوجود اور اسماعیل پاشا بعدادی نے آپ
کے ایک رسالہ "اجوبہ مسائل فی الحدیث و التصوف" (فارسی) کا بھی ذکر کیا
ہے (۵۳۸)۔ جو دراصل آپ کے مختلف مکتوبات کو رسالوں کی شکل میں
طلبہ نے استفادہ کے لیے الگ الگ نفل کر لیے تھے۔ جو آپ کے مطبوعہ
مکتوبات کے مجموعوں میں شامل ہیں۔

(۸) لب الاسرار : اس نام سے حضرت مظہر کے ایک فارسی تشریحی رسالے کا

خطی نسخہ ذخیرہ احسن مارہروی ، مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں ہے ، جس کا سال تصنیف و کتابت ۱۱۹۱ھ ہے ۔
(فہرست مخطوطات ذخیرہ احسن مارہروی صفحہ ۶۷)
اس وقت ہمیں اس کی تفصیل معلوم نہیں ہے ۔

حضرت مظہر کے مخطوطات :

مکتوبات کے علاوہ مخطوطات و معارف کو بھی جمع کیا گیا ہے ، لیکن آپ کے باقاعدہ مخطوطات کا کوئی جامع مجموعہ ہمیں تا حال دستیاب نہیں ہوا ۔ آپ کے سوانح نگاروں نے اپنے سوانحی مواد کے لیے آپ کے فرمودات کو "الگ فصل" کے طور پر لکھا ہے ۔

بشارات مظہریہ اور ممولات مظہریہ میں بھی آپ کے بہت سے فرمودات نقل کیے گئے ہیں ۔ اسی طرح مقامات مظہری کی بارہویں فصل آپ کے مخطوطات پر مشتمل ہے ۔ عین ممکن ہے کہ مولف کتاب ہذا چونکہ عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہے تھے اس لیے انہوں نے آپ کے ان مجلسی معارف کو از خود تلمذ بند کیا ہو ۔ (۵۳۹)۔

آپ کے یہ مخطوطات آپ کی تیس سالہ حیات ارشاد و تلقین کا بخور ہیں ۔ اس کتاب کی مذکورہ فصل کے مطالعہ سے ہی ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

ادبی خدمات

دعوت و عزیمت اور سلوک و عرفان کی روحانی تعلیم اور فارسی زبان و ادب غرض ہر شعبہ زندگی میں حضرت مظہر ایک محلی زندگی کے مالک تھے۔ آپ کی فارسی شہنکاری اور فارسی شاعری کے مختصر تذکرے کے بعد آپ کی اردو ادب (۵۴۰) میں مصلحانہ کوششوں کا تذکرہ بھی لازم ہے۔

حضرت مظہر اردو شاعری کے اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جو اصلاح کا دور کہلاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اردو شاعری میں "صنعت ایہام" کا رواج بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ شاعری الناظ کا کھیل بن گئی تھی۔ آپ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری کو ایہام سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ اردو شعراء کے تمام قابل اعتماد تذکرے اس امر پر متفق ہیں کہ اس اصلاحی کوشش میں حضرت مظہر کو اولیت حاصل ہے۔ بقول مولوی عبدالحق:

اردو شاعری پر ان کا بڑا احسان ہے۔ انہوں نے اردو شاعری کو ایہام کی دلدل سے نکال کر خوش گوار فضا میں پہنچا دیا۔ ان کے کلام اور ان کے ذوق کے اثر سے دل کی شاعری کا رنگ بالکل بدل گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے شعراء ایہام گوئی ترک کر کے سیدھے رستے پر پڑ لیے۔ علاوہ ان کے شاگردوں... کے دوسروں نے بھی ان کا اتباع کیا۔ یہاں تک کہ کئی سال اور کئی شق شاعر قائم بھی پرانی روش سے دست بردار ہو گیا۔ اور اس نے اپنے کلام سے اس قسم کے اشعار خارج کر کے ایک مختصر دیوان... مرتب کیا۔ اس کے بعد سے ہمارے شعراء ایہام گوئی سے بیزاری ظاہر کرنے لگے (۵۴۱)۔

چنانچہ حضرت مظہر باقاعدہ ایک تحریک کی صورت میں اپنے تلمذہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان مصلحانہ کوششوں میں سرگرم عمل رہے۔ جہاں حضرت مظہر کے دامن تربیت سے بہت سے طالبانِ ہدا نے روحانی فیض پایا (۵۴۲) وہیں شعراء کے ایک گروہ نے جن کی تعداد بقول صاحبِ مخینہ ہندی:

شاگردانش بسیار بودند ۔

آپ نے جن شعراء کی باقاعدہ تربیت کی ان سب کے حالات تو تذکروں میں نہیں ملتے البتہ آپ کے شاگردوں میں سے انعام اللہ علیہ یقیناً 'محمد فقیہ دردمند' محمد باقر حزیں، ہیبت علی خان حسرت، احسن اللہ بیان اور یک رنگ وغیرہ کے حالات سے اردو شعراء کے تذکرے غالی نہیں ہیں (۵۴۳)۔

یہ تلمذہ باقاعدہ اس مصححانہ مہم میں حضرت مظهر کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ یہاں ادبی خدمات کے سلسلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ لازم معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ قاضی عبدالستار صاحب نے اپنے پی اتچ ڈی کے مقالہ "اردو شاعری میں قنوطیت" میں اسلامی تصوف اور ویدانتی نظریات کو ملنے کی پوری کوشش کرنے اور اسلامی تصوف کو قنوطیت کا سرچشمہ قرار دینے کے بعد حضرت مظهر جیسی سراپا حرکت اور فہم شخصیت کے کلام کو اپنی وضع کردہ قنوطیت کی تعریف پر پورا اتارنے کی کوشش کی ہے (۵۴۴)۔ لیکن مرحوم عبدالرزاق قریشی جنہوں نے حضرت مظهر کا بہت سا اردو کلام بڑی عرق ریزی سے جمع کر کے مدون کیا تھا ان کے حقیقت پر مبنی اس نتیجہ سے مقالہ نگار کے بیان کی تردید ہو جاتی ہے۔ بقول قریشی مرحوم:

(حضرت مظهر کا کلام) ... ہوسناکی، بے مہمیتی اور مایوسی و المناکی سے پاک ہے۔ ان کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق نہیں۔ ان کے صنم خانہ میں موت کی نقش گری نہیں اور نہ ان کا ہنر زندگی سے بیزاری کا درس دیتا ہے۔ ان کا دل سوز عشق کا آتش کہہ ہے (۵۴۵)۔۔۔۔

درگاہ مظہری

دیگر صاحب سلسلہ صوفیہ کی طرح سلسلہ مظہریہ کے بانی حضرت مظهر نے بھی طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک درگاہ بنائی تھی۔ جس کے انوار مصفیٰ نے نہ صرف پاکستان و ہند بلکہ وسط ایشیا اور عربستان تک کو منور کیا۔

اگر پاک و ہند کے درگاہ سسٹم اور نقشبندی مشائخ کے نظام اصلاح و تربیت کے موضوع پر مستقل کام کیا جائے تو اس درگاہ کا مکمل نظام اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ثابت ہوگی۔

اگر حضرت مظہر کے زمانے کے سیاسی و سماجی ماحول کے اس خاکہ کی بنیاد پر اس خانقاہ مظہری کی خدمات روحانی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کی تفصیلات کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس درگاہ کا اس انتہائی اتری کے دور میں بغیر کسی "سرکاری مدد معاش" کے کامیابی کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھنا آپ کے انتہائی خلوص اور جذبہ ایمانی کی واضح مثال پیش کرتا ہے۔

ابتداء میں اس دائرہ مبارکہ کی نوعیت کیا تھی؟ اس کی تفصیل معاصر کتب میں نہیں ملتی۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان مقاصد کے لیے کوئی مختصر عمارت ضرور مخصوص تھی۔ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں اپنے خود نوشت حالات میں تحریر فرمایا:

اطراف مہربیت ساگی مہرانی در فقر اختیار کردہ اوقات خود را در خدمت مدرسہ و خانقاہ صرف نموده (۵۴۶)۔

دہلی کی مشہور جامع مسجد کے جوار میں حضرت مظہر کا مسکن تھا۔ سرور نے محلے کا نام کوچہ امام لکھا ہے:

در کوچہ امام کہ محلہ ایست محاذی جامع مسجد مکن گزیدہ (۵۴۷)۔

جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے آپ نے اپنی زندگی کے تیس سال تک خود مشائخ کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منازل طے کیں اور بقیہ تیس سال تک طالبان خدا کی رہنمائی کے لیے ہمہ تن مصروف رہے (۵۴۸)۔ حضرت شاہ ظلام صلی فرماتے ہیں:

تقریباً دو سو افراد تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے مخلصین کو راہ خدا کی ہدایت دے رہے ہیں۔ پچاس افراد صرف انبالہ سے مقامات احمدیہ (نقشبندیہ) کی انتہا کو پہنچ کر ارباب طریقت کے مقتدی بنے (۵۴۹)۔

آخری زمانہ حیات میں آپ انتہائی ناتوانی کے باوجود ہر روز سو آدمیوں کو توجہ دیتے تھے خود لکھتے ہیں:

بڑھاپا اور کمزوری حد سے زیادہ ہے۔۔۔ اور ابھی تک تقریباً سو

آدمیوں کو دونوں وقت توجہ دی جاتی ہے (۵۵۰)۔

گویا یہ مرجع خلائق بزرگ آغاز ارشاد سے لے کر آخری سانس تک تبلیغ و ارشاد، تعلیم سلوک اور حاجت مندوں کی دستگیری کرنے کے بعد ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء میں شہید ہوا۔ اور اپنے پس ماندگان میں ایسے تربیت یافتہ خلفاء کو چھوڑ گیا جنہوں نے اس نہایت پر خطر دور میں ہندوستان اور عالم اسلام میں دین اور تبلیغ دین کا بیڑا اٹھائے رکھا۔

نواب سردار خان بخشی کی طرف سے خانقاہ کے لیے اثراجات ملتے تھے، جو امتداد زمانہ سے بند ہونے لگیں پھر بحال کر دیئے گئے (مرزا مظہر کے خطوط صفحہ ۱۶۵)۔

تدفین و تعمیر خانقاہ :

حضرت مظہر کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ "تہمیز و تکفین و تدفین" کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں۔ آپ کے مریدوں کو اس بات کا علم تھا۔ چنانچہ وفات کے بعد بی بی صاحبہ کی عیسیٰ کے لیے آپ کو حویلی بی بی صاحبہ (اہلیہ حضرت مظہر) جو کہ چٹلی قبر کے متصل تھی دفن کر دیا گیا۔ آپ کے مخلصین کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر اپنے خلیفہ حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی کو دیا تھا۔ جس میں آپ نے اس حویلی میں دفن ہونے سے بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن قاضی صاحب گیارہ محرم کو دہلی پہنچے تو حویلی مذکورہ میں تدفین کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ انہوں نے چاہا کہ وصیت کے مطابق تدفین کی جائے لیکن حضرت مظہر نے انہیں "عالم رویا" میں اس عمل سے منع کر دیا (۵۵۱)۔

حضرت مظہر کے وصیت نامہ میں ہے کہ ان کی دہلی میں کوئی املاک نہیں ہے۔ ان کی اہلیہ نے ایک حویلی خریدی تھی جس میں آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ ۱۲۱۲ھ/ ۱۸۰۱ء کے ایک فیصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اہلیہ کی دو حویلیاں تھیں۔ غالباً دوسری حویلی انہوں نے حضرت مظہر کی شہادت کے بعد خریدی ہوگی۔ بہر حال اس فیصلہ (جس کا عکس یہاں دیا گیا ہے) کے مطابق آپ کی اہلیہ نے یہ دونوں حویلیاں آپ کے مزار اور مخلصین کے قیام کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اس دعویٰ نامہ یا فیصلہ سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ حویلیاں رہن رکھی ہوئی تھیں۔ دوسرے

فیصلہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رہن کی وہ رقم حضرت شاہ غلام علی اور مولوی نسیم اللہ بہرائچی نے خود ادا کر کے پھرائی تھیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے ان دونوں حویلوں کا وقف نامہ باقاعدہ تحریری صورت میں تیار کروایا تھا اور اس پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور قاضی مناء اللہ پانی پتی کی مہریں ثبت کروا لی گئی تھیں جس پر مولوی نسیم اللہ بہرائچی نے بطور گواہ دستخط کیے تھے (۵۵۲)۔

شاہ غلام علی نے اپنے آخری ایام حیات میں وصیت کی تھی کہ میری سکونتی حویلی اور اس سے متصل دوسری حویلی اور مسجد کے حجرے ان اصحاب کے لیے وقف کرتا ہوں جو اس طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور اغیار کے لیے ان میں سکونت منع ہے، اور وہ کتابیں بھی جو میں نے قیمتاً خریدی ہیں وقف کرتا ہوں اور صاحبزادہ شاہ ابوسعید اور مولوی بشارت اللہ (بہرائچی) اس خانقاہ میں رہ کر ترویج طریقہ اور تدریس کا فریضہ انجام دیں۔۔۔

(مرقومات خواجہ غلام محی الدین قصوری، تعلیمی بخط خواجہ قصوری)

۱۲۴۳ھ / ۱۸۵۶ء میں خانقاہ سے ملحق ایک اور مکان بھی خرید کر اس خانقاہ میں توسیع کر دی گئی۔ حضرت مظهر کی یہ خانقاہ دہلی میں شارع عام سے مشرق کی طرف بانوے فٹ پر ہے۔ خانقاہ کا دروازہ سڑک پر ہی کھلتا ہے۔ مختلف اوقات میں سجادہ نشینان اس خانقاہ کی عمارت میں توسیع کرتے رہے۔

حضرت مظهر کا مزار مبارک جس چوترے پر ہے اسی پر آپ کے ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کی تین اور عظیم ہستیاں بھی محو خواب ہیں یعنی حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابوسعید مجددی اور حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہم۔

خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے اس چوترے پر ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء میں ایک شان دار گنبد تعمیر کروایا ہے۔ جس کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے۔ خود حضرت زید نے اس گنبد مبارک کی تعمیر کے قطعات و مادہاںے تاریخ تجویز کیے ہیں۔

حضرت مظهر کے جانشین :

دنیا میں بہت کم مذہبی رہنما اور روحانی پیشوا ایسے ہوتے ہیں جن کی تعلیمات

ان کی وفات کے بعد عرصے تک ان کے پیروکاروں کے درمیان باقی رہی ہوں۔ بعض اوقات صاحب سلسلہ کی وفات کے فوراً بعد وہ سلسلہ تو قائم رہتا ہے لیکن اس کی اصل روح یعنی "دعوت" ختم ہو جاتی ہے۔ مخصوصاً اگر ہم پاکستان و ہند کے اس دور زوال میں جس کا تعلق حضرت مظهر کے زمانے سے ہے دیکھیں تو نہایت حیرت ہوتی ہے کہ اس دور پر فتن میں بے سرو سامانی کے باوجود کس طرح لا تعداد طالبانِ خدا کے دلوں کو آپ نے نور ایمان سے منور رکھا اور آپ کے جانشینوں نے اس منصب کو اس طرح کمال تک پہنچایا کہ ہزار ہا علماء اور صوفیہ اپنی "مسند مشیخت" پھوڑ کر حصول فیض کے لیے کشاں کشاں آنے لگے۔

کتاب ہذا کے مولف آپ کے جانشین اول تھے۔ وہ ۱۱۴۸ھ / ۱۷۶۵ء میں بیعت ہوئے اور آپ کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء تک خانقاہ شریف میں ہی رہے (۵۵۳)۔
حضرت مظهر نے خود وضاحت کی ہے:

حلال درین ناتوانی غلام علی تنہا در خدمت ماندہ (۵۵۳)۔۔۔۔
حضرت مظهر نے اپنے وصیت نامے میں کسی کا نام بطور جانشین نہیں لکھا تھا اور نہ کسی کو نامزد کیا تھا۔

مولوی نعیم اللہ ہزاری نے حضرت قاضی شاہ اللہ پانی پتی کو ایک خط (حدود ۱۱۹۷ھ) میں لکھا تھا کہ حضرت مظهر کا قائم مقام آپ کو ہونا چاہیے۔ جس کے جواب میں قاضی صاحب نے وضاحت کی تھی کہ میرے لیے یہ کلمہ "بسیار ثقیل" ہے۔ اس وقت مولوی غلام علی طالبانِ خدا کی کثیر جماعت کے ساتھ مصروف کار ہیں:

جماعت کثیر از مسلمانان استر شادی نمایند پس شما را و مولوی غلام علی را قائم مقام آنحضرت اگر گھنہ بردو گنجائش دارد (۵۵۵)۔

یہ بشارات مظهریہ کے اس قطعی نسخہ کا اقتباس ہے جو حضرت شاہ غلام علی نے مقامات مظهری کی تالیف کے دوران پیش نظر رکھا تھا اور جس پر جا بجا حواشی بھی لکھے تھے۔ اس اقتباس پر حاشیے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت مظهر نے کسی کو اپنا قائم مقام نہیں بنایا تھا"۔

بے شک حضرت مظهر کے حلقہ ارادت میں بہت سے اجل علماء موجود تھے لیکن شاہ غلام علی صاحب کی سترہ سال تک آپ کی خدمت کی بدولت آپ کی وفات کے بعد کسی کو انہیں جانشین تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہوا۔

حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی حضرت مظہر کے ایک خلیفہ انوند ملا نسیم کو پسماندگان حضرت مظہر کے بارے میں اہم اطلاعات دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

مولوی غلام علی صاحب برمسند ارشاد نقشۂ اند مالے از ایشان مستفید می شوند (۵۵۶)۔

حضرت شاہ غلام علی (۱۱۹۵ ھ سے ۱۲۴۰ ھ / ۱۷۸۱ - ۱۸۲۴ء) کے بعد حضرت شاہ ابو سعید مجددی (ف ۱۲۴۹ ھ / ۱۸۲۲ء) پھر ان کے فرزند حضرت شاہ احمد سعید مہاجر مدنی اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ان کی ہجرت کی وجہ سے یہ فائقہ ان کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (موسیٰ زئی شریف) کی نگرانی میں رہی ۔ انہوں نے اپنے ایک خلیفہ مولوی رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں اپنا قائم مقام بنایا ، پھر حضرت شاہ ابوالخیر مجددی (ف ۱۹۲۳ء) اس درگاہ عالی شان میں ارشاد و ہدایت طلبہ میں مصروف ہوئے (۵۵۷) پھر ان کے فرزند ارجمند مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) سجادہ نشین ہوئے (۵۵۸)۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

(مولف مقامات مظہری)

حضرت مظہر کے جانشین ' غایت درجہ پابند شرع صوفی ' بلند پایہ کتب تصوف کے مصنف عالم اسلام کے علماء و مشائخ کو فیوض باطنی سے منور کرنے والے اور صاحب مقامات مظہری کے حالات و کمالات اور دینی خدمات کے مفصل تذکرے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے (۵۵۹)۔ لیکن مقدمے کی رعایت سے ہم نہایت اختصار سے چند متعلقہ امور سے ہی بحث کر رہے ہیں ۔

ابتدائی حالات :

حضرت شاہ غلام علی ، علوی سادات میں سے تھے ۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ نسب ملتا ہے ۔ آپ کے والد شاہ عبداللطیف برگزیدہ عصر اور حضرت شاہ ناصر الدین قادری دہلوی (۵۶۰) سے بیعت تھے اور قادری ، چشتی

اور قطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے (۵۶۱)۔

شاہ عبداللطیف بنالہ (مخجاف) کے رستے والے تھے اور تنہا اپنے میر کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے (۵۶۲)۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بجاوی سے بھی رشتہ داری تھی۔ غاندان فاضلی کے ایک فرد سید حسن شاہ نے حضرت شاہ غلام علی سے فیض پایا تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی کو "غال محترم" لکھا ہے (۵۶۳)۔

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء کو بنالہ میں ہوئی (۵۶۴)۔

والد نے آپ کا نام علی، والدہ نے عبدالقادر اور مچھا نے عبداللہ نام رکھا۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام "فقیر عبداللہ عرف غلام علی" لکھتے تھے (۵۶۵)۔ لیکن عوام و خواص میں آپ کی شہرت "حضرت شاہ غلام علی دہلوی" کے اسم گرامی سے ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ قیاس ہے کہ بنالہ میں ہی ہوئی ہوگی۔ آپ کے والد چاہتے تھے کہ انہیں اپنے مرشد شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت کروا دیں، چنانچہ اس ارادے سے آپ کے والد نے انہیں بنالہ سے دہلی بلایا۔ آپ روز شنبہ ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء کو دہلی پہنچے (۵۶۶)۔ لیکن اتفاق سے اسی روز شاہ ناصر الدین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ "ہم تو تمہیں اپنے میر سے بیعت کروانا چاہتے تھے لیکن خدا کی رضا یہی تھی، اب تم جہاں اپنی باطنی کشائش محسوس کرو وہاں بیعت کر لو (۵۶۷)۔

۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک آپ چار سال دہلی ہی میں حصول علم میں مصروف رہے (۵۶۸)۔ اور اسی دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل (خلفائے خواجہ محمد زبیر سرہندی) 'خواجہ میر درد' 'شاہ فخر الدین' 'شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی استفادہ کیا (۵۶۹)۔

خود فرماتے ہیں کہ "تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت مظهر کے دست حق پرست پر بیعت ہوا تھا" (۵۷۰)۔

انہوں نے حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لی اور انہی سے بخاری شریف پڑھی (۵۷۱)۔

حضرت مظہر سے بیعت :

بائیس سال کی عمر میں ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء کو شاہ غلام علی ، حضرت مظہر کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا - "جہاں ذوق و شوق ہو اور کیفیات میسر آئیں - وہاں بیعت کر لو" - ان کا اصرار دیکھ کر آپ نے انہیں بیعت کر لیا (۵۷۲)۔ اس کے بعد شب و روز ذکر و عبادت میں مصروف رہنے لگے اور اپنے مرشد کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء تک سترہ سال خانقاہ مظہری کی خدمت میں خلوص سے مصروف رہے۔

حضرت مظہر کی شہادت کے بعد آپ کے جانشین ہوئے اور طالبانِ ہدای کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔

امراء کی عقیدت :

ہم نے اس مقدمہ کی ابتداء میں ملک کی جس قدر سیاسی فضا کا ذکر کیا ہے ، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصلحین شاید دنیا سے قطع تعلق کر کے "انفرادی نجات" میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔ لیکن جب ہم حضرت شاہ غلام علی کی عملی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی مرکز کی تباہی کے باوجود آپ نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات قائم کر کے انہیں مسلمانانِ ہند کی اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے مجموعہ مکاتیب میں بادشاہ ہند محمد اکبر شاہ ثانی کے نام "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا ایک مکتوب ملتا ہے (۵۷۳)۔

نواب ہمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ کلاہ نصاریٰ (ہیت) سر پر رکھ کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے طیش میں آ کر اسے منع کیا (۵۷۴)۔

بادشاہ اور امراء خانقاہ کے اثراجات کے لیے مدد کے طور پر کچھ دینے کی درخواست کرتے رہے۔ لیکن آپ نے مسلسل استغنا برتا۔ نواب امیر خان والی ٹونک نے بھی یہی استدعا کی لیکن قبول نہ فرمائی (۵۷۵)۔

حدود ۱۸۱۱ - ۱۸۱۹ء میں نواب نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی کے لوگ اس کے ہاں گئے۔ حضرت شاہ غلام علی بھی تشریف لے گئے۔ وہاں دہلی کا انگریز ریذیڈنٹ مکاف (۵۷۶) بھی آیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے

ہو گئے۔ لیکن آپ نہ اٹھے اور نہ اس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ اس نے حاضرین سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی جس سے آپ بہت آزرده خاطر ہوئے۔ اسے آپ نے بری طرح ڈانٹ کر بٹھایا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنے ملازموں سے کہا کہ:

میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے
(۵۷۷)

وصال:

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہتی تھی۔ عمر کے آخری حصے میں بوا سیر کا مرض غالب آ گیا تھا۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء بعد اشراق آپ کا انتقال ہوا۔ اس مصرعے سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے:

ع۔ جان بحق نقشبند ثانی داد (۵۷۸)۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی اور مولوی بشارت اللہ بہرائچی کو آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

خلفاء:

حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال پہلے ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء میں جب کہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے مخطوطات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ فرماتے ہیں:

حلقہ مستفیدان طریقت کہ حلقہ اخلاص بہ گردن ارادت داشتند ' می گشتند ' چوں نظر فرمودند کہ مجمع معتقدان با اخلاص و مخلصان با انحصار بے شمارست کہ مردمان از سرقد و بخارا و غزنی و تہاشند و حصار و قدحار و کابل و پشاور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امرہ و سنبل و بریلی و رام پور و لکھنؤ و جائیں و

ہزارِ بخ و گورِ کپور و عظیم آباد و ڈھاکہ و بنگلہ و حیدر آباد و پلانہ
وغیر ہم بہ طلب حق جل و علا اوطانِ خود گزاشتہ آمدہ بودند
(۵۷۹)۔

آپ کے ملفوظات کے ایک نو دریافت مجموعے میں تحریر ہے کہ حضرت شاہ
غلام علی نے فرمایا کہ ”ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد
شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے“ (۵۸۰)۔

ممکن ہے کہ معتقدین کی اس کثرت تعداد پر یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک پیر
کے معتقدین کی خوش فہمی ہے ذرا فکر جدید کے علم بردار یعنی سرسید احمد خان کا
مشاہدہ بھی ملاحظہ کریں جو کبھی اس خانوادہ سے عقیدت رکھتے تھے۔ لکھا ہے :

میں نے سحر کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم و شام اور
بغداد اور مصر اور چین اور حبش سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر
ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب
قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا
کچھ ذکر نہیں کہ مذی دل کی طرح اٹھتے تھے (۵۸۱)۔

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لاتعداد تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا خالد
کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۵ء تک ایک لاکھ تھی اور عالم
اسلام کے مقبرہ صلاہ جو ان سے فیض یاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ ان
کا حیات درجہ ادب کرتے تھے (۵۸۲)۔

حضرت شاہ غلام علی کے تقریباً ۳۸ خلفاء کے نام سوانحی کتب میں محفوظ ہیں۔
ان میں سے چند اکابر خلفاء کے مجمل حالات لکے جا رہے ہیں جن کی مسامی جمیدہ و
انفاس متبرکہ کے نتیجہ کے طور پر پاکستان و ہند میں اسلامی سلطنت کے علمتے اور
دشمنان اسلام کے تسلط کے باوجود اسلامی اقدار بہت حد تک محفوظ ہیں۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی :

حضرت شاہ غلام علی کے جانشین اول، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے
برہ (۵۸۳) اور اجل عالم تھے۔ نام زکی القدر اور کنیت ابو سعید تھی۔ ولادت ۲ ذیقعد

۱۱۹۶ھ / ۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں ہوئی۔ اور وفات مجاز سے واپسی پر شنبہ یکم حوالہ ۱۲۵۰ھ / ۲۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک میں ہوئی۔ نش مبارک دلی لا کر حضرت مظهر و حضرت شاہ غلام علی کے چوتھے پر دہن کی گئی۔

جید علماء سے تحصیل علم کے بعد حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی (مولف کتاب ہذا) سے لی تھی۔ پہلے اپنے والد سے پھر ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازل سلوک طے کیں یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی نے اپنی صغیت کا شرف بخشا۔ اپنے آخری ایام حیات میں جب حضرت شاہ غلام علی بیمار ہوئے تو آپ نے انہیں کئی خطوط لکھے اور انہیں جلد دہلی پہنچنے کی تاکید کی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

می بینم کہ منصب آخر مقامات این غاندان عالی شان بہ شام متعلق
و وابستہ شد... و قیومت بہ شام عطا کردند...

اس خط کے ملنے پر آپ فوراً دہلی میں حاضر خدمت ہوئے اور شاہ صاحب نے انہیں اپنا جانشین بنایا۔ حضرت شاہ ابو سعید کی ایک معروف تصنیف ہدایت الطالبین ہے جو اس سلسلے میں بہت مقبول ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید کے بہت سے خلفاء تھے ان کا فیض پاکستان و ہند سے لے کر ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔

ان کے فرزندوں حضرت شاہ احمد سعید، حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی اور شاہ عبدالغنی میں سے اول الذکر دو اصحاب نابہ روزگار تھے (۵۸۳)۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی :

حضرت شاہ ابو سعید مجددی کے فرزند اکبر تھے۔ ۱۲۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے اور ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ / ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ روضہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ اپنے والد اور حضرت شاہ غلام علی سے کسب فیض کیا۔ جید علماء سے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء میں ہی آپ کے والد نے حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے 'خانقاہ مظہری کی تولیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا ان میں اس فتویٰ کے محرک اول آپ ہی تھے (۵۸۵)۔ اس تحریک کے باعث بہت سے علماء کو بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی تھی۔ ان میں حضرت شاہ احمد سمیع بھی شامل ہیں۔

آپ راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قدحاری رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۶) کے پاس ان کی خانقاہ واقع موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان) تشریف لے گئے اور آپ نے مریدین اور خانقاہ مظہریہ (دہلی) حضرت حاجی صاحب کے سپرد کی اور اپنے دست خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی :

... مریدان خود کہ در ہندوستان و غراسان سکونت میدارند کہ

بجای من مقبول بارگاہ احمد حاجی دوست محمد صاحب را کہ خلیفہ

من اند بدانند و توجہات از ایشان گرفتہ باشند (۵۸۷)۔۔۔۔

اور حاجی صاحب کو اپنی مصنیت کا شرف بخش کر خانقاہ دہلی کے مکانات اور تسبیح خانہ بھی حوالے کیا۔

حضرت حاجی صاحب نے اپنے ایک خلیفہ مولوی رحیم بخش امیری ہضوری (ف ۱۲۸۳ھ) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سمیع کی موعودگی میں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا۔ اور وہ روانہ ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت شاہ احمد سمیع مع اہل و عیال حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ان مقامات مقدسہ میں قیام کے باعث سلسلہ نقشبندیہ کو وہاں بہت فروغ ہوا۔

حضرت شاہ احمد سمیع کے اسی خلفاء کے حالات محفوظ ہیں۔ شاہ احمد سمیع کنی اہم کتابوں کے مولف بھی تھے۔ ان میں سے سمیع البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو مطبوعہ) ، الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) ، اثبات المولد والقیام (عربی مطبوعہ) ، الخوامہ الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی) ، انہار الزہمہ (فارسی مطبوعہ) ، تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی مطبوعہ) اور مکتوبات کا مجموعہ معلوم اور معروف ہیں (۵۸۸)۔

آپ کی اولاد میں عبدالرحید ، عبدالحمد ، محمد عمر ، محمد مظہر اور ایک صاحب زادی

تھی۔

آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری نے اپنی وفات (۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۶ء) سے پہلے اپنی تینوں عانتاہیں یعنی عانتاہ مظہریہ (دہلی) ، عانتاہ موسیٰ زئی اور عانتاہ قندھار اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان کے سپرد کردی تھیں ۔ اور حضرت حاجی صاحب کے قائم مقام مولوی رحیم بخش کا بھی ۱۲۸۳ھ میں انتقال ہو چکا تھا ۔ اس لیے حضرت شاہ ابوالخیر بن حضرت شیخ محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سمیع نے خواجہ محمد عثمان صاحب سے اس سلسلے میں مراسلت کی اور مجاز مقدس سے دہلی واپس آ کر آپ نے پھر حضرت خواجہ محمد عثمان سے خط و کتابت کی کہ عانتاہ شریف (دہلی) ان کے سپرد کردی جائے ۔ لہذا حضرت خواجہ محمد عثمان ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۶ء کو دہلی پہنچے ۔ اس طرح یہ عانتاہ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کے سپرد ہوئی جہاں آپ اپنے وصال ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء تک رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی (فاضل جامعہ ازہر) درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہوئے (۵۸۹ء)۔

مولانا خالد کردی رومی :

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں جو شہرت و قبول عام مولانا خالد کردی کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب ہوا۔ شاہ غلام علی بجا طور پر فرماتے تھے :

یہ حضرت خواجہ بابائی باللہ کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں حضرت امام ربانی جیسا خلیفہ ملا ، اور یہ حضرت امام ربانی کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا ، اور یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا (۵۹۰)۔

مولانا ضیاء الدین خالد شہر زوری اشعری حافضی نقشبندی قادری سہروردی نے اپنے وطن شہر زور کردستان میں مروجہ علوم کی تحصیل کی (۵۹۱) ۔ حدیث کی پیاس کتب کی سند حاصل کی تھی صلوات اللہ علیہ ہند میں سے صرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تعریف کرتے تھے اور ان سے بھی صلح ستہ کی اجازت لی تھی (۵۹۲)۔

طلب شیخ کامل کی آرزو ہر وقت رہتی تھی ۔ حج بیت اللہ کے ارادہ سے نکلے

تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کی شہرت سن کر ادا نے مناسک حج کے بعد آپ کی خدمت میں دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلیمانہ، ایران اور دیگر ممالک سے ہوتے ہوئے ایک سال کی مسافت طے کر کے ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء میں مولانا دہلی حاضر ہوئے (۵۹۳)۔ اور نو ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ تعلیم سلوک کے بعد اجازت لی۔

مولانا غلام علی کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیار عرب میں بہت رواج ہوا۔ یہاں تک کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت آپ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کے قیام بعد از (۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء) کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا:

صدکس عالم مقبر صاحب تصانیف از یاران این فقیر قابل اجازت
گردیدہ اند، و پانصدکس از اکابر علماء داخل طریقہ شدہ اند و تعداد
عوام و خواص مردان کہ بیعت نموده اند چہ بیان آید (۵۹۴)۔

ایک اور مقام پر خود لکھا ہے کہ ایک ہزار عالم مقبر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ "مردمان" مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں (۵۹۵)۔

مولانا عربی و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ فارسی دیوان ترکی سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کی فارس کتب مخطوطات میں ان کی تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک چھپ چکی ہیں (۵۹۶)۔

مولانا غلام علی کا انتقال ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں طاعون کی وبا کے دوران ہوا۔ اپنے وطن میں مدفون ہیں (۵۹۷)۔ مولانا بہت ہر دلغیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے حالات و مناقب پر علماء نے کتابیں تالیف کی تھیں (۵۹۸)۔ علامہ حامی کی مضمون کتب سل الحسام السندی نصرة مولانا غلام القشبندي انہیں کی حمایت میں ہے (۵۹۹)۔

مولانا غلام محی الدین قصوری :

حضرت شاہ غلام علی کے عظیم علماء میں سے تھے۔ مغرب میں زیادہ تر انہی کی بدولت سلسلہ مظہریہ کی نشر و اشاعت ہوئی۔ کثیر تصانیف عالم اور مقبول ترین

فخصیت کے مالک تھے۔

مولانا قصوری ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی ولادت قصور میں ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی گئے۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لی اور حدود ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور مسلسل گیارہ ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت میں رہے (۲۰۰)۔ ان کے معروف خلفاء میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری ، مولانا غلام نبی ٹٹئی ، مولانا حافظ غلام مرتضیٰ بیر بلوی اور حافظ نور الدین پکڑوی کے کارہائے دینی و روحانی قابل ذکر ہیں۔

زمانے کے نشیب و فراز کے باوجود بہت سی کتابیں تالیف کیں جن میں سے صرف اٹھارہ کا ہمیں نام مال سراغ ملا ہے (۲۰۱)۔ ان میں تحفہ رسویہ مہر ترین کتاب ہے۔ مولانا قصوری نے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات (۲۰۲) بھی جمع کیے تھے جن سے دیگر معلومات کے علاوہ سلسلہ معمریہ کے اہم نکات کا بھی علم ہوتا ہے۔

مولانا قصوری نے ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں وفات پائی۔ قصور میں مدفون ہیں (۲۰۳)۔

حضرت شاہ غلام علی کے دیگر خلفاء کے مختصر حالات مقامات معمری سے منسلک ضمیمہ نوحۃ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی میں ملاحظہ کریں (۲۰۴)۔

تصانیف حضرت شاہ غلام علی :

اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ اور کسی نے آپ کی تالیفات کی تلاش و جستجو نہیں کی ہے۔ راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات ، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات کا علم ہوا ہے ان کی تعداد سترہ ہے جن کا یہاں مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے (۲۰۵)۔

۱۔ ایضاح الطریقت :

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول ، اذکار اور اصطلاحات پر آپ نے یہ رسالہ لکھا

ہے۔ اس کا سال تالیف ۱۲۱۲ھ ہے۔ دور آخر میں سلسلہ نقشبندیہ میں اس رسالے کو جتنی مقبولیت نصیب ہوئی دیگر کتابوں کو حاصل نہیں ہو سکی۔ آپ نے اس رسالے میں عام فہم انداز میں طریقہ شریف کے اشغال اس طرح بیان کیے ہیں کہ مبتدی و منتہی دونوں کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

بعد حمد و مناء فقیر عبد اللہ عرف غلام علی علی عنہ گزارش می نماید کہ بیست و دو سالہ بودم کہ ہدایت و عنایت بے غایت الہی سبحانہ شامل حال این فقیر گردیدہ، 'جناب فیض مآب... حضرت مرزا جان جانان قدس سرہ العزیز رسانید... بہ تمن توہجات روح افزای حضرت ایشان مناسبتی بہ حالات و واردات این طریقہ علیہ ہم رسید و ادراک وجدان کئیات و مقامات و اصطلاحات آن حاصل شد۔

یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے (۶۰۶)۔ بہت سے تعلیمی نسخے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں (۶۰۷)۔

۲۔ احوال بزرگان :

اس رسالہ میں مولف نے حضرت غوث الثقلین 'شیخ شہاب الدین سروردی' 'شیخ نجم الدین کبرٹی' 'خواجہ معین الدین چشتی' 'خواجہ قطب الدین' 'شیخ فرید الدین' 'شیخ نظام الدین اولیاء' 'مخدوم صابر' 'شاہ نقشبند' 'خواجہ عطار' 'خواجہ محمد پارسا' 'خواجہ احرار' 'خواجہ محمد باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی مع اولاد حضرت مجدد کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔

اس رسالے کے آخر میں مولف نے مولانا غلام کردی کے حاضر خدمت ہو کر استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا ۱۲۲۵ھ میں دہلی آنے لگے، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا۔

اس رسالے کا تعلیمی نسخہ جناب جی معین الدین 'لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (۶۰۸)۔

۳۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد :

اس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ف ۱۰۳۲ھ) کے حالات و مناقب، غلاء و اولاد کے حالات، اس سلسلہ کی دو معروف کتابوں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس سے تلخیص کر کے لکھے گئے ہیں۔ مولف نے دیگر کتب اور صدی روایات کا بھی اس میں اضافہ کیا ہے۔ اس رسالہ کے کئی مطبعی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں (۶۰۹)۔ یہ ۲۳۴ صفحات کا ضخیم رسالہ ہے۔

۴۔ رسالہ طریق بیعت و اذکار :

اس رسالہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ابتداء اس طرح ہوتی ہے :

بعد من و صلوة دریا بند کہ بیعت بہ معنی عہد کردن است و استوار بودن بر آن۔۔۔

یہ رسالہ حضرت سید اسماعیل محدث مدنی کے مولف سے بیعت ہونے کے بعد تالیف ہوا تھا کیوں کہ اس رسالہ میں ان کے مدینہ منورہ سے مولف کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ رسالہ 'رسائل سہ سیارہ' کے ساتھ چمپ چکا ہے۔

۵۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند :

یہ مختصر رسالہ ہے، جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے :

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ توصیل المرید الی المراد فرمودہ اند نزد ما طریقہ بہتر از طریقہ نقشبندیہ نیست۔

یہ رسالہ، مجموعہ رسائل سہ سیارہ اور آپ کے مکاتیب میں بھی شامل ہے (۶۰)۔

۶۔ رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند :

یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سرحاق سلسلہ نقشبندیہ کے احوال و

مناب پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ بھی سب سے سادہ اور مکاتیب شریفہ میں شامل ہے
(۶۱۱)۔

۷۔ رسالہ اذکار :

اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے :

برائے کہ صحبت میں ممبر ہذا صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و محبت و
مرتبہ احسان "ان تعبد ربک کانک تراہ" اصحاب کرام را رضی اللہ
تعالیٰ عنہم حاصل بود و طلبہ محبت و ترک حظ نفس تصفیہ دہا می
نمود بعد زمان نبوت صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ انواع اذکار و مراقبات
برائے حصول این درجات مقرر کردہ اند... الخ۔

یہ مختصر رسالہ 'رسائل سب سے سادہ میں شامل ہے۔

۸۔ رسالہ مراقبات :

اس میں طریقت کے مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ اس رسالے کا ذکر آپ کے
مطبوعات در المعارف میں ۵ جمادی الاول ۱۲۳۱ھ میں آیا ہے (۶۱۲)۔ جس سے قیاس کیا
جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ اس سنہ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا۔

یہ رسالہ مکاتیب شریفہ (۶۱۳) 'رسائل سب سے سادہ اور در المعارف (۶۱۴) میں بطور
تعلیمات نقل ہوا ہے۔

۹۔ رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد :

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات کے
سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق کے رسالہ اعتراضات کی آڑے کر اپنے دلوں کے غبار
نکالنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدث کے یہ اشکال حضرت مجدد
کے بعض کثوف سے متعلق تھے لیکن یہ اختلاف صرف کثفی اختلاف تھا۔ مخالفت
ہرگز مقصود نہیں تھی چنانچہ ثابت ہو چکا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد شیخ محدث ' حضرت
مجدد کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے (۶۱۵)۔

تاہم حضرت شاہ غلام صلی نے اس رسالے میں نہایت مثبت طریقے سے حضرت

فتح محدث کے اشکال کا جواب دیا ہے (۶۱۶)۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبہ سیارہ میں شامل ہے۔

۱۰۔ رسالہ دیگر در رد مخالفین حضرت مجدد :

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ ضول پر مشتمل ہے :

اول : در بیان مجہلی از احوال حضرت مجدد۔

دوم : در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال۔

سوم : در اجوبہ بعضی اعتراضات فتح عبدالحق ... کہ رسالہ در انکار معارف ایشان نوشتہ اند۔

چہارم : در بیان حواشی کہ اوستاد فقیر (حضرت شاہ عبدالعزیز) در ایام

خریدی بر رسالہ مذکور تحریر فرمودہ اند۔

پنجم : در رفع شبہاتی کہ بر السنہ مذکور است۔

رسالہ حضرت مولف کے اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصل ہے۔ یہ بھی رسائل سبہ سیارہ میں طبع ہوا ہے۔

۱۱۔ رسالہ مشغولیہ :

اس رسالہ میں لطائف کا بیان ہے :

لطائف سبہ تا در ان حرکت ذکر پیدا شود ... اول لطیفہ قلب

دوم ذکر غفی ...

رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں مولف نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن چونکہ یہ

رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (۶۱۷) کی بیاض (۶۱۸) میں شامل ہے اور انہوں

نے اسے حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف بتایا ہے لہذا ان کے اس غلام سے

تعلق خاطر کی بنا پر اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ فرماتے ہیں :

رسالہ مشغولیہ ... من تصنیف ... حضرت شاہ عبداللہ المستر فی

الافاق غلام علی شاہ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ... الخ۔

یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

۱۲۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ :

کتب غانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں اس نام کا ایک رسالہ شاہ صاحب سے منسوب ہے (۶۱۹)۔ اس کی تفصیل اس وقت تک ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ :

یہ حضرت شاہ غلام علی کے ایک سو پچیس مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے جمع کیا ہے۔ سال ترتیب " مظهر عجائب " سے ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

جن اصحاب کے نام مکتوبات میں ان کے اسماء یہ ہیں :

حضرت شاہ ابو سعید مجددی ، شاہ رؤف احمد ، شاہ احمد سعید ، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ، مولانا خالد کردی ، قمر الدین پشاوری ، ملا فقیر محمد کولابی ، شاہ گل محمد غزنوی ، شہزادہ مرزا جہانگیر ، صاحب زادہ ہائے سیف الرحمن و عبدالرحمن ، میاں محمد حسن (وکیل انگریز) ، غلام محمد خان ، منور خان (حاکم سرورج ، مالوہ) ، شاہ عبداللطیف ، والدہ مولوی بشارت اللہ ، مولوی ہادی احمد ، قاضی ہمشیر خان ، میاں رسول بخش گنگوہی ، شاہ پیر محمد کشمیری ، محمد اکبر ہمانی (بادشاہ ہند) ، مولوی محمد اکرم خان حیدر آبادی ، میر فرخ حسین ، مولوی ولی اللہ سنہسلی ، مولوی بشارت اللہ بڑاٹھی ، منشی امین الدولہ احمد خان ، سید احمد بغدادی ، نواب ہمشیر خان ، سید امین الدین ، مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری ، شیخ غلام مرتضیٰ اور حاجی عبداللہ بخاری۔

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر اذق اسرار و رموز پر بھی بحث کی گئی ہے۔ نیز محافلین حضرت مجدد کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔ اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل ہیں (۶۲۰)۔

ان مکاتیب شریفہ کا مخطی نسخہ بخط جامع شاہ رؤف احمد مجددی ، رباط مظہری

مدینہ منورہ میں موجود ہے (۶۲۱)۔ یہ مکاتیب پہلی مرتبہ مطبع عزیز می مدراس سے ۱۳۳۴ھ میں چھپے تھے پھر حکیم عبدالجید سیفی نے انہیں ۱۳۴۱ھ میں لاہور سے شائع کیا۔ اس آخری ایڈیشن کو بصورت عکس آقا حسین علی نے ترکی سے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی کا ایک مکتوب جو اردو زبان میں ہے کتاب ارشاد المسترشدین میں موجود ہے (۶۲۲) جو ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

۱۴۔ در المعارف :

مؤلف مقامات ظہری کے مخطوطات کے اب تک صرف دو مجموعے دست یاب ہوئے ہیں۔ پہلا مجموعہ در المعارف، آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی (۶۲۳) نے حضرت شاہ ابوسعید مجددی کی فرمائش پر جمع کیا ہے۔ اس کا آغاز روزہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روزیک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک کے سخنان پر مشتمل ہے یہ مسلسل اور تاریخ وار ہے۔ آخر میں کچھ مخطوطات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی، اس لیے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیے گئے ہیں۔ اس حصے میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء کے بعض فرمودات کا ذکر ملتا ہے۔

ان مخطوطات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت موثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے۔ بے شک وجہ مبتدی و فتنی کو اس مجموعہ مخطوطات کے مطالعہ سے روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔

متاخرین نے حضرت شاہ غلام علی کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے۔ یہ مجموعہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ مطبع نادری بریلی ۱۳۰۴ھ، محبوب المطابع دہلی ۱۹۲۷ء، ملتان ۱۹۶۰ء اور استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۴ء سے مکتبہ اشیتق نے شائع کیا۔

۱۵۔ مخطوطات شریفہ :

مؤلف کے مخطوطات کا یہ دوسرا دریافت شدہ مجموعہ ہے۔ اسے آپ کے خلیفہ

نامہ ار حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری (۶۲۴) نے جمع کیا تھا۔ سال تہودین حدود (۶۲۵) ۱۸۱۸ھ/۱۲۳۳ھ (بتاریخ ۲۹ شعبان ۱۲۲۱-۲۳ رمضان اور عید الفطر) ہے۔

یہ مجموعہ بھی درالعارف کی طرح حضرت شاہ غلام علی کی مکمل زندگی ارشاد کے سخنان پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کے نام سے جو کتابوں نے لکھا ہے یعنی "ملفوظات چہل روزہ" سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صرف چالیس یوم کی حاضری کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے جامع ملفوظات کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ گیارہ ماہ تک حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے، ممکن ہے اس میں زیادہ ایام کے سخنان عالی بھی شامل ہوں۔

اس نو دریافت مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اسے درالعارف کا ضمیمہ تصور کرتے ہوئے اس کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تصریح خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس میں جا بجا حضرت مظهر کے اقوال سے مسائل تصوف کا استنباط کیا گیا ہے۔ گویا حضرت مظهر کے افکار کی توضیحات کے سلسلہ میں یہ ایک اہم ماخذ ہے۔ ہمیں اب تک اس کے سات مکتبی نسخوں کا سراغ ملا ہے۔ یہ مجموعہ ہمارے مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ چھپ چکا ہے (۶۲۶)۔

۱۶۔ کمالات مظہریہ :

حضرت شاہ غلام علی کی حضرت مظهر کے احوال و افکار پر دو منفرد کتابیں دست یاب ہو چکی ہیں۔ اول مقامات مظہری دوم کمالات مظہریہ۔ پہلے موخر الذکر کتاب کا مختصر تعارف ملاحظہ کریں پھر زیر نظر کتاب مقامات مظہری کا مفصل تعارف پیش کیا جائے گا :

کمالات مظہریہ آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں حدود ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف کی تھی۔ اس کے بارے میں شاہ محمد مظهر مجددی لکھتے

ہیں :

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ خود کہ بظن غالب در حدود سی و ہفت تالیف فرمودہ اند و عمر مبارک حضرت والد (شاہ احمد

سعید) بہ بیعت رسیدہ بود ، بعد ذکر حضرت جد امجد جنیں ارکام فرمودہ اند (۶۲۷)۔۔۔۔

یہ اقتباس اس کتاب کے سال تصنیف کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

اس کتاب کا اب تک صرف ایک ہی مخطی نسخہ دریافت ہوا ہے۔ جو خانقاہ مظہری کے موجودہ سجادہ نشین حضرت ابوالحسن زید کاروتی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ مولف نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا ، حضرت زید نے مطالعہ کے بعد کمالات مظہریہ اس کا نام رکھا اور یہی انہوں نے اس کے سرورق پر لکھ دیا ہے۔ اس کا مخطی نسخہ ۱۸۵۷ء سے پہلے کا مکتوبہ (۶۲۸) ہے۔ کمالات مظہریہ دراصل مقامات مظہری کا خلاصہ ہے اور مولف نے تنقیص کے دوران اس میں بعض ترمیمات بھی کی ہیں (۶۲۹)۔

۱۷۔ مقامات مظہری (کتاب ہذا):

یہ کتاب حضرت میرزا مظہر جان جانی شہید کے روز ولادت سے یوم شہادت تک کے حالات و مقامات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے مخطوطات اور مکتوبات (۶۳۰) کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔

کتاب کی اشارہ ضلعیں ہیں۔ مولف نے جا بجا قرآنی آیات اور احادیث کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔ تہذیب اور معاصرین کے اقوال سے اپنے بیانات کو موثر بنایا ہے۔

کتاب میں سال تصنیف کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس کی سولہویں فصل (در واقعات شہادت مظہر) میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت مظہر کی شہادت کو سولہ سال گزر چکے ہیں (۶۳۱)۔ اس فقرہ سے اس کتاب کا سال تالیف اس طرح برآمد کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی شہادت کا سن مسلمہ طور پر ۱۱۹۵ھ ہے اگر اس سن میں سولہ عدد کا اضافہ کیا جائے تو ۱۱۹۵ + ۱۶ = ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء اس کا زمانہ تالیف متعین ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اس مقدمہ میں کئی مقامات پر وضاحت کی جا چکی ہے کہ اس کتاب کے مولف حضرت شاہ غلام علی ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۳ء میں حضرت مظہر سے بیعت ہوئے اور سال شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء تک صاحب سوانح (حضرت مظہر) کی خدمت میں سترہ سال

تک انہیں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اس لیے ہم اس کتاب کو حضرت معمر کی ساری زندگی اور خصوصاً آخری سترہ سالہ زمانہ حیات کی آئینہ دار قرار دے سکتے ہیں۔

اگر اٹھارہویں صدی عیسوی کے مملوکیوں کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو اس کتاب کی امتیازی حیثیت معلوم ہو جائے گی۔ اس دور کی جس قدر مذہبی، سماجی اور سیاسی جھلکیاں اس مجموعہ میں ملتی ہیں، مملوکیات کے دیگر مجموعے ان امور سے علی ہیں۔ اس موضوع کی دیگر کتابیں ضخامت کے اعتبار سے بے شک اس سے کئی گنا زیادہ ضخیم نظر آئیں گی، لیکن ان میں صاحب سوانح حضرات کی کرامات اور غرق عادات کو اس قدر طوالت دی گئی ہے کہ اکثر سوانحی مجموعے اپنے مقصد تالیف اور بعض اوقات اصل موضوع سے اتنے دور چلے گئے ہیں کہ انہیں اس میں شمار کرنا دشوار معلوم ہونے لگتا ہے۔

اس کتاب کی بہت سی دوسری خوبیوں کے علاوہ یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ مولف نے اس کی مختلف اصول بنا کر تمام متعلقہ امور کو یک جا کر دیا ہے۔ ساری کتاب میں کہیں بھی واقعات کی تکرار نہیں ہے۔ کتاب کی ایک ضل حضرت معمر کی کرامات کے لیے ضرور مخصوص ہے لیکن کسی ایک کرامت پر بھی خلاف شرع ہونے کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس میں تو واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ:

سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میں استقامت ہے۔

چونکہ صاحب سوانح اپنے دور کے درجہ اول کے شعراء میں سے تھے اس لیے مولف نے ان کی زبانی کتاب میں جا بجا بہت عمدہ اشعار لکھے ہیں جس سے کتاب کا انداز بیان بھی نہایت دلچسپ اور موثر ہو گیا ہے۔

ہمیں اس کتاب کے بغور مطالعہ کے بعد اس کا مقصد تصنیف یہ معلوم ہوا ہے کہ اس دور کی مذہبی بے راہ روی اور صوفیہ، غام کی خلاف شرع حرکات کے معاشرتی زندگی پر جو منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے ان کو زائل کرنے کے لیے مصلحین صوفیہ کا باقاعدہ ایک گروہ اس معاشرتی زوال کو روکنے اور اس کے اسباب کا گہرا مطالعہ کرنے میں مصروف تھا۔ چونکہ صاحب سوانح اور کتاب ہذا کے مولف اس مصلحین گروپ کے سرگرم ترین ارکان میں سے تھے اس لیے ان حضرات کی طرف سے جو کوششیں ہوئیں ان میں ایک بڑا کارنامہ اس کتاب کی تالیف بھی ہے۔

ساری کتاب میں اعتدال اور میانہ روی کو اس طریقے سے ملحوظ رکھا گیا ہے کہ متقدمین صوفیہ کی تصانیف کی مثالیں سامنے آنے لگتی ہیں۔ مذہبی اور متنازعہ فیہ مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ تصوف کے نازک ترین موضوعات بھی اس طریقے پر زیر بحث آنے ہیں کہ "وحدت الوجود" کا موضوع اس دور میں عوامی مباحث کی سطح پر پہنچ گیا تھا اس لیے مولف کو یہ بنیادی بات کہنی پڑی:

توحید وجودی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

اس کتاب میں دور از کار موضوع پر بحث کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

مولف نے دیباچے میں وضاحت کی ہے کہ "ان کی یہ کتاب مولوی نسیم اللہ بہرائچی کی کتاب کا لُحْص و انتخاب ہے۔"

مولف نے مولانا بہرائچی (۱۹۳۲) کی اس کتاب کا نام نہیں لکھا ہے مولانا کی اس موضوع پر دو کتابیں موجود ہیں۔ ایک بشاراتِ مطہریہ اور دوسری معمولاتِ مطہریہ۔ چونکہ مؤرخ الذکر کتاب کئی مرتبہ پھپھکی ہے اور غاصی متداول و معروف ہے اس لیے حضرت مطہر کے کئی سوانح نگاروں (۱۹۳۳) نے بلا تاویل یہ لکھ دیا ہے کہ "مقاماتِ مطہری تو معمولاتِ مطہریہ کا غلام ہے۔"۔ حالانکہ معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اگر بشارات، معمولات اور مقامات تینوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مولف نے مولانا بہرائچی کی بشاراتِ مطہریہ کو اپنے کام کی بنیاد بنایا ہے جس کے قرائن حسب ذیل ہیں:

(۱) بشاراتِ مطہریہ کی کئی فصلیں ایسی ہیں جو معمولاتِ مطہریہ میں مطلقاً شامل نہیں ہیں مثلاً حالاتِ غلامانے حضرت مطہر اور فصلِ مکتوبات۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت شاہ غلام علی نے معمولات کو بنیاد بنایا تو ان کی کتاب میں مذکورہ دو ضلوع کہاں سے آگئیں؟

(۲) جب کہ بشارات میں یہ دونوں فصلیں مفصل طور پر تحریر کی گئی ہیں۔ بلکہ غلامانے حضرت مطہر کی پوری فصلِ حضرت شاہ غلام علی نے بشارات سے لی ہے۔ اکثر غلامانے حالاتِ غلامانے سے بعض کے مزید حالات جو انہیں معلوم تھے ان میں اضافہ بھی کیا ہے۔

(۳) معمولاتِ مطہریہ میں زیادہ تر حضرت مطہر کے معمولات، عبادات اور وظائف کو بیان کیا گیا ہے جب کہ مقاماتِ مطہریہ میں ائمہ مختلف

فضول کے تحت مواد یک جا کیا گیا ہے۔

(۴) آخری اور سب سے اہم قرینہ یہ ہے کہ غوش قسمتی سے بشارات مظہریہ کا وہ عملی نسخہ جو مقامات مظہری کی تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر تھا وہ اب بھی برٹش میوزیم میں محفوظ ہے (۶۳۴)۔ یہ عملی نسخہ ہندوستان سے ہی برٹش میوزیم میں گیا ہے۔ اس کے پہلے ورق پر تحریر ہے کہ یہ نسخہ ہملٹن کی بیوہ سے ۱۸۶۸ء میں خریدایا گیا:

Purchased of the widow of Col. Geo W.

Hamilton, April, 1868.

اس نسخہ کے عواشی پر کئی مقامات پر حضرت شاہ غلام علی نے مولف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی یادداشتیں تحریر کی ہیں۔ ایک موقع پر مولف نے حضرت کاظمی مناء اللہ پانی پتی کا ایک کتبہ نقل کیا ہے۔ لیکن کتبہ ایہ کا نام نہیں لکھا۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت شاہ غلام علی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ایں کتبہ خود حضرت کاظمی مناء اللہ صاحب بنام فقیر غلام علی
نوفتہ اند مولوی نعیم اللہ جو نام فقیر را صرف کردہ اند (۶۳۵)

اسی طرح جانشینی کے مسئلہ پر ایک حاشیہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مظہر نے کسی کو اپنا جانشین نام زد نہیں کیا تھا (۶۳۶)۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مقامات مظہری کی تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر بشارات مظہریہ کا یہی نسخہ تھا۔ نہ کہ معمولات مظہریہ کا۔

ہاں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولف نے معمولات مظہریہ سے بھی استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن انہوں نے اپنے کام کی بنیاد بشارات مظہریہ پر رکھی۔ اس بیان سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت شاہ غلام علی نے صرف "بشارات" کی تکمیل و انتخاب ہی کیا ہوگا بلکہ مولف نے ان گنت ایسے واقعات کا اس میں اضافہ کیا ہے جن سے بشارات یکسر علی ہے۔

گویا مقامات مظہری 'بشارات مظہریہ کا مکملہ بھی ہے اور اس کی شرح بھی — لازم معلوم ہوتا ہے کہ بشارات مظہریہ پر قدرے تفصیل سے بحث کی جانے تاکہ پیش نظر کتب کی بنیاد کی نوعیت زیادہ واضح ہو سکے۔

بشارات مظہریہ کا سبب تالیف مولف نے یہ بتایا ہے کہ وہ ۱۱۸۹ھ میں دوسری مرتبہ جب کہ حضرت مظہر کی مستقل صحبت اختیار کرنے کے لیے دہلی حاضر ہونے (۶۳۷)۔ تو انہوں نے اس قیام کے دوران حضرت کی سخنان کو جمع کرنا شروع کر دیا اور بہت سا مواد جمع کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا گیا۔ حضرت مظہر نے بعض اجزاء پر حک و اصلاح فرمائی۔ لیکن مولف کو رخصت کرتے وقت فرمایا کہ ہمارے حالات اس قابل نہیں ہیں کہ انہوں معاملہ تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ مولف نے ان اجزاء کے سوا جو حضرت مظہر کی نظر سے گزرے تھے اور ان کی اصلاح کی تھی تبرکاً محفوظ رکھا۔ باقی اوراق ضائع کر دیے۔

آخر ۱۲۰۴ھ میں ایک مرتبہ ان اوراق پر نظر پڑی تو احباب نے مشورہ کیا۔ خصوصاً صاحب زادہ میر محمد ماہ بہرائچی نے بہت اصرار کیا کہ اسے کتاب کی صورت میں مدون کر دیا جائے۔ چنانچہ مولف نے استخارہ کے بعد اسے کتابی صورت دے دی۔ مولف نے ساری کتاب میں بشارات مظہریہ کی تاریخ تکمیل کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ البتہ واقعات کی تحریر کے دوران بعض مقامات پر ۱۲۰۵ھ کو "سال گزشتہ" (۶۳۸) کے طور پر لکھا ہے۔ جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کتاب ۱۲۰۴ھ ۱۲۰۵ھ اور ۱۲۰۶ھ تک زیر تالیف و تکمیل رہی (۶۳۹)۔ اس کا اصلی نسخہ سال تکمیل سے ایک برس بعد یعنی ۱۲۰۷ھ کا مکتوبہ ہے (۶۴۰)۔

بشارات مظہریہ کی تالیف کے دوران ہی مولف ایک اور رسالہ معمولات مظہریہ کی تالیف میں مصروف نظر آتے ہیں۔ معمولات میں انہوں نے محکمہ کے تحت جو عبارت لکھی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوئی۔ بے شک بشارات کے بہت سے مندرجات معمولات میں پائے جاتے ہیں لیکن معمولات کو بشارات کا خلاصہ سمجھنا محض قیاس آرائی ہے کیونکہ یہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کے وجود سے بے خبر ہیں۔

ہمارے خیال میں معمولات مظہریہ کو بشارات کی تالیف کے دوران ہی الگ اور مستقل موضوع کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

معمولات مظہریہ تین مرتبہ چمپ چکی ہے۔ اول مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۷۵ھ میں پھر اسی مطبع (۶۴۱) سے ۱۲۸۴ھ میں اور تیسری مرتبہ مطبع محمدی لاہور سے طبع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ مخزن حقیقت کے نام سے رحیم الدین احمد طرب نے کیا جو

دہلی سے ۱۳۱۵ھ کو طبع ہوا۔

بشارات مظہریہ کے دو مقصد اور ایک غامض ہے۔ مقصد اول و دوم کے پانچ پانچ ابواب ہیں اور غامض میں حضرت مظہر کے بعض فارسی اشعار کا انتخاب ہے۔

اس کتاب میں نہ صرف حضرت مظہر بلکہ آپ کے احباب و اصحاب کے بارے میں بھی خاصی اہم معلومات ملتی ہیں جن میں سے اکثر نکات ہم نے مقامات مظہری کے حواشی میں باجائز نقل کیے ہیں۔

مقامات مظہری کی بہت سی فضول بشارات مظہریہ سے منقول معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جب دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مولف مقامات نے اپنے تجربہ اور صاحب سوانح سے زیادہ قرب کے باعث بعض نکات کی قابل قدر توضیحات کی ہیں اور اضافے بھی کیے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنی اس کتاب کا کہیں نام نہیں لکھا۔ اس کتاب کے طابع اول عبدالرحمن خان مالک مطبع احمدی دہلی اس پر ایک ضمیمہ لکھوانے کے لیے حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس کی اشاعت اول اسی مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۹ھ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اس کے طابع اور مہتمم نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا سرورق یوں ہے :

رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب

اللہ جناب مرزا جان جانان مظہر شہید قدس اللہ سرہ۔

لیکن جب دوسری مرتبہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء مطبع مجتہبی دہلی سے یہی "رسالہ شریفہ"

مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) نے طبع کروایا تو اس کے "عناصل پر لکھا (۶۴۲) "لطائف غمہ معروف بہ مقامات مظہری" اس کے بعد عصر حاضر کے تمام تذکرہ نویسوں نے اس کا حوالہ ہی مقامات مظہری (۶۴۳) کے نام سے دینا شروع کر دیا۔

ہمارا قیاس ہے کہ سب سے پہلے حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی ظیفہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہرطویہ میں اسے یہ نام دیا (۶۴۴) اور اس کے بعد اس حلقہ میں اسے اسی نام سے یاد کیا جانے لگا۔

اس کے طبع اول از مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء پر باجاء حواشی ہیں اگرچہ ان کے لکھنے والے کا نام واضح نہیں کیا گیا لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ توضیحات

کتاب کے ضمیمہ نگار حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی ہیں۔ اس کی اشاعت ملنی اسی سے منقول ہے۔ اس کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ حضرت مظہر کے معمولات ' مولانا نعیم اللہ بھڑانچی کی کتاب معمولات مظہریہ (۶۲۵) سے منقول ہیں (۶۲۶)۔ اس اشاعت میں کتابت کی بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ ترجمہ کے دوران اس کے دو مٹی نئے (۶۲۷) بھی ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔

مقامات مظہری کا اردو ترجمہ ملک فضل الدین (مالک اللہ والے کی قومی دکان) لاہور نے طائف خمسہ موسوم بہ مقامات مظہری کے نام سے شائع کیا تھا۔ حسب معمول اس پر کسی مترجم کا نام نہیں دیا گیا اور نہ ہی سال طباعت مذکور ہے۔ قیاس ہے کہ حدود ۱۹۳۰ء میں یہ ترجمہ طبع ہوا ہوگا۔ یہ ترجمہ اخلاط سے اس قدر پر ہے کہ جہاں جو فقرہ مترجم نہیں سمجھ سکے اسے بلا تکلف چھوڑ دیا ہے۔ کتاب میں حامل آیات اور احادیث کی تصحیح تو درکنار عمومی فارسی فقرات کا ترجمہ مضحکہ خیز حد تک لالچینی ہو کر رہ گیا ہے۔

آئیے حضرت مظہر کے اس سیاسی اور سماجی ماحول کے پس منظر میں اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کریں۔

حواشی

- ۱۔ نظامی، ضلیق احمد: تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۱۰۔
- ۲۔ ان میں سے بعض قوتوں کا مستقل عنوان کے تحت ہم نے اسی مقدمہ میں جائزہ لیا ہے۔
- ۳۔ Sarkar, J. N : Fall of the Mughal Empire, vol. 1, p. 439.
- ۴۔ Satish Chandra : Parties and Politics at the Mughal Court, (1707-1740), Aligarh, 1959.
- ۵۔ جنگ پانی پت کی تفصیلات سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو :
Kashi Raj : An account of the last Battle of Panipat, tr. by J. Brown, Bombay 1926. Gupta, H. R : Marathas and Panipat, Chandigarh, 1961.
- ۶۔ نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ ۴۵ (مختصاً)۔
- ۷۔ یہ مکتوبات مائیکرالابرار - فلمی میں محفوظ ہے جس کا یہ اقتباس مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب سیرۃ سید احمد شہید، طبع لاہور، جلد اول، ص ۴۱-۴۲ سے ماخوذ ہے۔
- ۸۔ نور محمد، قاضی - جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ، امرتسر، ۱۹۳۹ء، ص ۱۰۲-۱۰۳۔
- ۹۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لوائح غافقہ معہرہ ۱۷۵-۲۳۹۔
- ۱۰۔ معہرہ: کلمات طیبات ۸۵/۹۹، ۳۱/۳۲۔
- ۱۱۔ ایضاً ۶۵/۵۸۔
- ۱۲۔ ایضاً ۶۹/۶۰۔
- ۱۳۔ ان حقائق کے سامنے آ جانے کے بعد محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم کا یہ نتیجہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ "حضرت معہرہ سودا و میر کی طرح براہ راست سیاسی حالات کی زد میں نہیں آئے" (مرزا معہرہ، ص ۷۵)۔
- ۱۴۔ غلام علی دہلوی: مقالات معہری (فصل ۱۱)۔
- ۱۵۔ ان بادشاہوں کے سنین تحت نقشبندی و زمانہ حکومت کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر 3 کتاب ہذا۔
- ۱۶۔ ولیم ارون نے معاصر مآخذ کے حوالے سے لال کنور کے سلطنت کے امور میں عمل دخل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :
Later Mughals, vol. 1, p. 192.
- ۱۷۔ محمد شاہ کے حالات پر درجہ اول کی تحقیقی کتاب مال ہی میں علی گڑھ سے طبع ہوئی ہے۔

Malik, Zahir uddin : The Reign of Muhammad Shah, Aligarh, 1977.

۱۸۔ حادثہ نادر شاہی (متن مشمولہ حدیث نادر شاہی مرتبہ رضا شعبانی ' تہران ۲۵۳۶) ص ۴۶۔

۱۹۔ وارد تہرانی ' محمد شفیع : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) مرتبہ رضا شعبانی ' تہران ۱۳۳۹ خ ص ۲۴۴۔

۲۰۔ محمد عمر : "ہندو تہذیب اور مسلمان" مقالہ مشمولہ برہان - دہلی - دسمبر ۱۹۶۸ء ص ۴۱۰۔

۲۱۔ ایضاً برہان فروری ۱۹۷۱ء ص ۱۳۴۔

۲۲۔ Edwards, Michael : King of the World (Life and Times of Shah Alam), London, 1970.

۲۳۔ Francklin, W : History of the Reign of Shah Aulum, London, 1798, p. 159.

۲۴۔ پولیر : شاہ عالم شاہی کے عہد کا دہلی دربار ترجمہ نصیب اختر ' کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۸۔ ۱۱۵۔ ۴۹۔

۲۵۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۳۵/۲۶۔

۲۶۔ تقسیمات الہیہ ترجمہ از مولانا منائر الحسن گیلانی مشمولہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ' ص ۱۳۶۔

۲۷۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۲۵/۲۰۔

۲۸۔ وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہی ' تہران ۱۳۳۹ خ ص ۱۳۷ میں ہے :

نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی امراء کا یہی کردار تھا وہ "بہر روز تدبیریں سوچتے اور صبح کو ان فیصلوں کو بدل ڈالتے"۔

۲۹۔ محمد عمر : میر کا سیاسی و سماجی ماحول ' برہان ' دہلی ' جون ۱۹۶۵ء ص ۳۷۲۔

۳۰۔ وارد تہرانی ص ۱۳۸۔ ناصر خان کے حالات کے لیے دیکھیے حماد السعادت ۲۳ - ۲۴

۳۱۔ ایضاً ص ۱۲۷۔

۳۲۔ حادثہ نادر شاہی [مشمولہ حدیث نادر شاہی] ص ۴۲۰ ۵۳۔

۳۳۔ درگاہ قلی خان : مرقع دہلی ص ۳۸ - ۳۹۔

۳۴۔ تفصیلات اسی مقدمہ میں "معاشرتی زندگی" کے تحت ملاحظہ کریں۔

۳۵۔ درگاہ قلی خان : مرقع دہلی ص ۲۷۔

۳۶۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۳۰/۲۸ ' ۱۳۲/۲۹۔

- ۳۷۔ تفصیل اسی مقدمہ میں ”صولیہ کا کردار“ کے تحت مطالعہ کریں۔
- ۳۸۔ شاہ ولی اللہؒ درانی کو لکھتے ہیں ”اس بلئے عظیم (دھمن قوتیں) کے دفع کرنے کی قدرت بفضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔ (سیاسی مکتوبات ۹۱-۹۰/۲)
- ۳۹۔ شاہ ولی اللہؒ: سیاسی مکتوبات مرتبہ نظامی ۹۱/۲۔
- ۴۰۔ قول انجلی: بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ ص ۲۳۔
- ۴۱۔ ایضاً ص ۲۵۔
- ۴۲۔ وارد، محمد شعیب تہرانی: تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) مرتبہ رضا شہنشاہی۔
- ۴۳۔ ایضاً ص ۱۴۴-۱۴۸۔
- ۴۴۔ ایضاً ص ۲۰۳۔
- ۴۵۔ محمد عمر: میر کا سیاسی و سماجی ماحول، برہان، جون ۱۹۶۵ء، (بحوالہ تاریخ خدمات فرخ سیراز محمد کام بخش)۔
- ۴۶۔ وارد: تاریخ نادر شاہی ص ۲۲۰۔
- ۴۷۔ مادہ نادر شاہی مولف نام معلوم، معاصر نادر شاہ قن مشمولہ جدید نادر شاہی مرتبہ رضا شہنشاہی، تہران ۲۵۳۲ ش ص ۵۱۔
- ۴۸۔ ایضاً ص ۵۲۔
- ۴۹۔ ایضاً ص ۵۶۔
- ۵۰۔ ایضاً ص ۶۶۔
- ۵۱۔ نادر گردی میں حضرت معمر کی فائزہ بھی متاثر ہوئی تھی۔ سادات خان ناصر نے کہا ہے:
- جب استیلی فوج نادر شاہ مردم دہلی پر ہوا اور لشکر مخالف پر گھر میں فارت کو در آیا، مرزا کی امتہ پر بھی دست ستم دراز کیا۔۔۔ (تذکرہ غوث معرکہ زیبا مرتبہ مفتی خواجہ، لاہور، جلد اول ۱۹۷۰ء۔
- ص ۱۱۵-۱۱۷)۔
- ۵۲۔ شاہ فقیر اللہ طوی: مکتوبات ۲۸۸/۶۶۔
- ۵۳۔ وکیلی، عزیز الدین فوٹوگرافی: تیمور شاہ درانی ۶۷۸/۲۔
- ۵۴۔ گنڈا سنگھ، احمد شاہ درانی ص ۱۱۲-۱۱۶۔
- ۵۵۔ ایضاً ص ۲۵۳-۲۹۷۔
- ۵۶۔ پروفیسر فلیق احمد نظامی نے حضرت شاہ ولی اللہ کے عہد کی تاریخ کے معنی مطالعہ کے بعد شاہ صاحب کے اس حسین انتخاب کا بہ طریق احسن دفاع کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو

شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۴۰-۴۱)۔

۵۷۔ مراسلت احمد شاہ درانی وغیرہ، بحوالہ گنڈا سنگھ: احمد شاہ درانی، ص ۲۲۲-۲۲۳۔

۵۸۔ Sardesai : A New History of the Marathas, vol, II, pp. 44 - 48.

۵۹۔ گنڈا سنگھ نے اپنی کتاب احمد شاہ درانی، (ص ۲۶۰-۲۶۱) میں جادو ناتھ سرکار

ڈیپٹی اور مرتضیٰ علی خان کے حوالوں سے اس واقعہ کو بہ تفصیل لکھا ہے۔

۶۰۔ Francklin : History of the Reign of Shah Aurum, London, 1798, p 34.

۶۱۔ Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, pp. 374 - 84.

۶۲۔ تقاضی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مہمہ، ص ۴۶۔

۶۳۔ ایضاً، ۹۰/۲۔

۶۴۔ Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, p. 152.

۶۵۔ مظہر: مکاتیب مشہور کلمات طیبات، ۹۰-۹۱۔

۶۶۔ شاہ ولی اللہ: سیاسی مکتوبات مرتبہ تقاضی، ۹۱/۲۔

۶۷۔ ایضاً، مہمہ، ص ۳۰۔

۶۸۔ Sarkar, J. N : History of Aurangzeb, vol. III, p. 317.

۶۹۔ طباطبائی، غلام حسین: سیر المتأخرین، ص ۴۰۲۔

۷۰۔ ”سربند کی تباہی اور حضرت مظہر“ کے تحت تفصیلات ملاحظہ کریں۔

۷۱۔ محمد مصحف: مرآت واردات، قلمی، بحوالہ تہذیب مشائخ، ص ۳۱۸۔

۷۲۔ تقاضی: تہذیب مشائخ، ص ۳۱۷۔

۷۳۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو فصل غلام، کتاب ہذا۔

۷۴۔ مظہر: خطوط ترجمہ از ضلیح، انجم، ۱۳۴/۳۱۔

۷۵۔ قریشی: مکاتیب، ۱۵/۱۱/۸۰۔

۷۶۔ ایضاً، ۴۵/۳۲۔

۷۷۔ ایضاً، ۴۶/۳۲۔

۷۸۔ ایضاً، ۴۶/۳۲، ۴۸/۳۵، ۴۹/۳۶، ۴۹/۴۱، ۵۶۔

۷۹۔ ایضاً، ۸۶/۸۶۔

۸۰۔ قریشی: مکاتیب، حواشی، ص ۲۶۰۔

۸۱۔ ایضاً، ۸۲/۸۲-۸۳۔

۸۲۔ دیوان شیونانہ گجرات کا حامل تھا، ۱۷۶۴ء میں سردار جہت سنگھ جب روہتاس پر حملہ

کرنے کے لیے روانہ ہوا تو سربند خان نے گجرات پر قبضہ کر لیا۔ اور جودہری رحمت

خان اور دیوان شیونانہ کو سکھوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے جرم میں قتل کروا دیا۔

(گنڈا سنگھ: احمد شاہ درانی ص ۲۹۵ - چار بارغ پنجاب ص ۱۱۳)۔

۸۳ - قریشی: مکاتیب ۸۹/۱۳۴۔

۸۴ - ایضاً ۹۰/۱۳۵۔

۸۵ - ایضاً ۹۱/۱۳۶۔

۸۶ - ایضاً ۱۳۵/۲۰۹۔

۸۷ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

An Account of Najibuddaulah, pp, 61, 77, 79, 89, 92, 94, 95, 100,

110, 127.

۸۸ - غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لواغ ۶/۳۸۔

۸۹ - Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, p.197.

۹۰ - ایضاً ص ۱۹۸۔

۹۱ - ایضاً ص ۲۶۶۔

۹۲ - نور محمد "قاضی: جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ" امرتسر ۱۹۳۹ء ص ۳۸۔

۹۳ - ایضاً ص ۴۰ - ۴۴۔

Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, pp. 296 - 297.

۹۴ - تفصیل کے لیے حنات الحرمین کا مقدمہ ملاحظہ کریں ص ۱۵۶ - ۱۵۷۔

۹۵ - مجدد الف ثانی: مکتوبات ۲/۶۸۔

کا نگزہ (نگر کوٹ) کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

Kangra District Gazetteer, Lahore, 1926.

Imperial Gazetteer of India, vol, XIV, p. 397.

۹۶ - مکتوبات حضرت مجدد کی سب سے صحیح اشاعت مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری (۱۹۳/۱)

میں یہ جملہ:

"دریں وقت کشتن کافرلین گویند و آل او بسیار خوب واقع شد"

درج ہو گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے صحیح بزرگ مولانا نور احمد امرتسری اس کی صحیح قرات نہیں کر سکے۔ جبکہ اس کی صحیح محل مکتوبات حضرت مجدد مطبوعہ نو لکھنؤ میں اس طرح ہے:

"دریں وقت کشتن کافرلین گویند و آل بسیار خوب واقع شد"

مولانا امرتسری مرحوم نے اس جملے کو عربی و فارسی کلمہ کے مطابق یوں پڑھا یا کافرلین گویند و آل او... یعنی گویند وال "کو انہوں نے گویند و آل او سمجھا جو سہو صریح ہے اس لیے کہ گور و گویند کا زمانہ حضرت مجدد کے وصال ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء کے

بعد یعنی ۱۶۷۵ء - ۱۷۰۸ء کا ہے، مولانا نے حاشیہ میں خود ہی گوبند کو اورنگ زیب کا معاصر بھی بتایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے کچھ سکھ گرو کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گویند وال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز گویند وال کے رستے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے۔ گویند وال (Govindwal) سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا وہاں ان کے کئی اہم گردوارے موجود ہیں گرو امر داس (1552-1574ء) کا گردوارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتب گرتھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرو ارجن (1581-1606ء) مرتب ہوئی تھی، گویا گویند وال سکھوں کا مذہبی و فکری مرکز تھا۔ اس لیے احمد شاہ درانی نے اپنے ایک حملے کے دوران گویند وال کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔

Stein, A : Archeological Reconnaissances in North - western India, pp. 5-6.

ہم نے اس موضوع پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جو رسالہ نور اسلام، شرپور میں شامل ہے۔

مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱۹۳/۱۔ ۹۷

Ganda Singh : "Sirhind in the Eighteenth Century" Sirhind Through the Ages, ed. by Fuja Singh, Panjabi University Patiala, 1972, p. 93 ۹۸

Khushwant Singh : History of the Sikhs, Oxford University Press, Delhi, 1977, vol. I, p. 59 f.n. ۹۹

گنڈا سنگھ نے کئی فارسی تاریخوں کے حوالے سے اس کی تفصیل دی ہے۔ ملاحظہ ہو : Ahmad Shah Durrani, Quetta 1977, p. 292. ۱۰۰

نذیر نیازی: مکتوبات اقبال، تعلیقات، ص 164 - 165 ۱۰۱

ان مقام کی تفصیل اسی مقدمہ میں "سکھ گردی" کے تحت ملاحظہ کریں۔ ۱۰۲

Ganda Singh : Banda Singh Bahadur, Amritsar, 1935, pp. 102-103 ۱۰۳

سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں چار مرتبہ برباد ہونے کا اعتراف خود سکھ مورخین نے کیا ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۷۱۰ء میں بندہ سنگھ کا حملہ ۱۷۵۴ء سکھوں کا دوسرا حملہ ۱۷۵۸ء میں سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور پھر ۱۷۶۴ء میں سکھوں نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ آبادی کا نام و نشان مٹ گیا، بہت سے جان بچا کر ہندیاہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، ہندیاہ میں ان کی الگ بستی تھی جس کے مقیم ۱۰۴

”سرہندی“ کہلاتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Kirpal Singh : Life of Maharaja Ala Singh of Patiala. Amritsar,

1954, p. 115.

- ۱۰۵۔ فولکنی، عزیز الدین وکیلی: تیمور شاہ درانی، طبع کابل، جلد دوم، ص ۶۷۸۔
- ۱۰۶۔ ایضاً، ص ۶۸۰۔ مکتوب شاہ فقیر اللہ ملوی (۱۰۴/۱۹) بنام کاضی ادریس۔ نیز تحفہ الرشید ص ۱۰۶۔
- ۱۰۷۔ محمد احسان، ابوالفیض: روضۃ القیومیہ، ۲/۲۲۲، مطبعت مصومی ۳۱۱۔ قلمی
- ۱۰۸۔ فولکنی: تیمور شاہ درانی ۲/۶۸۲ - ۶۸۳
- ۱۰۹۔ طارحیم داد کے حضرت مہر سے تعلقات اسی مقدمہ میں الگ بیان کیے گئے ہیں۔
- ۱۱۰۔ مہر جان بانان: مکاتیب مرتبہ عبدالرزاق قریشی ۸۳/۱۲۴
- ۱۱۱۔ ایضاً ۸۰/۱۱۶۔
- ۱۱۲۔ اطاف علی بریلوی: حیات و آثار رحمت خان، کراچی ۱۹۶۳، ص ۳۲۳۔
- ۱۱۳۔ مہر جان بانان: مکاتیب مشمولہ کلمات طہیات ۵۰/۸۱۔
- ۱۱۴۔ مہر جان مرتبہ قریشی ۱۲/۱۰ - ۱۲۔
- ۱۱۵۔ غلام علی دہلوی: مطبعت مہری، ص ۸۸ (فارس سن)۔
- ۱۱۶۔ نور محمد کاضی: جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ، ص ۱۲۵ - ۱۲۸۔
- Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, pp. 302 - 303.
- Khushwant Singh : History of the Sikhs, 2 vols. Oxford 1974.
- Ganda Singh : Banda Singh Bahadur, Amritsar, 1935, Ahmad Shah Durrani, pp. 209 - 11, 302 - 3.
- ۱۱۸۔ نظامی: سیاسی مکتوبات (بنام آصف جاہ) ۳۰/۳۳۔
- ۱۱۹۔ ایضاً ۴/۱۰۴، ۸/۱۰۶، ۹/۱۰۸، مکتوب ۲/۸۶ میں نجیب الدولہ کو لکھا ”قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے۔ حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنے کو دبائے۔“
- ۱۲۰۔ ایضاً ۱۴/۱۲۰، ۲۰/۱۲۵۔
- ۱۲۱۔ انجم: خطوط ۲۸/۱۲۰۔
- ۱۲۲۔ قریشی: مکاتیب ۲۲/۴۶۔
- ۱۲۳۔ ایضاً ۲۵/۴۸۔
- ۱۲۴۔ کلمات ۴۶/۵۰۔
- Burgess, J : The Chronology of Modern India, Lahore, 1975, p.230. ۱۲۵۔

- ۱۲۶- ایضاً، ص ۲۳۰۔
- ۱۲۷- وارد، محمد شعیب تهرانی: تاریخ نادر خانی، مرتبہ رحاشیلمانی، ص ۵۵۔
- ۱۲۸- ایضاً، ص ۵۵-۵۶۔
- ۱۲۹- ایضاً، ص ۷۲۔
- ۱۳۰- مرتبوں کے لیے یہ ترکیب نادر نامہ وارد تهرانی سے ماخوذ ہے، ص ۹۱۔
- ۱۳۱- ایضاً، ص ۹۶۔
- ۱۳۲- ایضاً۔
- ۱۳۳- پورے، ص ۸۶۔
- ۱۳۴- محمد میر کا سیاسی و سماجی ماحول، بہار، دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۵۰۔
- ۱۳۵- منظر احسن، گیلانی: الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۳۱ (بحوالہ سیر المتأخرین)۔
- ۱۳۶- نظامی خلیق احمد: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، سواشی، ص ۳۱۔
- ۱۳۷- Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, p. 242.
- ۱۳۸- نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۱۷۲۔
- ۱۳۹- ایضاً، ص ۱۷۴۔
- ۱۴۰- ۱۷۹۰ء کی جنگ براری محنت کا پورا واقعہ حضرت مظہر کے مکتوب (مشمولہ بشارات مظہر، ورق ۱۹۰ء) میں موجود ہے۔
- ۱۴۱- ولی اللہ فرخ آبادی: عہد بخش، ص ۴۱۔
- ۱۴۲- اٹالک علی بریلوی: حیات مظلوم خان، ص ۴۲۔
- ۱۴۳- مظہر: مرزا مظہر کے خطوط مترجم خلیق انجم، ۱۹۵/۷۴۔
- ۱۴۴- قریشی: مکتب، ص ۵/۴۔
- ۱۴۵- ایضاً، ص ۱۵/۱۱۔
- ۱۴۶- ایضاً، ص ۲۶/۳۵۔
- ۱۴۷- عبدالعزیز دہلوی: شاہ: خطوط، ص ۸۱۔
- ۱۴۸- نجیب الدولہ کے یہ حالات جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مرتبہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات سے مختصراً ماخوذ ہیں (ص ۲۳۱-۲۳۲)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سرگزشت نجیب الدولہ۔ عملا السجلات۔ وکائنات عالم خانی (تقریحات) ص ۱۵۴-۱۵۷۔

An Account of Najibuddaulah, tr. Abdur Rashid, Aligarh, 1952.

Calendar of Persian, Correspondence, vol, III. History of the

Reign of Shah Aulum, by Francklin. Fall of the Maghal Empire,

vol. II, pp. 275-305.

رسالہ عبرت ۱۹۱۶ء۔ مقالہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی "جنگ پانی پت"۔

۱۴۸۔ شاہ غلام علی: مقامات مظہری، ص ۶۱ (فارسی)۔

۱۴۹۔ شاہ ولی اللہ: سیاسی مکتوبات مرتبہ نظامی ۱۰۱/۳، ۱۰۲/۵، ۱۰۳/۷، ۱۰۸/۹۔

۱۵۰۔ ایضاً، ۱۰۶/۸، ۱۰۷/۱۰۔

۱۵۱۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لواغ، ۶۸/۲۳۔

۱۵۲۔ ایضاً، ۹۱/۳۹۔

۱۵۳۔ ایضاً، ۹۷/۴۳۔

۱۵۴۔ دوندے خان بن حسن خان، ہندوستان آکر داؤد خان کا ملازم ہوا اور بہت جلد اغنی

بہادری اور سیاسی بصیرت کے باعث روہیلہ سرداروں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا اور

حافظ رحمت خان کا ساتھی بن گیا۔ بسولی، مراد آباد، چاند پور اور سنبھل کے علاقے اس

کے حصے میں آئے۔ اس نے ۱۷۷۱ء میں بسولی میں اشغال کیا۔ ملاحظہ ہو: حیات حافظ

رحمت خان، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲ دوندے خان نامہ مرتبہ خلیق احمد نظامی، برہان، دہلی، نومبر

۱۹۴۹ء۔

An Account of Najibuddaulah, p. 148.

حضرت مظہر نے مکتوب ۵۴، ۴۴ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے (کلمات طہیبت)۔

۱۵۵۔ حافظ رحمت خان روہیلہ کا اس عہد کی سیاست میں بہت اہم کردار ہے۔ اسے راج

العتیدہ علماء و صوفیہ سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ ملاحظہ ہو: حیات حافظ رحمت خان

مولدہ الطاف علی بریلوی، طبع کراچی ۱۹۶۳ء۔

۱۵۶۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لواغ، ۶۶/۲۱۔

۱۵۷۔ ایضاً، ۶۶/۲۲۔ ۶۷۔

۱۵۸۔ قریشی (مرتب): مکاتیب حضرت مظہر ۱۳/۱۰۔

۱۵۹۔ ایضاً، ۱۵/۱۱۔

۱۶۰۔ لواغ، ص ۱۳۳۔ ۱۳۴۔

۱۶۱۔ ایضاً، ۶۸/۱۳۔

۱۶۲۔ نظامی (مرتب): شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ۱۰۳/۶۔

۱۶۳۔ ایضاً، ۱۰۴/۷۔ ۱۰۵۔

۱۶۴۔ قریشی: مکاتیب میرزا مظہر، ۳/۳۔

۱۶۵۔ ایضاً، ۸۸/۱۳۔

۱۶۶۔ ایضاً، ۱۰۳/۱۵۔

۱۶۷۔ ۱۹۴/۳۴۔

۱۶۸- نسیم اللہ ہزارنگی: بشارات معہریہ، ورق ۱۷۲ ب۔

۱۶۹- فریگن: تاریخ شاہ عالم ثانی (بحوالہ عبدالرزاق قریشی، معارف منی ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۸-۲۳۹)۔

۱۷۰- یہ شیخ کاسم وی ہے جسے نجیب الدولہ اور حماد الملک کی کشمکش کے دوران 'نجیب الدولہ کے کہنے پر دہلی میں فوجدار مقرر کیا گیا تھا۔ نور الدین فخری نے لکھا ہے:

Sheikh Qasim was appointed Qiladar at the gates of the Fort

on behalf of Najibuddaulah, (An Account of Najibuddaulah, Ali-

grah, 1952, p. 59.)

۱۷۱- غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لواغ ۱۱۳/۵۴۔

۱۷۲- معہر: مکاتیب مرتبہ قریشی ۲۱/۱۶۔

۱۷۳- ایضاً ۲۱/۱۶-۲۲۔

۱۷۴- ایضاً ۱۳/۱۰۔

۱۷۵- نواب افضل خان، 'نجیب الدولہ کا بھائی تھا (دیگر تفصیلات آئندہ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں)۔

۱۷۶- معہر: خطوط مرتبہ قریشی ۲۱/۱۶-۲۲ (بنام قاضی مناء اللہ)۔

۱۷۷- کلمات طلیات، مکتوب نمبر ۱۷۶۔

۱۷۸- لواغ ۹۲/۹۳۔

۱۷۹- قریشی: مکاتیب میرزا معہر ۲۵/۱۸۔

۱۸۰- ایضاً ۲۷/۲۷۔

۱۸۱- ایضاً ۲۸/۲۹۔

۱۸۲- ایضاً۔

۱۸۳- عرش: (تشریحات) و تان عالم شاہی، رام پور ۱۹۴۹ء، ص ۱۵۶۔

۱۸۴- غلام مصطفیٰ خان: لواغ خانقاہ معہریہ ۱۹۸/۱۳۹۔

۱۸۵- ایضاً ۲۲۷/۱۲۸۔

۱۸۶- ان کے معصل حالات کتاب حاضر کی فصل غفای حضرت معہر میں ملاحظہ کریں۔

۱۸۷- لواغ ۶۶/۶۱۔

۱۸۸- ایضاً ۶۰/۲۵۔

۱۸۹- تفصیل کے لیے دیکھیے فصل غفای حضرت معہر (کتاب حاضر)۔

۱۹۰- لواغ ۷۷/۳۰، قریشی: مکاتیب ۶۷/۴۷۔

۱۹۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

An Account of Najibuddaulah, pp. 73, 110, 113, 115, 124.

- ۱۹۲- لوائح ۵۳/۱۳ -
- ۱۹۳- ایضاً ۵۳/۱۳، ۵۳/۱۴ -
- ۱۹۴- قریشی: مکاتیب ۲۱/۲۱ - ۲۲ -
- ۱۹۵- پولیر: شاہ عالم جلی کے حمد کا دہلی دربار ترجمہ نصیب اختر، کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۷۰ -
- ۱۹۶- ایضاً، ص ۶۸ -
- ۱۹۷- ایضاً ۶۸ -
- ۱۹۸- ایضاً -
- ۱۹۹- Khushwant Singh : History of the Sikhs, vol. I, p. 173.
- ۲۰۰- محمد حسن، سید ظلیفہ، تاریخ ہندیاہ، مطبوعہ امرتسر ۱۸۷۸ء، ص ۹۶ -
- ۲۰۱- پولیر، ص ۶۸ -
- ۲۰۲- ایضاً ۶۹ -
- ۲۰۳- ایضاً -
- ۲۰۴- پولیر کے مندرجات سے بھی لکھر کی اس تعداد کی تصدیق ہوتی ہے - اس کے پاس سات ہزار پیدل اور تین ہزار سواروں کی فوج تھی (ص ۶۸) -
- ۲۰۵- مظہر: مکاتیب مرتبہ قریشی ۱۲۳/۸۳ -
- ۲۰۶- ایضاً ۱۰۰/۶۹ -
- ۲۰۷- لوائح ۳۸/۶۰ -
- ۲۰۸- ایضاً ۱۱۸/۵۷ -
- ۲۰۹- مظہر: مکاتیب مرتبہ قریشی ۹۳/۶۶ -
- ۲۱۰- ایضاً ۹۹/۶۹ -
- ۲۱۱- ایضاً ۱۰۲/۷۱ -
- ۲۱۲- غلام علی دہلوی: مہملات مظہری، ص ۸۳ (فارسی متن) -
- ۲۱۳- مظہر: مکاتیب مرتبہ قریشی ۱۳۱/۸۸ -
- ۲۱۴- ایضاً ۱۳۳/۸۹ -
- ۲۱۵- ایضاً ۱۳۵/۹۰ -
- ۲۱۶- ایضاً ۱۳۷/۹۱ -
- ۲۱۷- مجدالدولہ کے یہ نام تر حالات مولانا احتیاز علی عرشی کی تفسیرات و کائنات عالم حای (ص ۱۸۱-۱۸۲) سے مختصاً ماخوذ ہیں -
- ۲۱۸- نظامی (مرتب): سیاسی مکتوبات ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱ -

- ۲۱۹- قریشی (مرتب) مکاتیب ۵۶/۷۷ -
- ۲۲۰- اس کے حالات اسی مقدمہ میں ملاحظہ کریں -
- ۲۲۱- قریشی ۸۱/۸۸ -
- ۲۲۲- ایضاً ۱۰۱/۱۵۲ - ۱۵۳ -
- ۲۲۳- قریشی: مکاتیب ۱۰/۳۵ - ۱۸۲/۱۲۵ -
- ۲۲۴- اس مکتوب کی تمام تر تصریح عبدالرزاق قریشی مرحوم کے حواشی مکاتیب میرزا مہر
ص ۲۶۳ سے مخلصاً ماخوذ ہے -
- ۲۲۵- قریشی: مکاتیب 'حواشی' ص ۲۶۵ -
- ۲۲۶- قریشی: مکاتیب ۱۲۷ - ۱۸۵ -
- ۲۲۷- کلمات طہیات 'نمبر ۴۳ -
- ۲۲۸- ایضاً ۵۰/۷۰ -
- ۲۲۹- ایضاً ۸۱/۱۲۰ -
- ۲۳۰- قریشی: مکاتیب ۸۶/۱۲۸ - ۸۷/۱۲۹ -
- ۲۳۱- ایضاً ۸۷/۱۳۰ -
- ۲۳۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
- ماہنامہ الامراء ۲/۸۲۳ - وظائف عالم خاں، تقریحات حرشی، ص ۱۲۶ - دستور الصامت دریاج
حرشی، ص ۵۶ - ۵۷ - احوال و انکار و آثار حملا الملک نظام مولانا محمد قمر الدین -
- ۲۳۳- نظامی (مرتب) سیاسی مکتوبات ۳۳/۳۷ -
- ۲۳۴- انجم (مرتب): مرزا مہر کے خطوط ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۱۴۴/۱۸۰ -
- ۲۳۵- مطلوبہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۱۵ھ -
- ۲۳۶- ملکپوری، عبدالجبار: محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن ۲/۱۰۵۵ -
- ۲۳۷- انجم: مرزا مہر کے خطوط ۶۲ - ۱۸۴ -
- ۲۳۸- ایضاً ۶۴/۱۷۷ -
- ۲۳۹- نسیم اللہ ہزارنگی: بشارات مہرہ، ورق ۹-۱۰
- بحوالہ قریشی: بشارات مہرہ، معتمد مشورہ معارف، مئی ۱۹۶۸ء، ص ۳۲۰-۳۲۱ -
- ۲۴۰- ایضاً -
- ۲۴۱- ایضاً ۳۳۲ -
- ۲۴۲- ایضاً -
- ۲۴۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا، تحت "فصل بیان ترک وزہد" -
- ۲۴۴- ایضاً ۶۵/۱۷۷ -

- ۲۴۵- ایضاً ۱۸۰/۶۵۔
- ۲۴۶- ایضاً ۱۴۹/۴۰۔
- ۲۴۷- ایضاً ۱۸۱/۶۶۔
- ۲۴۸- مظہر: کلمات طہیات ۵۹/۶۷۔
- ۲۴۹- قریشی: مکاتیب ۱۸۱/۱۲۳۔
- ۲۵۰- ایضاً ۲۹/۲۷۔
- ۲۵۱- ایضاً ۴۶/۳۳۔
- ۲۵۲- مظہر: کلمات طہیات ۵۹/۶۷۔
- ۲۵۳- ایضاً ۶۰/۶۹۔
- ۲۵۴- ایضاً ۵۹/۶۸۔
- ۲۵۵- ایضاً ۶۰/۶۰۔ ۶۱۔
- ۲۵۶- ایضاً ۶۰/۶۱، انجم: خطوط ۱۸۹/۷۰۔
- دیگر تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: محمد قمر الدین: احوال و افکار و آثار حماد الملک نظام بھاگپور ۱۹۸۰ء۔
- ۲۵۷- کتاب حاضر، ص ۳۹ (فارسی متن)۔
- ۲۵۸- انجم: خطوط ۱۴۱/۵۹۔
- ۲۵۹- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مائٹر الامراء، ۲۵۶/۱، ۲۶۳، سفرنامہ غلص، ص ۲۳۔
- Ahmad Shah Durrani, pp. 138, 160, 162-163, 165 - 67, 172 - 73,
186, 228, 232.
- ۲۶۰- انجم: خطوط ۱۴۲/۶۰۔
- ۲۶۱- ایضاً ۱۴۳/۶۲۔
- ۲۶۲- ایضاً ۱۴۲/۶۰۔
- ۲۶۳- ایضاً ۱۴۳/۶۱۔
- ۲۶۴- ایضاً۔
- ۲۶۵- ایضاً ۱۵۳/۴۴۔
- ۲۶۶- غلام مصطفیٰ خان: لواغ ۲۰۷/۱۵۰۔
- ۲۶۷- قریشی: مکاتیب ۱۵/۱۱۔
- ۲۶۸- نواب علی محمد خان (ف ۱۷۴۹ء) کے تین صاحبزادے، عبد اللہ خان، فیض اللہ خان اور سعد اللہ خان تھے (حیات حافظ رمت خان، ص ۷۶)۔
- ۲۶۹- انجم: خطوط ۱۶۴/۵۴۔

- ۲۴۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : ریاض السلاطین از غلام حسین سلیم ، کلکتہ ۱۸۹۱ء ص ۲۴۹ ۔
- Mir Qasim, Nawab of Bengal, Aallahabad, ۱۹۳۵ - ۳۸۵
- ۲۴۲۔ قریشی : مکتیب ۱۱۸/۸۱ ۔
- ۲۴۲۔ ایضاً ۱۱۹/۸۱ ۔
- ۲۴۳۔ ایضاً ۱۳۵/۹۴ ۔
- ۲۴۴۔ یہاں مردم محل سے مراد حضرت مظہر کی زوجہ محترمہ نہیں ہیں بلکہ یہاں یہ معنوی اعتبار سے آیا ہے ۔
- ۲۴۵۔ قریشی : مکتیب ۱۵۰/۹۹ ۔
- ۲۴۶۔ ایضاً ۱۵۰/۹۰ ۔
- ۲۴۷۔ ایضاً ۱۵۵/۱۰۲ ۔
- ۲۴۸۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو : فصل غلغای حضرت مظہر (کتاب حاضر) ۔
- ۲۴۹۔ ایضاً ۔
- ۲۸۰۔ انجم : خطوط ۱۲۲/۵۳ ۔
- ۲۸۱۔ غلام مصطفیٰ خان : لوائح ۳۲/۹ ۔ نواب کاسم علی خان کے حید ہونے کے قرائن ریاض السلاطین سے بھی ملتے ہیں (ص ۲۸۱) ۔
- ۲۸۲۔ لوائح ۱۴۹/۱۱۵ ۔
- ۲۸۳۔ ایضاً ۱۹۰/۱۲۹ ۔
- ۲۸۴۔ قریشی : مکتیب ۱۸۶/۱۲۴ ۔
- ۲۸۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل غلغای حضرت مظہر (کتاب ہذا) ۔
- ۲۸۶۔ انجم : خطوط ۱۸۱/۶۶ ۔
- ۲۸۷۔ ایضاً ۱۵۰/۴۱ ۔
- ۲۸۸۔ ایضاً ۱۲۷/۵۶ ۔
- ۲۸۹۔ آصف الدور کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو : تفتیح الغافلین از ابو طالب ندنی مرتبہ علیہ رضا بیدار ، رام پور ۱۹۶۵ء ۔
- ۲۹۰۔ قریشی : مکتیب ۱۱۶/۸۰ ۔
- ۲۹۱۔ ایضاً ۱۲۲/۸۲ ۔
- ۲۹۲۔ حضرت مظہر نے اپنے مکتیب میں عبید خان کا کنی جگہ ذکر کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو : ص ۴۰ ، ۴۱ ، ۴۲ ، ۹۰ (مجموعہ قریشی) ۔ یہ خواجہ عبید خان غالباً وہی ہیں جن کے نام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے ایک مکتوب (۱۵۸/۲۹) میں انہیں علاقہ جات میں اقامت کرنے پر منع کیا تھا ۔

- ۲۹۳- قریشی: مکاتیب ۱۱۹/۱۴۶۔
- ۲۹۴- انجم: خطوط ۲۲/۱۱۵۔
- ۲۹۵- غلام مصطفیٰ خان: لواغ ۱۲۲/۶۰۰۔
- ۲۹۶- ایضاً: ۱۱۲/۶۱۔
- ۲۹۷- ایضاً: ۱۳۸/۷۲۰۔
- ۲۹۸- قریشی: مکاتیب ۱۰/۲۰۔
- ۲۹۹- لواغ ۱۵۶/۹۰۔
- ۳۰۰- حرشی: دکان عالم خانی (تشریحات، مضمناً) ص ۲۴-۲۹۔
- ۳۰۱- تفصیل کے لیے اسی مضمون میں عنوان "شہادت حضرت مہر طاہظہ"۔
- ۳۰۲- علی انجم (ترجم و مترجم): مرزا مہر کے خطوط ۲۴/۱۳۹۔
- ۳۰۳- غلام علی دہلوی: خطوط شریفہ (خطوط حضرت شاہ غلام علی) جامع مولانا غلام محی الدین قصوری ص ۱۵۵۔
- ۳۰۴- Francklin: History of the Reign of Shah Aulum. p. 54۔
- ۳۰۵- شاہ عالم خانی نے مرہٹوں کی مدد سے حبابہ خان پر حملہ کیا تھا لیکن کچھ حرمہ کے بعد وہ حبابہ خان کے حلیف بن گئے اور انہوں نے دہلی پر حملہ کر دیا، مجبوراً بادشاہ کو صلح کا ہاتھ بڑھانا پڑا۔ (ایضاً ص ۴۶)۔
- ۳۰۶- قریشی: مکاتیب ص ۲۵۶ (تشریحات)۔
- ۳۰۷- ایضاً ۵۵/۷۶، ۹۰/۱۲۲۔
- ۳۰۸- ایضاً ۱۲۷/۱۸۵۔ (دیگر تفصیلات اسی مضمون میں بہ عنوان "شہادت حضرت مہر طاہظہ" کریں)۔
- ۳۰۹- انجم: خطوط ۲۵/۲۲۳-۲۲۴۔
- ۳۱۰- ایضاً ۵۳/۲۴۴۔
- ۳۱۱- ایضاً ۸۶/۲۴۳۔
- ۳۱۲- قریشی: مکاتیب ۲۵/۶۲۔
- ۳۱۳- ایضاً ۸۸/۱۳۲۔
- ۳۱۴- ایضاً ۱۱۵/۱۴۰۔
- ۳۱۵- ایضاً ۱۱۹/۱۴۶۔
- ۳۱۶- شاہ غلام علی: مہلت مہری ص ۸۳ (فارسی متن)۔
- ۳۱۷- قریشی: مکاتیب ۱۲۴/۱۹۳۔
- ۳۱۸- انجم: خطوط ۴۰/۱۲۹۔

۳۱۹۔ ایضاً، حواشی، ص ۲۴۷۔

۳۲۰۔ ڈاکٹر ظہیر الدین ملک نے "مظلوں کے دور زوال میں اقتصادی مسائل" کے عنوان سے معاصر تائفہ کی بنیاد پر نہایت اہم معلومات یک جا کردی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

The Reign of Muhammad Shah, Aligarh 1977, pp. 13 - 21.

۳۲۱۔ فاصلہ سے مراد وہ علاقہ ہے جو براہ راست مرکزی حکومت یعنی بادشاہ کے تحت ہوتا تھا۔ اس کے محاصل بادشاہ اپنے افسروں کے ذریعے وصول کرتا تھا۔ بادشاہ اس میں اس طرح حصہ کرتے رہتے تھے کہ شاہی اخراجات پورے ہوتے رہیں لیکن مظلوں کے دور زوال میں "فاصلہ کی زمین" کو برقرار رکھنے کی کماحقہ کوشش نہیں کی گئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (شاہ ولی اللہ کے سیاسی کتبوت، حواشی از طبع احمد نظامی، ص ۲۲۶-۲۲۸)۔

۳۲۲۔ Irvine : Later Mughals, Calcutta, 1922, vol. I, pp. 166, 192, 196, 397

۳۲۳۔ تاریخ عالمگیری، بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی کتبوت طبع اول، ص ۱۵۹۔

۳۲۴۔ ایضاً، بحوالہ سیاسی کتبوت طبع دوم، ص ۱۶۰۔

۳۲۵۔ وارد، محمد شعیب تهرانی : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) مرتبہ رضا شہبانی تہران ۱۳۴۹ خ، ص ۸۳۔

۳۲۶۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۳۲۷۔ ایضاً، ص ۱۵۹۔

۳۲۸۔ ایضاً۔

۳۲۹۔ ایضاً، ص ۱۸۶۔

نادر شاہ کے حملے سے پہلے "نرخ فہرہ رو بہ گرانی آورد کہ رخ رویہ را یک آماجگندم بہم نمی رسید" (حادثہ نادر شاہی، مضمونہ حدیث نادر شاہی، ص ۵۷، طبع تہران)۔

[لفظ آماج - ایک سیرو وزن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا - امیرالغلات، آگرہ ۱۰/۶۲۔

لسان العرب ۶/۴]

۳۳۰۔ وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہی، ۲۰۹۰۔

۳۳۱۔ ایضاً، ص ۳۱۰۔

۳۳۲۔ ایضاً، ص ۲۰۷۔

۳۳۳۔ ایضاً، ص ۲۵۱۔

Irfan Habib : The Agrarian System of Mughal India, Bombay, 1963

اس کتاب میں انہوں نے اس قسم کے بہت سے طائفہ تحریر کیے ہیں۔

۳۳۵۔ رسالہ احوال نادر شاہ [مضمونہ حدیث نادر شاہی مرتبہ رضا شہبانی، ص ۲۳۔

۳۳۶۔ وارد تهرانی : تاریخ نادر شاہ ' ص ۲۳۸ - ۲۳۹ اس کتاب کے مرتب رضا شهبانی نے تعلیقات کتاب میں مختلف مورخین کے بیانات کو یک جا کر کے اس باب میں تفصیلی بحث کی ہے کہ نادر شاہ ہندوستان سے کیا کیا احیا ہمراہ ایران لایا تھا (ص ۲۳۶ - ۲۳۷)۔

۳۳۷۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ' مہدمہ ' ص ۳۰۔

۳۳۸۔ Ganda Singh : Ahmad Shah Durrani, p. 71.

۳۳۹۔ ایضاً ' ص ۱۸۶۔

۳۴۰۔ ایضاً ' ص ۲۳۶۔

۳۴۱۔ مہمہ : مکاتیب مشمولہ کلمات طلیات ۴۱/۲۷۔

۳۴۲۔ ایضاً ' ۴۱/۴۸۔

۳۴۳۔ ایضاً ' ۴۲/۷۲۔

۳۴۴۔ قریشی ' عبدالرزاق : مکاتیب مہمہ ' ۶۷/۴۷۔

۳۴۵۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : اراجح فائزہ مہمہ یہ ' ۷۲/۳۷۔

۳۴۶۔ ایضاً ' ۷۲/۱۷۲۔

۳۴۷۔ قریشی : مکاتیب ' مہدمہ ' ص ۲۲۔

۳۴۸۔ شرافت نوشاہی : شریف التواریخ ' جلد سوم ' حصہ چہارم ' ص ۱۳۶ - ۱۳۸ قلمی۔

۳۴۹۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ' مہدمہ ' ص ۳۲۔

۳۵۰۔ مہمہ : مکاتیب مشمولہ کلمات طلیات ۵۸/۶۶۔

۳۵۱۔ تفصیل کے لیے اسی مہدمہ کا عنوان " متوسلین حضرت مہمہ مختلف لشکروں میں " ملاحظہ کریں۔

۳۵۲۔ جناب پروفیسر غلیق احمد نظامی نے اپنی تالیفات میں دہلی کی مہمہ حیثیت نہایت تفصیل سے بیان کی ہے۔ اس سلسلہ میں موصوف کی یہ کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں :

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی - تاریخ مشائخ ہشت - سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات - شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات - اوراق مصور (حمد و سلی کی دہلی)۔

۳۵۳۔ حادثہ نادر شاہی [متن مشمولہ حدیث نادر شاہی] مرتبہ رضا شهبانی ' تہران ' ص ۴۲۔

۳۵۴۔ وارد تهرانی : تاریخ نادر شاہی مرتبہ رضا شهبانی ' ص ۲۳۸۔

۳۵۵۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ' بحوالہ قول الجلی ' ص ۲۳ (مہدمہ)۔

نادر شاہ کے حملے سے جو تباہی و بربادی ہوئی تھی ' ہم نے اس کے اثرات کا مختصر

جائزہ اسی مقدمہ میں پیش کیا ہے۔

- ۳۵۶- نظامی: تاریخ مشائخ چشت، ص ۲۴۱ (مختصاً)۔
 ۳۵۷- درگاہ قلی خان: مرقع دلی مرتبہ حکیم مظفر حسین، مطبوعہ دکن (س۔ن) ص ۲۷۔
 ۳۵۸- ایضاً ۲۷-۲۸۔

۳۵۹- ایضاً ۳۸-۳۹۔

۳۶۰- قریشی: مکتب ۷۲-۱۰۴۔

۳۶۱- ایضاً ۷۹/۱۱۵۔

۳۶۲- ایضاً ۸۰/۱۱۷۔

۳۶۳- ایضاً ۱۲۷/۱۸۶۔

۳۶۴- ایضاً ۱۴۷/۲۱۳۔

۳۶۵- شاہ غلام علی: مقامات مظہری، ص ۴۹ (فارسی متن)

۳۶۶- نسیم اللہ ہزاری: معمولات مظہریہ، کانپور ۱۲۷۵ھ، ص ۳۸۔

۳۶۷- محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان دلی، دسمبر ۱۹۶۹ء، ص ۱۱۔

۳۶۸- نسیم اللہ: معمولات، ص ۲۸۔

۳۶۹- محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان دلی، نومبر ۱۹۶۹ء، ص ۳۳-۳۴۔

۳۷۰- نسیم اللہ: معمولات، ص ۴۲۔

۳۷۱- تفصیل اسی مقدمہ میں بعنوان "صوفیہ کی حالت" ملاحظہ ہو۔

۳۷۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

محمد عمر: میر کا سیاسی و سماجی ماحول [رقص و سرود کی محفلیں]۔ برہان

جون ۱۹۶۵ء، ص ۳۶۵ - ۳۷۰۔

۳۷۳- ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱۲۹/۱۔

۳۷۴- شاہ ولی اللہ: تعلیمات النبی (مولانا مناصر احسن گیلانی نے اس خطاب کا مکمل اردو ترجمہ

دیا ہے جس کا یہ خلاصہ ملاحظہ قلم کیا گیا ہے)۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۱۵۲-۱۵۱۔

۳۷۵- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کا عنوان "صوفیہ کی حالت"۔ اس دور کے معاشرتی

و ثقافتی حالات کے لیے دیکھیے:

Malik, Zahiruddin: The Reign of Muhammad Shah, Aligarh, 1977,

pp. 342 - 405.

۳۷۶- ہم نے حنات الحرمین کے مقدمہ میں ان امور کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔

۳۷۷- نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ، ص ۳۳۔

۳۷۸- ایضاً، ص ۳۳۔

- ۳۷۹- یہ تمام تر اقتباسات تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۱-۳۶۲- سے مضمناً منقول ہیں۔
- ۳۸۰- غلام علی دہلوی: مقامات طہری، ص ۴۲ (فارسی)۔
- ان ایام میں جو مذہبی فتنے پیدا ہوئے ان میں نمود و انمود کا فتنہ بھی تھا، جس نے عوامی زندگی کو خاصا متاثر کیا تھا۔ اس فتنہ کا بانی اپنی کتب کو الہامی خیال کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ نبوت اور وصیت کے درمیان ایک اور لاہوتی عہدہ ہے جسے وہ "نیگوکت" کے لفظ سے تعبیر کرتا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا گیلانی کا مقالہ مشمولہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۴۶-۱۴۸)۔
- ۳۸۱- درگاہ قلی نواب: مربع دہلی، ص ۳۸۔
- ۳۸۲- شاہ عنایت قادری خطاری، پنجاب کے نامور علماء اور مشائخ میں سے تھے۔ حدود ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء میں انتقال ہوا۔ (مدنیۃ الاولیاء، ص ۶۳-۶۴)۔
- ۳۸۳- شاہ عنایت نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "در مسئلہ حربی و دارالحرب" کے نام سے تالیف کیا تھا۔
- ۳۸۴- غلام مصطفیٰ خان: لوايح، ۱۲۹۹/۱۴۵۰۔
- ۳۸۵- نظامی: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ۸۸/۲۔
- ۳۸۶- قریشی، عبدالرزاق: مکاتیب میرزا مظہر، ۴۵/۵۵۔
- ۳۸۷- اس موضوع پر ڈاکٹر محمد عمر نے "ہندو تہذیب اور مسلمان" کے عنوان سے ایک مفہیم مقالہ لکھا ہے جو رسالہ برہان میں بالاقساط چھپا تھا۔ (دیکھیے مآخذ مقدمہ و حواشی)۔
- ۳۸۸- شاہ ولی اللہ: تفسیلات الہیہ مترجم اقتباسات مشمولہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۳۹-۱۵۰۔
- ۳۸۹- شاہ ولی اللہ: الانصاف، بحوالہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۴۵-۱۴۶۔
- ۳۹۰- شاہ ولی اللہ: الفوز الکبیر بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۵۹۔
- ۳۹۱- محمد عمر: ہندو تہذیب اور مسلمان، برہان، مئی ۱۹۶۸ء، ص ۳۵۴۔
- بحوالہ تحفۃ الشعراء و سفینۃ ہندی۔
- ۳۹۲- محمد عمر: ایضاً، مقالہ مشمولہ برہان، نومبر ۱۹۶۸ء، ص ۳۵۴۔
- ۳۹۳- ایضاً، جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۵۱۔
- ۳۹۴- کاسم، قدرت اللہ: مجموعہ نغز، ۲/۲۹۱۔
- ۳۹۵- درگاہ قلی خان: مربع دہلی، ص ۳۳۔
- ۳۹۶- ایضاً، ص ۲۵۔
- ۳۹۷- ایضاً، ص ۲۰۔

- ۳۹۸۔ ایضاً ۳۰-۳۱۔
 ۳۹۹۔ ایضاً، ص ۵۵۔
 ۴۰۰۔ ایضاً، ص ۶۸۔
 ۴۰۱۔ نسیم اللہ ہزاری: ممولات مظہریہ، ص ۳۹۔
 ۴۰۲۔ شاہ ولی اللہ: تفسیلات، بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۱۔
 ۴۰۳۔ احمد رضا خان: (رسالہ) جل النور فی نبی النساء، عن زیارة القبور، طبع لاہور (س-ن)۔
 ایضاً: حرمت جدہ تطہیم، لاہور ۱۹۷۷ء۔
 ۴۰۴۔ تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”صوفیہ کی اصلاحی کوششیں“ ملاحظہ کریں۔
 ۴۰۵۔ مظہر: مکاتیب (کتوب نمبر ۲، شامل مقامات مظہری)۔
 ۴۰۶۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری، ص ۲۸ (فارسی)۔
 ۴۰۷۔ تقاضی: تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۰۔
 ۴۰۸۔ نقشبندی صوفیہ کے سلاطین سے روابط کے لیے ملاحظہ ہو:

Nizami, K.A. : Naqshbandi Influence of Mughal Rulers and Politics,

Islamic Culture, Deccan January, 1965.

- اور نگ زیب کے نقشبندی مشائخ سے مہرے روابط کی تفصیل کے لیے حسانت الحرمین
 پر ہمارا مقدمہ ملاحظہ کریں۔
 ۴۰۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مقدمہ نوہتہ پروفیسر ظلیق
 احمد تقاضی، ص ۱۹۔
 ۴۱۰۔ عبدالعزیز دہلوی: شاہ: مخطوطات عزیز، ص ۱۰۶۔
 ۴۱۱۔ تفصیل اسی مقدمہ میں زیر عنوان ”احمد شاہ درانی کے حملے“ ملاحظہ کریں۔
 ۴۱۲۔ شاہ ولی اللہ: تفسیلات، مترجمہ اقباس مشہودہ مقالہ مولانا گیلانی۔ الفرقان شاہ ولی اللہ
 نمبر، ص ۳۸-۳۵۔
 ۴۱۳۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ مشائخ چشت، ص ۴۶۰-۵۲۹۔
 ۴۱۴۔ نظام، خاڑی الدین خان: مناقب فخریہ، دہلی مطبع احمدی ۱۳۱۵ھ ۱۸۰۔
 ۴۱۵۔ ملاحظہ ہو: تاریخ مشائخ چشت، حصہ چہارم، ص ۳۶۶-۴۵۹۔
 ۴۱۶۔ تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”حضرت مظہر کے اراء سے تعلقات“ ملاحظہ
 کریں۔
 ۴۱۷۔ مظہر: مکاتیب (کلمات طلیات)، کتب نمبر ۶۵۔
 ۴۱۸۔ مظہر: ایضاً، کلمات طلیات ۶۹/۶۰۔
 ۴۱۹۔ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی، سندھ کے معروف شیخ طریقت اور سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ناز

محقق تھے۔ ان کا سلسلہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے : شاہ ہفیر اللہ ، شیخ محمد مسعود پشاورى ، حاجى محمد سید لاہورى ، شیخ سعد اللہ وزیر آبادى ، شیخ آدم بنوزى ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (مکتوب شاہ ہفیر اللہ ۷۴ / ۳۱۳ - ۳۱۴) مکتوبات کے علاوہ قطب الارشاد اور فتوحات حبیبیہ ، شاہ ہفیر اللہ کی بلند پایہ کتب تصوف ہیں ، ان میں سے فتوحات حبیبیہ کے ابتدائی حصے کو پروفیسر سید اللہ جان نے اور ان کے احوال و آثار پر پروفیسر امین اللہ علوی نے پی ایچ ڈی کے مقالات مرتب کیے ہیں۔

۳۲۰۔ مال ہی میں اپنی میری فیل کی ایک اہم کتاب طبع ہوئی ہے جس کا نصف حصہ خواجہ میر درد سے متعلق ہے۔ ملاحظہ ہو :

Annemarie Shimmel : Pain and Grace, E. J. Brill, 1976.

نیز اردو میں بھی دو کتابیں اس سلسلے کے افکار کے لیے ملاحظہ کریں :

اول : قدیر احمد کی خواجہ میر درد (ذکر و فکر) دہلی ۱۹۶۴ء۔

دوم : وحید اختر کی تالیف میر درد (تصوف و شاعری) علی گڑھ ۱۹۶۱ء۔ نیز مقدمہ دیوان

درد (اردو) نوحہ غلیل الرحمن داؤدی لاہور۔

۳۲۱۔ درد ، خواجہ میر : درد دل (رسالہ) مطبوعہ سوہاگ [شامل رسائل اربعہ درد] ص ۱۸۱۔

۳۲۲۔ حضرت چاہ غلام علی دہلوی کی خدمات کے لیے اسی مقدمہ کا وہ حصہ ملاحظہ ہو جس میں

مؤلف کتب ہذا کے احوال و آثار بیان کیے گئے ہیں۔

۳۲۳۔ نظامی : مقالات ، ص ۲۴۲ - ۲۴۴ (مختصاً)۔

حالات اور مراجع کے لیے ملاحظہ ہو : تذکرہ صہبائے ہند ، ترجمہ محمد ایوب قادری ، ص

۳۰۱ - ۳۰۲۔

۳۲۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : "امراء کی حالت" مقدمہ ہذا۔

۳۲۵۔ نجف خان کے مہصل حالات ہم نے الگ عنوان کے تحت اس مقدمے میں اسی میں

منظر کو واضح کرنے کے لیے لکھے ہیں۔

۳۲۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا میں ذیلی عنوان "درانی کے محلے"۔

۳۲۷۔ نظام : مناقب فخریہ ، ص ۱۶۔

۳۲۸۔ قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب میرزا مظہر ۱۲۷ / ۱۸۶۔

۳۲۹۔ مظہر : مکاتیب [شامل کلمات طلیات نمبر ۷۴]۔

۳۳۰۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کے عنوانات "موسلین حضرت مظہر مختلف لشکروں میں" - "نجیب

الدور اور موسلین حضرت مظہر "وغیرہ۔

۳۳۱۔ ایضاً "روسیلے"۔

- ۴۳۲- ایضاً۔
- ۴۳۳- ایضاً، "مجدد دور"۔
- ۴۳۴- ایضاً، "طارحیم داد اور حضرت مہر"۔
- ۴۳۵- مہر: مکاتیب مشہورہ کلمات طبیات نمبر ۲۴۔
- ۴۳۶- غلام علی دہلوی: موقوفات شریفہ حضرت شاہ غلام علی جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، ص ۱۵۵۔ یہ حضرت مہر کی شہادت کے بعد کے مشاہدات ہیں۔
- ۴۳۷- نظام، حماد الملک: مناقب فخریہ، مطبوعہ مجتہبی دہلی، ۱۳۱۵ھ، ۲۸۔ جناب پروفیسر فلیق احمد نظامی نے سوا اسے خود حماد الملک کا مشاہدہ بتایا ہے اور درخت کے نیچے خود حماد الملک کو کھڑے ہو کر یہ بات سنتے ہوئے سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ تو ایک پنجاب کے باشندے کا مشاہدہ ہے جو اس نے مجلس شاہ فخر میں بیان کیا تھا۔ یقیناً نظامی صاحب سے یہاں تسامع ہوا ہے۔ (دیکھیے: تاریخ مشائخ چشت، ص ۴۹۹-۵۰۰)
- ۴۳۸- عبدالرزاق قریشی مرحوم اور جناب فلیق انجم نے ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۲ء تک دریافت اور شائع شدہ شعراء کے تذکروں کے بیانات اپنی کتابوں میں دے دیے ہیں۔ ہم نے حضرت مہر پر اپنی زیر تالیف کتابوں میں ۱۹۹۲ء کے بعد ملنے والے تذکروں کی بنیاد پر اس کام کو آگے بڑھایا ہے۔
- نیز صاحب مقامات مہری نے جو شہادت کے وقت حضرت مہر کی خدمت میں حاضر تھے، اس واقعے کو تفصیل سے لکھا ہے اس لیے ہم نے مہرے میں اسے طول نہیں دیا۔
- ۴۳۹- مہر: مکاتیب (مشہورہ کلمات طبیات)، مطبع مجتہبی، دہلی، ۱۳۰۹ھ، ۲۳/۲۴-۲۵۔
- ۴۴۰- غلام علی: مقامات مہری، ص ۴۰ (فارسی)۔
- ۴۴۱- ایضاً، ص ۵۰۔
- ۴۴۲- ایضاً، ص ۲۲۔ نیز اس موضوع پر ملاحظہ ہو آپ کا مکتوب نمبر ۲۳، خالص کتاب ہذا اور مکتوب نمبر ۲۷، مشہورہ کلمات طبیات، ص ۶۲۔
- ۴۴۳- غلام علی: مقامات مہری، ص ۴۴ (فارسی)۔
- ۴۴۴- مہر: مکاتیب، کلمات طبیات ۲۰/۹-۲۱۔
- ۴۴۵- ایضاً، ۱۹۷۔
- ۴۴۶- ایضاً، مکتوب نمبر ۱۵ (خال مقامات مہری)۔
- ۴۴۷- یہ مکتوب مقامات مہری میں خالص ہے۔ تفصیل کے لیے اس مکتوب کے حواشی ملاحظہ کریں۔
- ۴۴۸- خصوصاً آپ کا مکتوب نمبر ۲۳ (خال مقامات مہری)۔

یہاں ان افکار کی تفصیلات درج نہیں کی گئیں کیوں کہ اس موضوع سے متعلق بہت سے مباحث آپ کے ان کتابت میں پائے جاتے ہیں جو مقامات معمری میں شامل ہیں۔

۲۴۹۔ دارا شکوہ کے حاتمہ اور اس کے سہارے پہنچنے والی غیر اسلامی تحریکوں کے اجمالی بیان کے لیے دیکھیے مقدمہ حسنات الحرمین۔

۲۵۰۔ Bernier, F : Travels in the Mogul Empire, London, 1891, p. 345.

۲۵۱۔ شیخ محمد مراد کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) کے اس رسالہ کا نام "صلح القرطین لی منع تکلیف مومنین" ہے۔

۲۵۲۔ شاہ ولی اللہ: مکتوب مدنی، مطبوعہ لاہور۔

۲۵۳۔ حالات کے لیے دیکھیے مقامات معمری، فصل غلغای حضرت معمر۔

۲۵۴۔ یہ تقریظ مقامات معمری، فصل غلغای حضرت معمر، تحت حالات مولانا غلام سبکی، مخطوط ہے۔

۲۵۵۔ نورالطور: ابتداء مشمود نورالطور، مولانا قمر الدین اورنگ آبادی مطبوعہ دکن۔ حضرت معمر کے معاصر حاکم لاہوری نے معمر انور کا موضوع بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت مسند وحدت الوجود "امور عامہ" کی حیثیت رکھتا ہے (مردم دیدہ، ص ۱۹۶)۔

۲۵۶۔ عبدالحی: الحقائق الاسلامیہ فی السند، ص ۲۷۰۔

۲۵۷۔ دمنج اباطل کو مولانا عبدالحمد سواتی نے ایڈٹ کر کے درمہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع کیا۔

۲۵۸۔ طیفی انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء، ص ۴۷ (مختصاً)

۲۵۹۔ نظام، نظام الملک: مناقب فخریہ، ص ۲۲۔

۲۶۰۔ مکتوب نمبر ۱۳، شامل مقامات معمری [فصل مکاتیب]

۲۶۱۔ مجدد الف ثانی: کتابت، ۲۵۹/۱۔

۲۶۲۔ محمد عمر، ڈاکٹر: ہندو تہذیب اور مسلمان، مقدمہ مشمود برہان دہلی، جون ۱۹۶۸ء، ص ۳۸۱۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے بھی کیا ہے۔ دیکھیے:

Rizvi, S.A.A : Shah Wali-Allah and His Times, Australia,

1980, p.332

۲۶۳۔ سر اکبر مرہو ڈاکٹر تارا چند و محمد رضا جلالی ناٹھنی، مطبوعہ تہران، ۱۹۶۱ء۔

۲۶۴۔ سر اکبر کا یہ اقتباس خود ڈاکٹر محمد عمر نے نقل کیا ہے برہان، جون ۱۹۶۸ء، ص ۳۷۹

ماشیہ۔

۲۶۵۔ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی کی یہ رائے قیاس آرائی پر مبنی ہے کہ حضرت مجدد نے "بہت

در ہند " کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اکبر کے زیر اثر ہندوؤں کی کتابوں کے
سندسکت سے فارسی ترجمے اور حضرت مجدد کے کسر ماحی - نان تھانیسری کے
مباحثات (ایک حصہ) کے ترجمہ سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔ "ملاحظہ ہو:

Shah Wali-Allah and His Times. pp. 331-32

Mujeeb, M : The Indian Muslims, London, 1967, p. 281 -۴۶۶

Yohanan Friedmann : Medieval Muslim Views of Indian Religions, -۴۶۷

J. American Oriental Society vol. 95 No. 2 (1975), p. 218.

نسیم اللہ ہزاعی: معمولات مظہریہ، کانپور ۱۳۷۵ھ، ص ۲۸ -۴۶۸

ایضاً، ص ۳۸، مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳۱/۲ -۴۶۹

ایضاً، ص ۴۲ -۴۷۰

غلام علی دہلوی: معانی مظہریہ، ص ۶۶ (فارسی متن)۔ -۴۷۱

ایضاً، ص ۴۱ -۴۷۲

نسیم اللہ ہزاعی: بشارات مظہریہ، ورق ۹۰-۱۔ -۴۷۳

زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، دہلی ۱۹۷۷ء، ص ۲۴۶۔ خود -۴۷۴

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے سراج کو باطل قرار دیا ہے۔ (مکتوبات ۳۲/۲)۔

ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت مظہر کا مکتوب مولانا زید فاروقی، مطبوعہ دہلی، ۱۹۹۰ء۔

فرید مان یوحنا نے بھی یہی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو اس کا محمود بلاغات۔ -۴۷۵

نسیم اللہ ہزاعی: معمولات مظہریہ، ص ۳۸۔ -۴۷۶

غلام علی دہلوی، شاہ: معانی مظہریہ، ص ۱۸ (فارسی) -۴۷۷

ایضاً۔ -۴۷۸

ہزاعی: معمولات مظہریہ، کانپور، ص ۱۱۔ -۴۷۹

ادیب، مسعود حسن رضوی: آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، گھنٹا ۱۹۶۴ء، ص ۳۲۔ -۴۸۰

نسیم اللہ ہزاعی: معمولات مظہریہ، ص ۱۲۔ -۴۸۱

قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۱۲۳۔ -۴۸۲

میر تقی میر: نکات الشعراء، ص ۵۔ -۴۸۳

قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۱۲۶۔ -۴۸۴

فیروز جنگ کے حالات کے لیے معانی مظہریہ کی فصل سوم، ماحیہ ۱۷، ملاحظہ کریں۔ -۴۸۵

نسیم اللہ ہزاعی: بشارات مظہریہ، قلمی، بحوالہ معاد عبدالرزاق قریشی، مشہور معارف -۴۸۶

مئی ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۱۔

ایسے بہت سے خواہ معانی مظہریہ کے مطالعہ سے سامنے آسکتے ہیں۔ -۴۸۷

- ۴۸۸۔ خلیق انجم: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء، ص ۵۰۔ حضرت مہر کے تمام مجموعہ ہائی مکاتیب جن کا تفصیلی تعارف ہم کروا چکے ہیں، ان میں سے ابتدائی ۲۰ خطوط کے علاوہ باقی تمام مجموعوں کی نوعیت ذاتی خطوط کی سی ہے، اگر حضرت مہر کی زندگی واقعی ایسی ہوتی تو کم از کم آپ کے نجی خطوط سے ہکا سا اشارہ تو ضرور ملتا۔ ان خطوط میں آپ "اپنی میرزائیت" کا ذکر فرما سکتے ہیں تو اپنے محبوبوں کے نام لکھنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا؟ بلکہ آپ کے تمام تر مکتوبات (نجی و عمومی) آپ کی اتہائی مصروفیت اور تقدس حیات کے آئینہ دار ہیں۔
- ۴۸۹۔ مہر: مکاتیب [مشمولہ مکاتیب طلیات ۱۹۰۱ء/۶۵-۶۶۔
- ۴۹۰۔ ایضاً ۳۳/۴۹۔
- ۴۹۱۔ ایضاً ۴۹/۶۶۔
- ۴۹۲۔ قریشی: مکاتیب میرزا مہر ۳۶/۶۶۔
- ۴۹۳۔ مہر: دیوان مہر فارسی، دیباچہ، ص ۴۔
- ۴۹۴۔ میر: نکات الشعراء، ص ۵۔
- ۴۹۵۔ یہ تمام تر معلومات خود حضرت مہر نے اپنے دیوان جلد ۱۱۴ء کے خود نوشت ابتدائی میں دی ہیں۔
- ۴۹۶۔ ابتدائی دیوان مہر، نوشت محمد عبدالرحمن، ص ۲-۳۔
- ۴۹۷۔ مہر: دیوان جلد ۱، دیباچہ، ص ۴۔
- ۴۹۸۔ قریشی: میرزا مہر اور ان کا اردو کلام، ص ۱۷۷-۲۰۹۔
- ۴۹۹۔ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے معروف تذکرہ نویسوں کے بیانات نقل کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت مہر کا اردو کلام آپ کی زندگی میں یک جا نہیں کیا گیا تھا۔ نیز انہوں نے جواہر سخن میں جس اردو دیوان مہر کے خطی نسخے کا ذکر ملتا ہے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی جو انہیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ (میرزا مہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۱۰-۲۱۷)۔
- ۵۰۰۔ "ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کی رفتار" رسالہ "آج کل" دہلی، اردو تحقیق نمبر ۱، اگست ۱۹۶۷ء، ص ۸۶۔
- ۵۰۱۔ خلیق انجم: مرزا مہر جان جانان کے خطوط، دہلی ۱۹۷۲ء، ص ۴۰ لیکن رسالہ "آج کل" کے اردو تحقیق نمبر میں اس مقالے کا نام "مرزا مہر جان جانان، حیات اور کارنامے" درج ہوا ہے۔ ایضاً، ص ۸۶۔
- ۵۰۲۔ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ ان کی محمولہ بلا کتاب ملاحظہ کریں۔ نیز دیکھیے:

- تبارک علی: مرزا مہر جان جانان، ان کا عہد اور اردو شاعری، دہلی، ۱۹۸۸ء، غلام مصطفیٰ خان: مرزا مہر کی فارسی شاعری، (مشمولہ چند فارسی شعرا)
- ۵۰۳- قریشی: مکاتیب میرزا مہر [۲۸/۲۸] حضرت مہر کے اس مکتوب کا انکشاف اگر ۱۹۹۱ء سے پہلے ہو جاتا تو قریشی صاحب مرحوم حضرت مہر پر اپنی پہلی کتاب میں اس کی زیادہ وضاحت کرتے [۱-]
- ۵۰۴- قریشی: میرزا مہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۴۰۔
- ۵۰۵- دارالمصنفین اعظم گڑھ نے بھی اسے مالی ہی میں شائع کر دیا ہے۔
- ۵۰۶- قریشی: میرزا مہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۴۰۔
- ۵۰۷- شبلی: مقالات شبلی ۱۲۲/۵- (دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء)۔
- ۵۰۸- مہر: کلمات طلیات ۴۲/۴۲۔
- ۵۰۹- عبدالحی حسنی: تہذیب الخواطر ۵۰۸/۷۔
- ۵۱۰- عبد الرزاق قریشی مرحوم نے لکھا ہے کہ "اس مجموعہ کے مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا (اردو کلام، ص ۲۴۸)۔ حالانکہ مرتب نے اس کے دیباچہ میں اپنا یہی نام لکھا ہے (کلمات طلیات، ص ۲)۔ جناب طلیق انجم نے مرتب کا نام حافظ علی مراد آبادی بتایا ہے (خطوط، ص ۴۱) جو درست نہیں ہے۔
- ۵۱۱- ابوالخیر محمد بن احمد: دیباچہ کلمات طلیات، ص ۲ (مجتبائی)۔
- ۵۱۲- عبدالحی حسنی: تہذیب الخواطر ۳۶۲/۸ ابوالحسن علی ندوی: تذکرہ شاہ فضل رحمن، ۱۵۔
- ۵۱۳- قریشی مرحوم اور ذاکر طلیق انجم نے سوآیہ نام مولوی حافظ محمد عبد اللہ لکھ دیا ہے۔
- ۵۱۴- نسیم اللہ بہرائچی: بشارات مہر، ورق ۱۵۰- ۱۱۱ اس مخطوط کی مائیکروفلم قریشی صاحب مرحوم کے پیش نظر تھی لیکن اس اہم اقتباس پر ان کی نظر نہیں پڑی [۱-]
- ۵۱۵- قریشی: عبد الرزاق: مکاتیب میرزا مہر [پیش گفتار] ص ۹-۱۰۔
- ۵۱۶- مطبوعہ مولوی بک ڈپو، ممبئی، ۱۹۶۶ء۔
- ۵۱۷- نثری تحریرات مہر کے تحت اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔
- ۵۱۸- اس مجموعے میں شامل چند آخری مکتوبات دیگر مآخذ سے بھی منقول ہیں۔
- ۵۱۹- یہ تمام تر تفصیلات عبد الرزاق قریشی کے مہمہ مکاتیب میرزا مہر سے ماخوذ ہیں۔
- ۵۲۰- طائسیم کے حالات مقامات مہر کی فصل "غلائی حضرت مہر" میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۵۲۱- طلیق انجم: میرزا مہر کے خطوط، ص ۴۲۔
- ۵۲۲- مہر: کلمات طلیات، ۵۰/۴۸۔
- ۵۲۳- طلیق انجم، ص ۴۴۔
- ۵۲۴- قریشی: عبد الرزاق: مکاتیب میرزا مہر (پیش گفتار) ص ۲۲-۲۷ (مختصاً)۔

- ۵۲۵۔ کلام مصطفیٰ علی: لوانغ خانقاہ مظہریہ، ص ۸-۹۔
- ۵۲۶۔ قریشی: مکاتیب ۹۶/۶۶۔
- ۵۲۷۔ ان مجموعوں کی تفصیل مقدمہ ہذا میں "تصانیف حضرت مظہر" کے تحت ملاحظہ کریں۔
- ۵۲۸۔ خوش گو: سفینہ خوش گو مرتبہ حطاء الرحمن کا کوئی پہلہ ۱۹۵۹ء، ص ۲۰۲۔
- ۵۲۹۔ آزاد بلگرامی: سر و آزاد، طبع کتب خانہ آصفیہ، دکن ۱۹۱۳ء، ص ۲۲۲-۲۲۴۔
- ۵۳۰۔ مولانا بہاری کے تفصیلی حالات کتب ہذا کی فصل غلامی حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔
- ۵۳۱۔ قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۷۸۔
- ۵۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: "فصل غلامی حضرت مظہر" اور مولانا بہاری کے حالات میں ہمارے حاشیہ نیز اسی مقدمے کا عنوان "وحدت الوجود اور وحدت الشوود" ملاحظہ ہو۔
- ۵۳۳۔ نسیم اللہ بھڑانگی: سموات مظہریہ، ص ۱۳۴۔
- ۵۳۴۔ ایضاً، ص ۱۳۴-۱۳۵۔
- ۵۳۵۔ نسیم اللہ بھڑانگی: بشارات مظہریہ، ورق ۷۱-۷۲۔
- ۵۳۶۔ قریشی: مکاتیب، ص ۲۱۹-۲۲۳۔
- ۵۳۷۔ مقامات مظہری کی فصل مکاتیب میں آخری مکتوب اور کلمات طہیات میں حامل مکاتیب حضرت مظہر کے حاشیہ پر بھی یہی رسالہ سلوک طریقہ منقول ہے۔
- ۵۳۸۔ بدادی، اسامیل پاشا: ۴۱۰ العارفین ۱۰۷۶۳/۱۰، استنبول ۱۹۵۱ء۔
- ۵۳۹۔ حضرت مظہر کے خطوط کا یہ مجموعہ کلمات طہیات میں بھی منقول ہے، ص ۷۰-۷۱۔
- ۵۴۰۔ چونکہ مقامات مظہری کا یہ موضوع نہیں ہے اس لیے ہم نے محض تسلسل قائم رکھنے کے لیے چند کلمات لکھے ہیں۔
- ۵۴۱۔ عبدالحی: اردو شاعری میں ایہام گوئی، مقالہ مشہورہ مجموعہ، تحقیقات علمیہ، جامعہ عثمانیہ، دکن، جلد دوم، ۱۹۳۴ء، ص ۱۱۸-۱۱۹ (مختصاً)۔
- ۵۴۲۔ مقامات مظہری کی ایک مستقل فصل آپ کے غلامی کے حالات و کلمات پر مشتمل ہے۔
- ۵۴۳۔ عبدالرزاق قریشی نے ان نکتہ کے حالات معروف تذکروں کی مدد سے اپنی کتاب میں یک جا کر دیے ہیں (میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۱۰۸-۱۱۸)۔
- ۵۴۴۔ عبدالستار، قاضی: اردو شاعری میں قنوطیت، ۱۹۵۸ء، مطبوعہ ملی جگہ مسلم یونیورسٹی (س-ن)، ص ۷۵-۷۸۔
- ۵۴۵۔ قریشی، عبدالرزاق: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۷۷۔
- ۵۴۶۔ خوشگو: سفینہ خوشگو (بہ سال ۱۳۹۱ھ)، مرتبہ حطاء کا کوئی پہلہ ۱۹۵۹ء، ص ۲۰۲۔
- ۵۴۷۔ سرور، محمد علی، بہادر: محمدہ خجہ مرتبہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۱۹۶۱ء، ص ۵۵۲۔

۵۴۸۔ غلام علی دہلوی: مقاماتِ معمری، ص ۳۸ (فارسی متن)۔

۵۴۹۔ ایضاً، ص ۳۷-۳۸۔

۵۵۰۔ معمر: مکاتیب (مشہور کلماتِ طیبات) ۵۵/۵۷۔

۵۵۱۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقاماتِ غیر، دہلی ۱۳۹۲ھ، ص ۲۰۱-۲۰۲ (مختصاً)۔

۵۵۲۔ یہ دونوں اہم فیصلے جن کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے جناب پروفیسر منظورالحی صدیقی

(سابق استاد کینڈ کالج، حسن ابدال) کی ملکیت ہیں۔ یہ بھی ان نادر دستاویزات میں

سے ہیں جو ان کے غائبانہ میں موروثی طور پر محفوظ ہیں۔ موصوف کے آبا و اجداد

رہنک (منجانب) کے عظیم ملی و مذہبی رہنما تھے۔ یہ شرمی فیصلے تصدیق کے لیے دہلی

سے رہنک گئے ہوں گے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے بزرگوں کے حالات پر مستقل

تحقیق کتاب باحوالہ اجداد کے نام سے تالیف کی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔

ہم نے ان فیصلوں کے متون کی مکمل نقل اپنی دوسری تالیف احوال و افکار حضرت

معمر میں دے دی ہے۔

۵۵۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: اسی صفحے میں حضرت شاہ غلام علی کے حالات۔

۵۵۴۔ قریشی: مکاتیب میرزا معمر ۸۳/۵۹۔

۵۵۵۔ نسیم اللہ، ہزارچی: بشاراتِ معمریہ (علیٰ نوری پبلشرز میوزیم)، ورق ۱۶۶-ب۔

۵۵۶۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لوايح، ۱۴۳۰/۲۲۷۔

۵۵۷۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء کو حضرت شاہ ابوالخیر ہندوستان تشریف لائے اور خانقاہ کا انتظام

سنبھالا۔ جیسا کہ ہم نے حضرت شاہ غلام علی کے احوال میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں

حضرت شاہ احمد سید مجددی نے ہندوستان سے ہجرت کے وقت یہ خانقاہ اپنے خلیفہ

نادر حضرت حاجی دوست محمد قدحاری کے سپرد کی تھی اور انہوں نے اپنی ولادت

۱۲۸۸ھ / ۱۸۶۷ء میں اسے اپنے خلیفہ حضرت محمد عثمان داملانی کے حوالے کر دیا تھا

حضرت شاہ ابوالخیر کو جو حرمین الشریفین میں مقیم تھے، اس کا علم تھا، چنانچہ انہوں

نے مجاز سے روانگی سے پہلے حضرت داملانی سے خط و کتابت کی تھی اور حضرت ملا داملانی

اپریل ۱۸۸۹ء میں اس مبارک خانقاہ کو حضرت شاہ ابوالخیر کے حوالے کرنے کے لیے

موسیٰ زئی شریف سے دہلی گئے تھے۔

(یہ تمام تر تفصیلات مقاماتِ غیر، ص ۱۹۹-۲۰۰ سے مختصاً ماخوذ ہیں)۔

۵۵۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احوال مولف (مقدمہ کتاب ۱)۔

۵۵۹۔ مقاماتِ معمری کے صحیح اول حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے اس کے ساتھ ایک

ضمیمے کا اضافہ کیا تھا جو حضرت شاہ غلام علی کے حالات پر متصل ہے اور اس ترجمہ

میں بھی شامل ہے۔ ہم نے فقط ایسے نکات درج کیے ہیں جو اس ضمیمہ میں موجود

نہیں ہیں یا اس میں نہایت تشنہ رہ گئے ہیں۔

- ۵۶۰۔ شاہ ناصر الدین قادری مد فون دہلی (مزارات اویانے دہلی، ص ۱۱)۔
- ۵۶۱۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر طویہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۹۔
- ۵۶۲۔ ایضاً، ص ۱۴۰۔
- ۵۶۳۔ قسورجن: ارشاد المسترشدین، مطبوعہ، ص ۱۸، ۲۳۰۔
- ۵۶۴۔ رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر طویہ، ص ۱۳۹۔ سال ولادت میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی نے ضمیمہ مقامات معمری میں سال ولادت ۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص ۱۴۰ فارسی متن) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ضمیمہ جواہر طویہ کی تفصیل ہے (ص ۱۳۹)۔ نیز حضرت رافت نے ”در المعارف“ میں بھی سال ولادت ۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ترکی، ص ۱۵۲)۔
- ۵۶۵۔ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ، مطبع نقشبندی، ۱۲۸۴ھ، ص ۲ (خامی رسائل سید سیارہ)۔
- ۵۶۶۔ حضرت شاہ غلام علی کے درود دہلی کا سنہ ۱۱۴۴ھ تو چند کروں میں مذکور ہے (جواہر طویہ، ص ۱۴۰) لیکن تاریخ درود کا ذکر نہیں ملتا۔ ہم نے آپ کے خطوط سے یہ تاریخ افذ کی ہے (در المعارف، ص ۹۷)۔
- ۵۶۷۔ رافت: جواہر طویہ، ص ۱۴۰۔
- ۵۶۸۔ رافت: در المعارف، ص ۱۵۳ (قیاساً)۔
- ۵۶۹۔ عبدالغنی شاہ: ضمیمہ (خامی کتاب ہذا)، ص ۱۴۰ (فارسی متن)۔
- ۵۷۰۔ رافت: جواہر طویہ، ص ۱۴۱۔
- ۵۷۱۔ عبدالحی حسنی: تہذیب الخواطر، ۳۵۶/۷، مقالات طریقت، ۱۲۹۱ھ (بحوار معارف، ستمبر ۱۹۶۵)۔
- رافت: در المعارف، ص ۷۵-۷۶۔
- ۵۷۲۔ رافت: جواہر طویہ، ص ۱۴۱۔
- ۵۷۳۔ غلام علی دہلوی: مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی، ۴۴/۶۰۔
- ۵۷۴۔ عبدالغنی: ضمیمہ مقامات معمری [ضمیمہ اول کتاب ہذا]۔
- ۵۷۵۔ رافت: جواہر طویہ، ص ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴۔
- ۵۷۶۔ Charles Theophilus Baron Metcalfe, (1785 - 1846).

وہ تین مرتبہ دہلی کا ریزیڈنٹ بنا (ایک مرتبہ مددگار ریزیڈنٹ) لیکن یہ واقعہ اس کے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۹ء تک کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ مکلف کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

- ۵۷۷۔ اس واقعے کی پوری تفصیل کے لیے دیکھیے مخطوطات شریف شاہ غلام علی ص ۸۳۔ ۸۵۔
- ۵۷۸۔ شاہ عبدالغنی: ضمیر مقامات معمری (خام کتاب ہذا)۔
- ۵۷۹۔ رافت: در المعارف، ترکی ۱۹۷۳ء، ص ۶۵۔
- ۵۸۰۔ غلام محی الدین قصوری: مخطوطات شریف شاہ غلام علی لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۱۔
- ۵۸۱۔ احمد خان سرسید: آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۳۶۳۔ ۳۶۵۔
- ۵۸۲۔ رافت: در المعارف، ص ۶۰۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں "احوال مولانا غلام کردی" (مقدمہ ہذا)۔
- ۵۸۳۔ سلسلہ نسب حضرت مجدد سے اس طرح ملتا ہے: شاہ ابوسعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد حبیبی بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد مصوم بن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۵۸۴۔ زید ابوالحسن فاروقی: مقامات غیر، دہلی ۱۳۹۲ھ، ص ۷۰۔ ۷۴ (مختصاً)۔
- ۵۸۵۔ عبداللطیف: روزنامہ ۱۸۵۷ء، مرجع خلق احمد نظامی، ص ۸۸ اور محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۰۷۔ ۳۰۸۔
- ۵۸۶۔ حضرت حاجی دوست محمد قدحاری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء) حضرت شاہ ابو سعید مجددی کے مرید اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی کے مشہور ترین خلیفہ تھے۔ پاکستان و ہند، خراسان، عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبان حق ان سے بیعت تھے۔ ان کی کئی مقامات پر غنائیں تھیں لیکن قیام موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان میں تھا۔ وصال کے بعد یہیں آسودہ خواب ہوئے۔ ان کے جانشین حضرت خواجہ محمد عثمان (ف ۱۳۱۳ھ) ان کے بعد حضرت مولانا سراج الدین (ف ۱۳۲۳ھ) اور ان کے بعد حضرت حافظ محمد ابراہیم (ف ۱۹۵۷ء) اور ان دنوں حضرت خواجہ محمد اسماعیل مدظلہ غانقاہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ (حالات کے لیے ملاحظہ ہو مکتوبات حاجی دوست محمد قدحاری اور مقامات محتایہ مطبوعہ)۔
- ۵۸۷۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۲۳۰۔ ۲۳۱۔
- ۵۸۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
- محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ (در حالات حضرت شاہ ابو سعید و شاہ احمد سعید) مطبوعہ دہلی ۱۳۸۳ھ۔
- محمد مظہر: المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ (عربی ترجمہ کتاب مذکورہ)، مطبوعہ قرآن ۱۸۹۶ء۔
- محمد مظہر: رشحات حنبلیہ (عربی)، مطبوعہ شرق پور ۱۹۷۹ء۔
- محمد مصوم رام پوری: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور ۱۳۱۵ھ۔

- زید ابوالحسن فاروقی: مخطوطات میر، دہلی ۱۲۹۲ھ، ص ۸۲-۱۰۳۔
- ۵۸۹۔ کتاب ہذا مخطوطات مطہری کے اس ترجمہ پر "نیش لفظ" آپ کا ہی نوٹ ہے۔
 غنائہ مطہریہ کی تحویل و تحول کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: زید، ابوالحسن: مخطوطات
 میر (در حالات حضرت شاہ ابوالخیر مجددی)، مطبوعہ ۱۳۹۲ھ، ص ۱۹۹-۲۰۱۔
- ۵۹۰۔ غلام محی الدین قصوری: مخطوطات شریفہ، ص ۲۶۔
- ۵۹۱۔ محمد بن عبد اللہ غلامی: البجہ السنیہ فی آداب الطریقۃ العالیۃ الخلدیہ، مصر ۱۳۱۹ھ، ص ۷۸۔
- ۵۹۲۔ ایضاً، ص ۸۲۔
- ۵۹۳۔ ایضاً، ص ۸۰۔
- ۵۹۴۔ حریر مولانا غلام مشہور در المعارف، ص ۷۰، شاہ غلام علی کے مولانا کے نام تین
 مکاتیب ۲۲، ۲۸، ۱۱۰ تھے ہیں (مکاتیب شریفہ)۔
- ۵۹۵۔ رافت: در المعارف، ص ۱۰۸۔
- ۵۹۶۔ ہم نے مقدمہ مخطوطات شریفہ میں ان تصانیف کی تفصیل دی ہے، (ص ۲۸-۲۹)۔
- ۳۹۷۔ مولانا شبلی نعمانی اپنے سفر کے دوران قسطنطنیہ میں مولانا غلام کی اولاد میں سے بعض
 اصحاب سے ملے تھے، مولانا شبلی نے سوا مولانا غلام کو حضرت مطہر کا مرید کہہ دیا ہے
 (سفرنامہ روم و مصر و حاکم، ص ۳۳)۔ حالانکہ مولانا غلام، حضرت شاہ غلام علی سے
 بیعت تھے۔
- ۵۹۸۔ مخطوطات شریفہ حضرت شاہ غلام علی، (مقدمہ، ص ۲۹)۔
- ۵۹۹۔ یہ کتاب رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سیل اکیڈمی لاہور میں شامل ہے۔
- ۶۰۰۔ امام الدین: مخطوطات طیبین، قلمی۔
- ۶۰۱۔ ان دریافت شدہ تالیفات کے مختصر تعارف کے لیے دیکھیے مقدمہ مخطوطات شریفہ،
 ص ۶۵-۶۹۔
- ۶۰۲۔ یہ مخطوطات مع محصل مقدمہ و حواشی و ترجمہ بنام مخطوطات شریفہ چمپ چکے ہیں۔
- ۶۰۳۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو مخطوطات شریفہ کا مقدمہ۔
- ۶۰۴۔ ہم نے مخطوطات شریفہ کے مقدمہ میں غلطی کے اس فہرست میں بعض ناموں کا اضافہ
 کیا ہے۔ (ص ۳۱)۔
- ۶۰۵۔ اس تعارف کے دوران بعض کتابوں کے ابتدائی اس لیے نقل کیے گئے ہیں تاکہ
 مولف کے اسلوب بیان کا اندازہ ہو سکے۔
- ۶۰۶۔ شامل رسائل سبہ سیارہ مطبوعہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۴ھ، نیز شامل جواہر طویہ و مکاتیب
 شریفہ اس کا صلیحہ متن مکیم عبد الجید سیفی نے لاہور سے خانہ کیا تھا۔
- ۶۰۷۔ محمد تقی دانش پڑوہ نے اس رسالہ کے غلط نسخہ محزون کتب خانہ مرکزی دانش گاہ

تہران کو متعارف کرواتے ہوئے مولف کے نام کے ساتھ سوا "علام علی باطنی" کلمہ دیا ہے (فہرست ۱۳/۲۲۱۳)۔

۶۰۸۔ اس رسالے کے اس نسخہ کا رونوگراف ہمیں ڈاکٹر منظور الدین احمد صاحب کی وساطت سے طاجک کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

۶۰۹۔ مخطوطہ مملوکہ محترمہ پانچا بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امروہوی، خانقاہ شریف مولوی غلام نبی لکھی۔ للہ ضلع، جہلم، خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن (فہرست مخطوطات ۱/۴۶۰)۔

۶۱۰۔ غلام علی دہلوی: مکاتیب شریفہ ۸۶/۷۸۔

۶۱۱۔ ایضاً ۸۷/۷۹۔

۶۱۲۔ راف: در المعارف، ص ۲۵۔

۶۱۳۔ مکاتیب شریفہ ۱۰۰/۱۱۹۔

۶۱۴۔ راف: در المعارف، ص ۲۵-۲۸۔

۶۱۵۔ دیکھیے: فصل مکتوبات حضرت مہر خاں معات مطہری۔

۶۱۶۔ پاک و ہند اور عالم اسلام کے قبر صمد نے حضرت مجدد کے دلائل میں بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے ۲۹ کی فہرست ہمارے مقالہ میں شامل ہے، دیکھیے ہمارا مضمون بعنوان "حضرت مجدد کے دلائل میں لکھی جانے والی کتابیں" مضمون رسالہ نور اسلام، شر قہور، حضرت مجدد الف ثانی نمبر۔

۶۱۷۔ معات کے لیے دیکھیے: فتاویٰ حضرت شاہ غلام علی، حواشی حالات شاہ احمد سید مجددی۔

۶۱۸۔ یہ بیاض ہمیں مولانا عبدالرحید سیالکوٹی مالک مکتبہ رحیدیہ، لاہور کی عنایت سے دستیاب ہوئی تھی جو انہوں نے کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی کو دے دی ہے۔

۶۱۹۔ احمد متروی: فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۱۳۰۰/۲۔

۶۲۰۔ جن کی تفادیدی تصانیف حضرت شاہ غلام علی کے تحت کی جا چکی ہے۔

۶۲۱۔ بقول ملک مسیحی مرحوم (مکہ تنکبر، مکاتیب شریفہ)۔

۶۲۲۔ منظور الحسن: ارشاد المسترشدین، ص ۱۳۷-۱۳۱۔

۶۲۳۔ معات کے لیے دیکھیے مجسمہ معات مطہری نوختہ شاہ عبدالغنی مجددی (خال ترجمہ ہذا)۔

۶۲۴۔ معات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ، ہذا تحت فتاویٰ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ۔

۶۲۵۔ اس مجموعہ کے سال ترتیب پر ہم نے مقدمہ مخطوطات شریفہ میں مہصل بحث کی ہے (ص ۷۰-۷۱)۔

۶۲۶۔ اس کا اردو ترجمہ جناب اقبال احمد فاروقی نے کیا جو ہمارے مقدمہ و حواشی کے ساتھ

مکتبہ نبویہ لاہور سے ۱۹۷۸ء میں طبع ہوا۔

- ۶۲۷۔ محمد مظہر: مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۷۴۔
- ۶۲۸۔ زید، ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ، ص ۸۴-۸۵۔
- ۶۲۹۔ مکتوب مولانا زید بنام محمد اقبال مجددی (مورخہ ۴ فروری ۱۹۷۸ء)۔
- ۶۳۰۔ ان مخطوطات اور مکتوبات پر الگ الگ عنوانات سے اسی مقدمہ میں لکھا جا چکا ہے۔
- ۶۳۱۔ غلام علی دہلوی: مقامات مظہری۔ طبع اول فارسی، ص ۷۱۔
- ۶۳۲۔ مولانا ہزارنجی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: مقامات مظہری (فصل غلامی حضرت مظہر)۔
- ۶۳۳۔ مخطوطات شریفہ حضرت شاہ غلام علی (ص ۲۲) پر مقدمہ لکھتے وقت ہمیں خود اس حقیقت کا علم نہیں تھا۔ اب تقابلی مطالعہ کے بعد اپنی اس غلطی کا احساس ہوا ہے کہ "مقامات" تو "بشارات" پر مبنی ہے نہ کہ معمولات مظہریہ پر۔
- ۶۳۴۔ مخطوطات فارسیہ نمبر ۲۲۰۔ Or.
- ۶۳۵۔ بشارات ورق ۱۲۲۔ ا۔
- ۶۳۶۔ ایضاً، ورق ۱۲۶۔ ب۔
- ۶۳۷۔ ہزارنجی: بشارات مظہریہ، قلمی نسخہ انڈیا انس، ورق ۲-۱۔
- ۶۳۸۔ ایضاً، ورق ۱۸۳۔ ب۔
- ۶۳۹۔ عبدالرزاق قریشی مرحوم اپنے مقالہ بشارات مظہریہ (خاتل معارف اعظم گڑھ، منی ۱۹۶۸ء) میں اس کے سال تصنیف کے تعین کے سلسلے میں غاصے اچھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، مقالہ کی ابتداء میں انہوں نے اس کا سال تالیف ۱۲۱۸ھ اور سال کتابت ۱۲۰۷ھ لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب تالیف ی ۱۲۱۸ھ میں ہوئی ہو اس کی کتابت ۱۲۰۷ھ میں کیسے ہو سکتی ہے۔
- ۶۴۰۔ سال اختتام اس طرح پر تحریر ہے: "ختم تحریر این کتاب رسالہ مقامات بروز چہار شنبہ دہم محرم الحرام ۱۲۰۷ھ"۔ اسے سال کتابت سے زیادہ سال تحریر یا تکمیل کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے، ممکن ہے سال تکمیل و کتابت ایک ہی ہو۔
- ۶۴۱۔ طبع دوم میں طابع کی طرف سے دو غاتے تھے ہیں۔ طبع دوم کے صفحات کے نمبر اخات اول ۱۲۷۵ھ سے مختلف ہیں۔
- ۶۴۲۔ کتاب کی اس اخات کے محرک و مرتب محمد بیگ بن مرزا رحیم بیگ نقشبندی نے اپنے ابتداء میں وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو طائف عمرہ المعروف بہ مقامات مظہری کے نام سے موسوم کیا، (ص ۲)۔
- ۶۴۳۔ عربی قواعد کے مطابق اس نام کی ترکیب ہی غلط ہے۔ یعنی قواعد کے مطابق یہ نام "مقامات مظہریہ" ہونا چاہیے تاکہ موصوف اور صفت وصف تائید میں یکساں ہوں۔

۶۴۴۔ رات رؤف احمد مجددی: جواہرطلویہ اردو ترجمہ طبع لاہور، ص ۱۳۵۔

یقیناً حضرت رات نے قواعد کے مطابق اسے "مقامات مظہریہ" کے نام سے موسوم کیا ہوگا۔ "جواہرطلویہ" کا جو ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے ہمارے خیال کے مطابق وہ عامے عرفِ علی نئے پر مبنی ہے۔ اس لیے اس کے مترجم نے اس کا نام مقامات مظہری ہی تحریر کیا ہے۔

۶۴۵۔ کتاب مقامات مظہری کی اشاعت کے محرک نے اسے بھی معمولات مظہری ہی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف مرزا محمد یگ قواعد کو ان ناموں کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔ چونکہ یہ نام بہت معروف ہو گیا ہے اس لیے ہم نے اسے بدنام مناسب نہیں سمجھا۔

۶۴۶۔ طغیہ منجم، ص ۱۱۵-۱۳۱۔

۶۴۷۔ قلمی نسخہ مقامات مظہری مملوکہ جناب اسد نظامی (موضع ۱۱۴ تحصیل غازیوال ضلع ملتان) اور دومرا علی نسخہ خانقاہ احمدیہ سیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں محفوظ ہے۔

www.kitabghar.org

مقامات مظہری

اردو ترجمہ

www.kitabghar.org

www.kitabghar.org

مقامات مظہری

[۲۱] الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ و اصحابہ
 اجمعین اما بعد فقیر عبد اللہ معروف بہ ظلام علی عنی عنہ کہتا ہے یہ رسالہ 'صاحب کمالات
 و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ (۱) کی کتاب (۲) مستطاب کا ملخص و انتخاب
 ہے جو انہوں نے سیدنا و مرشدنا صلح انوار الطریقۃ منبع اسرار الحقیقۃ مقتداء ارباب یقین
 و عرفان ہمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جانان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے
 خلفاء کے حالات پر لکھ کر مخلصین کے دل اور آنکھوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں نے
 اس کتاب کے بعض مطالب اس رسالہ میں شامل کیے ہیں اور ان کے علاوہ بھی جو کچھ
 یاد تھا اس میں اضافہ کیا ہے۔ تاکہ یہ میرے لیے سعادت کا سرمایہ بن سکے۔ واللہ ولی
 التوفیق ————— مجھے اس رسالہ کی تالیف میں تردد تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان اوراق کا لکھنا
 آنحضرت (میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ) کی مرضی کے خلاف ہو لیکن میں نے
 خواب میں دیکھا کہ حضرت (میرزا مظہر) میرے مکان میں تشریف لائے ہیں اور (کتاب
 مذکور کے مصنف) مولوی نعیم اللہ بھی حاضر ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں
 اس رسالہ کی تحریر کی اجازت دیتے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔ اس سے میں سمجھ
 گیا کہ آنحضرت نے مجھے اس رسالہ کی تالیف کی اجازت دے دی ہے۔ اس (خواب)
 سے میرا تردد اطمینان قلب میں بدل گیا۔ اور امید ہے کہ میرا یہ عمل قبول ہوگا۔
 "ما قل و کفی خیر مما کثر و الہی" (یعنی جو چیز تھوڑی اور کافی ہو وہ اس چیز
 سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لمب و لعب میں مبتلا کرے)۔

یہ رسالہ اٹھارہ فصلوں پر مشتمل ہے :

- پہلی فصل : ذکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ -
- دوسری فصل : سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ کا بیان -
- تیسری فصل : حضرت ایشان (مظہر) کے چاروں مشائخ یعنی سید السادات سید نور محمد بدآونی [۲] حضرت حاجی محمد افضل ' حضرت حافظ سعد اللہ اور حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہم کے احوال -
- چوتھی فصل : حضرت (مظہر) کے سلسلہ نسب اور ولادت وغیرہ کا بیان
- پانچویں فصل : حضرت میرزا مظہر کا حضرت نور محمد بدآونی سے استفادہ -
- پھٹی فصل : حضرت (مظہر) کا حضرت حاجی محمد افضل سے استفادہ -
- ساتویں فصل : حضرت مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ -
- آٹھویں فصل : حضرت مظہر کا شیخ الشیوخ محمد عابد سے استفادہ -
- نویں فصل : ان مقدمات کا بیان جو حضرت مظہر کو اہل زمانہ سے ممتاز کرتے ہیں -
- دسویں فصل : حضرت کی صحبت شریف کی تاثیر کا بیان -
- گیارہویں فصل : حضرت کے اوصاف ترک و زہد کا بیان -
- بارہویں فصل : حضرت مظہر کے ملفوظات -
- تیرہویں فصل : ان نصائح ہوش افزا کا بیان جو حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمائے -
- چودھویں فصل : حضرت کے بعض مقامات اور حضرت کی زبانی بعض اولیای کرام کے احوال -
- پندرہویں فصل : حضرت کے بعض کشوفات و تصرفات -
- سولہویں فصل : حضرت کا عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال (وفات) -
- سترہویں فصل : احوال خلفای حضرت مظہر -
- اٹھارہویں فصل : حضرت کے بعض مکاتیب شریفہ -

ذکر طریقہ نقشبندیہ

یہ مخفی نہیں ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ (۲) دائمی توجہ قلب ' مبداء فیاض ' نفسی عبادات میں اعتدال و مابوقات کے ترک کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے سے عبارت ہے ۔ اور اپنے اوقات ان اوراد و وظائف میں صرف کیے جائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں (۴) ۔ اس طریقہ میں توبہ سے لے کر مقام رضا باہمال تک تمام مقامات سلوک کا معمول ہے ۔ اور اس کا ما حاصل ذات الہی کا دائمی حضور و انجذاب جسمانی و روحانی اور ذوق و شوق اور جمعیت قلبی کا حصول ہے ۔ اس حدیث شریف الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراء (۵) کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے ' کے مصداق اس طریقہ والے اپنے مشہود کا استغراق شامل حال رکھتے ہیں ۔ بعض سکر ، مستی اور جذبات قلبی سے مغلوب ہوتے ہیں ۔ اور بعض پر اسرار توحید منکشف ہوتے ہیں ۔ اور ان عزیزان کے تصرفات ' القاء ذکر ' اطمینان قلب اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچانے اور بذریعہ دعا مشکلات کے حل کرنے میں ہمت سے کام لینے کے لیے مکمل شہرت کے مالک ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عنایت سے ان مذکورہ مقامات و مدارج کے علاوہ بھی دیگر مقامات عطا فرمائے ہیں ۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام کے حالات اور علوم جداگانہ سے مشرف فرمایا ہے ۔ آپ کے طریقہ علیہ کے متوسلین ان حالات و کیفیات کی وجہ سے ممتاز ہیں ۔ مگر اس طریقہ کے سارے مقتصدین کو ان تمام مقامات تک [4] رسائی نہیں ہوتی ' (جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو

نصیب ہوئے) مگر جو کوئی بھی ان حالات و واردات پر پہنچا وہ خوش رہا۔ اس طرح اس خاندان والوں کے حالات و تاثیرات میں نمایاں فرق ہے۔ لیکن یہ سب قدیم مروجہ اذکار و اعمال سلسلہ نقشبندیہ پر کاربند ہیں۔ مقام قلب میں استعراق ' بے خودی ' سکر اور جذبات محبت الہیہ سے سرشار ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقامات پر ولایت کی تعبیر فرمائی ہے (اس طریقہ کے پیرو) طرح طرح کے باطنی کیفیات سے اپنے آپ کو محفوظ کرتے ہیں۔ اور آپ نے جن کمالات و حقائق کی لطافت و نیرنگی بیان فرمائی ہے ادراک ان کے احاطہ سے عاجز ہے۔ مگر استعراق ' بے خطرگی اور توجہ دائمی سے عبارت ہے۔ بلکہ مقصود کی طرف توجہ کرنے سے بے شعوری ہے جو سکر کی کیفیات کے بغیر ان مقامات کے واصلین کو حاصل ہوتی ہے اور باطن کے لیے صفاء و المینان لازم ہے۔

جس شخص کو علم اور کشف عطا ہوتے ہیں وہ اپنے مقامات کی سیر میں تجلیات الہیہ کو ہر وقت عیاں دیکھتا ہے۔ اور توحید کے اسرار (۶) طریقہ نقشبندیہ میں کم ظاہر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز کو اس طریقہ کی نسبت دو (۷) طرح سے ملی ہے۔ پہلی اپنے آباء کرام سے جس کا مقتضا اسرار توحید کا اظہار ہے اور دوسری خاندان نقشبندیہ سے جو کمال تقویٰ اور شرع سے منور ہے۔ اور حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں نسبتوں کے مجمع البحرین (۸) تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں نسبتوں (۹) کے حاصل کرنے کے بعد سلوک نقشبندیہ اختیار فرمایا۔ اس نسبت عزیز میں قدم کی لغزش پیش آتی ہے۔ جس نے مقام قلب میں تمکّن و جہات پیدا کر کے ترقی نہیں کی لیکن علوم توحید اور سکر کے غلبات سے اس کی توجہ موثر اور حوق افزا ہوتی ہے۔ اور توحید کے معنی دل کو غیر سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگانے کے ہیں جو اس خاندان کے اکابر کو حاصل ہوتی ہے۔

خوارق عادات کے ظہور کے لیے شدید مجاہدات لازم ہیں۔ سخت ریاضت کے بغیر دنیا میں تصرفات کا ظہور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی کرامت دوام ذکر قلبی ' توجہ الی اللہ ' تہذیب اخلاق اور سنت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے بڑھ کر نہیں ہے (۱۰)۔ الحمد للہ اس طریقہ کے متوسلین کو یہ سعادت حاصل ہے۔ اس کتاب میں جہاں کہیں یہ لکھا جائے گا کہ فلاں کو یہ مقامات عالیہ اور اہتمام سلوک

حاصل ہے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ ان مقامات کی کیفیات 'حالات اور واردات سے بھی مشرف ہے۔ اور اسے صلم باللہ ہمیشہ حاصل ہے اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے :

محال است سعدی کہ راہ صفا

تو اس رفت جز در پی مصطفیٰ (۱۱)

ہمارے حضرت (مظہر جان جانان) نے کسب کمال اور تکمیل عائدان نقشبندیہ کے اکابر سے کی۔ اور اس طریقہ کے اذکار کا شغل اختیار فرمایا۔ اور طالبوں کو بھی اس طریقہ کے اکابر کے آداب و نسبت علیہ کے مطابق تربیت دیتے تھے۔

ہمارے حضرت کو سلسلہ تقادری ، چشتی اور سہروردی کی بھی اجازت حاصل تھی۔ اور فیض بھی پایا تھا۔ [5] بعض اکابر کو عائدان تقادری اور چشتی میں بیعت کر کے شجرہ بھی عنایت کرتے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے حضرت نے طریقہ سہروردیہ کی اجازت بھی کسی کو دی تھی یا نہیں کیونکہ اس طریقہ کے طالب اس دیار میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اب میں ان تینوں سلاسل کے بزرگوں کے اسانے گرامی لکھتا ہوں۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ و فصل ۱۷ کتاب ہذا۔
- ۲- ایضاً۔
- ۳- طریقہ فقہندیہ کی اجمالی تاریخ کے مآخذ کے لیے دیکھیے حواشی فصل ہذا۔
- ۴- مولف اپنی دوسری کتاب ایضاح الطریقۃ میں لکھتے ہیں:
ماصل ای طریقہ شریف دوام حضور و دوام آگہی است و حضرت ذات
الہی سبحانہ بالترام عقیدہ صحیحہ موافق الی سنت و جماعت و اتباع سنت
نبویہ۔
- ۵- فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر - ۱/۱۱۳ باب ۳۷ دارالمعرفۃ بیروت۔
مقن مقامات مہتری میں "تبد ربک" ہے۔ دیگر متون حدیث صحیح مسلم (ایمان ۵۷) ابو
داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔
ملاحظہ ہو:
ونسک: المعجم المفہرس للاعطاء الحدیث النبوی، لیدن ۱۹۳۶، طبع عکسی جدید ۱/۴۶۷۔
- ۶- اسرار توحید سے وحدت الوجود کے اسرار و رموز مراد ہیں۔
- ۷- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (ف ۸۲۷ھ / ۱۴۲۰ء) کے اجداد میں سے بعض افراد کا تعلق
سلسلہ سروردیہ سے بھی تھا۔ ان کے آبائے کرام کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: علی
کاشفی: رشحات، ص ۲۰۷-۲۲۰۔
- ۸- حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ) پر ابتداء میں توحید وجودی اور مہارک کے آخری
حصہ میں توحید شہودی کا انکشاف ہوا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کا اس
سلسلے میں ایک اہم قول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی نقل کیا ہے:
"حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چند گاہ مشرب توحید وجودی داشتند
و در رسائل و مکتوبات خود آن را اہمار می فرمودند اما آخر کار حق سبحانہ و
تعالیٰ بکمال عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بہ شاہراہ انداختہ
از حقیق این معرفت خلاصی داد میاں عبدالحق کہ یکے از مخلصان ایشانند
نقل کردند کہ پیش از مرض موت ایشان بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بہ
صین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ است تنگ، شاہراہ دیگر است"
"(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر اول حصہ دوم ۴۳/۹)۔
- ۹- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سلسلہ فقہندیہ کے علاوہ پستی اور تقادری سلسلہ سے بھی

منسلک تھے۔ آپ کے والد ماجد فصوص الحکم کے بہترین مدرسین میں سے تھے۔ (ر۔
ک۔ زبدۃ المقامات و حضرات القدس)۔

۱۰۔ سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا قول ہے :
طریقہ ما از نوادر است عروۃ الوثقی است چنگ در ذیل متابعت سنت
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) زور ایم و اقتداء بہ آثار صحابہ کرام او نمودہ
(انیس الطائین بحوانہ مقدمہ احمد طاہری حراتی بر سلسلہ قدسیہ مطبوعہ
تہران ۱۹۴۰ء ص ۵۱)۔

طریقہ نقشبندیہ کی تاریخ ۱۱۰۱ھ کے اصول و ضوابط اور مختلف شاخوں کی تفصیل کے لیے
ما نظر ہو جائی : رسالہ در طریقہ خواجگان مرتبہ عبدالحی حسینی۔ کابل ۱۳۴۳ھ کا انہی :
رحمت لاری : حکمہ نجات الانس و صایا خواجہ عبدالحق غجدوانی : رسالہ قدسیہ : فصل الخطاب
تقیات (ہر سہ تالیفات خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ) : اربع انوار از شاہ احمد سرور : ہدایہ
الطالین از شاہ ابو سعید : القول الجمیل از شاہ ولی اللہ : ہشت شرائط نقشبندیہ از طاہرین
خباز : قطب الارشاد از شاہ فییر اللہ طوی شکارپوری : ایضاح الطریقہ از شاہ غلام علی دہلوی :
بوستان سعدی میں یہ شعر اس طرح ہے :

چندار سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز بر بی مصطفیٰ

(مثنیٰ کامل دیوان سعدی مرتبہ مظاہر صفا : تہران ۱۳۸۰ھ ص ۱۳۸)۔

سلسلہ نقشبندیہ کا بیان

حضرت (معمر جان جانان) نے طریقہ نقشبندیہ (کافیض) حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے حضرت شیخ سیف الدین سے نیز حضرت معمر نے حضرت حافظ محمد محسن سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد مصوم سے اور انہوں نے اس طریقہ کے امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے انہوں نے حضرت مولانا خواجگی اکملی سے انہوں نے حضرت مولانا درویش محمد سے انہوں نے حضرت مولانا محمد زاہد (۱) سے اور انہوں نے حضرت خواجہ احرار سے انہوں نے مولانا یعقوب چرخی سے انہوں نے خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے ' انہوں نے حضرت سید امیر کلل سے انہوں نے حضرت خواجہ محمد بابا ساسی سے انہوں نے حضرت خواجہ علی عزیزاں رامیتی سے انہوں نے حضرت خواجہ محمود انیر فتنوی سے انہوں نے حضرت مولانا محمد عارف ریوکروی سے انہوں نے خواجہ جمال حضرت عبدالحق غجدوانی سے انہوں نے خواجہ یوسف ہمدانی سے انہوں نے خواجہ ابوعلی فارمدی سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن غزکانی سے انہوں نے خواجہ بایزید بطامی سے انہوں نے امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے امام کاسم بن محمد بن ابی بکر سے انہوں نے صاحب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے شرف سے متصف تھے) اور آپ نے رحمۃ العالمین شیخ الامین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نسبت دیگر:

حضرت امام جعفر صادق ' حضرت امام محمد باقر ' امام زین العابدین ' امام ہمام
سید الشہداء امام حسین ' حضرت امام حسن مجتبیٰ ' حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم

اللہ وجہ ، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نسبت ائمہ اہل بیت کی بزرگی کی وجہ سے اس طریقہ میں "سلسلۃ الذہب" (۲) کے لقب سے مشہور ہے اور حضرت خواجہ ابو علی فارمدی کا انتساب خواجہ ابوالقاسم گرگانی سے بھی ہے ۔ ان کا خواجہ ابو عثمان مغربی سے (۳) ان کا [ذی] سید الطائفہ خواجہ جنید بعدادی سے ان کا خواجہ سری سقسی سے ان کا خواجہ معروف کرخی سے ان کا حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کا سلسلہ امام جعفر صادق سے تا آخر سند (۴) — خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے خواجہ حبیب مجھی سے انہوں نے خواجہ حسن بصری سے انہوں نے امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔

ذکر سلسلہ قادریہ :

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کی اجازت حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور انہوں نے شیخ عبدالاحد (سرہندی) سے انہوں نے حضرت فاذل الرحمتہ محمد سعید سے انہوں نے امام طریقہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے انہوں نے شاہ کمال بیکتولی سے انہوں نے شاہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت گدای رحمن ثانی سے انہوں نے سید ہمس الدین عارف سے انہوں نے سید گدای رحمن اول سے انہوں نے سید ہمس الدین صحرانی سے انہوں نے سید عقیل سے انہوں نے سید عبدالوہاب سے انہوں نے سید شرف الدین سے انہوں نے سید السادات سید عبدالرزاق سے انہوں نے حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے خواجہ ابو سعید عمری سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن قریشی سے انہوں نے خواجہ ابوالفرح طرطوسی سے انہوں نے خواجہ عبدالواحد نمیکسی سے انہوں نے خواجہ ابوبکر شبلی سے انہوں نے سید الطائفہ جنید بعدادی سے انہوں نے خواجہ سری سقسی سے انہوں نے خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر سے انہوں نے حضرت امام

زین العابدین سے انہوں نے حضرت سید الشہداء امام حسین سے انہوں نے امام ہمام
حسن مجتبیٰ سے انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے
حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔

سلسلہ آبائی حضرت غوث الثقلین :

حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید ابو صالح - سید موسیٰ جنگی
دوست - سید عبداللہ - سید یحییٰ زاہد - سید موسیٰ مورث - سید داؤد مورث - سید موسیٰ
الجون - سید عبداللہ محض - سید حسن مثنیٰ - سید السادات [۷] امیر المؤمنین امام حسن مجتبیٰ
(۵) - امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ - شیعہ المذنبین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم -

ذکر سلسلہ چشتیہ :

حضرت مہر رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ چشتیہ کی اجازت شیخ الشیوخ محمد عابد
رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی - انہوں نے حضرت شیخ عبداللہ سے (باقی اسما گرامی
بالترتیب یہ ہیں) -

حضرت غازن الرحمۃ شیخ محمد سعید - مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی
رحمۃ اللہ علیہ - شیخ عبداللہ (والد ماجد خود) - شیخ رکن الدین - حضرت شیخ عبدالقدوس -
شیخ محمد عارف (۶) - شیخ احمد عبدالحق - شیخ جلال الدین بانی مثنیٰ - شمس الدین ترک -
حضرت شیخ علاء الدین محمود علی صابر - شیخ الاسلام شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ - حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی - امام طریقہ خواجہ مصعب الدین سجزی - خواجہ عثمان
بارونی - حاجی محمد شریف زندنی - خواجہ مودود چشتی - خواجہ ابو یوسف چشتی - خواجہ ابو
احمد چشتی (۷) - خواجہ ابو محمد چشتی - خواجہ ابو اسحاق شامی - خواجہ مشاد علو دینوری -
خواجہ ہبیرہ بصری - خواجہ حذیفہ مرغشی - سلطان ابراہیم ادم - خواجہ فضیل عیاض - خواجہ
عبدالواحد - خواجہ حسن بصری - امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

حواشی

۱۔ حضرت مولانا محمد زاہد اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے اتصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ناقدین نے محض اس لیے مولانا کو اس سلسلے سے لاتعلق ظاہر کیا ہے کہ صاحب رشتات نے خواجہ احرار کے غلطاء میں ان کا نام نہیں لکھا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ خواجہ احرار کے احوال پر صرف رشتات ہی کو حرف آخر کیوں تصور کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب سے پہلے اور اس کے بعد حضرت خواجہ کے حالات پر کئی اہم کتابیں تالیف ہوئی تھیں۔ ان تمام کتب کی طرف رجوع کرنے کے بعد اتصال کا فیصلہ کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ تاہم نقشبندی سلسلہ کے تمام تذکرے متعلق ہیں کہ مولانا محمد زاہد نے حضرت خواجہ احرار سے فیض حاصل کیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

حضرات القدس ۱/ ۲-۲۰۴ ذیل رشتات میں الحیات ص ۴-۶ (حاشیہ)۔

۲۔ یہ سلسلہ الذہب دو راہوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ متن میں اول الذکر کے علاوہ موخر الذکر شجرہ مرقوم نہیں ہے، یعنی حضرت خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے انہوں نے خواجہ صیب عجمی سے اور انہوں نے خواجہ حسن بصری سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۳۔ یہاں مقامات مظہری کے مطبوعہ نسخے میں دو واسطے نقل نہیں ہو سکے۔ یعنی خواجہ ابو عثمان مغربی نے خواجہ ابو علی کاتب سے اور انہوں نے خواجہ ابو علی رودباری سے استفادہ کیا۔ (ر۔ ک۔ ممولات مظہریہ ص ۱۹)۔ احمد طاہری عراقی: قدسیہ (مقدمہ و شجرہ نامہ) مطبوعہ تہران ۱۹۴۵ء۔

۴۔ یہ سند تا آخر یوں ہے: حضرت علی بن موسیٰ رضا، موسیٰ کاظم، جعفر بن محمد صادق، محمد بن علی اباقر، علی بن حسین زین العابدین، حسین بن علی، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (احمد طاہری عراقی: قدسیہ، مقدمہ، شجرہ نامہ)۔

۵۔ پیش نظر مطبوعہ نسخہ مقامات مظہری میں حامل یہ شجرہ نسب سارا غلط ہے۔ حضرت شیخ کے حالات پر مستند کتاب بحجۃ الاسرار میں شجرہ اس طرح ہے: حضرت شیخ عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ الحنفی بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ ص ۱۰)۔

(۸۸)۔

۶۔ یہ شجرہ طریقت زبدۃ المقامات ص ۹۴ کے مطابق ہے ۔ ورنہ سلسلہ صابریہ کے تذکروں میں یہ دو الگ نام ہیں یعنی شیخ عارف ردولوی اور شیخ محمد ، شیخ عبدالقدوس گنگوہی ، انہی شیخ محمد کے خلید تھے ۔ (تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی ، جلد اول ، ص ۲۴۴ ، طبع دہلی ۱۹۸۰ء)۔

۷۔ زبدۃ المقامات ، ص 94 میں خواجہ ابو احمد کا نام طبع ہونے سے رہ گیا ہے ۔ لیکن یہاں ابھی مقامات مطہری کے مایش نظر مطبوعہ نسخہ (دہلی ۱۲۶۹ھ) میں سو کتبت سے خواجہ ابو احمد کا نام خواجہ ابو محمد سے پہلے لکھا گیا ہے ۔ حالانکہ شیخ ابو یوسف کا تعلق خواجہ ابو محمد سے تھا (ایضاً : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۱۹۳)۔

www.kitabghar.org

تیسری فصل

حضرت مظهر کے اربعہ مشائخ کے حالات

یہ مشائخ نقشبندی مجددی تھے

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی :

آپ علوم ظاہر و باطن (۱) کے عالم ، فہمہ کامل اور عارف مکمل تھے ۔ آپ نے طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے سلوک کے مقامات ، حضرت شیخ سیف الدین (۲) فرزند و خلیفہ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد مصوم فرزند و سجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے اور حضرت حافظ محمد محسن (۳) از اولاد (۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث و از خلفائے حضرت خواجہ محمد مصوم رحمۃ اللہ علیہ سے طے کیے ۔ ساہا (ان بزرگوں کی) صحبت اختیار کر کے فیوض حاصل کیے (جن سے آپ) بلند مقامات و حالات سے [۸] مشرف ہوئے ۔ استغراق اتنا قوی تھا کہ پندرہ سال تک افاق نہ ہوا ۔ فقط نماز کے وقت "حقیقت حال" میسر آتی تھی نماز کے بعد پھر احوال کا غلبہ ہو جاتا تھا ۔ لیکن آخر آپ کے حال میں افاق ہوا ۔ ورع ، تقویٰ اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ممتاز تھے ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و عادات شریفہ کی متابعت کا بہت اہتمام کرتے تھے ۔ سیر و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابیں ہمیشہ ہمیش نظر رکھتے تھے اور ان کتب کے مطابق عمل کرتے تھے (۵)۔

ایک مرتبہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین روز تک احوال باطن میں قبض کی کیفیت رہی ۔ پھر بہت تضرع و زاری کے بعد بط کی کیفیت ہوئی ۔ کھانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے ۔ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر اپنے پاس رکھ لیتے ۔ بھوک کی شدت کے وقت اس میں سے کچھ کھا لیتے ۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے ۔ کثرت مراقبہ سے آپ کی ہشت غمیدہ ہو گئی تھی ۔ آپ فرماتے تھے کہ تیس سال سے طبیعت سے غذا کی کیفیت کا احساس جا چکا ہے ۔ حاجت کے وقت جو کچھ میسر آتا کھا لیتا ۔ آپ ایک وقت میں دو قسم کے کھانے کو بدعت خیال فرماتے تھے ۔ کمال تقویٰ سے

اپنے فرزندوں میں سے ایک کو بھی دیتے اور دوسرے کو شکر۔

آپ امراء کے کھانے ہرگز تناول نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ ان کے کھانے اکثر مشکوک ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک دنیا دار کے گھر سے کھانا آیا۔ فرمایا اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ اور از روئے نوازش حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ بھی توجہ کریں جب آپ نے طعام پر غور کرنے کے بعد عرض کیا کہ کھانا تو وجہ حلال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں سے ریا کی عفت آتی ہے۔ اگر کسی دنیا دار کے گھر سے کوئی کتاب عاریتاً لیتے تو تین روز تک اس کا مطالعہ نہ کرتے اور فرماتے کہ اغنیاء کی صحبت کی ظلمت اس پر خلاف کی طرح چسپاں ہوگئی ہے۔ جب آپ کی صحبت مبارک سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی تو مطالعہ فرماتے۔

حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ) کو آپ سے بہت محبت تھی فقط آپ کا اسم گرامی لینے سے ہی آب دیدہ ہو جاتے اور فرماتے کہ افسوس دوستوں نے حضرت سید نور محمد کی زیارت نہیں کی۔ انہیں دیکھنے سے اللہ کی قدرت کاملہ سے اس کا ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنے ان ارباب کمال حضرات کو تادربنا دیتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت کے مکشوقات بہت صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوتے تھے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے اتنا واضح نہیں دیکھ سکتے جتنا کہ حضرت دل کی آنکھوں (بینش باطن) سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور قوی تصرفات کے مالک تھے۔ مخلصین کی حاجت بر آری کے لیے بہت بہت سے کام لیتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کی دعا اور توجہ سے کسی کی مراد پوری نہ ہونی ہو۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے آجناب کی خدمت میں عرض کی کہ میری لڑکی کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سے اعمال اور تعویذات کیے لیکن کوئی کامدہ نہیں ہوا۔ اس باب میں آپ توجہ فرمائیں [۹] حضرت نے دیر تک مراقبہ کے بعد فرمایا کہ تیری لڑکی ظن وقت آجانے گی۔ چنانچہ آپ کی توجہ سے ایسا ہی ہوا۔ جب لڑکی سے ماجرا دریافت کیا گیا تو اس نے کہا میں کسی صحرا میں تھی کہ کسی بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہاں پہنچا دیا۔ کسی نے اس باب میں حضرت کے سکوت اور مراقبہ کی وجہ دریافت کی کہ آپ نے فوراً کیوں نہ جواب دیا کہ لڑکی آ جانے لگی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی اگر میری دعا اور توجہ موثر ہو تو میں اس باب میں بہت کم کروں جب مجھے بذریعہ ابہام معلوم ہو

گیا کہ تیری ہمت موثر ہوگی تو میں نے کہہ دیا کہ تیری لڑکی آ جائے گی۔ آپ کا ہر عمل رضایِ خداوندی کے موافق ہوتا تھا۔ سبحان اللہ۔

ایک بار دو راضی عورتوں نے حاضرِ خدمت ہو کر طلبِ طریقہ کا اظہار کیا۔ حضرت نے نورِ فراست سے یہ دریافت کر لیا۔ اور فرمایا پہلے عقیدہ بد سے توبہ کرو پھر یہ طریقہ اپناؤ ان میں سے ایک نے آپ کے کمال کا اقرار کر لیا اور توبہ کر کے داخلِ طریقہ ہوئی اور دوسری کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش کا غلبہ ہوا تو آپ کی صورت دونوں کے درمیان حائل ہو گئی عورت نے دہشت زدہ ہو کر فریاد کی اور ایک گوشہ میں پناہ لی اور اس مخلص نے توبہ کی۔ وہ مدت دراز تک مارے شرم کے خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

ایک بار ایک بھنگ فروش اپنی دکان حضرت کے مکان کے قریب لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت نے باطن کی نسبت کو مگر کر دیا ہے۔ مخلصین گئے اور انہوں نے دکان برباد کر ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو باطن زیادہ مگر ہو گیا ہے۔ کیوں کہ میرے واسطے سے احتسابِ خلافِ شرع واقع ہوا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ پہلے ہم اسے نرمی سے توبہ کی طرف راجع کرتے اگر ثابت نہ ہوتا تو پھر سختی کی جاتی۔ بعد مشکل اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اپنے دوستوں کی طرف سے معذرت کی۔ اور لطفاً فرمایا کہ خلافِ شرع پیشہ لہجہ نہیں ہوتا۔ ہمیں مباح پیشہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور اسے کچھ نقدی دے کر حذر فرمایا۔ وہ ثابت ہو کر آپ کے مخلصوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنے پیرِ حضرت حافظ محمد محسن کے مزار کی زیارت کے لیے گیا۔ وہاں جا کر میں نے مراقبہ کیا تو بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ آپ کا بدن شریف اور کفن تو درست ہے مگر پاؤں کے تلووں اور اس مقام کے کفن پر مٹی نے اپنا اثر کیا ہے۔ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے وضو کی جگہ پر کسی کا ہتھیر بغیر اجازت رکھا ہوا تھا۔ کہ جب اس کا مالک آ جائے تو حوالے کر دیں گے۔ ایک مرتبہ اس ہتھیر پر ہم نے قدم رکھا اس کی وجہ سے مٹی نے ہمارے پاؤں پر اثر کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ جو زیادہ متقی ہے قربِ خداوند اور ولایت میں بھی اس کا مقام بلند ہے۔

آپ (حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات ۱۱۳۵ ہجری میں ہوئی

(۶)۔

حضرت حاجی محمد افضل :

[۱۰] آپ (اپنے زمانے کے) مہر علماء اور دانشور فضلاء میں سے تھے اور علوم

باطن کے اسرار کا زیادہ حصہ ان کے نصیب میں تھا۔ دس سال تک حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند (۷) فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے باطنی فیوض و طریقت میں استفادہ کیا اور پھر بارہ سال تک حضرت شیخ عبدالاحد (۸) فرزند و خلیفہ غازی الرمۃ شیخ محمد سید فرزند و سجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور مقامات عالیہ حاصل کیے۔ نیز حضرت شیخ (عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ مذکور) سے علوم مقول و منقول اور علم حدیث کی اسناد حاصل کیں۔ اور آپ نے شیخ سالم بصری (۹) ثم مکی سے بھی علم حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ حضرت حجۃ اللہ نقشبند نے حضرت شیخ عبدالاحد کو حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا کہ جو فیوض و برکات ہمیں اپنے پیران کرام سے ملے تھے ہم نے وہ تمام حاجی صاحب کے باطن میں القا کر دیے ہیں۔

آپ کا استغراق قوی تھا، فنا و نیستی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ غود کو ارباب طریقت میں سے شمار نہیں کرتے تھے۔ ہمارے حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے بارہا یہ فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نظر کشنی اور مقامات الہیہ کی تحقیق کی بزرگی عنایت کی ہے۔ ہمارے حال پر بھی نظر فرمائیں۔ کہ اپنے اعمال کی خرابی کی وجہ سے ہم اپنے آپ میں کچھ نہیں پاتے۔

راقم (مصنف) معنی اللہ عنہ کہتا ہے کہ امام الطریقۃ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جب تجلی ذات کا عبور ہوتا ہے، تو اس پر وارفتگی و غود فراموشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ آیت لا تدركہ الابصار (۱۰) (نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) اس سلسلہ میں قطعی دلیل ہے۔

حضرت حاجی محمد افضل حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور الطاف الہی و عنایت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہزاروں

فتوحات کے ساتھ مراجعت (۱۱) فرمائی اور طالبان حق کے مرجع بنے ۔ اور خلقت خدا کو (آپ سے) ظاہری و باطنی فیوضات پہنچے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث کی سند آپ سے حاصل کی (۱۲) ۔ آپ کو نقدی کی صورت میں جو ہدیہ ملا اس سے آپ ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے ۔

ایک بار پندرہ ہزار روپیہ کا ہدیہ آیا ۔ اس تمام رقم سے آپ نے علوم نافہ کی کتب خرید کر وقف کر دیں ۔ آپ نے ہزار ہا کتب خرید کر خدا کی راہ (۱۳) میں وقف کیں جن سے علوم کی اشاعت ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے حیردے ۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان مخلصوں پر تعجب ہے کہ اپنی عمر میں ایک بار بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کرتے حالانکہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسید سے دنیاوی و اخروی مقاصد حاصل ہوتے ہیں ۔

اور عجب ہے کہ ضروری تجوید کے موافق کلام اللہ کے حروف چند روز میں صحیح ہو سکتے ہیں ، نہیں کرتے ۔ اور نازک صحت صحیح قراءت پر مبنی ہے ۔

نیز تعجب کی بات ہے کہ طائف کا ذکر کسی نقشبندی بزرگ کی توجہ سے حاصل نہیں کرتے حالانکہ اس طریقہ میں یہ دولت جو کہ محبت الہی کا بیج اور بقاء ایمان کا موجب ہے ، بغیر زیادہ محنت کے بہت کم [۱۱] مدت میں حاصل ہو جاتا ہے ۔

آپ کے عظیم خلفاء میں سے محمد اعظم (۱۴) ، کشف صحیح اور نسبت قوی رکھتے تھے ۔ بہت سے طالبوں کو اس طریقہ شریف کے حالات و واردات ، ان کی صحبت سے میسر آئے ۔ رحمۃ اللہ علیہما ۔

حافظ سعد اللہ :

آپ حضرت محمد صدیق (۱۵) فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کے کامل خلفاء میں سے تھے ۔ تیس سال تک آپ نے اپنے مرشد کی صحبت اختیار کی ۔ اور بلند مقامات اور طریقہ احمدیہ منسوب بہ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی غایت تک رسائی ہوئی ۔ خانقاہ کے فقراء نے آپ کو سید الصوفیہ کا

لقب دیا تھا۔

بڑے ناز سے فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے پیر کی غافقہ کا پانی اپنے سر پر اٹھایا ہے۔ جس کی وجہ سے میرے سر کے بال گھس گئے ہیں۔ بلکہ اللہ کی راہ میں میری آنکھوں کا نور بھی نثار ہو گیا۔ میرے پیر نے مجھے حید موسوم گرما میں امد آباد بھیجا۔ سورج کی گرمی سے میری آنکھیں بھی بیکار ہو گئیں۔ غافقہ معنی کی خدمت کی برکت سے میرے پاس اتنے خادم آئے کہ ان میں سے ہر ایک کو میری خدمت کا موقع نہ مل سکا (۱۶)۔ اور میرے دل کی آنکھیں نور معرفت سے بینا ہو گئیں اور میرے سر کی آنکھیں غیر کے التفات سے بے پروا ہو گئیں۔ اور مجھے دائمی مراقبہ حاصل ہے۔ غیر کا تصور جو ظاہری آنکھوں کے ذریعے دل میں آتا ہے وہ میرے آئینہ باطن میں راہ نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں۔ والصلوة والسلام علی رسولہ وآلہ۔

جب آپ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے تو ابتدا میں آپ نے [عالم رویا میں] ایک ایسا شہر عظیم دیکھا جو ولایت کی برکات و انوار سے معمور تھا۔ اس کے ہر محلے میں اولیاء کے گروہ اقامت گزین ہیں۔ ایک مرتبہ اس شہر میں مقربان بارگاہِ خدا کے آنے کی شہرت ہوئی اور ساکنان شہر اس پر شوکت و عظمت عزیزان کے استقبال کے لیے نکلے تاکہ ان کے انوار میں مستغرق ہو سکیں۔

آپ نے پوچھا یہ سب کون ہیں؟ کسی نے جواب دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کمالاتِ جدیدہ کے اظہار کے لیے ان حضرات کا انتخاب فرمایا ہے۔ اور ان واصلان کے سر حلقہ شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی ہیں۔ ان بزرگوں کی برکات کے مشاہدے سے آپ کا اس طریقے پر اعتقاد قوی تر ہو گیا۔ اور اس طریقہ کے حصول کے لیے تمام ریاضات و مجاہدات کر کے آپ مقربان بارگاہِ الہی کے پیشوا ہوئے۔

ہمارے حضرت (میرزا مظہر) فرماتے ہیں کہ آپ پر تواضع اور انکساری کی صفات غالب تھیں۔ اگر اصحاب میں سے کوئی کسی شخص کو آزدہ کرتا تو آپ خود اس شخص کے پاس جاتے اور معذرت کرتے کہ قصور اس فقیر سے سرزد ہوا ہے مجھے معاف کر دو! بلکہ اپنا سرمبارک اس کے پاؤں پر رکھ دیتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

نواب خان فیروز جنگ (۱۷) نے جو آپ کا مرید تھا آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ سید حسن (۱۸) رسولِ ناصری رحمۃ اللہ علیہ جس کو چاہتے، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم کی زیارت سے مشرف [۱۲] ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جانے۔ تم آج شب کو فاتحہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف توجہ کرو۔ اس نے اسی طرح کیا۔ اور زیارت سے مشرف ہوا۔ اور سو روپیہ ہدیہ مقرر کیا۔ اور دوبارہ فاتحہ پڑھ کر سو گیا۔ اور پھر زیارت کی سعادت کا امتیاز حاصل کیا۔ اور ایک سو روپیہ پھر ہدیہ دینا منظور کیا۔ صبح کے وقت خدمت میں حاضر ہو کر سو روپیہ نذر کیا۔ آپ نے نور فراست سے جان لیا اور فرمایا کہ دوسرا سو کہاں ہے؟ وہ گھبرایا اور دوسرا سو روپیہ بھی نذر کر دیا۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں نے فرمایا کہ آپ علم ظاہری میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کی صحبت میں واقعات کے کشف کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن محض اپنے پیر کی عافیت کی خدمت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ مقبول عام ہو گئے تھے۔ مگر باطنی نسبت نہایت قوی تھی۔ آپ کی عافیت میں ایک بڑی بلی رہتی تھی جو آپ کے تصرف سے چڑیوں پر مہربان ہو گئی تھی۔ وہ اپنا منہ کھولتی تو اس کے منہ میں گندم کے دانے ڈال دیے جاتے چڑیاں ہر طرف سے آتیں اور اس کے منہ سے دانہ چن لیتیں۔ اور اس کے ساتھ کھیلتی تھیں۔

آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مقامات قرب الہی کو پہنچے۔ آپ کی وفات ۱۱۵۲ ہجری کو ہوئی (۱۹)۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ صنفہ اللہ (۲۰) نورانی پیر تھے۔ مولف نے ان کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ الشیوخ محمد عابد (۲۱) [سنامی]:

حضرت شیخ عبد الاحد (۲۲) کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ (حضرت شیخ عبد الاحد) سرہند کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ جو علم و عمل اور ورع و تقویٰ میں شان عظیم رکھتے تھے۔ (شیخ محمد عابد) کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کثیر العبادت اور کثیر الذکر تھے۔ تہجد کی نماز میں سورۃ یاسین ساٹھ مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور ہر دو گانہ کے بعد ذکر اور مراقبہ بھی کرتے تھے۔ نصف شب سے لے سحر تک قائم وقت یاد خدا میں بسر کرتے تھے۔ آپ کی موت اسہال کی بیماری سے ہوئی۔ یہ مرض چھ ماہ تک رہا اور اس دوران پینتیس مرتبہ سورۃ یسین تہجد میں پڑھتے اور بیس ہزار

مرتبہ کلمہ طیبہ ' ہزار بار نفی و اجبات ' جس نفس ' تلاوت کلام اللہ اور درود و وظیفہ (اس کے علاوہ تھا) -

ایک بار سرہند کے حاکم (۲۳) نے مویشی ناجائز طریقہ [غارت گری] سے حاصل کیے تو آپ نے اس وقت سے لے کر بیس سال تک گوشت وغیرہ ترک کیے رکھا۔

جب آپ دہلی تشریف لے جاتے تو راستے میں صرف اس آٹے کے سوا جو آپ کے لیے وجہ حلال تھا ' کچھ تناول نہ فرماتے۔ آپ کا ہر فعل تابع عزیمت تھا۔ آپ کو کامل قبول حاصل ہوا اور غاص و عام کے مرجع بنے ' آپ کا آستانہ اور خانقاہ اہل اللہ کا ماویٰ بن گئے۔ تقریباً دو سو علماء و صلحاء آپ کے حلقہ میں (ہر وقت) حاضر رہتے تھے۔

[۱۳] اور بہت سے طالبان حق کی جماعت ' آپ کی توجہ سے مقامات احمدیہ کی نہایت کو پہنچی۔ اور بے شمار ارباب فنا و بقا آپ کی مبارک صحبت میں رہ کر استغراق و بے خودی ' واردات ولایت اور تہذیب اخلاق پر فائز ہوئے۔

حدیث اور فقہ کے درس کے بعد قبلہ رو ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ اور ہر ایک جو آپ کی خدمت میں پہنچتا ذکر اور انوار جمیعت اس کے باطن میں القا کرتے۔ جمعہ کے روز " طالبان " کا اجتماع زیادہ ہوتا تھا۔ جو کوئی بھی آپ کے سامنے آتا اس کا دل آپ کی توجہ موجب سے ڈاکر ہو جاتا۔ کسی نے آپ سے پوچھا ' کہ یہ عوام ذکر قلبی کیا جانیں ؟ یہ تو دل کی حرکت طبعی ' اور حرکت ذکر کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ تو آپ نے [اس کے جواب میں] فرمایا۔ یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ معلوم کرنا کوئی بڑا کام نہیں۔ وہ اپنی قبر میں اس ذکر کا اثر اور قدر خود ہی جان جانے گا۔ کہ دل کے ذکر کے نور کی برکت سے ایمان سلامت رہتا ہے۔

طریقہ احمدیہ کے انوار آپ کے فیوض کی وجہ سے ہمک اٹھے۔ اور اس غاندان کی نسبت شریفہ کو رواج ہوا۔ اس لیے عالم غیب میں آپ " القاسم الخزان اللہ " کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ مسجد میں گئے۔ تو وہاں ایک شخص اپنے مریدوں کے مجمع میں بیٹھا تھا۔ اور لوگوں کو مرید بنا رہا تھا۔ لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ نسبت کے نور سے جو بلند پایہ صوفیہ کا خاصہ ہے ' خالی تھا۔ اور مشائخ کبار کے نزدیک

فنائے قلب اور ولایت کی واردات اور تہذیب اخلاق کے بغیر مرید کرنا [مسند مشیخت
سجانا] حرام ہے ۔

آپ نے اس [میخ] کے حال پر شفقت فرمائی ۔ دیر تک اس کے حال پر متوجہ
رہے اور اسے مرتبہ ولایت قلبی پر پہنچا دیا ۔ ہمارے حضرت [میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ]
سے جو کہ اس وقت حاضر خدمت تھے ۔ از روی اطفاف اس کے احوال کی تصدیق چاہی
تو حضرت نے عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے اس کا دل ڈاکر ہو گیا ہے ۔ اور اس کے
لطیفہ کو نورانیت میسر آگئی ہے ۔ جس سے وہ اپنے اصل [طلب حق] کی طرف
انتہین ہوا کہ طرح پر واز کر گیا ہے اور دل میں بہت زیادہ اٹھکالی محسوس کیا ہے ۔
اور عالم امر کی سیر کی طرف متوجہ ہوا ہے ۔ اور تجلی افلاکی (۲۴) کو پہنچ کر فنا حاصل
کی ۔ اور طریقہ کی اجازت کی قابلیت پیدا کر لی ہے ۔ آپ نے فرمایا تمہارا مشاہدہ صحیح
ہے ۔ ہمیں بھی اس کے یہی احوال معلوم ہونے ہیں ۔

ایک روز قبرستان میں سے گزر ہوا ۔ اسی وقت کھڑے کھڑے مراقبہ کر کے
مردوں کے حال پر توجہ کی ۔ تو فرمایا کہ یہ بے چارے فیض کی درخواست کرتے ہیں ۔
اور آپ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی ۔ فقیر [مولف] نے اپنے مرشد قدس سرہ کی
زبان مبارک سے خود سنا ، کہ میں بھی اس وقت حاضر خدمت تھا ۔ وہ لمحہ حقیقت
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت تھا ۔ تمام قبرستان آپ کی توجہات سے انوار و برکت
سے معمور ہو گیا ۔

آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے پا پیادہ گئے تھے اور سرور کائنات صلی
اللہ علیہ وسلم کے اطفاف سے سرفراز ہونے ۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے سوز سینہ کی گرمی [۱۴] اور درد کو جو ازل سے
انتہای طلب تک کسی جگہ کم نہیں ہوتا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات
سے تسکین میسر آئی ۔ اور جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا ۔ وہاں [حرمین الشریفین میں]
بہت سے طالبان حق نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا ۔ ایک شخص نے مدینہ
میں ریاضت ، مجاہدہ ، نوافل اور بہت زیادہ عبادات کیں اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے مامور فرمایا ، وہ شخص بھی آپ کی خدمت میں کسب فیض کے لیے آیا تو
آپ نے اسے مجاہدات کرنے سے منع کیا ۔ اور میانہ روی سے عبادت کرنے کا حکم
دیا ۔ چونکہ وہ ریاضت شاقہ کا خوگر ہو گیا تھا اس لیے اس نے آپ کے کہنے پر عمل نہ

کیا۔ تو غود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آپ کی متابعت اور التزام صحبت کا حکم دیا۔ پس وہ آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے آیا اور آپ کی حسن تربیت سے مقامات عالیہ پر فائز ہوا۔

آپ کی وفات ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۰ ہجری (۲۵) ہے۔

[خلفائے حضرت شیخ محمد عابد] :

آپ کے خلفاء بہت ہیں۔ ان میں سے

خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی (۲۶) دہ بیدی (۲۷) : متورع و متقی صاحب کشف مقامات و تصرفات تھے۔ ولایت ماوراء النہر میں طالبانِ ہدایت و ارشاد میں یگانہ روزگار (۲۸) تھے۔ ان کے بارہ خلفاء تھے۔ ان میں سے ایک درویش سے انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ مجھے تمہارے باطن میں کدورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا تو نے مشتبہ لقمہ کھایا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ عاتقہ کے طعام کے علاوہ میں نے کوئی چیز نہیں کھائی؟ آخر اس نے اعتراف کیا کہ اس نے ایک امیر کے ہاں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا کھانا کھایا ہے۔ اس کو آپ نے تنبیہ کی کہ میں نے تم سے نہیں کہہ رکھا کہ ہر کس و ناکس کا کھانا نہ کھایا کرو۔

مرزا مظفر رحمۃ اللہ علیہ : تعمیر اوقات، قوت نسبت باطنی، و فور حالات اور ارادت میں بے نظیر تھے (۲۹)۔ مجھے [مولف حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ] ان کے مستفیدوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس طریقے کے اصحاب کے لیے جو لوازمات ہیں وہ ان کے دلوں میں موجود ہیں۔

ان کے اصحاب میں سے ایک کو ان کی وفات کے بعد حیدر قبض روغا ہوا۔ اور دو سال تک وہ قبض، بط [انبساط] میں تبدیل نہ ہوا۔ آخر [وہ طالب] آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لیے گیا۔ جونہی اس کی نظر ان کے مزار پر پڑی اس کے احوال تازہ [انبساط نصیب ہوا] ہو گئے۔ اور اس کی نسبت بحال ہو گئی۔

محمد میر رحمۃ اللہ علیہ : علو نسبت باطنی، گم نامی، گوشہ نشینی اور ہدایت طالبان کے لیے ممتاز تھے۔ میں [مولف] نے ایک صالح کی زبانی سنا ہے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ بیس افراد آپ کی صحبت میں مرتبہ ولایت میں فنا و بقا کے مقام کو پہنچے ہیں۔

ایک جن کو بھی آپ سے ارادت تھی - اس نے عرض کی کہ آپ کا جس قدر خرچ ہوتا ہے بندہ اسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہے - آپ نے قبول نہ کیا - کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناجائز مال لے آئے -

شاہ عبدالحفیظ (۲۰) 'صوفی عبدالرحمن'، میر بہادر، 'درویش محمد'، محمد حسن اور دیگر اعزہ رحمۃ اللہ علیہم بھی [ان کی توجہ سے] مقامات قرب الہی میں ممتاز ہوئے [۱۵] اور انہوں نے طالبان حق کی ہدایت کا فرض ادا کیا - فقیر [مولف] نے ان میں سے بعض کی زیارت کی ہے - شیخ محمد میر رحمۃ اللہ علیہ کی دھڑ رحمۃ اللہ علیہا اپنے زمانے کی ولیہ تھیں - ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و عنایت کا مزید انتصاب حاصل تھا - ان سے بڑے عجیب واقعات منقول ہیں - جو کوئی احوال کے بارے میں استفسار کرنا اسے جواب حاصل ہو جاتا - وہ طالبوں کو موی شریف کے تبرکات دیتی تھیں -

ایک بزرگ نے جہیں نور ولایت و نبوت کا صحیح کشف اور وجدان صریح حاصل تھا مجھ [مولف] سے بیان کیا کہ اس صالحہ کا گھر انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو تھا - اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے انہیں فقر و بے سرو سامانی بھی پیش ہے - چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :

(فان) الفقر اسرع الی من یحبنی من السیل الی منتہا (۳۱)

(سیلاب جتنی تیزی سے اپنی انتہا تک جاتا ہے، فقر اس سے

بھی زیادہ تیزی سے میرے محب تک پہنچتا ہے) -

وہ راہ فقر کی مشکلات کی تاب نہ لا سکیں اور افغانوں کے ملک میں جانا چاہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور فقر و فاقہ پر صبر کرنے کا امر فرمایا - کیوں کہ صبر اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت کے حصول کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے -

حواشی

- ۱- حضرت نور محمد بدایونی نے اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت اشرف الاقنیا محمد شریف (ف ۱۱۲۴ھ) سے تحصیل و تکمیل علوم کی (محمد یعقوب عنیا: اکل التارخ، حصہ اول، ص ۴۴، حاشیہ)۔
- ۲- حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) سلسلہ مجددیہ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی استدعا پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں عالمگیر کے پاس اصلاح احوال کے لیے متعین فرمایا تھا۔ فایت درجہ پابند شرع تھے "مختب الامۃ" خطاب تھا۔ آپ کے کتبوت ذاکر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے مہاپ دیے ہیں۔
- ۳- ظاہری علم میں بھی یگانہ وقت تھے۔ وفات ۱۱۴۷ھ میں ہوئی (غزیتہ الاصفیاء، ۱/۶۶۴)۔ ۶۶۵)۔ ان کا دفن مزار حضرت شیخ عبدالحق کے مغربی چوتھرہ پر اندرون احاطہ میں چارچور میں سے ایک ان کی ہے (محمد عالم فریدی: مزارات اویانے دہلی، ص ۹۳)۔
- ۴- دھڑی اولاد میں سے تھے۔ مولوی نسیم اللہ بھڑانجی نے واضح طور سے انہیں "نواسہ شیخ عبدالحق" لکھا ہے۔ (ممولات، ص ۱۸)۔
- ۵- حضرت مطہر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور ذی علم خلیل میر عبدالباقی لکھتے ہیں: چنانچہ (حضرت مطہر) از حضرت سید نور محمد بدایونی نقل می فرمودند کہ روزی نعتہ بودند خواستند کہ دست بر زمین بار کردہ بر عیزند کہ سیدند کہ مطہر صلی اللہ علیہ وسلم کلام دست را بر زمین نہادہ بر غاستہ اند چوں کتاب دیدند سستہ بجا آوردند (ملک اکمل، قلمی، دورق، ص ۴۴ ب)۔
- ۶- حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اکثر متاخرین نے مطہر مطہری سے تغافل کرنے پر اکتفا کی ہے۔ ملاحظہ ہو:
رافت مجددی: جواہر ملویہ، ص ۱۲۷-۱۳۰۔
محمد مطہر: مناقب احمدیہ و مطہر سیدیہ، ص ۴۲-۴۴۔
محمد یعقوب عنیا: اکل التارخ، ۱/۴۴، (حاشیہ)۔
عبدالحق حسنی: تہذیب الخواطر، ۶/۳۹۵۔
- صاحب مطہر مطہری نے حضرت سید نور محمد بدایونی کے یہ حالات و معارف زیادہ تر مولوی نسیم اللہ بھڑانجی کی تالیفات بشارات مطہریہ اور ممولات مطہریہ (ص ۱۵) سے اخذ کیے ہیں۔
- ۷- حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند جلی (ف ۱۱۱۵ھ / ۱۷۰۳ء) سلسلہ نقشبندیہ کے اعیان میں سے تھے۔

ان کے کتبات کا مجموعہ وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول کے نام سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ۱۹۶۲ء میں خائع کیا تھا۔ صاحب تذکرہ علمای ہند (ص ۴۱۸) اور مؤلف مدائق التحفہ (ص ۴۴۰) نے حضرت حاجی محمد الفضل کے حالات خزینۃ الاصفیاء (۶۶۴/۱) سے نقل کرتے وقت اس فقرہ " (حاجی محمد الفضل) از ... غلای حجتہ اللہ نقشبندہ فرزندہ شیخ محمد مصوم " ... الخ - میں لفظ فرزندہ اور لقب حجتہ اللہ پر غور نہیں کیا۔ بلکہ مؤلفین مذکور خواجہ محمد مصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ہی لقب حجتہ اللہ سمجھے ہیں اور حاجی محمد الفضل کو حضرت خواجہ محمد مصوم کا فرزند کہہ دیا ہے جو غلط ہے۔

۸۔ حضرت شیخ عبدالامہ شاہ گل متخلص بہ وحدت (متوفی ۱۱۲۶ھ) سلسلہ نقشبندیہ کے نامور شیخ طریقت، کثیر التصانیف عالم، نامور شاعر (صاحب دیوان) تھے۔ گلشن وحدت (مجموعہ مکتوبات، مطبوعہ) طائف المدینہ اور ان کی تقریباً بیالیس تالیفات کے حوالے ملتے ہیں۔

۹۔ شیخ سالم بن عبد اللہ بن سالم بن محمد بدری بصری (ف ۱۱۶۰ھ) ان کی ایک تالیف "الامداد فی علو الاسناد" کا ذکر فرس القرائۃ التیموریہ (۲۲/۲) میں کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ، ان کے والد شیخ عبد اللہ بن سالم کے شاگرد تھے (انفاس العارفین، ص ۱۹۴)۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کمالہ: معجم المؤلفین ۲/۳۔

کتانی: فرس القرائۃ ۲۳۵/۱۔ شیخ سالم کے والد عبد اللہ کا ذکر تاریخ محمدی ۴۲ میں ہے۔

۱۰۔ القرآن (انعام) ۱۰۳/۶۔

۱۱۔ حرین العرفین سے مراجعت کے بعد حاجی محمد الفضل نے دہلی میں مدرسہ نواب فازی الدین خان میں یہ حیثیت درس قیام کیا (ترتیبہ الخواطر ۶/۲۸۱)۔

علامہ کتانی نے حاجی محمد الفضل کے حرین جانے کا ذکر کیا ہے (فرس القرائۃ ۲۳۵/۱)۔ حاجی محمد الفضل کا مزار، روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے جوار میں ہے (مزارات اویانے دہلی ۱۰۳)۔

۱۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ خود لکھتے ہیں "و اجازلی المشکوۃ الصلیح والصحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الست الثبت الشیخ الثبت حاجی محمد الفضل عن الشیخ عبدالامہ عن ایہ الشیخ محمد سید عن جدہ الشیخ الطریقہ الشیخ احمد السمرندی بندہ الطویل" ... الخ - قول الجمیل (اردو ترجمہ مع متن) مطبوعہ مطبع احمدی، ص ۳۶۔

۱۳۔ حضرت حاجی محمد الفضل نے یقیناً ایک عظیم کتب خانہ بنایا تھا۔ اس کتب خانے کے باقاعدہ کتب دار ہوتے تھے۔ مولوی نسیم اللہ ہزاری نے میر سید نسیم اللہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ حضرت حاجی صاحب کے کتب خانے کے متولی (ناظم) تھے "متولی کتب خانہ حضرت حاجی محمد الفضل سیالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت" ... (بشارات مقبریہ، قلمی، ورق ۱۹۶ ب)۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل احوال غلای حضرت مہر رحمۃ اللہ علیہ (کتب

(۱۰۱)

۱۳- مولوی محمد اعظم ، حاجی صاحب کے عظیم غلام میں سے تھے ۔ حضرت مہر کے غلام میں سے کئی ایک پہلے انہی سے منسلک تھے ۔ جن کا ذکر کتاب ماضی فصل غلامی حضرت مہر میں ملاحظہ کریں ۔ حضرت حاجی محمد افضل کا انتقال ۱۱۴۶ ھ میں ہوا ۔ (خزینۃ الاصفیاء ۶۶۴/۱ - تزئینۃ الخواطر ۶/۲۸۱)۔

۱۵- حضرت محمد صدیق ، حضرت خواجہ محمد مصوم کے چھٹے فرزند تھے ۔ شاہ جہاں آباد میں مستقل قیام تھا ۔ ۱۱۳۱ ھ میں انتقال ہوا ۔ (ر ۔ ک ۔ ص ۱۸۸ : مقامات مصومیہ ، قلمی ۔ محمد احسان : روضۃ القیومیہ ۲/۲۳۰)۔

۱۶- ہم عصر ماضی روضۃ القیومیہ میں ہے ” ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہوئے خصوصاً آج کل حافظ سعد اللہ مشہور وقت ہیں ۔ بہت سے لوگ آپ کے حلقے میں جمع و خام ہوتے تھے “ (۲۳۲/۲)۔

۱۷- امیر الامراء فازی الدین خان بہادر فیروز جنگ (۱۱۲۰ ھ ۱۱۶۵ ھ ۱۴۰۸ - ۱۴۵۲) غلف نواب آصف جاہ اول ، محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں اس کی نشوونما ہوئی ۔ اعلیٰ علمی استعداد کا مالک تھا ۔ (ر ۔ ک مآثر الامراء ۱/۳۵۴ - ۳۵۸ - شجرہ اصفیہ ، ص ۴۱ - ۴۲) مقامات مہمیری میں لکھا ہے کہ خان فیروز جنگ حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا اور کسب فیض کے لیے ہر روز آپ کے حلقے میں حاضر ہوتا تھا ۔ نیز حافظ سعد اللہ کی ولایت (۱۱۵۳ ھ) کے بعد اس نے حضرت شیخ محمد عابد سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی تھی ۔ (ر ۔ ک ۔ ص ۲۳) فیروز جنگ حضرت مہر رحمۃ اللہ علیہ کا بہت عقیدت مند تھا ۔ اس کی عقیدت مندی کے واقعات بھلائیات مہمیریہ (قلمی ورق ۱۹) میں بھی ملتے ہیں ۔ اس کا لاکا عماد الملک فازی الدین خان ہندوستان کی تاریخ میں مشہور شخصیت ہے ۔ (ر ۔ ک مہمہ کتاب ہذا)۔

۱۸- شیخ حسن بن ابی الحسن حسینی نادرانی قم دہلوی معروف بہ ” رسول نا “ متوفی ۱۱۰۳ ھ دہلی کے مشہور مشائخ میں سے تھے ۔ طریقہ ملتانی سے تعلق تھا ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : منتخب الباب ، جلد دوم ، حصہ دوم ، ص ۵۵۲ - ۵۵۳ ۔ مرقع دہلی ، ص ۹ - تزئینۃ الخواطر ۶/۶۳ - ۶۴ ۔ منتخب الباب میں ہے : ” بعضی غلامان صادق العقیدت را بمعادت ماضی نمودن در مجلس حضرت مسرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) معتقد ساختہ بودند “ (جلد دوم ، حصہ دوم ، ص ۵۵۳)۔

محمد ہاشم خودوی : مناقب الحسن رسول نا ۔ ترجمہ اردو از عمر بخش ، لاہور ، ۱۹۲۱ء ۔

نجم الدین بن محمد ہاشم : فیوحات (بحمد مناقب الحسن) ۔ قلمی ، محزونہ ذخیرہ انجمن ترقی اردو ، نیشنل میوزیم کراچی ۔

۱۹۔ حضرت حافظ سعد اللہ کا مدفن شاہ جہاں آباد بیرون دروازہ اجمیری (خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۹) مدرسہ غازی الدین خان کے شمال و مغرب میں ایک تہ خانہ میں ہے (مزارات اویانے دہلی ص ۱۲۲)۔

۲۰۔ فتح صبیحۃ اللہ کے مزید حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۲۱۔ حضرت شیخ کا مولد قصبہ سنام ہے جو سرہند کے نواح میں ہے۔ مولوی محمد صالح کججای نے لکھا ہے "سنام بضم سین مہمہ و تشدید نون قصبہ ایست از توابع سرہند" (سلسلۃ الاولیاء، قلمی، ورق ۸۲ حاشیہ)۔

۲۲۔ طاہظہ ہو کتب حاضر "فصل نمبر ۶ حالات شیخ محمد افضل سیالکوٹی" کا حاشیہ۔

۲۳۔ حضرت محمد عابد سناسی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سرہند میں تین حاکموں کے نام ملتے ہیں: وزیر خان، فیروز خان میواتی (۱۱۲۲ھ - ۱۴۱۰ھ) اور علی محمد خان روہیلہ (چنگاہ دار سرہند ۱۱۵۱ - ۱۱۶۱ھ - ۱۴۳۹ھ - ۱۴۴۸ھ) ماکٹر الاراء ۲/۸۶۲ - ۸۳۹، علم و عمل ۱۹۰/۱ - ۱۹۲

Sirhind through the Ages, Patiala, 1972, pp. 81 - 83.

ہمارا قیاس ہے کہ اس واقعہ کا تعلق فیروز خان میواتی کے دور سے ہے۔

۲۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے شمیر چہارم، کتاب ہذا۔

۲۵۔ حضرت شیخ محمد عابد سناسی کا مزار روبروئے مبارک باغ قریب آزاد پور منارہ ب سڑک کمیٹیوں میں ہے (مزارات اویانے دہلی ۱۳۴۰ھ - ۱۳۱۲ھ - ۱۸۹۴ھ میں یہ مزار معدوم ہو چکا تھا جب کہ مولانا عبدالحی حسنی وہاں گئے تھے (دہلی اور اس کے اطراف ص ۷۶)۔

۲۶۔ خواجہ موسیٰ خان، شیخ احمد بن سید جلال الدین شہب بہ خدوم اعظم خواجگی کاسانی ثم دہ بیدی متوفی ۹۴۹ھ کی اولاد سے تھے، اس لیے خدوم اعلیٰ کہلائے۔ خدوم اعظم، خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے غلیفہ تھے اور ماوراء النہر کے معروف ترین خلفاء میں سے تھے (ر۔ ک۔ جامع العلامات، قلمی)۔

۲۷۔ دہ بید، سمرقند سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر مشہور قصبہ ہے (سمریہ، مطبوعہ تہران، ص ۱۱۳)۔

۲۸۔ مولوی نسیم اللہ ہزارچی کہتے ہیں کہ خواجہ موسیٰ اپنے جد بزرگوار (خدوم اعظم) کے مزار (قصبہ دہ بید) پر سجادہ نشین تھے۔ ہزاروں لوگ ان کے فیض سے صاحب نسبت ہوئے۔ ان میں سے چند ایک غلیفہ بھی تھے، (بشارات معہریہ، قلمی، ورق ۶۴ ب)۔ حضرت معہر کے بعض خلفاء پہلے انہی سے منسلک تھے۔ جن کی تفصیل کے لیے کتاب حاضر کا باب خلفاء، طاہظہ کریں۔ حضرت معہر کا ایک مکتوب بھی ان کے نام ہے جو مرزا مقصود دہ بیدی نے تراجم علماء المشرق الاحاریر (قلمی، محروۃ کتب خانہ عارف حکمت مدینہ منورہ) میں نقل کیا ہے (مکاتیب میرزا معہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی، ص ۲۱۲)۔ ۱۹۷۶ء میں ہمیں

قدحار (افغانستان) میں خواجہ موسیٰ خان کی ایک تصنیف نوادر المعارف کا غلط نسخہ جناب حاجی عبدالغنی قدحاری تاجر کتب کے ہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب سات فصول پر مشتمل اور علم سلوک و طریقت کے موضوع پر ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار کا نام خواجہ میسّیٰ دہ بیدی لکھا ہے اور حضرت شیخ محمد عابد سنّامی کے بعض اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اس کے علاوہ کثیر الفوائد اور زبدۃ السامعین شیخ موسیٰ کے دو اہم رسائل کے غلط نسخے جناب غلیل الرمن داؤدی (لاہور) کے پاس ہیں۔ ابو طاہر سمرقندی نے خواجہ موسیٰ خان کے ایک غلیفہ صدیق کے مزار (واقع سمرقند) کا ذکر کیا ہے (سمریہ ص ۱۱۴)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ موسیٰ خان دہ بیدی کی اولاد میں سے کچھ افراد متوسلین حضرت مطہر سے فیض حاصل کرنے کے لیے ہندوستان آگئے تھے، چنانچہ لکھا ہے:

کرم خان مہر موسیٰ خان نزد غلام (مولوی حنا اللہ سنبھلی غلیفہ حضرت مطہر) داخل طریق شدہ و ذکر طائف غوب نمودہ قدم بوس می رساند ...
(لوائح خانقاہ مطہریہ ۸۵/۲۴)

۲۹۔ حضرت مطہر، خواجہ موسیٰ خان کو لکھتے ہیں: ہمارے بہرہ بھائیوں میں سے اس وقت ہندوستان میں سوائے مرزا مظفر کے جو ارحاد و تقصیر میں مشغول ہیں، کوئی زندہ نہیں رہا (مجموعہ قریشی ۲۱۳/۱۴۴)۔

۳۰۔ شاہ عبداللطیف نے اپنے مرشد کی وفات کے بعد حضرت مطہر سے استفادہ کیا تھا اور توجہات لی تھیں۔ ملاحظہ ہو کتب ہذا (فصل کشف و کرامات حضرت مطہر)۔

۳۱۔ سنن ترمذی بہ تحقیق ابراہیم صلوہ محض، ص ۵۴۹/۴۰، باب زہد ۲۶ نمبر ۲۲۵۰۔

حضرت شیخ محمد عابد سنّامی نے حضرت مجدد کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب کا انتخاب کیا تھا۔ جس پر مولوی نسیم اللہ بہرائچی نے عربی میں دیباچہ لکھا تھا۔ اس کے کئی غلط نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں جمل مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں بھی ہے۔ شیخ سنّامی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

- (۱) رسالہ در حالات شیخ محمد عابد سنّامی (قلمی)۔
- (۲) نسیم اللہ بہرائچی: معمولات مطہریہ اور بشارات مطہریہ۔
- (۳) رافت: جو اہر ملویہ، ص ۱۰۸-۱۰۹۔
- (۴) غلام سرور لاہوری: حدیث الاولیاء، ص ۱۳۰-۱۳۱۔
- (۵) غلام علی دہلوی: مخطوطات شریفہ۔

چوتھی فصل

نسب شریف اور ولادت با سعادت

حضرت میرزا مظهر

مظہر انوار الہی آثار حضور و آگاہی قیم طریقہ احمدیہ ' محی سنن نبویہ ' فرید العصر
شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جانان رضی اللہ تعالیٰ عنہ - طلوی (۱) سادات
میں سے ہیں۔ آپ کا نسب (۲) شریف اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ
حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباء کرام
عظیم امراء میں سے تھے (۳)۔ اور سلاطین تیموریہ سے قرابت رکھتے تھے (۴)۔ اوصاف
ممیدہ اور پسندیدہ خصائل کے مالک تھے۔ مروت، عدالت، شجاعت، سخاوت اور کمال
دین داری کی وجہ سے معروف تھے۔ آپ کے اجداد میں سے امیر عبدالسبحان (۵) جو کہ
دو واسطوں سے اکبر بادشاہ کے نواسے (۶) تھے۔ ظاہری جاہ و شوکت کے باوجود
طریقہ چشتیہ میں ان کے احوال خوب تھے۔ سحر نیز نے اور ان کی آنکھیں محبت الہی کی
وجہ سے اشک ریز رہتی تھیں۔ لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ اور ان کے تمام متوسلین
ذاکر اور تہجد گزار تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ ' اسد خان وزیر کی دختر (۷) تھیں جو اوصاف کلمہ میں بے
ظہیر تھیں۔ اور آپ [کے دادا] کی صحبت کی وجہ سے مذہب اہل سنت و جماعت اختیار
کر لیا تھا۔ اور انہیں واردات الہیہ کا اتنا بڑا حصہ ملا تھا کہ وہ عبادات کی تسبیح سنا کرتی
تھیں اور محبت خداوندی کے ذوق و شوق میں اپنے شوہر کی مثل سرشار تھیں۔ علم
ظاہری سے بھی بہرہ ور تھیں اور شنوی حضرت مولوی روم کا درس دیا کرتی تھیں۔
رحمۃ اللہ علیہا [۱۶]۔

حضرت میرزا مظهر کے والد :

آپ کے والد ماجد مرزا جان نے جاہ ' دولت اور شاہی منصب (۸) ترک کر کے

لفظ و قناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی۔ اور اپنے اسباب جاہ و حشم راہ مولیٰ میں فقراء میں تقسیم کر دیے۔ صرف پچیس ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے رکھ لیے۔ لیکن جب انہوں نے سنا کہ ان کے دوستوں میں سے کسی کو رقم کی اشد ضرورت ہے تو وہ تمام رقم اس کو دے دی۔ کمالات انسانی اور اخلاقِ رحمانی میں یگانہ روزگار تھے۔ وفا و حیا اور شکر و صبر آپ کے اوصافِ حمیدہ تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے گھر میں کدو کی بیل لگائی۔ تو ایک کنیز نے کہا کہ آپ تو توکل کے مدعی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ کدو کی بیل بھی لگائی ہے۔ کیا دل میں یہ خیال تو نہیں ہے کہ فاقہ کے وقت اس کے پتے و جڑیں کھالیں گے۔ ایسا کرنے سے آپ نے اسباب پر اعتماد کیا ہے۔

آپ نے اس [لوہڑی] کے قول کو تعلیم الہی جانتے ہوئے بیل کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر لی۔ اور یادِ خدا ہی کو دونوں جہانوں کا شرف سمجھتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحمن قادری (۹) سے طریقہ تقاریب حاصل کیا۔ جو اپنے قوی جذبات اور تصرفاتِ جلی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ اور ان کی صحبت کی برکت سے حالاتِ علیہ پر فائز ہونے لگے۔ اور اپنے اوقات کو ذکر و اطاعت و تلاوت سے معمور کیا۔ ایک بار ان کے پیروں نے اُم کھائے جو کھٹے تھے۔ اس لیے انہوں نے اسے زمین پر تھوک دیا۔ اس کا شیرہ آپ نے راسخِ حقیقت سے اپنی نزاکت و مرزائیت کو ترک کرتے ہوئے اپنی زبان سے منیٰ ملا ہوا شیرہ زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ اس عملِ خاکساری کی برکت سے ان پر غلبہ کیفیت طاری ہوئی۔ رعمۃ اللہ علیہما (۱۰)۔

حضرت میرزا مظہر کی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک کو ۱۱۱۱ ھ یا ۱۱۱۲ ھ بمطابق ۱۱۱۲ ھ بوقتِ فجر بروز جمعہ ہوئی۔ جبکہ آفتابِ عالمِ تاب نے نمودار ہو کر دنیا کو منور کیا:

ع "طلوع خمس الملتہ والدین" (۱۲) اور "تولد صاحبِ شرع" (۱۳)

آپ کی تاریخِ ولادت [کے مادے میں] ہے۔ آپ کی ولادت (۱۲) کا زائچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زائچہ مبارک سے صرف دو جگہ مختلف ہے۔ باقی مطابق زائچہ شریف ہے۔ اس لیے رحد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی سے عیاں تھے۔ اور فہم و ذکا کے انوار آپ کی جبینِ مبین سے درخشندہ تھے۔ اربابِ فراست آپ کی صلوٰۃ کا مشاہدہ کر کے کہتے تھے آپ اہل کمال کے سردار ہوں گے۔ اور

عقل مندوں پر سبقت لے جائیں گے۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام (۱۵) کیا۔ اور کم سنی کے باوجود آپ کو تقسیم اوقات کی تاکید کرتے تھے، کہ وقت عزیز اور عمر شریف کا کوئی بدل نہیں ہے، اسے بے جا خرچ نہیں کرنا چاہیے۔

آپ کو آداب بادشاہی، فنون سپاہ گری اور ہنروری کے صنائع بھی [۱۴] سکھانے لگے (۱۶)۔ [آپ کے والد] فرماتے تھے اگر تم امیر ہوئے تو ارباب ہنر کی قدر کرنا اور اگر جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم فخر و ترک کی زندگی اختیار کرو تو تمہیں اہل پیشہ و ہنر کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے آپ نے ہر ہنر میں مہارت پیدا کی۔ ہم ہمیشہ کے ہنرور آپ سے اپنے ہنر کی داد لیتے۔ جو [فن کار] بھی آپ سے مانگا۔ آپ نے ان کا آپ کو استاد تسلیم کرتا۔

میں نے ایک دفعہ اس کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ پچاس طرز کی تظلیع سے دست بردار تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے اسلحہ کے فن کو مرتبہ کمال تک پہنچایا تھا۔ کہ اگر بیس آدمی تنواروں سے ہم پر حملہ کریں اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایک لکڑی کا عصا ہو ان میں سے ایک بھی ہمیں زخمی نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ غازی مغرب سے فراغت کے بعد بادلوں کی تاریکی میں ایک شخص نے ہم پر غنجر سے حملہ کیا۔ جب بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں ہم نے اس کے ہاتھ سے غنجر چھین کر پھر اس کے ہاتھ میں تھا دیا۔ اس نے ہم پر پھر حملہ کیا۔ ہم نے پھر غنجر چھین کر اسے دے دیا۔ اس طرح اس نے سات مرتبہ کیا۔ آخر ہمارے پاؤں پر سر رکھ کر معذرت کی۔

ایک دفعہ ایک مست ہاتھی ہمارے راستے میں آگیا۔ اور ہم گھوڑے پر سوار دوسری طرف سے آ رہے تھے۔ فیل بان نے فریاد کی کہ اس سے دور رہیں، کنارہ کشی اختیار کریں، ہمارا دل نہ مانا کہ ایک بے جگر حیوان سے مقابلہ نہ کریں۔ ہاتھی نے غضب ناک ہو کر ہمیں اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ ہم نے میان سے غنجر نکالا اور اس کی سونڈ پر وار کیا۔ وہ چیخا اور ہمیں دور بھینک دیا۔ اور ہم فضل الہی سے سلامت رہے۔

ایک بار جماد (۱۴) با شرائط ہوا جب جنگ کی نوبت تیر و نیزہ تک پہنچی تو سردار (۱۸) کو جو کہ ہمارے قریب کے ہاتھی پر سوار تھا، گمان گزرا کہ ہم خوف زدہ

ہیں۔ اسی وقت ہم نے ایک غزل موزوں کی جسے سن کر وہ بہت متعجب ہوا۔

ہم ابھی نو سال کے ہی تھے کہ ہم نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے ہمارے حال پر بڑی عنایت فرمائی۔ اور ان ایام میں جب کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو حضرت کی صورت مبارک ہمارے سامنے ہوتی۔ ہم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت کو بارہا دیکھا ہے۔ اور ہمارے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے ہمارے والد کے حضور میں ذکر کیا کہ قدیم صوفی وحدت الوجود کے حامل ہیں، لیکن مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف وحدت الوجود کو ترجیح دی ہے۔ ان مذاکرات کے دوران ہم نے دیکھا کہ غورحید کی مانند نور ظاہر ہوا ہے۔ اور اس نور میں سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غور ہوا۔ مجھے یہاں [مجلس] سے اٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ ہم نے یہ واقعہ اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ممکن ہے تمہیں حضرت مجدد کے طریقہ سے فائدہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علویت درجہ معتدل بنایا تھا۔ اور اتباع سنت ہماری طینت میں ودیعت کی گئی ہے۔

ہم ابھی کم سن تھے کہ اپنے والد کے ہمراہ [۱۸] حضرت شاہ (۱۹) عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گئے جو کہ ہمارے والد کے پیر تھے۔ ان سے تاثیرات و کرامات کا غور ہوتا تھا۔ لیکن نماز میں تساہل سے کام لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہمارے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو گئی۔ کیونکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک تساہل اقتداء نہیں ہے۔ مجھے حدشہ تھا کہ میرے والد کہیں مجھے ان سے بیعت ہونے کے لیے نہ کہیں۔

ایک دن ہم نے والد سے پوچھا کہ حضرت شاہ عبدالرحمن نماز میں تساہل کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ان پر سکر غالب ہے۔ اس لیے معذور ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اداء نماز کے وقت تو ان پر سکر غالب آجاتا ہے۔ اور امور دیگر کے معاملے میں ان پر صحو کا طلبہ ہوتا ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فہم و ذکا اس لیے دیا ہے کہ تم ہمارے پیر پر اعتراض کرو؟ البتہ اس گفتگو سے ہماری ان سے بیعت کا اندیشہ دور ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ غور مشق و محبت میری طینت کا خمیر ہے۔ اور آغاز سے

ہی میرا میلان طبع مظاہر جمیدہ کی طرف تھا - مجھے یاد ہے کہ میں ابھی چھ ماہ کا بچہ تھا تو آیا کی گود سے ایک حسین عورت نے مجھے اٹھا لیا - اس کے جلوہ جمال سے میں بے خود ہو گیا - اور اس کے ساتھ وابستگی ہو گئی - اور اس کے دیدار کے بغیر بے قرار رہنے لگا - اس کے فراق میں میں روتا تھا - میں پانچ سال کا تھا کہ میری عاشقی کا شہرہ ہو گیا - اور عوام میں یہ مہمور ہو گیا کہ اس بچے نے عاشقانہ مزاج پایا ہے (۲۰) -

آپ فرماتے تھے کہ میری محبت کا جذبہ اس قدر رسا تھا کہ مشوقوں کی جہانی بیماریوں کا غور میرے جسم میں ہو جاتا تھا - ایک بار ایک جوان (۲۱) جو میرا منظور نظر تھا ' اسے بخار ہوا تو مجھے بھی بخار ہو گیا - اس نے دوا کھانی تو اس دوا کا اثر مجھ پر بھی ہوا -

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ نیم چاندنی رات تھی ہمارے گھر کا دروازہ بند تھا - کہ ناگہاں وہ جواں آیا - اس نے یاسمین کے پھول چنے اور میرے سر پر رکھ کر جانب ہو گیا - وہ پھول صبح تک میری چارپائی پر پڑے رہے -

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے چشم و روضہ کی خاکسارہ زمین پر نہیں ملے وہ شوق عجبہ کی لذت سے محروم رہا کیوں کہ حدیث کے مطابق ' عجبہ کرنے والا اللہ کے قدم پر ہوتا ہے -

بعض تجلیات الہیہ دلربائی چشم اور بعض کمنہ کے مقلوب کی طرح ہوتی ہیں - تجلیات کا ذوق اور تاخیر جلوہ عارض و غال ' وجدان محبت رسا کے مطابق حاصل کیا جاتا ہے -

خواجہ حافظ شیرازی ' شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ اوحید [الدین] کرمانی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اشعار میں اصطلاحات وضع کر کے تجلیات کی طرف اشارہ کیا ہے - یہ صحیح ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی دلربا حسن عشق کی بے تابی میں مصروف ہے وہ دراصل مشوق حقیقی کے جذبہ جمال کا پر تو ہے -

[یہ اشعار] آپ کے دیوان میں پائے جاتے ہیں :

جلوہ مفت است اگر دیدہ بینای ہست

این (۲۲) جہاں آئینہ آئینہ سیای ست

مرو مرو ارض و سا آئینہ شکل اندہم

[۱۹] مینواں یافت کہ در پردہ خود آرای ہست (۲۳)

اسی سلسلے میں عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

برون زد غیمہ ز اقلیم تھنس
تجلی کرد بر آفاق و انفس
ازان لمسی فروخی بر گل افتاد
ز گل حوری بجان بلبل افتاد
رخ خود صمغ زان آتش را فروخت

بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت (۲۴)

عشق مجازی دلوں کی گرمی اور بجھی ہوئی آتش الہی ہے بشرطیکہ دونوں کے درمیان ملاقات نہ ہو۔ تاکہ وصال کا پانی دل کی حرارت کو سرد نہ کر دے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس میں شور انگیز عشق نہیں اس پر طریقہ حرام ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ الحسن ماحسنہ الشرع و الفحیح ما تجہ الشرع یعنی غوبی اسی میں ہے جسے شرع میں اچھا سمجھا جانے اور برائی اسی میں ہے جسے شرع برا قرار دے۔ اگرچہ پرہیزگاری اور عبادت میں نور و صفا ہے۔ لیکن طریق محبت سوز و گداز کی وجہ اذواق سے پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مغیث نامی ایک شخص، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی بریرہ پر عاشق ہو گیا تھا۔ اور جب کبھی بریرہ بازار جاتی، مغیث اس کے پیچھے ہو لیتا، زار و قطار روتا اور کہتا، بھرتا، اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ حضرت رمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر روم آیا۔ اس کی بریرہ سے سفارش کی کہ تو اس سے نکاح کر لے (۲۵)۔ لونڈی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس باب میں وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے قبول ہے ورنہ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کی شکل بھی نہ دیکھوں، عرصہ دراز کے بعد مغیث در عشق میں ہی مر گیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشق کیا، اسے پوچھ دیا اور عفت کی زندگی گزاری اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس نے شہادت کی موت پائی۔ اس حدیث کو دارمی (۲۶) نے روایت کیا ہے۔ (حدیث) من عشق و کتم و عفت و مات مات شہیداً (۲۷)۔

تاثرات محبت کے نوا در بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ایک عاشق آتش بھر سے بے تاب ہو کر دریا میں کود پڑا اس کی مشوقہ کو اپنے عاشق کی موت کی خبر ملی تو وہ بھی ماتم کرتے ہوئے دریا میں کود پڑی حدیث حجتو کے بعد دونوں کو اتحاد

جذب محبت میں ہم آغوش پایا گیا :

بسیار دیدہ ام کہ یکی را دو کرد تنج

همشیر عشق بین کہ دو کس را یکی کند (۲۸)

آپ فرماتے تھے ایک عاشق رقابت کی تاب نہ لا سکا اور دیوانگی کی حالت میں اپنے مشوق کو زخمی کرنا چاہا ۔ کسی نے کہا کہ اس کا کیا قصور ہے ؟ یہ تو تیرے دل کا قصور ہے ۔ [یہ سن کر] اس نے اپنا سینہ چاک کیا اور دل نکال کر فخر سے اس پر اتنے زخم لگانے کہ دل پارہ پارہ ہو گیا ۔

آپ فرماتے تھے ۔ کہ ایک عاشق نے اپنے مشوق کو مجلس اغیار میں جانے سے منع کیا ۔ لیکن طرور حسن سے اس نے اس کی پروا نہ کی ۔ اور جہاں وہ جانا چاہتا تھا چلا گیا ۔ بے چارہ عاشق دیر تک مارے غیرت و غم گریبان میں سر ڈالے رہا ۔ آتش غیرت سے اس کا ناواں جسم جل گیا ۔ جب اسے دیکھا گیا تو مردہ پایا ۔ مشوق کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے بھی حسرت و ندامت سے گریبان میں منہ ڈال اپنے عاشق کے متبع میں جان دے دی ۔ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب دفن [۲۰] کر دیا گیا :

دو زخم سوزد اگر جنت ہوں باحد مرا

یک وجہ جا از سر کوی تو بس باحد مرا (۲۹)

آپ فرماتے تھے ۔ ایک مور ایک حسین عورت پر عاشق ہو گیا ۔ رقص کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگاتا تھا ۔ لوگ ملامت کرتے تھے کہ یہ عورت جانوروں کی مشوقہ ہے ۔ عورت کو لوگوں کے طعنوں سے غیرت آئی ۔ اس نے مور کو بلایا وہ رقص کرتا ہوا عورت کے پاس پہنچا ۔ عورت نے کہا کہ اپنی آنکھ میرے قریب کرو مور نے جو کہ عورت کا جانباز عاشق تھا اپنی آنکھ عورت کی طرف کر دی ۔ اس نے گرم سلخ اس کی آنکھ میں پھیر دی ۔ اسی طرح اس نے دوسری آنکھ کے لیے کہا تو عاشق بے تاب نے وہ آنکھ بھی عورت کی طرف کر دی ۔ بے رحم عورت نے دوسری آنکھ میں بھی گرم سلخ پھیر دی ۔ مور دیر تک اس کے سامنے زمین پر تڑپتا رہا اور اپنی جان مشوقہ پر بھار کر دی ۔ عورت بھی اس ستم ظریفی کی حسرت سے چند روز کے بعد مر گئی ۔

فرماتے تھے ۔ ایک بے رحم جوان نے فاحشہ کے جوڑے میں سے ایک کو شکار

کر لیا۔ دوسری فائزہ درد تنہائی کی تاب نہ لاسکی۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اور تنکے لا کر جمع کیے اور شکار شدہ کے پر بھی فراہم کیے اور اپنی چونچ میں انگارے لا کر اس پر ڈال دیے، تھوڑی دیر کے بعد آگ جلنے لگی۔ اور اس نے خود کو اس میں جلا ڈالا اور کہا:

مرا چون ظلیل آتشی در دل است

کہ پندارم این شعلہ بر من گل است (۳۰)

فرماتے تھے کہ موسم بہار میں ایک پھول بلبل کے بھگرے میں لٹکا دیا گیا۔ بلبل نے اپنا منہ برگ گل پر رکھ کر نالہ ہانی موزوں کا آغاز کر دیا۔ زمانہ دراز تک وہ فریاد کرتا رہا پھر ناگہانی طور پر خاموش ہو گیا دیکھا تو اسے مردہ پایا گیا:

عجب از مردہ نباشد بدر خمیر، دوست

عجب از زندہ کہ چون جان بدر آورد سلیم (۳۱)

راقم فقیر [شاہ غلام علی] کہتا ہے کہ میں نے بھی راہ محبت کے بہت سے ایسے سبک رو دیکھے ہیں کہ مذکورات محبت میں محبت کی بھٹی کا شعلہ روشن کیا ہے اور جان دے دی ہے اور کونین سے قطع تعلق کر کے مشاہدہ محبوب میں استغراق حاصل کیا ہے:

اللهم احیننی فی حبک و امتنی فی حبک و احشرنی فی حبک۔

[یعنی] اے خداوند کریم مجھے اپنی محبت میں زندہ رکھ، اپنی محبت میں مار اور میرا حشر بھی اپنی محبت میں کر۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا قدم میرے لیے مبارک ثابت ہوا [یعنی ولادت حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ] کہ جس سال تم پیدا ہوئے، اسی سال ہم نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور فقر و قناعت کی دولت کو اپنایا۔ پس ان [والد ماجد] کی صحبت سے ہماری طبیعت میں ترک و تجرید سے رغبت پیدا ہوئی۔ اور فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم سوہ سال کے تھے کہ شفقت پوری سے محروم ہو گئے۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ اپنے اوقات کار کی تقسیم اس محکم کی رکھنا جس سے کسب کمال ہو سکے۔ اور اپنی عمر فضول اشغال میں صرف نہ کرنا۔ والد کے متعلق سمجھیں کہ وہ زندہ ہے، باپ کی زندگی کا مقصد ہنر و کمال حاصل کرنے کی تربیت کرنا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ والد کی وصیت کے احترام میں میں نے اپنے اوقات حصول علم و عمل اور صحبت احباب میں تقسیم کر لیے - [۲۱] اور عمر و زندگی سے بہرہ اندوز ہوا -

فرماتے ہیں کہ والد کے انتقال کے بعد خیر خواہان دنیا نے مجھے موروثی شاہی منصب کا حصول باور کروایا - ہم بادشاہ فرخ سیر کی ملازمت کرنے کے لیے (اس کے پاس) گئے اتفاق سے بادشاہ کو اس وقت زکام کا عارضہ ہو گیا - اور وہ دربار میں نہ آیا - اسی شب ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ اپنے مزار سے باہر آئے - اور اپنا کلاہ میرے سر پر باندھ دیا - ہمارا خیال ہے کہ وہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین (۲۲) قدس سرہ ہی تھے - پس ہمارا دل منصب اور جاہ کے حصول سے بے زار ہو گیا - اور درویشوں کی زیارت کا حقوق غالب آ گیا - جہاں کہیں کسی صاحب کمال کا نام سنتا زیارت کے لیے وہاں پہنچ جاتا -

ایک مرتبہ میں شیخ حکیم اللہ چشتی (۲۳) رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشائخ وقت میں سے تھے کی زیارت کے لیے گیا - آپ حدیث کا درس دے رہے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رات کے وقت جنات میں سے ایک دیو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا - آپ نے دعا نے حضرت سلیمان علیہ السلام پڑھے بغیر اسے پکڑنے کا ارادہ فرمایا - اس سے میرے دل میں آیا کہ دکھیں کہ شیخ اس حدیث کی کیا تاویل فرماتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مرید پر اس کے میر کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے -

آپ فرماتے ہیں کہ میں شاہ مظفر قادری کی زیارت کے لیے گیا - تو [اس وقت] کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں ابدال و اوتاد موجود ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانہ دوستانہ خدا سے غالی نہیں ہوتا جس کسی کو ابدال کی زیارت کا حقوق ہو وہ اس جوان [حضرت میرزا مظہر جان جاناں] کو دیکھ لے - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ میں نے ابھی تک طریقہ اختیار نہیں کیا تھا - لیکن شیخ نے اپنے نور فراست سے میرے حق میں یہ بات فرمائی تھی -

فرماتے ہیں کہ میں نے شاہ غلام محمد مود کی زیارت بھی کی ہے - ان کی خانقاہ صبر و قناعت و زہد و توکل کے اعتبار سے حضرت جنید [بعدادی] رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے محل تھی -

فرماتے ہیں کہ میں میر ہاشم جالیسری کی زیارت کے لیے بھی گیا۔ وہ فرماتے تھے کہ میرے پیر نے پانچ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔ میر ہاشم کو اہام ہوا کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور تمہارا مدفن خطہ کشمیر ہے۔ وہ طی ارض کے بعد کشمیر گئے تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اسی طرح آپ کو بہت سے بزرگوں کی صحبت میسر آئی ہے جنہوں نے آپ پر نظر عنایت کی۔

حواشی

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ اولاد جو غیر فاطمی ہو علوی (سادات علویہ) کہلاتی ہے۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

شراف نوحانی: تاریخ عباسی، قلمی۔ ایضاً، انوار الیادت فی آثار السادات، قلمی۔ ایضاً:
سیادت علویہ، قلمی، مملوکہ سید شراف نوحانی، لاہور۔ مصحفی نے حدیث میں کسی غلط
فہمی کی بنا پر حضرت مظہر کے تعلق سیادت علویہ کی تردید کی ہے (حدیثیا، ص ۹۸)۔

۲۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بتوسط حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت امیر المؤمنین علی
مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح ہے: آپ کے والد میرزا جان جانی بن میرزا
عبد السبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد
بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین جو احمد [جن کا نسب انیس واسطوں سے محمد بن
حنفیہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے]۔ نسیم اللہ بہرائچی: معمولات
مظہریہ، ص ۱۱۰، خود حضرت مظہر کا قول ہے:

”نسب این خاکسار بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ
بن شیر بیشہ، کبریاء علی مرتضیٰ علیہ السجۃ رسد“ [کلمات طبیات
مکتوبات حضرت مظہر مکتوب اول، ص ۱۱۲]۔

۳۔ حضرت مظہر خود کہتے ہیں:

غیر کے اجداد میں سے ایک بزرگ امیر کمال الدین انصاری
صدی ہجری میں کسی تقریب سے [ترک وطن کر کے] طائف
سے ترکستان آنے تھے۔ انہوں نے اس علاقہ کے حاکم کی لڑکی
سے جو قبیۃ الواس کا قاضی کا سردار تھا شادی کر لی۔ حاکم کی
زینہ اولاد نہیں تھی اس لیے حکومت کا تعلق ان (امیر کمال
الدین) کی اولاد سے ہو گیا (مکتوب اول، مقامات مظہری)۔

۴۔ جب ہمایوں نے شاہ ایران کی مدد سے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لی تو اس خاندان
کے دو افراد امیر بابا خان اور مجنوں خان کو ہمراہ لایا۔ (ایضاً) ہمایوں اور اکبر کے عہد میں
معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن بابا خان نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی جس کی
پاداش میں اس خاندان پر اعلیٰ مناصب کے دروازے بند کر دیے گئے۔ تفصیل کے لیے
دیکھیے: ضمیمہ دوم کتاب ہذا۔

۵۔ نسیم اللہ بہرائچی: معمولات مظہریہ، ص ۱۳۲۔

۶۔ صبیہ اکبر بادشاہ حضرت میرزا محمد امان را کہ جد کلال حضرت ایشان اند و صلت دست دادہ بود باین راہ جد بزرگوار (امیر عبدالبحان) ایشان نواسہ . غاندان تیمور صاحب قرال اند (معمولات ص ۱۳-۱۵)۔

۷۔ مولانا نعیم اللہ ہزاریںی نے انہیں اسد خان وزیر کی غلہ زاد بہن کہا ہے ۔ " ہمشیر غلہ زاد اسد خان وزیر بودند " (معمولات مظہریہ ص ۱۳)۔

۸۔ گارساں دتاسی نے لکھا ہے کہ عمدہ قضا پر فائز تھے ۔ تاریخ ادبیات ہندوستان ۔ ج ۲/۲۹۷ (فرانسیسی) [بحوالہ عبدالرزاق قریشی : میرزا مظہر اور ان کا کلام ص ۴۲]۔ اورنگ زیب کے دربار سے متوسل تھے ۔ شیفۃ کا بیان ہے کہ وہ کسی بات پر اورنگ زیب سے ناراض ہو کر اپنے عمدے سے مستغنی ہو گئے تھے (گلشن بے غار ، لکھنؤ ص ۱۸۳) لیکن اس بیان کی تصدیق دوسرے مآخذ سے نہیں ہوتی ۔ اس سلسلے میں صاحب بشارات مظہریہ کا بیان ہے کہ جن دنوں اورنگ زیب تعمیر دکن میں مصروف تھا ، صوبہ دار ارکٹ نے بغاوت کی ، چونکہ میرزا جان کے صوبہ دار سے اچھے تعلقات تھے اس لیے بادشاہ نے صلح کے لئے انہیں روانہ کیا ۔ انہوں نے اسے بادشاہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا ۔ صوبہ دار نے بہت سے تحائف اورنگ زیب کے لیے بھیجے جو انہوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کر دیے ۔ بادشاہ بہت خوش ہوا ۔ اور کہا بولو کیا چاہتے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے منصب میں ترقی چاہتا ہوں ۔ بادشاہ کو حصہ آ گیا کہا تمہیں اپنے اجداد کی ننگ حرامی یاد نہیں ہے ؟ انہوں نے جواب دیا ننگ حرامی اور جانفشان دوئوں یاد ہیں ۔ انہی لوگوں کی جانفشان کا نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان کا تحت آپ کے تصرف میں ہے ۔ بادشاہ نے کہا کہ غلہ مکانی نے مجھے چند وصیتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ تمہارے غاندان کے کسی فرد کو اعلیٰ منصب نہ دیا جائے ۔ چنانچہ مرزا جان نے کہا کہ میں بھی اس خدمت سے دست بردار ہوتا ہوں ۔ چنانچہ انہوں نے استعفا دے دیا اور اکبر آباد آ کر گوشہ نشین ہو گئے ۔ (نعیم اللہ ہزاریںی : بشارات مظہریہ ، قلمی ورق ۱۸-۱۹ بحوالہ عبدالرزاق قریشی : بشارات مظہریہ ، تعارفی مقالہ مشمولہ معارف ، مئی ۱۹۶۸ ، ص ۳۳۴-۳۳۵)۔

اس بیان میں دو تاریخی غلطیاں ہیں ایک تو اورنگ زیب کے زمانے میں ارکٹ صوبہ نہیں تھا ۔ اس لیے صوبہ دار ارکٹ کی بغاوت بے بنیاد ہے ۔ ممکن ہے کسی اور صوبہ دار نے بغاوت کی ہو اور نام غلط کتابت ہو گیا ہو ۔ دوسرے غلہ مکان خود اورنگ زیب کو کہتے ہیں ۔ لیکن اس سے شیفۃ کے بیان کی ضرور تائید ہو جاتی ہے تاہم یہ بیان باہر بھی تاریخی سند کا محتاج ہے ۔ (ایضاً ص ۳۳۵)۔

خود حضرت مظہر کا بیان ہے :

پہرہ بہ جرم غان مذکور (بابا غان) کہ در عہد اکبر مصدر رہی شدہ
بود بہ عار کم منصبی گرفتار بود (مکاتیب حضرت مہر - مکتوب اول
کلمات طہیات ص ۱۲)۔

حضرت مہر کے ایک اور معتبر خلیفہ میر عبدالباقی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد کو
اورنگ زیب نے "منصب ہندی" دیا تھا۔ روزی از مقالات والد بزرگوار خود کہ میرزا جان
نام داشتند و غلہ مکان بہ منصب ہندی بایشان رعایت کردہ نقل می فرمودند " (مال اکمال
قلمی ، ورق ۵۴ - ۱)۔

۹۔ حضرت حاجی عبدالرحمن دہلوی "قادیانی سلسلہ کی مشہور شاخ نوحاوی [بانی سلسلہ حضرت حاجی
محمد نوشہ گنج بخش مدفون ساہن پال گجرات ف ۱۰۶۲ھ] سے تعلق رکھتے تھے اس لیے
قادیانی نوحاوی تھے۔ حضرت مجدد محمد پشید نوحہروی (ف ۱۱۱۹ھ - ۱۰۴۰ھ) سے بیعت تھے۔
کچھ عرصہ شاہ تھا سلطان سوہدروی کی خدمت میں گزارا (صداقت ص ۱۰) محمد ماہ : ثواب
النائب ، قلمی ، مملوکہ مولانا شراف نوحاوی ص ۱۹۶)۔ اپنے شیخ کی ولادت ۱۱۲۰ھ / ۱۶۰۸ء
کے بعد شاہ عبدالرحمن دہلی چلے گئے۔ مہرج کیا (ایضاً ص ۲۰۲)۔ ایک سال تک احمد
آباد میں مقیم رہے (ایضاً ص ۲۰۲)۔ دہلی میں کوچہ غاندوران میں سکونت تھی۔ مرآۃ
الظہوریہ میں ہے : حاجی عبدالرحمن در دارالسلطنت شاہ جہان آباد در کوچہ غاندوران خواص
بادشاہ (سکونت دارد) ورق ۱۰۶ ب۔ امام بخش لاہوری : مرآۃ الظہوریہ ، رونوگراف مملوکہ سید
شراف نوحاوی۔ حاجی شاہ عبدالرحمن نے اپنے مرید علامہ محمد ماہ صداقت کنجاوی کو رسالہ
الاجاز کے پرانندہ اوراق مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صداقت نے ثواب النائب
کے نام سے ایک کتاب مرتب کردی (دیباچہ ثواب النائب)۔ حاجی عبدالرحمن کی
ایک تصنیف شتوی گنج راز (فارسی) بھی ہے۔ جسے غلام احمد بریل نے ۱۳۱۳ھ میں
مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ حاجی عبدالرحمن کے ایک فرزند میاں عبداللہ تھے (شریف
التواریخ ، جلد سوم ، حصہ دوم ص ۲۳۸)۔ میرزا جان کے علاوہ شیخ عبدالکریم دہلوی اور
علامہ محمد ماہ صداقت کنجاوی (مصنف ثواب النائب) بھی حاجی عبدالرحمن کے غلام
سے تھے۔ حاجی صاحب ، ثواب النائب کی تصنیف ۱۱۲۷ھ کے وقت بقید حیات تھے۔
(ر - ک ۔ شراف نوحاوی : شریف التواریخ ، جلد سوم ، حصہ دوم ص ۲۳۲ - ۲۴۰ ، قلمی ،
مملوکہ سید شراف نوحاوی)۔

۱۰۔ حضرت مہر کے والد مرزا جان کا انتقال ۱۱۳۰ھ میں ہوا۔ خود لکھتے ہیں :

در سال ہزار و صد و سی ہجری انتقال ازین عالم فرمودہ (کلمات
طہیات ، مکتوب اول ص ۱۳)۔

وہ متعدد علوم کے ماہر تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مرزا محمد زاہد (استاذ شاہ

عبد الرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ) کہا کرتے تھے کہ:
 "تقریر میرزا جان، جان من است" (منافرا حسن گیلانی: تذکرہ شاہ
 ولی اللہ ص ۱۸۳)۔

میرزا جان کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ جان تخلص کرتے تھے۔ ان کا کلام
 تذکروں میں نہیں ملتا۔ ان کے صرف دو شعر حضرت مہر کی بیاض خریطہ جواہر میں
 درج ہیں:

نی صبر و نی قرار و نی امید وصل یار
 چوں من کسی بکام دل روزگار نیست
 چوں حد دل مدنگ تو تا از تو دردمند
 آن نیز رفتہ رفتہ بہ مملوئی ما نشت

میرزا جان خوبان روزگار میں سے تھے۔ ان کے عہد کے اکثر امراء و سلاطین ان
 کے عادات و اطوار کو سند و حجت مانتے تھے۔ مالگیر کے لکھن میں صرف چند اشخاص ہی اس
 مرجہ کے تھے اور مرزا جان ان سب کے مقتدا تھے۔ کشتی و تیر اندازی میں اپنا جانی
 نہیں رکھتے تھے۔ فن کشتی میں ان کے بے شمار شاگرد تھے (نعم اللہ ہزارمی: بشارات
 مہر ص ۱۹۶۸)۔ بحوالہ عبد الرزاق قریشی: بشارات مہر ص ۱۹۶۸)۔
 (۲۳۲) مرزا جان کے تین طائفہ معمولات مہر ص (۱۱-۱۲) میں مخطوط ہیں۔

حضرت مہر رحمۃ اللہ علیہ کے سال ولادت میں اختلاف ہے۔ مولانا نعیم اللہ اور حضرت شاہ
 غلام علی نے ۱۱۱۱ھ اور ۱۱۱۲ھ دونوں سنیں دیے ہیں۔ مولانا نعیم اللہ ۱۱۱۱ھ کو ترجیح دیتے
 ہوئے لکھتے ہیں:

"ولادت با سعادت آن... یعنی حضرت ایشان... در سنہ ہزار و
 صد و یازدہ ہجریست و بقولی سیزدہ چنانکہ حضرت ایشان در کتابی
 نوشتہ اند اما روایت اولیٰ مطابق حسب عقود رشتہ سالگرہ و موافق قول
 حضرت ایشان ست کہ در عنوان عالی خان دیوان خود بیان فرمودہ
 کہ امروز کہ ہزار و صد و ہشتاد ہجریست و مدت عمر بخت رسیدہ
 صحیح می نمایہ" (معمولات مہر ص ۵-۶)۔

خود حضرت مہر نے تین مواقع پر اپنا سال ولادت مختلف بیان فرمایا:

(۱) آزاد بلگرامی کو ان کی تصنیف سرو آزاد کے لیے جب اپنے حالات بھیجے
 تو لکھا

"در عصرہ اولیٰ مایہ جایہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد" (سرو آزاد،
 ص ۲۳۱)۔ اس کے مطابق سنہ ولادت ۱۱۱۰ھ سے پہلے ہونا چاہیے۔

(۲) اپنے فارسی دیوان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ۱۱۷۰ھ ہے اور میری عمر ساٹھ سال ہے۔ اس بیان سے سال ولادت ۱۱۱۰ھ یا ۱۱۱۱ھ قرار پانے لگا۔

(۳) اپنے ایک مرید کی استدعا پر اپنے حالات اس کو لکھ کر بھیجے اس میں لکھا کہ میری ولادت ۱۱۱۲ھ میں ہوئی (کتوب اول کتب ہذا)۔ اسی کتب میں اپنے والد کا سال ولادت ۱۱۳۰ھ اور اس ولادت کے وقت اپنی عمر سو سال بتائی ہے۔ تمام تذکرے ان کی اس عمر کے بارے میں حقیق ہیں۔ اس لیے ان بیانات کی روشنی میں آپ کا سال ولادت ۱۱۱۳ھ قرار پانے لگا (عبدالرزاق: میرزا مظہر، ص ۳۵-۳۶)۔ ڈاکٹر ظیق انجم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ”مرزا مظہر جان جاناں“ میں مختلف شواہد کی بنا پر آپ کا سال ولادت ۱۱۱۰ھ ثابت کیا ہے (ظیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط ماحیہ، ص ۱۳)۔ لیکن ۱۱۱۱ھ کو آپ کے مریدین نے ترجیح دی ہے۔ اس لیے اسی کو معتبر سمجھنا چاہیے۔

۱۲- ”طووع خمس السلۃ والدین“ کے اعداد جمع کرنے سے ۱۱۱۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس میں ”و“ کے ۶ عدد خارج کر دیے جائیں تو آپ کا سال ولادت ۱۱۱۱ھ بن جاتا ہے جو دوسرے مادے سے مطابقت رکھتا ہے۔

۱۳- ”قولہ صاحب شرع“ کے اعداد ۱۱۱۱ھ ہوتے ہیں۔

۱۴- حضرت مظہر کے والد آگرہ کی طرف جا رہے تھے کہ موضع کلا باغ (حدود مالوہ) میں حضرت مظہر کی ولادت ہوئی (معمولات، ص ۶)۔

۱۵- جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کی تعلیم کا خود ذمہ لیا۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل کے لیے ایک فاضل کو مقرر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے ”عربی اور کمالات درویشی“ کے ابتدائی علوم والد سے سیکھے (بشارات، ورق ۸-۱) اور سن تمیز تک آپ آگرہ ہی میں رہے۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ بقول مولوی نعیم اللہ۔

نشو و نای آنحضرت تا سن تمیز در مستقر الحلالۃ اکبر آباد است و
صرف برگزیدہ عمر در دار الحلالۃ شہ جہان آباد... الخ (بشارات،
ورق ۱۱-ب)۔

ہم صبر تذکرہ نویسوں نے بھی حضرت مظہر کے تبرع علم کا ذکر کیا ہے مثلاً گردیزی کا بیان ہے:

”انہیں علم اللہ و حدیث میں حظ وافر اور کتب سیر و تاریخ میں

بہرہ کامل حاصل تھا" (تذکرہ رستگہ گویاں اور تذکرہ مسرت افرا وغیرہ)۔

"مرزا صاحب کی تعلیم عالمانہ نہ تھی مگر علم حدیث با اصول پڑھا تھا" (آب حیات، ص ۱۴۰)۔

[عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ص ۵۱]۔

۱۴۔ حضرت مظہر خود فرماتے ہیں کہ: "ہم نے 'فنون بانک و پند' کے استعمال میں چودہ سال صرف کر کے ہدایت تلمذ حاصل کی تھی:"

فقیر چھارہ سال در استعمال و اکتساب فنون بانک و پند صرف کردہ
ہدایت تمام حاصل نمودہ" (بشارات ۶۰-ب)۔

۱۵۔ اس جہاد کی تفصیلات ہمیں معلوم نہیں ہیں۔

۱۸۔ اس سردار کا نام شیخ سرفراز علی خان پوربی تھا۔ مولوی نسیم اللہ لکھتے ہیں:

یک بار بہ نیت جہاد بر لشکر کار رفتہ بودند در مین معرکہ در انجا غزلی
گفتند کہ شیخ سرفراز علی خان پوربی کہ امیر لشکر اسلام بودند بسیار
آزما پسندیدہ و بر شجاعت ایشان شین کردند (بشارات ۷۰-ورق
۷۰-ب)۔

۱۹۔ شاہ عبدالرحمن دہلوی کے حالات سابقہ حواشی میں ملاحظہ کریں۔

۲۰۔ حضرت مظہر کی حسن دوستی کو شعراء کے تذکرہ نگاروں نے مثلاً داستانیں بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً مرزا اشرف علی خان نے تذکرۃ الشعراء میں حضرت مظہر کو ایک بازاری عورت کے ساتھ بیت بازی کرتے دکھایا ہے۔ بندران خوشگو نے آپ کو "مشق نوجواناں" میں گرفتار بتایا ہے۔ یہ تو آپ کے معاصرین کا حال ہے، متاخرین نے اس حسن پسندی کو حسن پرستی بنا ڈالا۔ لیکن مصنفین یہ بھول جاتے ہیں کہ حضرت مظہر کی زندگی کے مختلف ادوار تھے۔ آپ کا مین حجاب تھا کہ آپ نے:

فقیر در ہنگام جوانی بہ تحریک خورشعی کہ تک غیرش بود ناہ پای
موزوں می کرد۔ (دیباچہ دیوان مظہر)۔

لیکن جب ہنگام جوانی ختم ہو گیا تو "تحریک خورشعی" سرد پند گئی۔ سلوک کی منزلیں طے ہونے لگیں۔

(عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۵۰-۵۱)۔

۲۱۔ تذکرہ نویسوں کی ان غلط فہمیوں کا ہم نے کتاب حاضر کے مقدمہ میں ازاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۲۔ دیوان حضرت مہر، طبع اول مطبع مصطفیٰ، کانپور، ۱۲۴۱ھ، ص ۲۰۔ دوسرے مصرعے میں این کے بجائے کین ہے۔ لیکن مطاعت مہری کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں یہاں "این" ہی ہے۔

۲۳۔ مہر: دیوان مہر مع خریطہ، جواہر، مطبوعہ مصطفیٰ، کانپور، ۱۲۴۱ھ، ص ۲۰۔ (ترجمہ) اگر تو دیکھنے والی آگہ رکھتا ہے تو یہاں جلوہ مفت ہے۔ اس جہاں کا ماتھا آئینہ ہے۔ مغلّہ مر و ماہ، ارض و سماء آئینہ کی مانند ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ خود آرائی کے پردے میں ہے۔

۲۴۔ (ترجمہ) اس نے تھس کی اقلیم سے باہر غیر لگایا اور دنیا میں اپنا جلوہ ظاہر کر دیا۔ اس کی ہلک سے معمول روشن ہوا۔ معمول سے ببل میں شور پیدا ہوا (فریاد کرنا)۔ جمع نے اس آگ سے اپنا چہرہ روشن کیا۔ اور ہر گھر میں سیکڑوں پروانے جلا ڈالے۔

۲۵۔ یعنی آزاد ہونے کے بعد نکاح ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت بربرہ، حضرت منیث کے نکاح میں تھیں۔ جب انہیں آزاد کیا گیا تو انہیں اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں یا محمد می اختیار کریں، اس دوران حضرت منیث رویا کرتے تھے اور کوشش کرتے کہ بربرہ ان کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن وہ نہ مانیں۔ (ترمذی باب ما جاء فی الامۃ تتفق ولعاز زوج، طبع مسید اینڈ کمپنی، کراچی، ۲۱۹/۱، سیر اعلام النبیلہ، ۲/۲۹۷)۔

۲۶۔ مسند دارمی کے مطبوعہ اور مروّجہ نسخوں میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔

۲۷۔ البتہ حافظ سیوطی نے جامع الصغیر ۱۶۰/۲ اور مناوی نے مایہ جامع الصغیر ۱۷۲/۲ میں اسے اس طرح نقل کیا ہے۔ من مشق کفتم و عفت فلت فھو شید (بحوالہ تعلیقات صوفی نامہ نوشتہ غلام حسین یوسفی، تھران، ۱۳۴۷ خ، ص ۲۸۶)۔ نیز قطب الدین عبادی نے التفسیر فی احوال المصوف (صوفی نامہ)، ص ۲۰۹ میں اسے نقل کیا ہے جو متن مطاعت مہری کے صین مطابق ہے۔ نیز ملاحظہ ہو:

عبد الرحمن خیسانی: تمییز الطیب من الخبیث، مصر، ۱۳۴۷ھ، ص ۱۶۵۔

علی گاری، ط: موضوعات، ص ۷۲۔

۲۸۔ یہ تو بہت دیکھا ہے کہ تتوار ایک کے دو ٹکڑے کرتی ہے۔ لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ عشق کی تتوار دو کو ایک کر دیتی ہے۔

۲۹۔ اگر جنت کی خواہش ہو تو دوزخ کی آگ مجھے جلا دے، میرے لیے تو آپ کے کوچہ کی ٹکڑ پر ایک بالشت جگہ ہی کافی ہے۔

۳۰۔ حضرت غلیل علیہ السلام کی طرح میرے دل میں بھی آگ فروزاں ہے اور میں اس شعلے کو معمول سمجھتا ہوں۔

۳۱۔ یاد کے دروازے پر کسی لاش کا ہونا کوئی تعجب غیر امر نہیں ہے۔ ہر انوکھی بات یہ ہے

کہ کوئی زندہ سلیم کی طرح جان دے دے۔

۳۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (سال ولادت ۱۲ رجب الاول ۶۳۳ھ)۔

۳۳۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جنہاں آبادی متوفی ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۹ء۔

تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ مشائخ چشت ص ۳۶۶ - ۴۲۶۔

www.kitabghar.org

آپ کا حضرت نور محمد بد اوئی سے استفادہ

آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی کہ ایک شخص نے حضرت سید قدس سرہ (نور محمد بد اوئی) کے کلمات کا ذکر میرے سامنے کیا۔ حضرت کے اوصاف سنتے ہی دل ان کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مشتاق ہو گیا۔ میں آنحضرت کے دیدار معرفت بار کا شرف حاصل کیا۔ انہیں بزرگ پایا، 'مشرع' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ کا منبع اور ہدای سبحانہ کے اخلاق کا میکر پایا۔ آپ کی صحبت کے انوار مبارک دل کے لیے صفائش اور جان کے لیے راحت الذا تھے [۲۲] یقین کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ شاہد مقصود اسی جگہ ہے۔ اور مردہ دل کو اطمینان ہوا کہ شہود حق یہیں جلوہ فرما ہے، کس لیے آئے ہو؟ حضرت نے پوچھا، 'عرض کیا استفادے کے لیے۔' اگرچہ استخارہ کے بغیر تلقین طریقہ آپ کی عادت کے خلاف تھا۔ لیکن فضل الہی سے بندہ کے حال پر بلا توفیق توجہ فرمائی۔ جس سے میرے لطائف غمہ اسم ذات کا ذکر کرنے لگے۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی پہلی توجہ سے لطائف غمہ ذکر الہی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور سالک تجلی صفاتی کا مورد ہو جاتا ہے۔ آپ کی توجہ کی تاثیر سے باطن میں اس قسم کا رنگ آیا کہ آئینہ میں اپنی صورت آپ کی ہیئت شریف کی مثل پاتا تھا۔ جس سے محبت بڑھ گئی اور آپ سے عقیدت راسخ ہو گئی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت مستفیدوں کے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔ اور ان کی لغزشوں پر انہیں متنبہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز میری نگاہ ایک نامحرم پر جا پڑی جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ مجھے تم سے زنا کی قلمت آ رہی ہے۔ شاید تمہاری نگاہ کسی نامحرم پر پڑ گئی ہے۔ اسی وقت میں نے توجہ کی تو اس بے جان نظر کی قلمت کا اپنے باطن میں معائنہ کیا۔

ایک روز سر راہ میری ایک شرابی سے ملاقات ہو گئی تو حضرت نے فرمایا کہ آج تیرے باطن میں مجھے قلمت شراب نظر آ رہی ہے۔ شاید تم نے شراب پی لی ہے۔ جب انہوں نے میرے حال پر توجہ کی تو شراب کی کدورت مجھ میں عیاں تھی۔

فرمایا کہ فاسقوں سے ملاقات نور باطن مکرر کرتی ہے۔ معاذ اللہ گناہ کے مرتکب کی کیا حالت ہوگی۔

اسی طرح (اپنے) اصحاب کے اعمال کے انوار کے ظہور کا مشاہدہ ان کے باطن میں کرتے تھے۔ اگر میں کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حاضر ہوتا تو فرماتے کہ آج تو نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہے۔ اور اسی طرح اگر درود پڑھ کر جاتا تو فرماتے کہ آج تم سے انوار درود ظاہر ہو رہے ہیں۔

ایک روز فرمایا کہ درود پڑھتے وقت اس کا شمار بھی ملحوظ رکھنا چاہیے 'بندہ نے عرض کیا کہ اعداد کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟ تو فرمایا کہ انوار سو میتوں والے پھول کی مثل جدا جدا نظر آتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت کے حکم سے اصل السوس (طیسی) کوٹ رہا تھا فرمایا کہ کیا باریک ہو گئی ہے؟ عرض کیا کہ البتہ۔ تو حضرت نے اپنے دست مبارک سے اسے مسل کر فرمایا کہ ابھی باریک نہیں ہوئی ہے۔ تحقیق کر کے گفتگو کرنی چاہیے۔ تاکہ اس طرح جھوٹ کی عادت نہ پڑ جائے۔

آپ فرماتے تھے کہ آنحضرت کی صحبت کی برکت سے بہت تھوڑی مدت میں طریقہ باطن کے حالات و کیفیات حاصل ہو گئے۔ متواتر جذبات حاصل کرنے سے دل غیر کی محبت سے پاک ہو گیا اور حضرت حق سبحانہ کی محبت (دل میں) گھر کر گئی۔ اور کسی کی محبت دل میں نہ رہی۔ حوق کی بے تابی سے نیند کھانا اور آرام جاتا رہا۔ سر و پا سے برہنہ ویرانوں میں گشت کرتا پھرا۔ بھوک کی شدت سے درختوں کے تھوڑے سے پتے کھا لیتا۔ اپنا زیادہ وقت (۲۳) مراقبہ میں گزارتا۔ نگران و انتظار میں دل حقیقت الحقائق کی طرف متوجہ رہتا۔ حضور اور احسان لطیفہ قلب کے موافق حاصل ہوا۔ اور ان تعبد اللہ کانک تراه (۱)۔ یعنی تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے 'کا مرتبہ (میرے) وصف حال ہوا۔ اور محویت 'فنا و بقا اور وصل اور مقصود کی یافت جو کہ صاحب دل حضرات میں متعارف ہے حاصل ہوئی دل سے خطرات جاتے رہے اور اسرار توحید منکشف ہو گئے۔ تمام نباتات و جمادات محبوب کی صورت میں نظر آنے لگے۔ کبھی وحدت، کثرت میں مشہود ہوتی اور کبھی غیریت کا وہم خیال سے مٹ جاتا اور فوری طور پر گریہ جاری ہو جاتا اور دل میں آہ و نالہای بے تابی بڑھ جاتے۔ اور گریہ یا خوف الہی اور ممنوع امور کے ارتکاب سے ندامت

آگے یا ذکر جہر کے سوز و گداز سے رقت دل میں اضافہ ہو جاتا۔ اصحاب و جد و حال کی کیفیات کے انعکاس سے آئسو جاری ہو جاتے یا مقام جذبہ کی حرارت و بے تابی سے گرمیہ حاصل ہوتا:

بیلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت

واند راں برگ و نوا خوش ناہای زار داشت

مفتش در عین وصل این نالہ و فریاد مہیت

گفت ما را جلوہ . مشوق در این کار داشت (۲)

وہ وصل جو لطیفہ قلب کو اپنے اصل سے ہوتا ہے وہ شوق کی بے تابیوں کا مقتضی ہوتا ہے جو "جمال شاہداں" استماع نعمات اور نالہ ہای ذوق "کا باعث ہوتا ہے۔ اور کچھ عرصہ اسی ذوق و شوق میں گزرا، سکرمستی نے ماسوا (کے تصور سے) بے جبر کر دیا۔ یہاں تک کہ لطیفہ قلب کی "سلطنت" انجام کو پہنچی اور لطیفہ دماغی سے ساتھ پڑا۔ آتش شوق ٹھنڈی پڑ گئی۔ آہ و نالہ کی مجال بھی نہ رہی۔ سکوت (اطمینان) اور بے ذوقی پیدا ہوئی تو میں نے اپنے مال کی شکایت حضرت سید سے کی۔ تو انہوں نے بڑے تاسف سے فرمایا اب وہ کیفیتیں کہاں؟ یہی بے مزگی مبارک ہو۔ اس مقام میں دیگر حالات پر فائز ہوا۔ چنانچہ لطیفہ قلب کو جذبات، نگرانی اور انتظار خود بخود میسر آ گئے۔ طائف اربہ اور لطیفہ نفس بھی حاصل ہو گئے۔ اور فتای نفس، تہذیب اخلاق، استہلاک، اضمحلال، زوال عین، اثر اور مٹائی انا حاصل ہوئے۔ صفات و کمالات کو اصل سے منسوب پا کر اپنے کو عدم محض میں مشاہدہ کیا اور اس مقام کے علوم و معارف حاصل ہوئے۔ نسبت کے انوار نے وسیع ہو کر بدن کا احاطہ کر لیا۔ جو خطرات لطیفہ دماغ سے قلب پر گرتے تھے وہ بھی زائل ہو گئے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لطیفہ کی تسلیک جدا جدا فرمایا کرتے تھے پھر حضرت مجدد نے لطیفہ قلب کی تسلیک و تہذیب کے بعد لطیفہ نفس مقرر فرمایا ہے۔ ان دونوں طائف کے ضمن میں لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفی نور و صفائی اپنے اصل سے فنا و بقا حاصل کرتے ہیں (۳)۔

آپ فرماتے تھے [۲۴] کہ ہم نے حضرت سید قدس سرہ سے چار سال تک استفادہ کیا۔ ہمیں اجازت تعلیم طریقہ اور تبرک ثرقہ شریفہ عنایت فرمایا۔ اور عقیدہ اہل سنت و جماعت، سنت کے مطابق عمل اور بدعت سے اجتناب کرنے کی وصیت

کی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ گھن (۴) علیہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہما نے مجھ سے پوچھا تمہارے شیخ نے تمہیں کس مقام کی بشارت دی تھی اور سیر و سلوک باطن میں انہوں نے تمہیں کہاں تک پہنچایا تھا۔ اس پر آنحضرت میرے بارے میں جو کچھ فرمایا کرتے تھے اور حالات و واردات مقام کا ادراک میں نے کیا تھا وہ بیان کر دیا تو حضرت شاہ گھن کو تعجب ہوا۔ اور انکار کرتے ہوئے فرمایا تمہارے میرے تو بڑے بلند دعوے کرتے ہیں۔ لیکن یہ نسبت تو معصوم مقابر میں بھی نہیں پائی جاتی۔ تو میں نے اس کی شکایت حضرت سید سے کی، کہ حضرت شاہ گھن تو آپ کا انکار کرتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا تم وہاں کیوں گئے؟ ان کا علم ہمارا کا علم تو نہیں جو ہر چیز کو محیط ہے۔ یا میں کوئی پیغمبر تو نہیں ہوں کہ میرا انکار کفر کا موجب بن جائے اور میں نے ولایت کا دعویٰ بھی نہیں کیا کہ اس انکار سے فسق لازم آئے۔ اس طرح شاہ گھن سے میری ملاقات تو ترک ہو گئی۔ کیوں کہ (مشائخ کا قول ہے) جو تیرے میرے کے بارے میں برا خیال کرے اور تو اسے لہجھا کچھے تو تجھ سے کتا بہتر ہے۔

ایک سال کے بعد شاہ گھن سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے ناراض ہو؟ کیوں کہ میں نے تمہارے میرے کا انکار کیا تھا۔ میں نے اجابت میں جواب دیا۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے میرے کا کمال ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ ایک روز میں بازار میں بیٹھا تھا ایک پاکی سوار وہاں آیا۔ (اس کے آنے سے) تو تمام بازار منور ہو گیا۔ کسی نے کہا یہ تو مرزا جان جانان کے میر ہیں۔ میں ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے گھر کے اندر چلا گیا۔ تو ان کے گھر کو غانہ ہدا کی مثل انوار و صفا سے لبریز پایا، دیواروں اور زمین سے کیفیات الہیہ موجزن تھیں کہ میں نے اکثر قبور کو بھی اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔

میں نے حضرت سید کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آج شاہ گھن نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ جیسا کہ انکار درویشان سے ان پر اثر نہیں ہوا تھا، اسی طرح کلمہ مدح اور اقرار بھی آپ کے لیے خوشی کا باعث نہ بنا۔ کیوں کہ آپ کا نفس قدسی عوام کی مدح اور سوغات سے پاک تھا۔ رضا و تسلیم آپ کی خوبی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید قدس سرہ کی وفات کے بعد میں نے آپ کے

مزار مقدس سے اقتباس انوار کا طریقہ اختیار کیا۔ اور چھ سال تک زیارت مزار کے لیے جاتا رہا۔ آپ کی توجہ سے باطنی ترقی ہوئی۔ سلوک باطن، سیر صحت، شیونات اور اصول سے گزر کر معاملہ " تجلیات اسم ہو الباطن " تک پہنچ گیا۔ اور نمایاں تغیرات احوال عجیبہ نسبت باطن میں مشاہدہ کرنے لگا۔

چنانچہ علی کشمیری (۵) خلیفہ حضرت محمد صدیق (۶) رحمۃ اللہ علیہما میرے بارے میں فرماتے تھے کہ حضرت سید کے مزار کی ملازمت سے تمہاری نسبت میں نیا رنگ (روفتی دیگر) آیا ہے اور ترقی ہوئی ہے۔ میں نے کہا میں بھی اپنے حالات میں ترقی محسوس کرتا ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید نے خواب [۲۵] میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے کمالات بے انتہا ہیں۔ اس لیے اپنی عمر طلب حق میں صرف کرنی چاہیے۔ — قبور سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں جا کر مقامات قرب حاصل کرنے چاہئیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کا حکم متعدد مرتبہ صادر ہوا۔ اس لیے میں نے آپ کے حکم کے مطابق بزرگان وقت کی طرف رجوع کیا۔

حواشی

- ۱- فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ۱۱۳/۱ باب ۲۷۔
برای مراجع دیگر ر۔ ک بہ اجماع المفہرس ۱۱۳/۱۔
- ۲- حافظ شیرازی: دیوان حافظ، طبع ممبئی، مطبع کرسلی ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء، ص ۴۳۔
(ترجمہ) ببل خوش رنگ، بحول کی حق جوچ میں لیے ہوئے تھی اور اس حالت میں
آہ و زاری کر رہی تھی، میں نے اس سے کہا صین حالت وصل میں نالہ و فریاد
کا کیا معنی؟ اس نے کہا جلوہ مشوق نے ہمیں اس کام پر مامور کیا ہوا
ہے۔
- ۳- مرئیہ فیصل کے لیے دیکھیے:
مفہمات مظہری، فصل مکاتیب (کتوب ۲۴)۔
ابو سعید مجددی: ہدایت الطالبین مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، امرتسر ۱۳۳۴ھ۔
احمد سعید مجددی: اربع انہار، دہلی۔
غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقۃ، لاہور۔
شاہ ولی اللہ: الطاف القدس مرتبہ عبدالحمید سواتی، گوجرانوالہ ۱۹۶۴ء۔
- ۴- حضرت شاہ گشت متوفی ۱۱۴۰ھ کے حالات شعراء کے تذکرہ میں ملاحظہ کریں، چند نام یہ
ہیں:
آزاد بلگرامی: سرو آزاد، ص ۱۹۸-۱۹۹۔
سرخوش: کلمات الشعراء، ص ۹۶-۹۷۔
حسینی: تذکرہ حسینی، ص ۲۸۴۔
خوش گو: سلیزہ خوش گو، ص ۱۶۵-۱۷۰۔
- ۵- مقامات مظہری کی دونوں اشاعتوں میں یہ نام علی کشمیری طبع ہوا ہے جو سو کتابت
ہے۔ معمولات مظہریہ، ص ۱۵ میں یہ نام علی کشمیری ہے جو اس لیے درست ہے کہ یہاں
واضح طور سے ان کے نام کے ساتھ "شیخ العرب" تحریر ہے۔
- ۶- حضرت شیخ محمد صدیق سرہندی (ف ۱۱۳۱ھ) بن حضرت خواجہ محمد مصوم سرہندی راج
کے بعد دہلی میں مقیم ہو گئے اور تبلیغ و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بادشاہ فرخ سیر
آپ کا مقصد تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
(۱) صفراحمہ: مقامات مصومیہ، قلمی، ورق ۶۴۹۔
(۲) کمال الدین محمد احسان: روحۃ القیومیہ ۲۳۰/۲-۲۳۳۔

- (۳) احمد، ابو الخیر مکی: ہدیہ احمدیہ، کانپور، ۱۳۱۳ھ۔
- (۴) عبدالحی: ترجمۃ الخواضر، ۶/۲۲۲-۲۲۳۔

آپ کا حضرت حاجی محمد افضل سے استفادہ

فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شاہ گشن (۱) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی طلب کا اظہار کیا۔ تو فرمانے لگے۔ تمہیں شیخ وقت ہونا ہے۔ اور میں آداب طریقہ کا مقید نہیں ہوں۔ کبھی سماع سن لیتا ہوں اور کبھی غائب جماعت بھی ادا کرتا ہوں۔ اس لیے تمہیں کسی دوسری جگہ جانا چاہیے۔ میں نے حضرت محمد زبیر (۲) نبیرہ و عظیمہ حضرت حجتہ اللہ نقیبند رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے حال پر بہت مہربانی کی۔ اپنے فرزند (۳) سے کہا کہ ایسے حضرات جو آداب ظاہر اور انوار باطن سے آراستہ ہوں ان سے ملاقات لازم ہے۔ میں نے ان کی قدم بوسی کی تو فرمایا کہ تم ہم میں سے ہو اس طریقہ میں صحبت شرط ہے۔ لیکن تمہاری رہائش دور ہے اس لیے تم ہر روز نہیں آ سکتے۔ وہ نسبت جو تم نے حضرت [سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ] سے حاصل کی ہے وہی محکم ہے۔ اگر تم اس کی بہت حفاظت کرو گے تو یہ کفایت کرے گی۔

میں نے حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توجہ کے لیے درخواست کی تو فرمایا کہ تم نے بصیرت سے منازل سلوک طے کی ہیں اور تمہیں مقامات کا کشف حاصل ہے۔ اور ہمیں کشف اور مقامات کا علم نہیں ہے۔ اس لیے استفادہ بطریق احسن نہیں ہو سکے گا۔

آپ فرماتے تھے بظاہر حضرت سے ہم نے استفادہ نہیں کیا لیکن درس حدیث کے دوران آپ کے باطن شریف کے فیوض سے مستفیض ہوا۔ اور نسبت کے اعتبار میں قوت پیدا ہو گئی۔

حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کو درس حدیث کے دوران نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور حاصل ہوتا تھا۔ اور انوار و برکات کثرت سے ظاہر ہوتے تھے۔ گویا معنوی طور پر حضرت میں نمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی۔ اسی اثنا میں توجہ و التفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم معبود ہوتی اور نسبت کمالات نبوت اپنی وسعت کی انتہا اور کثرت انوار سے جلوہ گر ہوتی۔ اور اس حدیث

شریف کے العلماء، ہم ورثۃ الانبیاء (۴) علیہم السلام (علماء انبیائی کرام کے وارث ہیں) کے معنی واضح ہو گئے۔ آپ شیخ الحدیث اور از روی صحبت میرے مدیر ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر بیس سال تک آپ سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل کیے ہیں (۵)

حضرت خواجہ محمد زبیر کی وفات کے بعد جو کہ قطب ارشاد تھے، شیخ محمد اعظم (۶) غلیفہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ [۲۶] نے کہا کہ مرتبہ قلیت حضرت خواجہ محمد زبیر سے مجھ میں منتقل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد کی نہر جو ان کے سینے میں جاری تھی اب مجھ میں رواں ہو گئی ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ان کا منہ تو دیکھو! وہ مرتبہ تو مرزا جان جانان کو عنایت ہوا ہے جو کہ اس وقت ان کے طریقہ کے مدار ہیں۔ ان کی خدمت میں طالبوں کی کثرت رجوع اس مدعا کی دلیل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کے اصحاب مقامات ارفعہ پر فائز ہیں اور ان کا افاضہ ہر روز ترقی پذیر ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت حاجی محمد افضل کے حضور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صحرا جو کہ آگ سے بھرا ہوا ہے۔ اور کُن اس آگ کے اندر ہے۔ اور رام چندر اس آگ کے کنارے کھڑا ہے۔ کسی شخص نے اس خواب کی تعبیر میں کہا کہ کُن اور رام چندر جو کہ کفار کے بڑے تھے انہیں دوزخ کی آگ میں مذاب ہو رہا ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر اور ہے وہ یہ کہ سابقین میں سے کسی معین شخص پر کفر کا فتویٰ دینا جس کے بارے میں شرع خاموش ہو۔ جائز نہیں ہے۔ کتاب و سنت ان دونوں کے احوال سے ساکت ہیں۔ اور اس آیت شریفہ "و ان من امة الا اخلا فیہا نذیر" (۷) (ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوف خدا دلانے والا ہوا ہے) سے ظاہر ہے کہ اس قوم (جماعت) میں بھی کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا گزرا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے ولی یا نبی ہونے کا احتمال ہے۔ (۸)

تخلیق کائنات کے وقت رام چندر کو جن پیدا کیا گیا۔ اس وقت عمر دراز اور طاقت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ وہ اہل زمانہ کو سلوک کی نسبت سے تربیت کرتا تھا۔ اور کُن ان میں سے آخری بزرگ ہے۔ اس کے زمانے میں پہلے کی نسبت عمر کم اور طاقت میں ضعف آگیا تھا۔ اور وہ اہل زمانہ کو نسبت جذبی سے ہدایت کرتا تھا۔ غنا و

سماع جو اس سے بکثرت منقول ہیں، اس کے ذوق و شوق نسبت جذبہ کی دلیل ہے۔
 میں حرارت نسبت عشق و محبت جو صحرا میں آتش کی مانند نمودار ہوئی وہ کفن کے
 استغراق محبت کی کیفیت تھی۔ اس لیے اسے آگ کے اندر دکھایا گیا ہے۔ اور رام
 چندر جو کہ راہ سلوک پر تھا اسے اس کے کنارے پر دکھایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بہت پسند کیا اور اس تعبیر سے
 خوش ہوئے۔ فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غلطاء
 میں سے ابو صالح خان متھرا گئے تو انہیں ایک ایسی ضرورت پیش آئی جو سات روپے
 میں پوری ہو سکتی تھی۔ ایک شب وہ نماز تہجد میں مصروف تھے ایک شخص جس کی
 محل ہندوؤں کی بیان کردہ ہنیت کفن کے مطابق تھی ظاہر ہوا اور سلام کر کے رقم
 پیش کی۔ میں نے کہا (اشارہ کیا) فہر! میں نماز سے فارغ ہو جاؤں۔ نماز کے بعد
 میں نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کفن اور یہ سات روپے آپ کی نذر ہیں
 کہ آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں محمدی (مسلمان) ہوں
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مہینبر، میرا وسیلہ اور میری حاجت کی
 برآری کے لیے کافی ہیں۔ میں بے گلوں کا یہ قول نہیں کرتا۔ کفن نے روتے
 ہوئے کہا کہ نبی [۲۷] آخر الزمان [صلی اللہ علیہ وسلم] کے اوصاف، احوال اور آپ
 کی اتباع کے بارے میں میں نے جو سنا تھا اس سے زیادہ میں نے (آج) مشاہدہ کیا
 ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حاجی صاحب کی نسبت شریف میں وحدانیت کا عبور [بے
 رنگی] اور لطافت (ایسی) تھی۔ کہ ارباب ولایت اس کے ادراک سے عاجز تھے۔
 ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو فرمایا کہ آج میری محفل میں
 حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا (کہ
 اتنے میں) ان کے اصحاب میں سے ایک اور شخص بھی آگیا۔ دونوں نے مراقبہ کیا اور
 آپس میں گفتگو کی کہ میرے اور تمہارے باطن میں نسبت اور کیفیات ظاہر ہیں۔
 لیکن حضرت حاجی صاحب کے باطن پر ہم نے نظر عمیق ڈالی تو کچھ بھی ظاہر نہ ہوا۔
 میں (حضرت مظہر) نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے حضرت محمد زبیر کے پیروں اور
 حضرت شیخ عبدالاحد (رحمۃ اللہ علیہما) سے ساہا سال تک نسبت باطنی کا کسب کیا
 ہے (اس لیے آپ میں) جو نسبت "ہبات علوی" اور لطافت پیدا ہوئی ہے۔ کمزور

نسبت والے ان مقامات عالیہ کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں ؟ اور معاملہ کی حقیقت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ؟ ان لوگوں کو (عام) نسبت ذوق و شوق کی حرارت کا احساس ہو سکتا ہے ۔ پس کارخانہ نسبت فائدان احمدیہ (مجددیہ) صوفیہ کے متعارف طریقہ سے ماورا ہے ۔ اور کمالات الہیہ کا ظہور ان میں پراگندہ ہے اور ان کی عقل کے اعطاء سے مبرا ہے ۔ جیسا کہ (قرآن پاک میں) آیا ہے ۔ لایحیون بہ علما (۹) (ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا)۔

میری اس تقریر پر غوشی کا اظہار فرمایا ۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب پر فنا و نیستی غالب تھی ۔ لوگوں کی لغزوں کی مقول تاویل کر کے انہیں معذور قرار دیتے تھے ۔

مجھے یہ نصیحت حضرت سے ہی حاصل ہوئی ہے ۔ اور اس قسم کے بہت سے فوائد کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے ۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے پانچویں فصل کا ماضیہ نمبر ۴ ملاحظہ کریں۔
- ۲- حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء)۔
- ۳- حضرت خواجہ محمد زبیر کے چار فرزند تھے۔ یہاں اس فرزند کا نام نہیں لکھا گیا جن سے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے استفادہ کیا۔ خواجہ زبیر کے فرزندوں میں سے خواجہ عزیز فرزند کلان تھے۔ ممکن ہے ان سے حضرت مظہر ملے ہوں۔ (خواجہ محمد زبیر کے حالات اور اولاد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ روضۃ القیومیہ، رکن چہارم، ص ۲۷۷)۔
- ۴- فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۳۰۱ لفظ ”ہم“ متون حدیث میں نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: ابو داؤد (علم ۱)۔ ابن ماجہ (مقدمہ ۱۷)۔ دارمی (مقدمہ ۲۲)۔ مسند احمد بن حنبل ۱۹۶/۵ (بحوالہ المجم المفسر ۲/۲۲۱)۔
- ۵- تفصیل کے لیے دیکھیے حواشی (فصل سوم)۔
- ۶- شیخ محمد اعظم کے حالات فصل سوم کے حواشی میں ملاحظہ کریں۔
- ۷- القرآن (فاطر) ۲۲/۲۵: ”یہاں متن مقامات مہری میں سو کلمات سے ”امت“ کی بجائے ”قریۃ“ لکھا گیا ہے جبکہ اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔
- ۸- یاد رہے یہاں حضرت مظہر نے رام چندر اور کشن کے ولی یا نبی ہونے کا قیاس کیا ہے۔ عصر حاضر کے بعض محققین خصوصاً ڈاکٹر محمد عمر نے نامعلوم اس قیاس کو حضرت مظہر کا عقیدہ قرار دیتے ہوئے کیوں کہ دیا ہے کہ آپ انہیں نبیوں کا درجہ دیتے تھے۔ (برہان، دہلی، جون ۱۹۶۸ء، ص ۲۸۳)۔
- تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب ہذا تحت عنوان حضرت مظہر اور ہندو مت۔ نیز مکتوب ۳۳ خاں مقامات مہری۔
- ۹- القرآن (طہ) ۲۰/۱۱۰۔

حضرت میرزا مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ

آپ فرماتے تھے کہ میں نے جناب حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ کا فیض حاصل کرنے کے لیے درخواست کی تو استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ استخارہ سے "ہو المراد" معلوم ہوا۔ میں نے صحبت کا التزام کیا اور کفش برداری کی خدمت اختیار کی۔ اس خدمت کی برکت سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔ اور ہر روز باطنی انوار میں ترقی محسوس کرتا تھا۔ اور نسبت میں وسعت زیادہ ہو گئی۔ حضرت حافظ صاحب کبرنی کے صنف کی وجہ سے جب کہ آپ کی عمر اسی سال سے زیادہ ہو گئی تھی، طالبوں کے حال پر توجہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب صبح کے وقت کلام اللہ کا ایک سیپارہ پڑھتے تھے۔ اور استفادہ کرنے والے ان کے گرد حلقہ بنا لیتے تھے۔ اور قرآن مجید کے سننے سے ترقی کرتے تھے۔ اس طرح میں نے بارہ سال تک آپ کی صحبت مبارک کے فیوض سے استفادہ کیا۔ اور اپنے حال میں بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا (یہاں تک کہ) آپ اپنے مریدین کے (باطنی) احوال مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں جو کچھ عرض کرتا اس کی تصدیق فرماتے [۲۸] تھے۔ اور اپنے اصحاب کی تربیت کے لیے مجھے حکم فرماتے کہ انہیں مسائل شریعت و طریقت کی تعلیم کرو۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاں صلحاء کا مجمع تھا۔ حضرت خواجہ محمد ناصر (۱) (عندلیب) رحمۃ اللہ علیہ بھی آئے ہوئے تھے۔ احوال نسبت کی دریافت کے لیے حضرت نے ان کے احوال پر توجہ کی تو میں نے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

ہر کس کہ دید روی تو پوچھیدہ چشم من

کاری کہ کرد دیدہ بابی بصر نکرد (۲)

تو فرمایا کہ ان کی نسبت انتہائی لطافت و قوت کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ اور ان کے کلمات انوار سورج کی مثل قیمت کو دور کرنے والے ہیں۔ جس کے بیان کی حاجت

نہیں ہے۔

حضرت میرزا صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک امیر جو کہ ہمارا ارادت مند تھا، کے لشکر کی نگہبانی کے لیے جسے دشمنوں کے ساتھ مہم درپیش تھی، لشکر کی حفاظت کے لیے دعائے حزب البحر پڑھی تاکہ اسے فتح حاصل ہو سکے۔ اور حضرت حافظ صاحب اور میران کبار کی باطنی امداد سے لشکر محفوظ اور فتح مند رہا۔ اور دشمن پشیمانی کے ساتھ فرار ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سے میرے استفادہ کے بعد خلق کثیر نے رجوع کیا۔ امراء و اغنیاء بڑی کثرت سے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

نواب خاں فیروز جنگ (۲) بھی آپ سے بیعت ارادت رکھتے تھے۔ وہ کب فیض کے لیے ہر روز جمعیت حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں بہت درویش جمع ہوتے تھے۔ اسی (۸۰) افراد ہر روز آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے اور وظیفہ عوارض تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت اظہار کلمۃ الخیر اور سخاوت (سخاوتی رفقت بنام امراء) کرنے میں بہت مصروف رہتے تھے۔ (یہاں تک کہ) حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لیے امراء کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ارادت مند حضرت کی اجازت کے بغیر کسی مزار کی زیارت کے لیے چلا جاتا تو آپ کو بہت غیرت آتی تھی اور وہ اپنے باطن میں فخر محسوس کرنے لگتا اور جب تک عذر نہ کرتا اس کی نسبت درست نہیں ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ایک روز عرض کیا اس طریقہ میں ترقی کا مدار مرشد کی توجہ پر ہے۔ اور آپ نے ساہا مجھے صرف ایک ہی توجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن میرے دل میں ہمیشہ اس (مزید ترقی) سعادت کی آرزو رہی ہے۔ میری جرات پر آپ میں بڑا تغیر رونما ہوا اور میرے ظاہر و باطن میں عاصا تغیر پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں تین ماہ تک بیمار رہا آخر جب آپ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں روبہ صحت ہوا اور میری نسبت بحال ہوئی۔

آپ فرماتے تھے چوں کہ بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے طالبوں کے حال پر توجہ نہیں فرما سکتے تھے۔ اس لیے میں نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔ اور حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہا حافظ صاحب کے علیہ شیخ مصطفیٰ اللہ (۲) نے یہ خبر پہنچا دی۔ آپ کے دل میں (میرے

بارے میں) ملل پیدا ہو گیا - [۲۹] فرمایا کہ تم نے یہاں فیوض و برکات و تاثیرات میں کیا دیکھ کر دوسری جگہ رجوع کیا ؟ میں نے عرض کیا - کہ میرا مقصود ذات خدا اور نسبت علیا کے سوا کچھ نہیں ہے - اور ان کا حصول توجہات علیہ پر موقوف ہے - اور آپ جسانی ضعف و ناتوانی کے سبب ایسا نہیں کر سکتے اس لیے میں نے آپ کے بھائیوں میں سے ایک کی طرف رجوع کیا ہے - اور میرا اخلاص و بندگی راسخ ہے - لیکن اس عرض داشت کے باوجود آپ کا ملل رفع نہ ہو سکا - آپ کی وفات کے بعد میں آپ کے مزار پر حاضر ہوا تو انہیں ناغوش پایا (یہاں تک کہ) مجھ سے روگرداں ہو گئے - کئی سالوں کے بعد صبغۃ اللہ نے مجھے بشارت دی کہ حضرت نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ ہم میرزا صاحب سے راضی ہیں جو کچھ انہوں نے اختیار کیا وہی ہدای مرضی تھی - تو میں شکر کے سجدے بجا لایا کہ اہل حقوق کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے - سبحانہ -

فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت محمد زبیر کے اصحاب میں سے ایک نے ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے آپ کی روح کو ناغوش پایا بلکہ انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی - اس نے حضرت شیخ کی پناہ چاہی تو حضرت محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا کہ ناغوشی کس بات پر ہے ؟ کہ طلب حق کے لیے ایک شخص نے آپ کے خاندان ہی کے ایک فرد سے رجوع کیا ہے - اسے معذور جاننا چاہیے -

شیخ جلال پانی پتی (۴) رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیعت کی - تو اس نے خواب میں کہا کہ حضرت (جلال پانی پتی) فرماتے ہیں کہ تو نقشبندی کیوں ہو گیا ہے اور میرا طریقہ کیوں چھوڑ دیا ہے ؟

یہ محض مزاج کی رنجشیں ہیں - حالانکہ بعض مرشدوں نے اپنے مستفیدوں کو دوسرے بزرگوں کے پاس بھیجا ہے - چنانچہ ہمارے حضرت نے اپنے پیر کے حکم سے اکابر سے استفادہ کیا ہے - جس کسی نے جس بزرگ کے پاس نفع زیادہ دیکھا یا اشغال طریقہ سکھے اور کوشش کی اور وہ اپنے پیر کی خدمت بجا لایا ، تو اگر اسے مقصود حاصل نہ ہوا یا بعد مسافت اور دوری کی وجہ سے طالب استفادہ سے معذور ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ دوسرے شیخ کے پاس جانے - اور فیض الہی سے محروم نہ رہے -

فرماتے تھے کہ ایک شب خواب میں ' میں نے بہشت کو دیکھا ناگاہ وہاں انبیاء

علیم السلام کی جماعت نمودار ہوئی ۔ اور حضرت حافظ صاحب ان اکابر کے آگے آگے جا رہے تھے ۔ مجھے تعجب ہوا کہ آپ کے اس طرح آگے چلنے کی کیا وجہ ہے ؟ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے منیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہیں اور وہ آئیناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں ۔

حواشی

۱۔ ر۔ ک۔ بہ مقدمہ کتاب ہذا ص ۱۱۶۔

۲۔ حافظ دیوان (طبع ممبئی، ص ۷۹) میں یہ شعر اس طرح ہے:

ہر کس کہ دیدہ روی تو بوسید چشم من

کاری کہ کرد دیدہ من بی نظر نکرد

(ترجمہ) جس نے تیرے پھرے کو دیکھا اس نے میری آنکھ چوم لی، آنکھ نے وہ کام کیا جو میں کم نظر نے نہ کیا۔

۳۔ ر۔ ک۔ بہ فصل سوم، حاشیہ نمبر ۱۷۔

۴۔ شیخ محمد بن محمود جلال الدین محمود پانی پتی (ف ۷۶۵ ھ) حقب بہ کتبہ الاولیاء، شیخ محمد

الدین ترک پانی پتی کے مانشین تھے۔ انہیں بڑی مقبولیت ہوئی (معارج الولایت،

قلمی، ورق ۱۹۴ ب)۔ ان کے معہور خطباء میں شیخ احمد عبدالحی ردو لوی قابل ذکر ہیں۔

حضرت مظهر کے نامور خلیفہ کاظمی، اماء اللہ پانی پتی، انہی شیخ جلال پانی پتی کی اولاد میں

سے تھے (مدیقتہ الاولیاء، ص ۸۶-۸۷۔ سیر الاقطاب، ص ۱۹۷-۲۱۵)۔

آپ کا حضرت شیخ محمد عابد سے استفادہ

آپ فرماتے تھے اس مقام کے ولایات مملہ [۳۰] 'کیفیات' علوم اور واردات فضل الہی بے حضرت سید (نور محمد بدایونی) قدس سرہ سے حاصل ہو گئے اور کمالات مملہ و حقائق سبہ وغیرہ کا سات سال تک حضرت شیخ سے کسب کیا ۔ اس کے بعد اول سے آخر تک دوسری مرتبہ ایک سال کی سیر مرادی میں مجمع مقامات سے گزر ہوا ۔ اور ہر مقام کی کیفیات و حالات کو نئی قوت ملی ۔ اور مقامات عالیہ مجددیہ میں جو ذکر کیفیات ہے ' حاصل ہوا ۔ فرماتے تھے کہ واردات توحید کے عبور سے اذواق و اشواق کا حاصل ہونا ولایات میں تھا ۔ ان مقامات میں تمام احوال و مواجید زائل ہو گئے اور عشق و محبت کا جوش و زروش جو کہ تجلیات صفت کا متقاضی ہے ' تجلیات ذاتی میں فنا ہو گیا ۔ فقر اور عبودیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا ۔ اور نسبت عینیت و اتحاد با رابطہ قللیت (۱) جو کہ دنیا کو اس کے بنانے والے کے ساتھ ثابت کرتے ہیں ' حضرت ذات پاک کے غایت تنزیہ سے مسلوک ہو گئی ۔ یہ تمام شعبہ سکر محال کے طلبے کی وجہ سے تھے ۔ اس مرتبہ میں نسبت کے بغیر (مقام) بندگی حاصل نہیں ہوتا ۔ مال للتراب و رب الارباب (مٹی اور رب الارباب میں کیا نسبت !) ۔

اس مقام کے حقائق و معارف (دراصل) عقائد حقہ اسلام ' شریعت اور احکام ہیں اور اس میں یقین ' اتصال بے کیف ' احوال بے رنگ اور طائف نسبت کی فوری ضرورت ہوتی ہے ۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات میں بیان فرماتے ہیں کہ ان مقامات کے ہر مرتبہ میں بے کیفی و بے رنگی حاصل ہونی اور مقامات سافلہ میں فیوض کا ورود بڑے بڑے قطرات والی بارش کی مثل تھا جو اس مقام پر لطیف ہو گیا اور آخر میں شبنم کی چٹل اختیار کر گیا ۔

آنحضرت (شیخ محمد عابد) کی توجہات کی برکت میں چونکہ نہایت سیرنگی ہے ۔ اس لیے ادراک میں بہت کم آتی ہیں ۔ بلکہ احوال کے آخر میں آپ کی صحبت شریف میں ایک خاص اسلوب کی صفائی حاصل ہو گئی اور کسی قسم کا ذوق اور کیفیت باقی نہیں رہی ۔ کیفیات کی عدم دریافت کے بارے میں میں نے حضرت سے سوال کیا تو

فرمایا کہ اس کے بارے میں اندیشہ کو راہ نہیں دینی چاہیے اس میں فیضان الہی مسلسل پہنچتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنی نہایت بے رنگی کی وجہ سے ادراک میں نہیں آسکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک حوض پر نالے سے بھر رہا ہو جب تک وہ غلی رہے گا آواز آتی رہے گی اور پانی کا احساس ہوگا اور جب بھر جانے کا اور پانی پر نالے تک پہنچ جانے کا تو پھر اس میں جو پانی گرے گا اس کی آواز نہیں آئے گی۔

آپ فرماتے تھے حضرت یحییٰ کی توجہ سے (میری) باطنی نسبت میں اتنی وسعت پیدا ہو گئی کہ نظر کشنی اس کے ادراک سے عاجز تھی اور تسلیک مقامات طریقہ کی ایسی قوت حاصل ہوئی تھی جس کا اعداد محض خود بینی اور فخر کرنا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت یحییٰ میرے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہو سکی تھی، مجھے اپنی صمیمیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ [۲۱] اور مجھے اپنے فیوض و برکات میں شریک کر کے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رات ہم پر جن کلمات جدیدہ اور فیوض تازہ کا احسان کیا ہے ان کو ساتھ تمام کلمات و واردات پر ترجیح حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا ابھی یہ بات باقی تھی کہ ان تمام تفضلات الہیہ جو آپ کے باطن پر ہونے بندہ کو بھی آپ کے توسل اتحاد و محبت سے اپنے باطن میں عجیب احوال کا احساس ہوا۔ فرمایا تم سچ کہتے ہو تمہیں میرا مضمیٰ بنایا گیا ہے، قدرت کا ہر عطیہ و کرامت جس سے مجھے نوازا گیا ہے، اس کا بہت بڑا حصہ اور حظ کامل تمہیں بھی حاصل ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو چند اعزاز سے ممتاز کیا تھا۔ ایک یہ کہ کبریٰ کی صمیمیت جو کہ بہت عالی مقام ہے اور یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مختص ہے۔ چنانچہ یہ حدیث شریف ان معانی پر دلالت کرتی ہے:

ماصب اللہ فی صدری شیاً الا صبیہ فی صدر ابی بکر (۲)

(اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی میرے سینے میں ڈالی، میں نے وہ

ابو بکر کے سینے میں ڈال دی)۔

دوسرے یہ کہ جو کوئی بھی حضرت کی قبر کے جوار میں دفن ہوگا جہاں تک حضرت کی نظر کام کرے گی وہ بخشا جائے گا۔ سوم جو کوئی حضرت کو دیکھے گا وہ بھی بخشا جائے گا۔ چہارم آپ کی سیر کو مرادی بنا دیا گیا تھا۔ پنجم یہ اہام ہوا کہ اس وقت آپ کے حلقہ پر تجلی ذاتی فائض ہے۔ میں (میرزا مظہر) نے عرض کیا کہ

الحمد للہ فقیر بھی اس حلقہ میں حاضر ہے تو فرمایا کہ تمہاری سیر کو بھی مرادی بنا دیا گیا ہے۔ تمہارے حلقہ پر بھی تجلی ذاتی وارد ہے۔ اس عطیے کا شکر بجالانا چاہیے۔

آپ فرماتے تھے میں نے عائدانِ قادری میں اجازت کے لیے عرض کی تو فرمایا ہم تمہیں اس عائدان کی اجازت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلاتے ہیں۔ اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کے حکم کے موجب مراقبہ کیا تو دیکھا کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ عالی میں اصحابِ عظام اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہیں۔ حضرت یحییٰ نے جناب مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مرزا جانِ جانان عائدانِ قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں۔ فرمایا کہ اس امر میں سید عبدالقادر سے رجوع کرو۔ پس انہوں نے حضرت یحییٰ کے اتھاس کو قبول کر کے بندہ کو فرقہ تبرکاً عطا کیا اور اجازت سے ممتاز کیا اور مجھے اپنے باطن میں نسبتِ شریفہ قادریہ کے حالات و برکت کا احساس ہوا اور میرا سینہ اس کے انوار سے لبریز ہو گیا۔ نقشبندی نسبت میں احمال (وارفتگی) اور ربودی (شیفتگی) بہت ہے اور قادری نسبت میں صفا اور انوار کی پمک ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت یحییٰ [۲۲] نے مجھے طریقہ قادریہ، چشتیہ اور سروردیہ کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی نسبت سے ہمیں نسبتِ چشتیہ ملی ہے۔ فرماتے تھے کہ بعض اوکات عائدانِ چشتیہ کی نسبت کا جب غور ہوتا ہے تو سماعِ لہجہ لگتا ہے اور عشق و محبت کا سوز و گداز جو کہ اس کے اکابر کی نسبت کا لازمہ ہے۔ میرے باطن کے رنگ پر غالب آ جاتا ہے۔ ایک شب فقیر راقم (شاہِ غلام علی) عشاء کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور خلوت تھی کہ غایتِ کیفیات و حالات میں حضرت (میرزا مظہر) تنہا لگتا رہے تھے۔ اور انتہائی گریہ طاری تھا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا کہ اس وقت چشتی بزرگمن رحمۃ اللہ علیہم کا غور تھا۔

فرماتے تھے حضرت حافظ سعد اللہ کی وکالت کے بعد نواب خان فیروز جنگ (۲) نے آرزو کی کہ وہ حضرت یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرے۔ بندہ (حضرت مظہر) نے حضرت کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا تو نہایت رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ

کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہماری خانقاہ بھی حضرت حافظ سعد اللہ کی مثل بے برکت ہو جائے۔ اہل دنیا کا قدم منحوس ہے اور باطن کے لیے بے برکتی کا باعث بن جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک روز کسی نے آپ کے حضور میں کہا کہ خلاص دنیا دار بڑا دولت مند ہے۔ فرمانے لگے یہ لوگ بھی محتاج ہی ہیں۔ دولت و نعمت سرمدی صرف "ارباب نسبت مع اللہ" ہی کو حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الغنی غنی النفس (۴) (اصل دولت مندی نفس کی بے نیازی ہے)۔ صلی اللہ علیہ وسلم بارک وسلم۔

www.kitabghar.org

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے: ضمیمہ چہارم کتاب ہذا۔
 - ۲- اشعہ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طبع سکھر، پاکستان ۴/۳۲-۶۳۴۔
 - ۳- تفصیل اس سے پہلے حواشی (فصل سوم، ماہیہ نمبر ۱۷) میں تحریر کی جا چکی ہے۔
 - ۴- مسلم (باب فضل قناعت) ۱/۲۵۶- نیز ملاحظہ ہو:
- بخاری (رقائق ۱۵)، ترمذی (زہد ۴۰)، ابن ماجہ (زہد ۹)، مسند احمد بن حنبل ۲/۲۳۳- و
 بہ بعد (محوالہ المعجم المفہرس ۱۷/۵)۔

نویں فصل

ان مقدمات کا بیان جو اہل زمانہ پر آپ کی علو شان واضح کرتے ہیں

آپ فرماتے تھے کہ فارسی قواعد وغیرہ کے رسائل میں نے اپنے والد ماجد سے پڑھے اور کلام اللہ تباری عبدالرسول (۱) سے اور علم تجوید و قرأت کی بھی ان سے سند لی۔ مروجہ علم مقبول و منقول کی تحصیل اس وقت کے علماء سے کی۔ والد ماجد کی وفات (۲) کے ناگزیر واقعہ کے بعد حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ سے کئی علوم کی کتب مبسوطہ پڑھیں۔ علم حدیث و تفسیر کے اسناد بھی آپ ہی سے حاصل کیں۔ تحصیل علوم کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنا وہ متبرک کلاہ جو کہ آپ نے پندرہ سال تک اپنے عمامہ کے نیچے پہنا تھا، مجھے عنایت فرمایا۔ رات کے وقت میں نے اس کلاہ شریف کو سخت گرم پانی میں ڈالا اور صبح سویرے جب کہ اس کا رنگ شربت مغز فلوس (امٹاس کا گودا) سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا تو میں نے پی لیا۔ جس کی برکت سے ذہن رسا اور طبع ذکا پیدا ہو گئی، کہ کوئی مشکل کتاب، مشکل نہ رہی۔ مدت دراز تک طالبوں کو علم ظاہری کا درس دیا۔ آخر جب باطنی نسبت کا غلبہ ہوا تو کتاب کا شغل ترک کر دیا۔

فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے [۲۲] غیب سے پکارا مجھے تم سے بہت سے کام لینا ہیں۔ ہدایت خلق اور اشاعت طریقہ سے تمہارا وجود وابستہ ہے۔ اسی لیے اکادہ کے وقت باطنی نسبت کے انوار سے صریح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کام کے لیے غیب سے تائید و قوت پہنچ رہی ہے۔ اور میرا وجود درمیان نہیں ہے:

دو دہان داریم گویا بھونے

یک دہان مہماں است در لب ہای وی

فرماتے تھے کہ فقیر "ابراہیمی المشرب" تھا (علیہ السلام) حضرت شیخ نے باطنی تصرف سے "محمدی المشرب" (علیہ السلام) بنا دیا۔ فرماتے تھے کہ ان ایام میں جب کہ

آپ نے مجھے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی اور اس مقام عالی کے انوار میں جب فنا حاصل ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مقابل تشریف فرما ہیں پھر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری جگہ تشریف فرما ہیں ' اور پھر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نشت مبارک پر میں بیٹھا ہوا ہوں پھر دیکھا کہ ہر دو نشستوں پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ' پھر دیکھا کہ ان دونوں جگہوں پر میں ہی بیٹھا ہوا ہوں - یہ فنا و بقا جو "حقیقۃ الحقائق" صلی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات میں آپ کو حاصل ہوئی آپ (حضرت میرزا مظهر) کے علوشان پر دلالت کرتی ہے -

فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت یحٰی کی خدمت میں حاضر تھا میرے بارے میں فرمانے لگے - دو آفتاب ایک دوسرے کے مقابل نکلے ہیں - ان کے انوار کی غایت ہمک کی وجہ سے ایک دوسرے میں امتیاز باقی نہیں رہا اگر یہ طالبانِ خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں تو ایک دنیا کو منور کر دیں -

فرماتے تھے کہ ایک روز انتہائی تواضع (انکساری) کے عالم میں میرے زانو کو بوسہ دیا - اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں ان کی محل کوئی نہیں ہے - ایک روز (حضرت یحٰی) فرمانے لگے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں جو نہایت محبت ہے اس کی وجہ سے طریقہ کی ترویج تم سے ہوگی - جناب الہی سے تمہیں ہمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے -

فرماتے تھے کہ حضرت یحٰی نے اپنے بعض اصحاب برائے تربیت میرے حوالے کر رکھے تھے (۲) میں انہیں مقاماتِ طریقہ کی نہایت تک پہنچا کر حضرت کی خدمت میں لے گیا - تو فرمایا کہ ان کے حالات و کیفیات مقام جو انہوں نے تم سے حاصل کیے ہیں صحیح ہیں اور اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کے موافق ہیں - فالحمد للہ وسمکُم اللہ -

فرماتے تھے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے مشائخِ کرام رحمۃ اللہ علیہم ' خصوصاً حضرت سید (نور محمد بدایونی) اور حضرت یحٰی (محمد عابد سنائی) کی محبت و روض عطا کیا - اگرچہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت (مزار مبارک) کا شرف حاصل نہیں ہو سکا - لیکن بہت شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نائبین کی محبت کی سعادت حاصل ہو گئی - اور عمرہ

حیات فاطر خواہ حاصل ہوا۔ ان اکابر نے از روئے بندہ نوازی فقیر کی توقیر و عزت بندہ کی حیثیت [۳۴] سے زیادہ کی ہے۔

ایک روز حضرت سید (نور محمد بدایونی) نے میرے جوتے سیدھے کیے، فرمایا کہ تمہیں جناب الہی میں قبول تمام حاصل ہے۔ حضرت حاجی محمد افضل میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے، کہ میں تمہاری نسبت کی تعظیم کرتا ہوں۔ دوبارہ فرمانے لگے۔ کثر اللہ املاکم (تم جیسوں کو خدا اور زیادہ کرے) حضرت حافظ سعد اللہ میری بہت تکریم کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم تمہیں اپنے قبہ گاہ (مرشد) کی بجائے خیال کرتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک بار ایک صاحب زادہ (میرا سعد اللہ) سر بند جا رہا تھا، تو میں نے اس سے کہا کہ آپ میرا سلام نیاز حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کہہ دیں۔ اس نے آکر اطلاع دی کہ جب تمہارا سلام مزار مبارک پر جا کر عرض کیا تو حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنا سر سینہ تک مزار سے باہر نکال کر کمال انبساط و اشتیاق سے فرمایا کہ کون میرزا؟ جو ہمارا دیوانہ و شفیق ہے! علیک و علیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکتہ صاحب زادہ صاحب نے کہا کہ مجھے کبھی حضرت مجدد قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا، لیکن آپ کے واسطے سے مجھے یہ سعادت نصیب ہو گئی۔ اور وہ میری تعظیم پہلے سے زیادہ کرنے لگے کہ تمہیں ہمارے جد امجد کا بہت زیادہ قرب و منزلت حاصل ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کشف صحیح عطا کیا ہے کہ روی زمین کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ (احوال) ہاتھ کی لکیروں کی طرح ہم پر عیاں ہیں۔ اس وقت حضرت میرزا جان جانان کی مثل دنیا کے کسی اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے، جسے مقامات سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جانے (۴)۔ چنانچہ ان کے حکم سے حضرت میرزا صاحب کی خدمت میں ان کے اصحاب (۵) استفادہ کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے میرزا صاحب کے لیے اپنے مکاتیب شریفہ میں اس طرح القاب لکھے ہیں:

متع السکین با فادات تقیم الطریقتہ الامدیہ و روی ریاض الطریقہ
توجہات نفس الزکیہ (۶)۔

(یعنی) ہوائے بزرگ اس تقیم طریقہ احمدیہ اور داعی سنن نبویہ

کو دیر تک مسلمانوں کو نفع پہنچانے اور مستفید کرنے کے لیے زندہ رکھے۔ اور حدائے عز و جل اس تقیم طریقہ امدنیہ خصوصاً اور طریقہ صوفیہ عموماً جو تجلی انواع مضائل سے آراستہ ہے کو دیر تک سلامت رکھ کر مختلف برکات سب لوگوں پر نازل کرے۔
 آمین (۷)۔

حاجی محمد فاخر (۸) جو کہ حدیث کے اکابر علماء میں سے تھے کہتے تھے کہ حضرت میرزا مظہر متابعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شان عظیم کے مالک ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک شب دیکھا کہ عراقی گھوڑا مع ساز ویراق (کامل ساز و سامان) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک پر کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جب میں اندر سے باہر آیا تو ہم کسی نے کہا کہ وہ گھوڑا میرزا جان جانان کا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضرت مظہر کا طریقہ اتباع سنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (پر مبنی) اور چارہ صراط ۱۳۵۱ مستقیم میں راسخ قدم ہے۔

مولوی مناء اللہ سنہ صلی (۹) نے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ کیا میرے پیرو مرشد میرزا صاحب کا طریقہ ترویج طریقت و تبلیغ احکام شریعت مقبول و محمود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مقدمہ کی تائید کی۔

شیخ محمد اعظم (۱۰) خلیفہ حضرت محمد افضل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ مجھے حضرت میرزا صاحب کے بارے میں یہ الہام ہوا ہے۔ "ہذا رجل لہ شان عظیم و لایقاس علیہ رجل اخر" (یہ ایک مرد عظیم الشان ہیں جن کی بزرگی کے برابر کوئی نہیں ہے) حضرت خواجہ میر درد (۱۱) فرماتے ہیں کہ میں آپ کے اصحاب میں سے جس کو دیکھتا ہوں وہ عزیزوں کی نسبت سے بہرہ یاب ہے۔ لیکن ان کے درجات و حالات و مقامات مختلف ہیں۔

حضرت شیخ عبدالعدل زبیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت طالبان خدا کا آپ کی خدمت میں اس قدر اجتماع ہوتا ہے کہ کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا۔ اور اس وقت آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب ہیں۔

حواشی

- ۱۔ قاری عبدالرسول کے حالات زندگی پیش نظر تافذ میں نہیں مل سکے۔
- ۲۔ حضرت مہر کے والد مرزا جان کا اشتغال ۱۱۳۰ھ کو ہوا گویا اسی سنہ کے بعد حضرت مہر حاجی صاحب سے منسلک ہوئے۔ (دیکھیے فصل چہارم کے حواشی)۔
- ۳۔ دیکھیے باب غلاء حضرت مہر (کتاب ہذا)۔
- ۴۔ نسیم اللہ ہزارچی: انعام الاکابر۔ مطبوعہ مطبع اسدی لکھنؤ ۱۳۹۱ھ ص ۲۴۔
- ۵۔ ان اصحاب کا ذکر کتاب حاضر کے باب غلاء حضرت مہر میں کیا جا چکا ہے۔
- ۶۔ شاہ ولی اللہ دہلوی: مکتوبات مشہورہ کلمات طیبات (مجتبائی) ص ۱۵۹، مکتوب نمبر ۲۔
- ۷۔ ایضاً، نمبر ۴۔
- ۸۔ شیخ محمد طاہر متخلص: زائر الہ آبادی (متوفی ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء) اس عہد کے نامور عالم، حقیقی، محدث، شیخ محمد افضل الہ آبادی کے مرید اور کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے درۃ التحقیق، قرۃ العینین فی اجابت رفع الیدین وغیرہ مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
- آزاد بلگرامی: سرو آزاد ص ۲۱۰-۲۱۹۔
- محمد حسین مراد آبادی: انوار العارفین ص ۴۶۵۔
- عبدالحی: تہذیب الخواطر ۶/۳۴۰۔
- رحمن علی: تذکرہ ص ۴۵۷۔
- ۹۔ ر۔ ک۔ احوال غلاء حضرت مہر، کتاب ہذا۔
- ۱۰۔ ر۔ ک۔ حواشی فصل سوم۔
- ۱۱۔ ر۔ ک۔ مقدمہ، کتاب ہذا ص ۱۱۶۔

حضرت میرزا مظهر کی تاثیرات صحبت شریفہ و توجہات علیہ کا بیان

حضرت میرزا مظهر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس آوارِ خدا سے محیط اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا مجمع تھی۔ وہاں نقشبندی نسبت کا حضور و استغراق تھا جس میں دل از خود شیفۂ ہوتے اور کادری حالات کی ہمک و صفائی کا اس محل پاک میں ظہور ہوتا تھا۔ اور (نسبت) چشتیہ کے اذواق و اشواق سے اس بزمِ معلیٰ میں محبتِ خدا بڑھتی تھی۔ نسبتِ ہایِ جدیدہ احمدیہ (نقشبندیہ) کی لطافت و بے رنگی اس مجمع مقدس میں وقت کو تازگی اور صفائی بخشتی تھی۔ آپ کا سکوت و مراقبہ ماسوا اللہ کے نقوش دلوں سے محو کرتا تھا۔ آپ کی گفتگو کا موضوع شریعت و طریقت اور باطنی نسبت کی کیفیات کے فوائد کا بیان تھا۔ نیز حدیث اور تفسیر کے ذکر نے میں صفائی و طمانیت کا احاطہ کر دیا تھا۔ اور ان مذکورات میں تجلی ذاتی کی نسبتوں کا پرتو تھا۔ انشاء و شعر نے ذوقِ بختا، کیوں کہ اس باب میں جو ذکر ہوا تمام اسی ذوق اور مال کا بھید تھا۔ مذکوراتِ محبتِ باطن مبارک میں تبدیلی کا باعث بن کر حوق کے آنسو آنکھوں سے جاری کرتے تھے۔ افسردگی، حرارت میں بدل جاتی تھی۔ صلحاء کی حکایات کا تذکرہ دلوں کو کیفیاتِ الہیہ سے سرشار کر دیتا تھا۔ علمی مسائل میں واضح تحقیقات کر کے لوگوں کی تسلی کرتے تھے۔ صوفیہ علیہ کے حقائق و معارف کی مکمل توضیح کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور اسرار کی باریکیاں سامعین کو دل نشین کراتے۔

آپ ہر دقیقہ کا حلالی بیان کر سکتے تھے اور عقدہ [۲۶] لا ینخل کی کافی کشائی فرماتے تھے۔ ان تمام کمالات کی وجہ سے جو آپ کی ذاتِ قدسی صحت میں جمع ہو گئے تھے، مقبولِ الہی ہو کر دنیا کے مقتدا بنے۔ اور اپنے چاروں مشائخ کے اشغال کے بعد ان عزیزوں کی مسندِ خلافت کو اپنے وجودِ مسعود سے آراستہ کیا۔ اس طریقہ علیہ کی ترویج اور قیام آپ کی ذاتِ مبارک کی وجہ سے ہوا۔ ہر طرف سے طالبانِ خدا نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت شیخ [محمد عابد سنائی] کے کبار اصحاب اور اس زمانہ

کے مشائخ سے فیض یافتہ (۱) لوگوں نے حضرت مظہر سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ علماء و صلحاء کسب فیوض الہی کے لیے آپ کے خانقاہ میں جمع ہونے لگے۔ اور آپ کے کمالات کا شہرہ ساری دنیا میں ہو گیا۔ ابتدائی احوال میں آپ کی توجہ شریف کے اثر سے لوگوں میں بے تابی پیدا ہوتی تھی۔ اور کمال استغراق سے بے خود ہو کر گر پڑتے۔ اور حرارت شوق دلوں کو راہ سلوک دکھاتی۔ جاذبہ محبت سے مقامات طے کرتے۔ آخری ایام میں آپ کے باطن میں لطافت و بے رنگی زیادہ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مستفیضان اپنے باطن میں مہمیت و اطمینان پا کر قرب کے درجات میں ترقی کرتے تھے۔ اور اسرار طریقت کی دریافت میں امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ ان میں سے بعض پر عالم مثال واضح ہوا اور بعض کو عالم ارواح سے مناسبت ہو گئی۔ بعض کو کشف کوئی، بعض کو کشف قبور، بعض کو اشرف غواطر (۲) حاصل ہوا۔ بعض کو انوار کے مشاہدے میں استغراق حاصل ہوا۔ بعض پر توحید و معرفت کے اسرار واضح ہوئے۔ بعض کو ان تمام مراتب سے مناسبت ہو گئی۔ کوئی ایسا بھی تھا کہ جو اپنی سیر مقامات الہیہ اور جو کچھ طریقہ احمدیہ میں مروج ہے اسے عیاں کرے۔ اور ہر مقام کے علوم و معارف اور حالات و واردات جدا جدا بیان کرے۔

اگرچہ حضرت کے اکثر مستفید مقامات طریقہ کا کشف نہیں رکھتے لیکن تمام (مستفیدان) ہر مقام کے حالات اور کیفیات و واردات اپنے باطن میں ذوق و وجدان کے ساتھ پاتے ہیں۔ اور مرتبہ فنا و بقا سے مشرف ہیں۔ مشاہدہ حق میں ان کو استغراق حاصل ہے۔ اور نسبت باطن کی وسعت اور مہمیت باطن میں ترقی اور دل و دماغ سے نفی غواطر میں ترقی کرتے ہیں۔ آپ کے طالبوں کو اوائل حال ہی میں تصفیہ و تزکیہ حاصل ہو جاتا۔ وہ اطاعت میں لذت و حلاوت اور بدعت و گناہ سے نفرت کرنے لگتے۔ ظاہر و باطن کے آداب اور آپ کی صحبت کے انوار و برکات سالکوں میں جو تہذیب نفوس پیدا کرتے تھے، وہ قدیم بزرگوں کے طالبوں کو شاید ہی حاصل ہو۔

مشائخ کرام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ فیض جو صرف آپ کی صحبت سے طالبان حق کو حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے مشائخ کی صرف ہمت و توجہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ ایک شخص [۲۷] آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مورد الطاف ہوا وہ

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ تو نے تو حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا ہے۔ کیوں کہ اس طریقہ کی نسبت کے انوار تیرے باطن میں موجود ہیں۔ اس نے کہا نہیں! میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ فرمایا:

آہن کہ بہ پارس آشنا شد فی انوار بہ صورت طلا شد (۳)
اسی طرح آپ کا ایک خادم جو حلقہ ذکر میں حاضر نہیں تھا، حضرت شیخ ۱ محمد مابدسنامی ۱ کے حضور حاضر ہوا۔ فرمایا کہ حضرت میرزا کی صحبت کے انوار و آثار تم میں پائے جاتے ہیں خدا کا شکر بجا لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر کو ارشاد اور الفاظ نسبت باطنی میں کمال قوت کراست فرمائی تھی۔

دور دراز کے مالک کے سالکان راہ (طریقت) آپ کی غائبانہ توجہات سے ترقی کر جاتے تھے۔ وہ حالات جو حاضرین حضور پر نور پر وارد ہوتے تھے وہی حالات مالک بعیدہ کے طالبان پر منکشف ہونے لگتے، چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ شاہ بھیک (۴) کابل میں دہلی سے آپ کی توجہات غائبانہ سے مقامات عالیہ اور واردات سامیہ کو پہنچے۔ اور اسی طرح دوسرے عزیز اپنے مقاصد پر فائز ہو چکے ہیں۔ حضرت میرزا مظہر بہ تقاضائے عمومی مالک کے ان لطائف کو جنہیں اس نے تاحال انجام تک نہ پہنچایا ہو اسے اس مقام سے عالی تر مقام پر بطریق طفرہ (۵) واصل کرتے۔ اس مقام کے حالت و کیفیات اسی توجہ سے اس میں الفاظ فرماتے تھے۔ تاکہ ہر مقام میں مناسبت پیدا کر کے بکثرت ذکر و مراقبہ سے کام انجام کو پہنچے اور مقامات عالیہ کے انوار و برکات سے بہرہ یاب ہو سکے۔

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان (۶) مقام جذبہ کی شورش و لے تابی کی وجہ سے ارباب حلقہ و ذکر کی معیت و طمانیت میں تشویش پیدا کرتے۔ آپ نے انہیں اصلی مقام پر جو اطمینان و تسکین باطن کا مقتضی تھا طفرہ فرمایا تو اس اضطراب و شورش کو فوراً تسکین میسر آئی۔ اور ان کی باطنی نسبت پر دوسرے طریقے سے حالات وارد ہونے لگے۔

آپ اپنی ہمت عالی سے تمام اوقات اس امر میں مصروف تھے کہ طریقہ احمدیہ (نقشبندیہ) دنیا میں مروج ہو اور دنیا کو نسبتہاں جدیدہ جو کہ طریقہ مجددیہ کے خصائص میں سے ہے منور کریں۔ فی الواقعہ آپ کی توجہات علیہ سے اکثر سالکان کو

وہ حالات و مقامات میسر آنے اور انہوں نے ان متعارف واردات و احوال سے گزر کر مقامات عالی میں ترقی کی۔ طالبانِ خدا کو حضرت سے جس قدر اخلاص تھا اتنا ہی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا موجب اور زیارت کا سبب بنتا۔ اور اسی اخلاص و محبت کی وجہ سے مقاماتِ جذب و اصطفا (۷) کی راہ میں ترقی ہوتی۔ ہزار ہا لوگ آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے دوامی ذکرِ خدا [۳۸] میں مشغول ہوئے۔ تقریباً دو سو افراد تعلیمِ طریقہ کی اجازت حاصل کر کے راہِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

پچاس افراد صرف انبالہ سے مقاماتِ احمدیہ کی نہایت کو پہنچ کر اربابِ طریقت کے مقتدا بنے۔ اس (سلسلہ) میں طریقہ کی اجازت 'مرتبہ دوام حضور' خانےِ قب' تہذیبِ اخلاق حاصل کیے بغیر اور اتباعِ سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور مقامِ اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفِ نفس کی فنا، لفظِ انا کی سالک کے وجود پر اطلاق کا زوال اور انوارِ نسبت کا تموج ہے۔ اور اصلی مرتبہ 'لطیفِ قب و نفس کی فنا و بقا شرف حاصل کرنے کے بعد عالمِ خلق کے لطائف کی تہذیب ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمالِ درجہ کا اطمینان اور اتباع "ہوالمجاہدہ" صلی اللہ علیہ وسلم" (۸) کا اتباع حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت دینا مجاز کو مفرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔

آپ کے خلفاء مختلف شہروں میں اس طریقہ کے مطابق مصروف ارشاد ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی ذات شریف کو اس طریقہ کے مقامات کی تسلیک کے (منصب) سے سرفراز فرمایا، کہ آپ تیس سال تک اپنے مشائخ سے انوار و برکاتِ طریقت و حقیقت حاصل کر کے کمال و تکمیل کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اور تیس سال سے زیادہ سالکِ راہِ مولیٰ کی تربیت میں مشغول رہ کر دنیا پر نیک آثار چھوڑ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حواشی

- ۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے بہت سے صاحب زادگان حضرت مہر سے منسلک ہو گئے تھے جن میں سے بعض کے حالات کتاب حاضر کے باب غلامانے حضرت مہر میں ملاحظہ کریں۔
- ۲۔ کشف قلوب (ر۔ ک۔ ضمیر فرہنگ اصطلاحات)۔
- ۳۔ لوہے کو جب پارس سے آگنی ہو جاتی ہے تو وہ فوراً سونا بن جاتا ہے۔
- ۴۔ ر۔ ک۔ باب غلامانے حضرت مہر (کتاب ہذا)۔
- ۵۔ ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام پر پہنچانا (صراح)۔
- ۶۔ ر۔ ک۔ کتاب حاضر باب غلامانے حضرت مہر۔
- ۷۔ خجہ کر لینا۔
- ۸۔ یعنی خواہش کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونے دین کے تابع ہونا۔

حضرت کے ترک وزہد اور دیگر

اوصاف کا بیان

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل کامل اور اصلی اصابت رائے عطا فرمائی ہے۔ امور سلطنت اور انتظام مملکت کا تدبیر (۱) اور ہر کسی کے حال کے مطابق ہر اچھے طریقے سے اسے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس لیے اس وقت کے امراء مجھ سے مہمت کے سلسلے میں صلح و مشورہ لے کر عمل کرتے ہیں (۲)۔ فرماتے تھے کہ والد کی تربیت کی برکت سے ہم ایک ہی نظر سے ہر کسی کو پہچان لیتے ہیں کہ اس میں آدمیت کا جوہر اور حوصلہ کس قسم کا ہے؟ اور لوگوں کی جبینوں پر ہم نور طریقت سے حرف سعادت یا شقاوت پڑھ لیتے ہیں کہ بہشتی ہے یا دوزخی۔

آپ کی ذات مبارک کمال درجہ کے زہد و توکل سے متصف تھی۔ دنیا و اہل دنیا سے بہت اشتغاف تھا۔ ان کے ہدیے بہت کم قبول فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ محمد شاہ بادشاہ نے وزیر قمر الدین خان (۳) کی زبانی کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک عطا کیا ہے۔ آپ جو چاہیں بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ آپ نے جواباً فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "قل متاع الدنیا قلیل" (۴) [۳۹] گویا سات ولایتوں کی دولت کو قلیل فرمایا ہے۔ تمہارے پاس اس قلیل کا صرف ساتواں حصہ یعنی ایک اقلیم ہندوستان ہے۔ تمہارے پاس دینے کے لیے رکھا ہی کیا ہے؟ کہ فقرا کا سر بہمت جھک سکے۔

ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ بنوا کر فقراء کے لیے وجہ معاش مہیا کی، اس نے حضرت سے عرض کیا تو اس کی درخواست قبول نہ ہوئی۔ فرمایا کہ چونکہ مکان بھوڑنا ہی ہے اس لیے مکان کا اپنا یا پرایا ہونا برابر ہے۔ اور روزی جو علم الہی میں مقرر ہے وقت مقررہ پر مل کر ہی رہے گی۔ فقراء کے لیے صبر و قناعت کا خزانہ کافی ہے۔

ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں آپ کندھے پر پرانی چادر اوڑھے ہوئے

تھے۔ وہاں نواب غلام فیروز جنگ (۵) بھی موجود تھا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی کتنی بدبختی ہے کہ جس بزرگ سے ہماری ارادت و بندگی ثابت ہے وہ ہمارا نیاز مند نہ تھو قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا:

ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی ما بہ چشم آبدہ آمد برہنہ پای ما
فقیر نے امراء سے نیاز نہ قبول کرنے کا روزہ رکھا ہے۔ اب جب کہ زندگی کا اقتتام ہے اگر روزہ توڑوں تو دس لاکھ روپیہ درکار ہوگا تب جا کر میرے ہمسایوں کی عورتوں کا چولہا گرم ہوگا (۶)۔

نواب نظام الملک (۷) تیس ہزار روپے نقد بطور نیاز لایا۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تو پھر کہا کہ حاجت مندوں میں ہی تقسیم فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا غنا ماں نہیں ہوں یہاں سے باہر جا کر اس کی تقسیم شروع کر دو گھر پہنچنے تک ختم ہو جانے گا۔

اسی طرح افغانوں کے ایک سردار نے تین سو اشرفیاں بھیجیں۔ تو آپ نے رد کر دیں۔ اور فرمایا کہ اگرچہ ہدیہ رد کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اسے لینے کو واجب بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اگر ہدیہ حلال ہونا چاہتے ہو تو اس کا لے لینا باعث برکت ہے۔

فقیر اپنے ان اصحاب سے جو اخلاص اور احتیاط کے ساتھ تحائف لاتے ہیں قبول کر لیتا ہے۔ لیکن امراء و اغنیاء جن کی دولت اکثر مشتبہ ہوتی ہے اور لوگوں کے حقوق ان سے متعلق ہوتے ہیں قیامت کے دن جن کے حساب سے عہدہ برآ ہونا دھوا ہے۔ چنانچہ بروایت ترمذی حدیث شریف میں ہے: لا یزول یوم القیمۃ قد ما ابن آدم حتی یشال عن نمس عن عمرہ فیما افناہ وعن حبابہ فیما ابلاہ وعن مالد من این اکتسبہ فیما افنقہ وماذا عمل فیما علم (۸)۔

اس لیے تحائف قبول کرنے میں تامل لازم ہے۔ ایک امیر نے آسموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے اسے رد کر دیا۔ اس نے دوبارہ بصد التجا بھیجے۔ آپ نے دو آسمے لیے باقی تمام واپس کر دیے کہ میرا دل ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسی وقت ایک باغ بان آپ کے حضور شکایت لے کر آیا کہ حلال امیر نے میرے ام جیرا لے لیے ہیں اور ان میں سے کچھ [۴۰] آپ کی خدمت میں بھیجے

ہیں ہمیں اس مظلوم کی حمایت کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ طاقت نا اندیش، مقصوبہ ہدیوں سے فقیر کا باطن تاریک کرنا چاہتے ہیں۔ تب اللہ عظیم۔

امراء کا کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ فرماتے تھے ان لوگوں کے طعام کی علمت باطن کو مدد کر دیتی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا ہے شرالطعام طعام الاغنيا (بدترین طعام امراء کا کھانا ہے) بلکہ آپ کو تو غرباء کی حیثیت قبول کرنے میں بھی تامل ہوتا تھا کیونکہ یہ لوگ بے سرو سامانی کی وجہ سے سود پر قرض لے کر حیثیتیں کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ روزہ اظہار کرنے کے وقت بیگانہ طعام دوستوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے کچھ خود بھی کھا لیا۔ نماز تراویح کے بعد فرمایا عزیزو! اپنے باطن کا حال تو بیان کرو کہ اس روٹی کے ٹکڑے نے باطنی نسبت پر کیا اثر کیا ہے۔ میں (شاہ غلام علی مولف ہذا) نے عرض کی کہ حضرت نے تو بھی تناول فرمایا ہے پہلے آپ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ میرا باطن تو اس سے تباہ و سیاہ ہو گیا تھا۔ نماز اور قرآن سننے کی برکت سے بحال ہوا ہے۔ میں نے پھر عرض کی کہ بے شک مشتبہ لغتہ نے آپ کے مبارک باطن اور دریائے انوار میں تغیر پیدا کر دیا تھا۔ ہم جیسے تنگ باطن کی غربانی احوال کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمانے لگے کہ لغتہ توفیق رفیق اور نور اطاعت میں احاطہ کرتا ہے۔ آپ نے فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی تھی اور صبر و قناعت کو پسند کر لیا تھا۔ تسلیم و رضا کو اپنی مرضی کی غاصیت کے مطابق بنا کر تھناتے موافق و نا موافق کے مطابق بنا لیا تھا۔ اور دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اللهم اجعل رزق آل محمد کفافا (۹) (اے اللہ آل محمد کی روزی بھر ضرورت بنا) بشریت کے لیے جو کچھ ضروری ہے اسی پر کفایت کرتے اور اپنے اصحاب کے لیے بھی یہی دعا کرتے تھے کہ وہ اس قدر دولت مند نہ ہوں کہ فضول خرچی کرنے لگیں اور نہ اس قدر مظلوم ہوں کہ نوبت قرض تک پہنچے۔ آپ ان میں سب سے زیادہ بے سرو سامان فرد تھے۔ اور موت کی تیاری وقت سے پہلے کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عبودیت کے مراتب اور حلقہ ذکر کے بعد باقی وقت کے انتظار میں گزرتا ہے۔ اب دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ اور نہ ہی دل کو لگاؤ رہا ہے۔ موت تحفہ الہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موجب ہے۔ ہر عمل میں آپ حدیث شریف کی بظرف راعب ہوتے۔ فرماتے تھے

کہ ہم نے اپنے اوقات اور اعمال سنت حضرت حبیب ہدا صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت حقہ کے مطابق درست کر لیے ہیں۔ جو کوئی ہمیں خلاف شرع عمل کرتے دیکھے اس پر وہ ہمیں منع کرے۔ لوگوں کو سنت رسول ہدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے۔ اور سر پر ہاتھ رکھنے یا جھکنے سے منع کرتے تھے۔ فرماتے تھے ہمیں خلوت پسند ہے اور اپنے مشائخ سے محبت و اخلاص، خصوصاً حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں نہایت راسخ تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے [۴۱] اپنے پیروں سے غالب محبت کی وجہ سے ملا ہے۔ تیرے اعمال ہی کیا ہیں؟ کہ بارگاہ کبریا کے قرب کا موجب بنیں۔ مقبول اور مقرب حضرات کی محبت ہی قبول ہدا کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ آپ کریم الاطلاق تھے۔ ہر ایک سے تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اہل فضل و تقویٰ کی تعظیم ان کے مراتب کے مطابق کرتے تھے۔ کسی کافر کی تعظیم کے لیے خواہ وہ امیر ہو یا غریب ساری زندگی نہ اٹھے۔ ایک مرتبہ سنا کہ کافر مہوش کا سردار آپ کی زیارت کے لیے آ رہا ہے۔ آپ نے ایک شغل کے لیے اپنی مجلس برعاست کی اور اپنے حجرے میں چلے گئے۔ جب وہ آیا اور بیٹھ گیا تو پھر وہاں سے باہر آنے اور یہ محسوس کیا کہ اب وہ جانے کے لیے آمادہ ہو رہا ہے، آپ پھر حجرہ میں چلے گئے۔ اس لیے کہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے تو وہ ناراض ہوتا۔ اور اگر اہل دنیا کی تعظیم کریں تو دین کو نقصان پہنچتا ہے۔

انوار طریقہ کی اشاعت اور طالبوں کے حال پر توجہ دینے میں آپ بڑی کوشش کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس امر میں تاکید فرماتے تھے کہ اس طریقہ کی برکت سے دل میں نور اور اطاعت میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔ جو اطاعت حضور اور آگہی میں کی جانے اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔ اس طریقہ کے انوار سے نماز بے خطرہ ادا کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ سخت بیمار ہونے کہ مسند سے اٹھنے کی تاب نہ رہی اصحاب نے مسند کے گرد ہی حلقہ بنا کر مراقبہ کیا ناگہماں آپ نے یہ شعر پڑھا:

خضر از حد بمیرد چو بروی یار باقر

کند آخرین نگاہ و رہ پائدار گیرد (۱۰)

جس نے بہت تاثیر پیدا کی۔ مسند سے نیچے آنے اور طالبوں کے افادہ میں مشغول ہو گئے، کہ گویا کوئی ضعف اور بیماری ہی نہیں ہے۔

ایک بزرگ آپ کو محبت ، بغض ، طے ارض ، دست غیب اور تیز سلاطین کے اعمال کی اجازت اور اداۓ زکوٰۃ کی شرط کے بغیر ایک سیر حاصل سونا آپ کو دیتا تھا ۔ آپ نے قبول نہ کیا ۔ کیوں کہ اس طرح باطنی نسبت کے ریا سے آلودہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے ۔ اور دنیاوی اسباب کے لگاؤ کا شبہ ہوتا ہے ۔ آپ کے طالبوں میں سے اگر کوئی ان اعمال کی طرف راعب ہوتا یا کیمیا سیکھنے کی خواہش کرتا تو آپ بہت ناراض ہوتے ، فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ درجہ توکل و استغنا اور ماسوا سے اتر کر فانی خرافات کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں ۔ جو شخص دنیا داروں سے میل جول رکھتا ، اس کی صحبت کی برکات اور طریقے کے انوار سے ناامید ہو جاتے ۔

فرماتے تھے کہ حاجت و ضرورت کے بقدر اہل دنیا سے اعتلاط میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ، بشرطیکہ اس میں وہ نیک نیت رہے اور باطنی نسبت کی حفاظت کر سکے ۔ فرماتے تھے کہ دنیا پر خدا کا غضب ہے ۔ جیسا کہ روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان الدنیا ملعونۃ و ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ و ما والاہ و عالم او متعلم (۱۱) (حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ملعون ہیں سوائے اللہ کے ذکر ، اللہ کی پسندیدہ چیز اور عالم یا طالب علم کے) اسے ترمذی نے روایت کیا ہے ۔

[۲۲] سالک کے دل میں خدا اور دنیا کی طلب مع نہیں ہو سکتی ۔ ترک ماسوا اور دنیاوی اغراض سے منہ پھیر لینا چاہیے ۔ خواہش رکھنی یہاں تک کہ قبول ہو جائے :

فرد

آرزو بہ گزار تا رم آیدش
آزمودم من چنین می بایدش (۱۲)

فرد

منے صرف و حدیث کسی نوش کرد
کہ دنیا و عجبی فراموش کرد (۱۳)

حواشی

- ۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ کتاب حاضر۔
- ۲۔ دیکھیے: مقدمہ کتاب حاضر "حضرت مظہر کے امراء سے روابط" و "سیاسی حالات"۔
- ۳۔ اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء میں محمد شاہ بادشاہ کا وزیر بنا، بہت سی ملکی منہات میں سرگرم عمل رہا، اس کا لڑکا انتہام الدولہ حضرت مظہر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مظہر کے دو مکاتیب اس کے نام ہیں، دیکھیے: کلمات طیبات مکتوب نمبر ۶۰-۶۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

ماثر الامراء اردو ترجمہ ۱/۲۵۳-۲۵۶۔

Malik, Z. U : The Reign of Muhammad Shah, Aligarh,

Malik, Z. U : Khan-i-Dauran, (بہاداد اخباریہ) ۱۹۷۷ء

Aligarh, ۱۹۷۳ء (بہاداد اخباریہ)

- ۴۔ القرآن، (النساء) ۷۷/۴ (کہہ دنیا کا متاع تموزا ہے)۔
- ۵۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو حواشی ساہجہ۔
- ۶۔ یہی واقعہ بشارات مظہریہ (ورق ۱۱/۱) میں بھی درج ہوا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہیں اس واقعہ کا مقام ایک بلند مکان بتایا گیا ہے کہ حضرت مظہر ایک بلند مکان میں تشریف فرما ہوئے وہیں ہوا تیز اور سرد تھی۔
- ۷۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اول (۱۰۸۲-۱۱۶۱ھ) بانی دولت آصفیہ، دکن - حالات کے لیے ملاحظہ ہو: حیات آصف مولف محمد محبوب بنیدی مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۶۵ھ۔
- ۸۔ ترمذی (باب ما جاء فی خان الحساب والخصاص) ۲/۲۷ طبع کراچی۔

متون ترمذی میں حدیث کے الفاظ قدرے مختلف ہیں یعنی:

لا تَرَوُلْ قَدْ مَآ عَبْدَ حَتَّى یَسَالَ عَنْ عَمْرِهِ فِیْہَا اَفْنَاهُ وَ عَنْ عِلْمِهِ فِیْہَا فَعَلَ وَ عَنْ مَالِهِ مِنْ اَبْنٍ اَکْتَسَبَهُ وَ فِیْ مَا اَنْفَقَهُ وَ عَنْ جِسْمِهِ فِیْہَا اِبْلَاهُ۔

(ترجمہ) کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں ہل سکیں گے یہاں تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں پوچھ لیا جائے گا کہ کہاں صرف کی اور اس سے علم کے بارے میں کہ کہاں خرچ کیا، اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں استعمال کیا۔

۹۔ مسلم ۴۰۹/۲

۱۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ حد کا لفظ زائد ہے۔ اس کا مفعول اس طرح ہے:

نضر جب حد کی وجہ سے اپنے محبوب کے سامنے مر جائے (اور مرنے سے پہلے)
جب آخری نگاہ اپنے محبوب کے معرے پر ڈالے گا تو اس کا راستہ پانے دار ہو
جائے گا۔

۱۱۔ ترمذی ۵۸/۲

۱۲۔ خواہش کو دل سے نکال دے تاکہ اسے رم آنے میں نے یہ آزمایا ہے کہ وہ اس کو
پسند کرتا ہے۔

۱۳۔ جو مشوق کے ہاتھ سے شراب غاص پی لیتا ہے، وہ دنیا و آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

حضرت میرزا مظهر کے ملفوظات

آپ فرماتے ہیں کہ ایمان مجمل یعنی کہ " میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا ۔ اور نیز جو کچھ پیغمبر خدا سے لائے ۔ اور خدا و رسول کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھتا ہوں " ۔ جو نجات کے لیے کافی ہے ۔ ہر مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنا مقبرہ علماء کا کام ہے ۔ عام مسلمان اس کے مکلف نہیں ہیں ۔

فرماتے ہیں ائمہ اہل بیت سے اظہار محبت اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یکساں تعظیم لازم ہے ۔ اور یہی صراط مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی ۔ جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا ۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک بے ادب راضی نے جناب امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعنہ دیا ۔ ہم غیرت دین اور اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے غضب ناک ہو کر اس بے ادب کے سر پر خنجر مارنے کے لیے نکلے ۔ وہ ڈر گیا اور فریاد کرنے لگا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مجھے پھوڑ دو حضرت امام رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک سنتے ہی میرا غصہ فرو ہو گیا ۔ اور میں نے اس بے ادب کو معاف کر دیا ۔

فرماتے ہیں تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم سے محبت بھی لازم ہے ۔ اگر نفع و استفادہ کی خاطر اپنے پیر کی افضلیت کا نظریہ اختیار کر لے تو یہ فرط محبت سے بعید نہیں ہے ۔ شاید حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کہ جنہوں نے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اپنے طریقے کے مقامات و کمالات بکثرت تحریر فرمائے ہیں ۔ اور آپ کے برگزیدہ اصحاب ان مذکورہ مقامات و واردات کو پہنچے ہیں ہزاروں سے بھی زیادہ ہیں ۔ اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں ہے کیوں کہ ان کا اقرار ہزاروں علماء اور عقلا نے متواتر کیا ہے (اس کے باوجود) انہیں اولیاء کی برابری یا ان کی اکابر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم پر افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے ۔ کیوں کہ وہ

اکابر دین آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کے مشائخ میں سے تھے۔

فرماتے ہیں 'ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملت تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے۔ اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعت سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے (۱)۔

فرماتے ہیں "السمع یورث الرقة و الرقة یجلب الرمة" (سمع رقت بخشتا ہے اور رقت رمت کا سبب ہے)۔ پس جو چیز [۴۲] رمت الہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ مزامیر کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مگر خوشی کے مواقع پر دف بجانا مباح ہے اور بانسری کا استعمال مکروہ ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بانسری کی آواز آئی تو اپنے کان مبارک بند کر لیے۔ عبد اللہ بن عمر بھی ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سماع سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سماع سے احتراز کرنا ہی کمال تقویٰ ہے۔

چونکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل عزیمت پر محمول ہوتا ہے۔ اس لیے وہ رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سماع سے بھی پرہیز۔ کیوں کہ غنا کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختلف فیہ کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اور اس طرح کمال تقویٰ سے ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر موقوف کر دیا ہے (۲)۔

فرماتے ہیں کہ توحید وجودی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ صوفیہ کرام نے اسے از روئے کشف و وجدان بیان کیا ہے۔ جو احوال محبت کے طلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ رسائل توحید اور معنی "لا موجود الا اللہ" کے خیال سے توحید حاصل کرنے کی کوشش ارباب معرفت کے نزدیک کوئی وقت نہیں رکھتی (۳)۔

ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ علماء و صوفیہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہیں۔ علماء نے صوفیہ کے بارے میں بہت سی شکایات کیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات نے مسئلہ وحدت الوجود کا پرچار کر کے شرع میں ظل پیدا کیا ہے 'بے باکوں نے ریاکاری سے کام لیا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اکابر پر حق سبحانہ کی طرف محبت کا جو طلبہ ہوتا ہے 'کی وجہ

سے معذور جانتے ہوئے سکوت فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے عروج حاصل ہوا، اور نور منبسط (جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو) بھی منکشف ہوا۔ اس میں ساری کائنات کے نقوش، منتش تھے۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آیا۔ الاشیاء اعراض مجتمعة فی مین واحد (۴) (کل کائنات کیا علوی کیا سخی) (تام عالم) اعراض ہیں جو حقیقت واحدہ میں جمع ہیں) مجھے معلوم ہوا کہ اسماء و صفات کے عکسوں نے مرتبہ علم میں جو وجود کا باطن ہے امتیاز پیدا کیا ہے۔ نیز ظاہری وجود میں بھی منعکس ہو کر آئینہ مقصود کا مصور بن گئے اور درحقیقت عارج میں وہی ایک وجود مختص ہے۔ اچانک مجھے تنبیہ کی گئی کہ اس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے۔ چنانچہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ "فوق عالم الوجود عالم الملک الودود" (۵) (ملک الودود کا عالم، عالم الوجود کے اوپر ہے)۔

یہں اثناء سلوک میں توحید کے معارف پیش آتے ہیں اور وہ علوم جو کہ ظاہر شرع میں بے تاویل ہیں اس کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ ان اکابر اولیاء سے جن سے یہ علوم منقول ہیں یقین ہے کہ انہوں نے اس سے بڑھ کر ترقی کی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے کہ مخلصین کو اخلاص میں مہمت قدم اور ان کی بزرگی میں ترقی ہو تو افاضہ فیوض اور حل مشکلات کے لیے ان کے پیرو مرشد واقعات (مکاشفات و غواب) میں دکھانے جاتے ہیں [۴۴] اور بعض اوقات اس بزرگ کے طائف اس کی صورت میں متمثل ہو کر ان کے کاموں کے پورا ہونے کا وسید بنتے ہیں اور کبھی اس بزرگ کو اس معاملہ کی اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کعبہ معظمہ سے کب آئے ہیں میں نے جواب دیا میں کبھی کعبہ گیا ہی نہیں۔ اس نے کہا میں نے آپ سے کعبہ شریف میں ملاقات کی ہے اور ایک شعر کا مصرعہ جو مجھے بھول گیا تھا آپ ہی نے بتایا تھا۔ یہں چاہیے کہ اس قسم کے واقعات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں۔ ہمارا اور تمہارا تو صرف ایک بہانہ ہے، حقیقت میں تمام امور کا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

او بہ دلہا می نلاید غویش را

او بدوزد فرقہ درویش را (۶)

فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں میری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں ہے بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکر قلبی، حصول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم

بھی لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ اشغال طریقہ اختیار کرنا طلبہ محبت الہی کے حصول کے لیے ہے۔ کبھی فرط محبت محض عنایت الہی ہوتی ہے۔ لیکن ذکر دوام با شرائط ' طریقہ دوستانہ ہا میں فرض ہے۔ تمام مرادات کا ترک کرنا اور بکثرت ذکر کرنا چاہیے کیوں کہ دل ذکر کثیر کے بغیر نہیں کھتا۔ ذکر کرتے وقت اگر کوئی کیفیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے ' اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو ' تو پھر بہت عاجزی اور افتقار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح اشغال کا التزام کرنا چاہیے تاکہ کیفیت دوام حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں اوقات کو ذکر اور عبادت سے مہمور رکھنا چاہیے۔ اپنی قوت مدد کو ماسوا اللہ کی طرف کرنے سے پاک رکھنا چاہیے۔ اپنی توجہ و ہمت اسم مبارک "اللہ" کے مفہوم کے سوا جس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ' کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ملکہ حضوری میں راسخ ہو جائے۔ اور دین کامل ہو اسلام ' ایمان اور احسان ہے ' حاصل ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے اسے حق سبحانہ کی طرف متوجہ پانے۔ اس اثنا میں اگر دیگر ذوق و حقوق اور کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہ مزید عنایت الہی ہے ورنہ کار اصل مرتبہ حضور و آگاہی کا حصول ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایسا دل سلیم پیدا کرنا چاہیے جس میں غیر اللہ کا گزر نہ ہو واقعات و خواب چنداں قابل اعتبار نہیں ہیں کیوں کہ ان میں بہت اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی اتباع سنت کا نور ' نور ذکر ' نسبت مرشد ' کثرت درود ' ہمت سادات ' درس حدیث اور کبھی تصدیق و اخلاص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میں نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کی ہمت میں مناسبت کے روابط ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی اخبار مہمورہ اور مقررات واقعہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام شعبے دل کو سرور بخشے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ مگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اولیاء کا دیدار احوال ' انوار باطن [۲۵] اور توفیق اطاعت کو زیادہ کرتا ہے۔ واقعات نفس الامر کے مطابق ہوتے ہیں جو بڑی کامیابی ہے۔

فرماتے ہیں ' حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور رویت الہی جسے تجلی صوری کہا گیا ہے ' ہمارے عز و جل کی نعمت ہے خواہ وہ کسی قسم سے ہوں

رائح مناسبت سے بشارت دینے والی ہیں :

ع ہنیتاً لا رباب النعیم نعیم (۷)
(نعمت والوں کے لیے ان کی نعمتیں مبارک)

فرماتے ہیں کہ غلبہ عواطر کے وقت جناب الہی میں التجا و زاری کرنا چاہیے ۔
مرحہ کی صورت کو توجہ کا مرکز بنا کر اس کے وسیلے سے باطنی امراض کے ازالہ کے
لیے التجا کرنی چاہیے ۔

فرماتے ہیں افتخار و انکسار کی صفت کا ہونا لازم ہے ، اور لوگوں کے علم و ستم
صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے :

ہیت معراج فنا این نیستی

ماشغال را مذہب و دین نیستی (۸)

نگاہ بند ہونی چاہیے مجازی امور کو تھہر جانتے ہوئے چون و چرا نہیں کرنی چاہیے ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے اگر کوئی خطا ہو جاتی اور اہل بیت اسے طاعت کرتے تو حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے اسے کچھ نہ کہو اگر مقدور ہوتا تو کیا وہ ایسا کرتا ؟

فرماتے ہیں کہ ان تمام تکلفات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مکالمہ صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے کیوں کہ " حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم " کا خلق ، خلق عظیم ہے ۔ حدیث شریف میں ہے ۔ بعثت لاقم مکالم
الاعلاق (۹) (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق تمام کروں) ۔

نفی و اجبات کے ذکر کی ورزش سے بھری صفات کم ہو جاتی ہیں ۔ اس کا
طریقہ یہ ہے کہ ہر بری عادت کا جدا جدا تکرار کم طیبہ میں کلمہ لا سے چند روز تک
نفی کرے ۔ اور اس کی جگہ خدا کی محبت ثابت کرے یہاں تک کہ وہ بری خصلت
زائل ہو جائے ۔ نفسانی خواہش کے برعکس مقامات سلوک حاصل کرنا چاہیے ۔ ممکن ہے
کہ بری خصلتیں نیک اوصاف میں تبدیل ہو جائیں ۔

فرماتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ بری صفات تصفیہ و تزکیہ کے بعد ختم ہو جاتی
ہیں ۔ ان کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ
اپنی جگہ سے ہل گیا تو تو سچ مان لو لیکن اگر یہ سنو کہ کسی کی جبلت بدل گئی ہے
تو باور نہ کرو ۔ " لا تبدیل لخلق اللہ " (۱۰) (خدا کی خلقت میں کسی قسم کا تیر و تبدل

نہیں ہے)۔

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے میرا غصہ زائل نہیں ہوا۔ مگر اس سے پیشتر کفر میں صرف ہوا اب اسلام کی حمایت میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں فنا اور اطمینان نفس کے بعد تسلیم و رضا سالک کا وصف بن جاتا ہے۔ اور فنائے قلب میں غلبہ محبت کی وجہ سے سبب افعال لوگوں سے مملوب ہوتے ہیں۔ اور کامل حقیقی کے سوا سالک کے شہود میں کچھ نہیں رہتا۔

فرماتے ہیں کہ کھانے پینے، سونے جاگنے اور اعمال و عبادت میں توسط اور حد اعتدال رکھنا مشکل کام ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ [۴۶] اپنے اوقات کار حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق منضبط کیے جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہر کام میں حد اعتدال حاصل کرنے کے لیے ہے۔ ہر کام میں "لیقوم الناس بالقسط" (۱۱) (تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں) نص قطعی ہے۔

اس باب میں آپ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض کی طرف دوام سے اس قدر فیوض و برکت سے فائز ہوتا ہے کہ "باطن" انوار اور کیفیت محبت سے لبریز ہو کر بننے لگتا ہے۔ فرماتے ہیں اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ محض عنایت کو دیکھنا اس راستے کے کار گزار کے لیے معاون ہے۔ خواہ کتنا ہی عمل کرے پھر بھی استغنا اور صفت کبریا میں مصروف رہے۔ گناہ کا حذر اور امید واثق کو قبولیت کا وسیلہ بنائے۔ تھوڑے سے گناہ کو بہت زیادہ خیال کرے۔ قلیل نعمت کو بے شمار خیال کرتے ہوئے شکر و رضا اختیار کرے۔

فرماتے ہیں سالکوں کے لیے ہزار بار درود اور کثرت استغفار لازم ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات جو کہ مسائل شریعت، اسرار طریقت، معارف حقیقت، نکات سلوک، حقائق تصوف اور انوار نسبت مع اللہ پر مشتمل ہیں، عصر کے بعد دائمی درس لینا چاہیے کیوں کہ ایسا کرنے سے سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

دعائے حزب البحر، وظیفہ صبح و شام اور اہم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم حل مشکلات کے لیے ہر روز پڑھنا چاہیے۔ تہجد کی نماز میں دس یا بارہ کھیتیں مع سورہ اخلاص اور سورہ یاسین یا جس قدر آسانی سے ہو سکے پڑھے۔ اشراق کی نماز چار رکعت

اور نماز چاشت میں چار یا چھ رکعت اور زوال میں بھی چار رکعت ایک سلام سے سنت مغرب کے بعد چھ یا بیس رکعت اور عشا کی سنت کے بعد چار رکعت سنت عصر اور تحیۃ وضو بھی لازم ہونا چاہیے۔ تلاوت قرآن مجید ایک جز، کلمہ تمجید اور کلمہ توحید سو سو مرتبہ اور سبحان اللہ و بحمدہ صبح اور سوتے وقت سو مرتبہ پڑھیں۔ احادیث صحیحہ سے جو موقوفہ دعائیں ثابت ہیں ان کا ورد بھی معین کرنا چاہیے۔ لیکن ان تمام اعمال میں حضور قلب کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں فنا کا حصول جس کی علامت ماسوا اللہ سے بے شعوری اور خدا کی طرف دائمی توجہ ہے۔ اگرچہ اس طریقہ میں جلدی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس مرتبہ کا متحقق و مثبت ہونا جس میں ماسوا اللہ کے بھول جانا اور علاقہ، "علیٰ وحی" کو دل سے قطع کرنا عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اس طریقہ کے مقامات کے حصول کے لیے میں نے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تیس سال خدمت کی اورتیس سال سے زیادہ طالبان حق عز و جل کو طریقہ کی تلقین میں مصروف ہوں، ساتھ سال میں حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے میں فنائے قلب سے مشرف ہوا اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں۔ اب فنائے قلبی کے آثار جیسے کہ چاہیے ظاہر [۴۷] ہو رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ کمال فنا کے ظہور سے بارہا یہ یقین ہوا کہ میں اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں، اور اگر اس وقت کوئی آکر سلام کہتا تو ایسا لگتا کہ جیسے کسی نے قبر پر آکر سلام تحیۃ کہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے اس سے اتفاق ہوا تو کمان گزرا کہ میں ابھی زندہ ہوں اور ابھی رخت سفر باندھنے کا وقت نہیں آیا۔

فرماتے ہیں، فنا کے ظہور کے وقت قصور کی دید اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اس موقع پر لوگوں کا خدمت اور تنظیم کرنا تعجب کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ ایک دن یہ فقیر (مصنف حضرت شاہ غلام علی) آپ کے حضور میں حاضر تھا۔ اور ہنکھا کر رہا تھا۔ اسی وقت مجھے سختی سے منع کر دیا۔ لیکن دوسرے روز خود کم دیا کہ ہنکھا کرو۔ فرمایا کہ گزشتہ روز نسبت فنا کا ظہور تھا، میں نے خیال کیا کہ تم تمغہ کے طور پر یہ کام کر رہے ہو۔ اس لیے میں نے سختی سے منع کر دیا۔ اس وقت نسبت بقا کا ظہور ہے اور میرے باطن پر عظمت و کبریائی الہی کی تجلی جلوہ گر ہے اس لیے اگر تمام دنیا

اس کی تنظیم کے لیے اٹھے تو پھر بھی اس مرتبہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔
 فرماتے ہیں ' تجلیات الہیہ کی شناخت جو ارباب محبت و معرفت کے باطن پر
 وارد ہو ' کی شناخت دشوار کام ہے۔ نظر بصیرت تیز درکار ہے تاکہ تجلیات کی کیفیات
 جدا جدا معلوم کر سکے۔

فرماتے ہیں کہ مقامات طریقہ کے حصول کے بعد سالک کے احوال مختلف
 تصویروں والے مرقع کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کبھی مقامی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اور
 وہ اپنی کیفیات میں اسے محفوظ کرتی ہے ' اور کبھی نسبت مقامی دوسرا پر تو ذاتی
 ہے تو اس وقت اس کی کوئی اور ہی حالت ہوتی ہے لیکن جب متوسلان غاندان
 امدیہ کی نسبت اپنے کمالات اور عروج کو پہنچتی ہے تو سالک (متوسل) اس کی
 طافت و بے رنگی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ طافت اور صفا تمام
 مقامات سافلہ کو متاثر کرتی ہے اور کیفیات کو چھپا لیتی ہے۔ اور وہ وافقات و غواب
 جو اس طریقہ کے ابطال (مبتدی) کے لیے دل خوش کن ہوتے ہیں کم ہو جاتے ہیں
 وہاں محض لاصمی اور دشواری ہی ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ طلوت میں بیٹھ کر باطنی نسبت کی حفاظت اور مبداء فیاض پر
 دائمی توجہ رکھنی چاہیے۔ اپنے اوقات ادائے اعمال ظاہری سے معمور رکھنے چاہئیں۔
 کیوں کہ اعمال کا نور جمعیت، صفائی نسبت، حضور اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کے مراقبے سے نسبت باطنی میں قوت ملک و ملکوت کی
 اطلاع اور مہربانی کی نظر سے دلوں کو نوازنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر تسلیل
 کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا، کثرت درود سے اچھے وافقات، کثرت نوافل سے
 انکسار اور عاجزی اور کثرت تلاوت سے نور و صفا حاصل ہوتا ہے۔ ذکر تسلیل معنوی
 لحاظ سے اس طریقہ میں مفید ہے۔ [۴۸] اور صرف لفظ کی تکرار ہی آخرت کے ثواب
 کا سرمایہ اور برائیوں کا غاتمہ کرتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جس نفس سے نفی و اثبات کا ذکر تین سو بار سے کم کیا
 جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ جس قدر زیادہ کیا جائے اتنا ہی مفید ہے۔
 حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس نفس کے لیے ذکر کی شرط نہیں
 رکھی ہے بلکہ اس کا صرف مفید ہونا فرماتے ہیں۔ لیکن ذکر دوام، وقوف قلبی اور
 مبداء فیاض پر توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن مقرر کیا ہے (۱۲)۔

فرماتے ہیں کہ پہلے دل کا ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر میں کچھ طاقت آجائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کھن سے سننے لگے۔ تو پھر ہر نفس میں ذات الہی کی توجہ اور آہمی رکھنی چاہیے۔ جب کوئی خطرہ دل میں آئے تو اسی وقت اسے روکنا چاہیے تاکہ نفس کی خواہش اور وسوسے ہنگامہ برپا نہ کریں۔ کیوں کہ ہجوم غواطر فیض کے ورود کے مانع ہوتا ہے، یہی "ہوش در دم" ہے۔

فرماتے ہیں اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نفی و اجابت سلوک کے راستے کا حاصد طے کرنے کے لیے مفید ہے۔

فرماتے ہیں، 'باطنی حالات کی کیفیات کا ادراک مرتبہ ولایات میں محفوظ کرتا ہے۔ لیکن کمالات نبوت میں باطن کا وصف لاعلمی اور دشواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگرچہ مقامات فوق میں لطافت و بے رنگی لازم ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ نسبت مجددیہ کی لطافت و بے رنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے لہذا جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے تو مجھے تردد ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ طریقہ ہی ترک کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر عمر نے وفا کی تو سالکوں کو مقامات سافلہ سے مقامات عالیہ پر پہنچا دوں گا۔ اصل مقصد تو خدا کا بننا اور سنت کا متبع ہونا ہے۔ جو ہر مقام میں حاصل ہے۔

فرماتے ہیں کہ یقین و طمانیت مقامات عالیہ مجددیہ کی طلب کے دوران زیادہ ہوتا ہے اس کے بعد مقصود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے:

اتصال بے تکلیف بے قیاس

ہست رب الناس را با نوع ناس (۱۳)

اس وقت کوئی ذوق و حقوق اور حضور اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ وصول کمالات کی راہ عنقریب بند ہونے والی ہے۔ اور طریق ولایات پایال ہو جائیں گے۔ اس آخری زمانے میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہو گئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں۔ لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی۔ ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا۔ فی الحال اگر میرے اصحاب میں سے کوئی طالب صادق اخلاص و کوشش سے فیوض طریقہ کے کسب کی کوشش کرے تو عرصہ دراز کے بعد وہ ولایت قلبی یا اس سے بالا مقام پر

کافر ہوتا ہے۔ لیکن مقامات عالیہ مجددیہ کا حصول سخت دشوار ہے۔

فرماتے ہیں، 'مقامات میں سالکوں کی سیر میں صحیح کشف جو واقعات کے مطابق [۴۹] ہو بہت کم ہوتا ہے۔ جس بشارت دے دے کر ہمارے بہتان اور سالک کو مفروز نہیں کرنا چاہیے۔ حالات میں تبدیلی، واردات کی آمد اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ، دل جمعی اور اپنے اوقات کی وظائف و عبادات کے مطابق تعمیر اللہ تعالیٰ کی عمدہ ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں اربابِ حق و ذوق کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے۔ اور اہل دل کو بہت محفوظ کرتی ہے۔ اہل اللہ کے تمام طریقوں کی کیفیات و تصرفات میں وہی نسبت حریفہ اربابِ طلب میں جذب فرما ہے۔ لیکن اہل اطمینان اور بمعیت کی نسبت جو کہ مرتبہ کمالات نبوت اور اس سے بھی بالاتر ہوتی ہے جو صرف طریقہ مجددیہ کا خاصہ ہے۔ جس میں بہت اتوار ہیں۔ اور سالک بہت جلد ترقی کرتا ہے۔ گرم تاثیر جو کہ بے ثباتی و حق بخشنے بہت مفید ہے۔

ظاہر ہے قدیم زمانے میں بمعیت و طمانیت کا عبور زیادہ تھا اس لیے اصحاب کو بے تاب حرکات سے منع کرتے تھے۔ کیوں کہ فغان و نعرہ اصحابِ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ضروری مسائل کا پڑھنا یا علماء کی صحبت میں سن کر عمل کی صحت کے لیے یاد کرنا لازم ہے۔ فرماتے ہیں کہ علم حدیث ایسا جامع علم ہے کہ اس میں تفسیر، فقہ اور دقائقِ سلوک سب شامل ہیں۔ اس علم کی برکت سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیک عمل اور اچھے اخلاق کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ تعجب ان پر ہے جو صحیح حدیث غیر منسوخ جسے محدثین نے بیان کیا ہے۔ اور ان کے راویوں کے حالات معلوم ہیں اور جو چند واسطوں سے نبی مصوم صلی اللہ علیہ وسلم، جن سے کبھی غلطی ہونا ممکن نہیں، پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کی روایات جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں ان کے تحریری احوال و عدل معلوم نہیں ہیں اور یہ دس واسطوں سے زیادہ پر ہی مجتہد تک پہنچتی ہیں پر عمل کرتے ہیں، ان سے خطا و صواب ہر وقت ممکن ہے۔ رہنا لا تو اھذنا ان نینا او اخطانا (۱۴) (اے ہمارے رب اگر سے ہم بھولیں یا غلطی کریں تو ہم سے مواخذہ نہ کر)۔

فرماتے ہیں نکاح انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی سنت ہے۔ لیکن ان ایام میں رزق

حلال نایاب ہے۔ اور جہالت کا دور دورہ ہے اکثر کی اولاد مسلم و ادب سے بے بہرہ ہے۔ عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت غلط پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے سالکوں کے لیے ترک و تجرید بہتر ہے۔ کم روزی کمانا، مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا، شہر میں مشغور نہ ہونا، کوئی درہ، اور وارث نہ بھوڑنا۔ بے شک دولت بزرگ و شریف ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے :

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اغبط اولیای عندی لمومن خفیف الحاذ ذو حظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربہ و اطاعته فی السروکان فی الناس لا یشار الیہ بالاصابع و کان رزقہ کفافا فصبر علی ذلک ثم نقد ببیدہ [۵۰] فقال عجلت منیۃ قلت بواکیہ قل تراثہ (۱۵) (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے دوستوں میں سے میرے نزدیک زیادہ رشک کے قابل وہ مومن ہے جو کم عیال دار ہو نماز کا حصہ رکھتا ہو، اس نے پوچھیدہ طور پر اپنے رب کی عبادت و اطاعت اچھی طرح کی ہو اور لوگوں میں غیر معروف ہو، انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس نے اس پر صبر کیا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور فرمایا اس کی موت جلد واقع ہوئی۔ کیوں کہ کم عورتیں اس پر روئیں اور اس کا ترکہ بھی کم تھا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (۱۶)، ترمذی اور ابن ماجہ (۱۷) نے روایت کیا ہے۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب ہذا بعنوان "مذہبی بے راہ روی" ص ۱۰۶-۱۰۹۔
- ۲- ملاحظہ ہو: مکتوب حضرت مظهر درمسند ذکر خفی و ذکر جبر - مکتوب نمبر ۱۱ (کتاب حاضر - باب مکاتیب)۔
- ۳- تفصیل کے لیے دیکھیے: رسالہ وحدت الوجود تالیف ملا عبدالحی بحر العلوم ترجمہ مولانا زید ابوالحسن مطبوعہ دہلی ۱۹۴۱ء۔
- ۴- شیخ اکبر کی خصوصیات حکم کی فص شیعہ کی ایک طویل عبارت کا یہ اختصار ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خصوص کی بجائے لوائح جامی پیش نظر تھی لائحہ ۲۶ میں ہے:
 شیخ رضی اللہ عنہ (ابن عربی) درفص شعبی می فرماید کہ عالم عبارتست از اعراض بجمہ درمین واحد کہ حقیقت هستی است (لوائح جامی مرتبہ محمد قزوینی، طبع لاہور ۱۹۴۸ء، ص ۲۸) جس کا مفہوم یہ ہے کہ کل کائنات کیا علوی کیا سلی (تمام عالم) اعراض ہیں جو حقیقت واحدہ میں مجتمع ہیں - شیخ نے فص شیعہ (شرح جامی ص ۲۶۱ - ۲۶۲) میں مہصل بحث کی ہے۔
- ۵- یہ حضرت شیخ علاء الدین سمنانی (ف ۷۳۶ھ / ۱۱۳۶ء) کا قول ہے، جسے حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات (۲/۲) میں نقل کیا ہے - آپ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:
 امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں تصور نہیں ہو سکتی - کیونکہ امکان اور وجوب مابیت اور وجوب کے درمیان نسبت کا نام ہے تو جہاں وجود ہی نہ ہو وہاں نہ امکان ہوگا اور نہ وجوب - یہ معرفت نفرو فکر کے مقام سے وراء ہے... الخ۔
- نیز حضرت مجدد نے معارف لدنیہ (طبع بخجور ۱۳۵۱ھ، ص ۱۸-۲۰) میں بھی اس موضوع پر مہصل بحث کرتے ہوئے شیخ سمنانی کا یہی قول نقل کیا ہے - اس طرح آپ کے رسالہ مبداء و معاد (طبع لاہور ص ۱۵-۱۴) میں بھی اس قول کی وضاحت ملتی ہے۔
- نقشبندی حضرات نے شیخ سمنانی کے اقوال بکثرت نقل کیے ہیں - ملاحظہ ہو:
 (۱) محمد ہارسا، خواجہ: فصل الخطاب، مطبوعہ بخارا۔
 (۲) نور الدین اسفرائینی: کاشف الاسرار، طبع ہرمان لندن، تہران ۱۹۸۰ء۔

(۳) اسفرائینی و سمنانی: مرشد و مرید طبع ہرمان لندت ' تہران -

(۴) اقبال بختی: چہل مجلس شیخ علاء اللہ و سمنانی ' تہران -

(۵) "سمنانی اور وحدت الوجود" مقالہ ہرمان لندت - شامل دانش ایران جلد چہارم -

(۶) مظہر صدر: احوال و آثار و انکار شیخ سمنانی ' تہران -

۶- وہ اپنا آپ دلوں میں ظاہر کرتا ہے اور غرقہ درویش کو سی دیتا ہے -

۷- یہ مصرع اممی کا ہے دیکھیے نوحۃ الیمن مصنفہ شیخ احمد بن محمد سنی شروانی ' طبع دیوبند ' ص ۳۹ -

۸- فنا کی معراج نیستی ہے ' اس لیے ماضیوں کا مذہب و دنیا بھی نیستی ہی ہے -

۹- موطاء امام مالک میں یہ حدیث اس طرح ہے: بہت لائق حسن الاطلاق (حسن الخلق ۸) لیکن

مدارج النبوة میں شیخ عبدالحق نے اسے "مکالم الاطلاق" ہی نقل کیا ہے (مدارج ۲۲/۱) طبع سکھر -

۱۰- القرآن (الروم) ۳۰/۳۰ -

۱۱- القرآن (الحمدید) ۲۵/۵۴ -

۱۲- محمد پارسا ' خواجہ: قدسیہ [طوولات حضرت خواجہ نقشبند] مرتبہ احمد طاہری عراقی ' مطبوعہ

تہران ۱۹۴۵ء، ص ۲۸-۲۷ -

۱۳- نوع انسانی کے ساتھ رب اناس کا جو اتصال ہے وہ بلا کیف و قیاس ہے -

۱۴- القرآن (البقرہ) ۲۸۶/۲ - [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فصل ۱۸ مکتوب نمبر ۳۴، کتاب ہذا] -

۱۵- ترمذی ۴۰/۲ (زہد ۳۵) -

۱۶- مسند احمد بن حنبل ۲۵۲/۵ - ۲۵۵ -

۱۷- ابن ماجہ (زہد ۴) - نیز ملاحظہ ہو: المعجم المفہرس ۴۵۹/۴ -

تیرمویں فصل وہ ہوش افزا نصیحتیں جو آپ نے اپنے اصحاب کو کیں

آپ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو ، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت دل و جان سے کرو ، اپنے احوال کا کتب و سنت سے تقابل کرو اگر موافق ہیں تو قبولیت کے لائق خیال کرو اور اگر مخالف ہیں تو مردود سمجھو ۔ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرو اور علماء کی صحبت اختیار کر کے اخروی ثواب حاصل کرو اگر ممکن ہو تو حدیث پر عمل کرنے میں مداومت کرو (۱) ورنہ کبھی کبھی حدیث پر عمل ضرور کرنا چاہیے تاکہ تم اس کے نور سے محروم نہ رہو ۔

دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کرو ۔ تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو کسی استطاعت ہے کہ وہ اپنے کو اس سے منسوب کرے ۔ باطنی صفائی کے لیے خلوت لازم ہے ۔ کیوں کہ درویشی کا سرمایہ صفا کی موجودگی ہی ہے ۔ دنیاوی اسباب میں سے بہت کم اختیار کرو کیوں کہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا ۔ عبادت اور ذکر خدا میں سرگرم عمل رہو آج کا کام کل پر نہ بھروسہ ۔ مشائخ کی محبت میں اپنی عقیدت کو مضبوط کرو کیوں کہ دوستانہ خدا کی دوستی اللہ کے قرب کا موجب ہوتی ہے ۔ اپنے میر کے حضور غیر کا خیال نہ لاؤ ، جب میر کی صحبت میسر ہو تو نوافل نہ پڑھو ۔

جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی زندگی صبر و توکل سے بسر کرو ۔ غیر کا تصور دماغ سے نکال دو ، اپنے کام خدا پر بھروسہ دو ۔ موت پر یقین اور اسے بجا وعدہ سمجھ کر اسے خلوت کا سرمایہ جانو ۔

اگر تمہارے دل میں تردد نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کرو رزق جس کے لیے وقت مقرر ہے خود ہی پہنچ جائے گا ۔ اگر خیال کی نگر دامن گیر ہو تو اسباب (۲) کا مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے ۔ مقررہ آمدنی جس پر دل کو بھروسہ (۳) نہ ہو

وہ توکل اور سبیل ارشاد کے منافی نہیں ہوتی۔ فقیر کا راس المال تو فارغ ابالی اور جمعیت خاطر ہے۔ کیوں کہ اس کا فارغ ابال دل مقصود کا شغور ہوتا ہے۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ دل ہمیشہ تفرقہ میں بدل جائے۔ اور دل کی توجہ و یکسوئی میں خلل پیدا ہو۔ قناعت اختیار کرو، حرص اور طمع کو دل سے نکال دو یار اور اغیار سے ناامید ہو جاؤ۔ ہونا اور نہ ہونا اور ہر ایک کو برابر جانو اور کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ اپنے آپ کو سب سے کم تر اور کاصر شمار کرو۔ طلب مولیٰ کی راہ میں کبر کو دماغ سے اور غرور کو ہاتھ سے پھوڑ دینا چاہیے۔ اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ درویشی وہ ہوتی ہے کہ جو کچھ تو اپنے دماغ میں رکھتا ہے اسے نکال دے، اور اگر تیرے سر پر آن پڑے (مصیبت) تو تو جیش نہ کرے گذشتہ اور آنے والے دن کے اندیشہ کو نکال دے۔ اپنی اطاعت اور عبادت پر فخر نہ کرے دید قصور اور نیت کو اپنا سرمایہ بناؤ۔ نفس کی مخالفت جس قدر کر سکو وہ [بہتر ہے]۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ تنگ آ جائے کہ جس سے اطاعت کی غوشی اور حقوق جاتا رہے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے کیوں کہ مومن کے نفس کی رضامندی ثواب کا موجب ہے۔

ایک مرتبہ میرے نفس نے متمثل ہو کر ایک مخصوص طعام کی آرزو کی کہ جو بھی مقصد ہوگا وہ بر آئے گا۔ اس وقت اتفاق سے کوئی نہیں تھا کہ میں اس سے کہتا۔ عرصہ کے بعد اس نے متمثل ہو کر طعام کی درخواست کی۔ اس وقت ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حکم کے موجب کھانا مہیا کیا، اس کی ایک ایسی مشکل تھی جو کسی طرح حل نہیں ہوتی تھی لیکن یہ کام کرنے سے حل ہو گئی۔

فرماتے ہیں کہ اگر شکرگزاری کی نیت سے کھانا مزے دار بنائے تو بہتر ہے۔ کیوں کہ بد مزگی کی صورت میں نہ دل سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ لذیذ طعام میں بے مزہ پانی کی آمیزش کرنا نعمت الہی کو خاک میں ملنے کے برابر ہے۔ حضرت پیغمبر ﷺ ہا اصلی اللہ علیہ وسلم مرغوب کھانا تناول فرماتے تھے، اگر رغبت نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔

ہمارے نفس حضرت جنید و حبیبی رحمۃ اللہ علیہما کی طرح نہیں ہیں کہ کڑواہٹ کو بھی محاسن ہی خیال کریں (۴) اور کہیں کہ:

الصبر تجزع المرارة بلا عبوسه الوجه

(ناک منہ چڑھانے بغیر تلخی کو پی لینے کا نام صبر ہے)

وہ شکر جو محض زبان سے کیا جائے ، صبر کی ایک قسم ہے جس کا اثر روح تک ہوتا ہے ۔

اولیاء کے مزارات کی زیارت کو فیض بمعیت کا دریوزہ بناؤ ۔ مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کو کاتھ اور درود سے ثواب پہنچا کر جناب الہی میں انہیں وسیلہ (۵) بناؤ کیوں کہ اس امر سے ظاہری و باطنی سعادت حاصل ہوتی ہے ۔ البتہ مبتدیوں کو تصفیہ قلب کے بغیر اولیاء کی قبور سے فیض حاصل ہونا مشکل ہے ۔ اسی لیے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کی یاد میں مصروف ہونا اولیاء کی قبروں کی مجاورت سے بہتر ہے ۔ عرس اور چراغوں کی متعارف رسوم کا مقید نہ ہونا ، کیوں کہ ایسا کرنے سے غیمہ و فرش کی ضرورت پڑے گی اور لوگوں کے ہجوم میں حفظ مراتب جاتا رہے گا (۶) حاجت مندوں کی محضیہ طور پر نقدی سے مدد کرنے سے جلدی ثواب ملتا ہے ۔

حواشی

- ۱۔ محل حدیث کے موضوع پر حضرت مطہر کا تفصیلی مکتوب نمبر ۱۶ (مقاتل مطہری کی انفرادی فصل میں ملاحظہ کریں۔)
- ۲۔ حضرت مطہر کے زمانہ کے اقتصادی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کتاب کے مقدمہ میں ہم نے ان امور پر تفصیلی بحث کی ہے، ص ۹۲-۹۹۔
- ۳۔ یعنی اس مقررہ آمدنی کو ہی اپنا دائمی رزق تصور نہ کیا جائے بلکہ اسے ایک وقتی ذریعہ خیال کرو۔
- ۴۔ اس نوعیت کے اقوال کی وضاحت کے لیے دیکھئے:
سلی، ابو عبد الرحمن: طبقات الصوفی، طبع شریہ، بلداد اخباریہ۔
اصہبانی، حافظ ابونعیم: علیہ الاولیاء۔ (احوال حضرت جنید و شبلی)۔
- ۵۔ وسید کے موضوع پر علماء و مشائخ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے کتاب "وسید جلیلہ" میں ان اقوال کو بہترین طریقے پر یکجا کر دیا ہے۔
- ۶۔ حضرت مطہر کے مین حیات مشائخ کے عرسوں پر جو بدعت ہوتی تھیں، ہم نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں "مذہبی بے راہ روی" کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔

جو دھویں فصل

آپ کے بعض منامات کا بیان اور آپ کی زبانی اولیاء کے احوال

فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حبیب ہدای صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اپنے حال میں بہت عنایات کا مشاہدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جو سعادت آخری مرتبہ نصیب ہوئی، آپ ہاتھی پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اتر کر فرمانے لگے اؤ ہم اپنے کندھے آپس میں ملائیں۔ میں اس خواب کی تعبیر نہیں سمجھ سکا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کے جمال جہاں آراء کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں [۵۲] لیٹا ہوا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی، میرا زادگان سرہند بھی وہاں حاضر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو میرے پیر زادے ہیں۔ فرمایا کہ میرا حکم بجا لاتے ہیں۔ میں ان میں سے ایک عزیز پانی لایا۔ جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر مبارک سے گزر رہے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ میں نے آپ کے ایک مکتوب (۱) کی یہ عبارت پڑھی:

"سبحانہ تعالیٰ وراء الوراہم وراء الوراہ" (۲)

(یعنی علم، فہم، عقل اور ادراک کی جہاں تک رسائی ہے اللہ کی ذات اس سے کہیں پرے ہے بلکہ اس سے بھی پرے ہے)

بہت پسند کیا، محفوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو میں نے دوبارہ وہی عبارت

پڑھی۔ تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی۔ یہ مبارک صحبت (حالت) دیر تک رہی۔ صبح ایک دوست آیا اور کہا کہ میں نے آج شب دیکھا ہے کہ آپ نے ایک بہت سہانا خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب کیا تھا۔ میں نے یہ خواب اس سے بیان کیا تو وہ بہت متعجب ہوا۔

فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک اور صحبت کی برکت سے میں اپنے آپ کو سراپا نور اور حضور محسوس کرتا ہوں۔ اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو بیداری سے بہتر ہیں، کئی روز تک پیاس اور بھوک کا احساس نہ رہا۔

فرماتے ہیں ایک خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحرا میں کلاں چوترا ہے اس پر بہت سے اولیاءِ ملتہ مراقبہ میں ہیں۔ ملتہ کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند دوزانو اور حضرت جنید قدس سرہما جھک کر بیٹھے ہیں اور حضرت سید الطائفہ جنید (رحمۃ اللہ علیہ) پر ماسوا اللہ سے استغنا اور کیفیات اور حالات فنا طاری ہیں۔ پھر وہاں سے سب اٹھ کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کہاں جاتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لیے۔ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ تشریف لانے۔ آپ کے ہمراہ ایک گدڑی پوش، سرو قد، پاؤں سے تنگا اور بکھرے بالوں والا شخص بھی تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہاں تواضع اور تعظیم کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے؟ کسی نے کہا یہ خیرات البین اویس قرنی ہیں۔ وہاں ایک مصفا جھرے کا ظہور ہوا جو کہاں درجہ منور تھا، وہ تمام حضرات اس جمرہ میں آگئے، میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں کسی نے کہا آج حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس ہے، جس کی تقریبات میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب باطن کی نسبت پر فنا اور نیستی کا ظہور ہوتا ہے تو سالک اس وقت بے خودی اور استغراق سے متصف ہوتا ہے۔ وہ واقعات (مکاشحات و منامات) میں اپنے آپ کو مردہ دیکھتا ہے۔ نسیان اور بے شعوری اس کے حال کے لیے لازم ہو جاتی ہے۔ ان ایام میں جب کہ مجھے (حضرت مظهر) حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے فنائے قلبی (۵۳) حاصل ہوئی اور دنیاوی تعلقات اور خواہشات کے مٹ جانے کا (مقام حاصل ہوا) تو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا تن سر سے جدا ہو گیا ہے۔ لیکن زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہے۔ نیز میں نے

دیکھا کہ میں مردہ ہوں۔ اور لوگ میری تمیز و تکفین میں مصروف ہیں اور میرا جنازہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ یہاں تک کہ نش کو قبر میں رکھ کر مٹی سے ڈھانپ دیا۔ اور میں دیوار پر بیٹھا ہوں۔ منکر نکیر اس طریقے سے جو کہ حدیث سے ثابت ہے آئے اور اپنے دانت زمین پر مار کر قبر کے اندر داخل ہو گئے۔ اور میری جان (روح) اور نش میں تعلق پیدا ہو گیا۔ وہ جواب و سوال کر کے چلے گئے اور میں قبر میں آرام سے سو گیا۔ نیز میں نے دیکھا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگوں نے تمیز و تکفین کے بعد جنازہ اٹھانا چاہا۔ اچانک میرا جنازہ ہوا میں اڑ گیا اور لوگ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ اس وقت مجھے اپنی یہ رباعی یاد آئی:

مظہر تشویش چشم گوشی نشوی

سرمایہ جوشی و غروشی نشوی

باید کہ پانے غود روی تا سرگور

اے جوہر پاک بار دوشی نشوی (۲)

فرماتے ہیں کہ فقیر کو جو محبت جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور آپ نسبت علیہ نقشبندیہ کا سر مشا ہیں۔ اگر تقاضائے بعثت کی وجہ سے میری باطنی نسبت پر پردہ پڑ جاتا تو جناب (صدیق اکبر) سے خود بخود رجوع ہو جاتا اور آپ کے اتقات سے وہ کدورت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا تو میرے حال پر بہت مہربانی فرمائی۔ "تواضع" کے طور پر فرمایا: میں اس ستائش کے لائق نہیں ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت (نسب) جناب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ وجہ تک پہنچتی ہے اور مجھے آئینہ کی خدمت میں عاص نیاز ہے۔ جہاں عوارض کے وقت میری توجہ آئینہ کی طرف ہوتی ہے جس سے مجھے شفا ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے:

فروع چشم آگاہی امیر المومنین حیدر

ترا نگشت یہ اللہ امیر المومنین حیدر (۳)

آپ کی خدمت میں عرض کیا تو بہت نوازش فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق و ایقان کا سرمایہ ہے۔ ہمارے لیے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں اور انہی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا:

نکرد مظهر ما طاعتی و رفت بخاک

نجات خود بتولنے بو تراب گذاشت (۵)

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔ اور وہ مقامات کہ جہاں اعتراضات وارد ہوتے ہیں [۵۴] کے جواب آپ نے خود تحریر فرمادیے ہیں (۶)۔ جو اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔

بہت سے کلمات جن پر صلہ نے ظاہر گرفت کرتے ہیں، دیگر اولیائے کرام سے بھی صادر ہوئے ہیں وہ بلا تاویل درست نہیں ہوتے۔ ہر تاویل جو ایسے کلام کی کی جائے وہ غلبہ احوال (سکر) یا الفاظ کا معانی کے بیان کے لیے کفایت نہ کرنا، یا ان باتوں کے اعتبار کا حکم الہی ہونا، حضرت مجدد کے کلام سے بھی ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اوائل حال میں آپ کے بعض معارف پر اعتراضات لکھے (۷)۔ لیکن آخر میں ان سے رجوع کر لیا۔ اور خواجہ حسام الدین (۸) غلیہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہما کو لکھا کہ "ان ایام میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھے جو صفائی (رفع جہات) حاصل ہوئی وہ حد سے متجاوز ہے۔ دراصل بشریت کا پردہ اور جبلت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ رعایت طریقہ و انصاف اور حکم عقل جو ان عزیزوں اور بزرگوں کے حق میں برا نہیں ہوتا۔ ذوق، وجدان اور غلبہ کے طور پر کوئی چیز ایسی باطن میں پڑی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیرتی اور احوال کو بدلتی ہے۔ شاید اہل ظاہر دور رہیں۔ میں تو نہیں جانتا کہ حال کیا ہے؟ اور کس طریق پر ہے؟" انہما (۹)۔

راقم حقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ ان کا قول کہ دراصل پردہ بشریت اور حجاب باقی نہیں رہا سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کا لکھا جانا نفسانیت کی وجہ سے تھا نہ کہ حق و انصاف کا اعتبار، اس لیے ان معترضین کا یہی حال ہوتا ہے جو بلا تامل و تحقیق اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کلام انصاف سے پڑھا جائے تو کوئی

اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ (عبدالحق) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ (اعتراضات) کے آخر میں لکھا ہے کہ میں آپ کے بارے میں عالم حبيب کی طرف متوجہ تھا کہ آپ کے ان سب معارف و مقامات کی غایت تحریر کیا ہے؟ آیا یہ اصلاً حق ہے یا محض اختصاری ہے؟ تو یہ آیت شریفہ میرے باطن پر اتار ہوئی۔ و ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ (۱۰) (اگر یہ جھوٹا ہے اس کا جھوٹ اسی پر ہے)۔ انتہا۔ ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور میر و کاران فرعون کے رفع جہات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اجابت حقیقت کے لیے ہوا۔ اس لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے انکار سے باز آنا اور ان کے باطن شریف پر مذکورہ آیت کا اتار ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت شیخ کے اعتراضات رفع ہو چکے تھے (۱۱)۔

فرماتے ہیں کہ بادشاہ (۱۲) کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو تکلیف پہنچنا بھی آپ کی انبیاء کرام علیہم السلام کی کمال متابعت کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید میں احتکاف کیا اور حضرت سید المرسلین علیہ افضل الصلوات فار میں علوت گزین ہوئے۔

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے) مخلصوں نے آپ پر کیے گئے اعتراضات اور جہات کے رد میں رسائل تالیف کیے ہیں (۱۳) ان رسائل رد جہات میں سب سے بہترین رسالہ (۱۴) مرزا محمد بیگ (۱۵) [۵۵] پیش کا ہے۔ جو مکہ شریفہ میں تالیف ہوا۔ جس پر چاروں مسلک کے مفتیوں کی مواہیر جہت کروائیں۔

فرماتے ہیں فیض الہی بے انتہا ہے اور ہر ولی کی استعداد کے مطابق اس کا ظہور ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے متاخرین کی حکمت باللہ کے مطابق کالات عنایت کیے ہیں یہ تمام علوم و فیوض متقدمین سے مروی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ اسی طرح اولیا کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ ان مقامات کی وجہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو امتیاز حاصل ہے۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفید ان درجات و حالات پر کافر ہوئے اور ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا۔ جس سے اس مقام کی نسبت کو شک و جہہ نہیں رہا کیوں کہ متواتر خبر صدق و یقین کے لیے مفید ہے۔ جو کوئی ان مقامات پر نہیں پہنچا اس نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ اعلیٰ کالات کے لیے کرامات کا ظہور شرط نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم ان اصلی درجات پر فائز ہونے کے باوجود جن پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا ، سے بکثرت غرق عادات ، حقوق و ذوق کی نسبتیں اور جذبہ و استغراق کا طور نہیں ہوا ۔

کسی نے حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ان دو بزرگوں حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کون افضل ہے ؟ فرمایا یہ دونوں میرے پیر اور رہنما ہیں مجھ پر دونوں رحمت الہی کے بادل کی طرح برستے ہیں ۔ میری رہنمائی کے لیے ان میں ایک ہی کافی ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ فلک سے زیادہ نزدیک کون ہے ۔

فرماتے ہیں حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے پیر حضرت حافظ محمد محسن استفادہ کے لیے حضرت خواجہ محمد مصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ نے فرمایا تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے اب تم انکار کرنے آئے ہو یا اقرار (۱۶) ؟ عرض کی اس انکار کی عذرخواہی کے لیے ۔ میں حافظ صاحب آپ کی صحبت کا التزام کر کے کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچے ۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبیہ حضرت شیخ محمد فرخ (۱۷) جو کہ کثیر اہل عالم تھے ، حج کے لیے گئے تو سید محمد برزنجی (۱۸) نے جو کہ حضرت مجدد کا تشدد منکر تھا ، چاہا کہ مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ مکہ شریفہ آئے ۔ آپ نے دعا کی کہ الہی میں گنجی ہوں اور وہ عربی اور حرم مبارک میں مجاہدہ مناسب نہیں ہے تو اس کے شر سے مجھے بچا ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی وہ سخت بیمار ہو گیا ۔ آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کر کے ہندوستان کی طرف رجوع فرمایا اور کشتی میں سوار ہوئے تو اس وقت وہ صحت یاب اور طاقت ور ہو کر آپ کے تعاقب میں آیا وہ ایک معمولی کشتی میں سوار ہوا کہ جہاز میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف پر بحث کرے ۔ آپ نے دعا [۵۶] کی اللہم اکفیہما ہاشت (اے اللہ ! مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ) کشتی دریا میں غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو اس کی سزا ملی (۱۹) ۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالاحد نے اپنے والد اور چچا (۲۰) سے استفادہ کیا تھا وہ ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ علیہما کی نسبتوں کو برابر خیال کرتے تھے اور نسبت سمیدی و مصومی میں فرق نہیں کرتے تھے ، فرماتے تھے کہ میری نظر میں یہ دونوں بزرگ برابر ہیں جیسے امام تسبیح کے ساتھ دو دانے ہوتے ہیں ۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان حضرات کی نسبتوں کا امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ سعیدی نسبت میں اٹھلال اور بے غودی جو کہ مقام غلت کے لائق ہے بہت ہے اور معصومی نسبت میں "صفا اور لمعان" جو کہ مقام محبوبیت کے لیے مناسب ہے، بے شمار ہے۔ نسبت سعیدی میں کمالات نبوت اور دیگر مقامات کی زیادہ قوت ہے۔ نسبت معصومی کی ولایات میں قوت زیادہ ہے۔ حضرت مجدد کے مخصوص مقامات سے ان دو صاحب زادوں رحمۃ اللہ علیہما کے علاوہ کوئی مشرف نہیں ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میں طالبوں کو توبہ کی تلقین اس طرح کرتا تھا جو کہ توبہ نصوح کی تاکید کی طرح ہوتی تھی۔ ایک شب اپنے حضرت شیخ کو خواب میں دیکھا۔ میرے حال پر عنایت کیں وہاں ایک قوال حاضر تھا اس کو بھی آپ نے توبہ دی تو اس کی عجیب حالت ہوئی اس نے وہ عمل ترک کر دیا اور مزامیر توڑ دیے اور غیر شرعی افعال سے توبہ کی فرمانے لگے کہ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب طالب کے باطن پر نسبت غالب آ جائے تو وہ اپنا کام خود کرے اس روز سے میں نے توبہ کے سلسلے میں سختی کرنے سے گریز کیا۔ کیوں کہ توبہ مجمل ہی کافی ہے۔ اور توبہ نصوح خاص وقت پر حاصل ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ دانش مندوں کے ایک گروہ نے مجھ سے پوچھا آپ نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا فضیلت دیکھ کر دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اسے اختیار کیا۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کتاب و سنت پر منطبق ہے جس کا قطعی ثبوت ہے اور یہ قطعیت پر منطبق ہے وہ بھی قطعی ہے۔

اس طریقہ کے اعمال سے اتباع سنت کی توفیق ہوتی ہے۔ اور شریعت کے اتباع سے اس طریقہ کے انوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ شیطان خشک ملا کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مزاج میں عشق کی خورش کا ظہر ہے اور آپ کی طبیعت عاشقانہ اشعار کی طرف راجع ہے تو پھر آپ نے اس بے کیف طریقہ کو جس میں سماع کو دخل نہیں اور آواز جہر (ذکر جہر) سے بھی سروکار نہیں ہے کیوں اختیار کیا؟ میں نے کہا عجزیت اور محبت جناب باری تعالیٰ سبحانہ کی حکمت بالغہ کی مقتضی ہوتی ہے۔ اس نے کہا یہ تو محض مجبوری کی علامت ہوئی۔ مجھے اس کے لاپرواہانہ سوال پر غصہ آیا اور چلایا کہ اس کی داڑھی پکڑ لوں اور ماروں لیکن

وہ دفعتاً غائب ہو گیا۔

فرماتے ہیں حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے میر حضرت فیض سیف الدین رحمۃ اللہ علیہما ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو بانسری کی آواز [۵۴] ان کے کان میں آئی۔ بے تہب اور بے خود ہو کر گر پڑے جس سے دست مبارک پر چوٹ لگ گئی فرمانے لگے لوگ مجھے بے درد کہتے ہیں بے درد تو وہ ہیں جن پر سماع کی تاثیر نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ ایک جگہ جا رہے تھے کہ ان کے کان میں سماع کی آواز آئی تہب نہ لا کر بیٹھ گئے اور اس کی خورش کو ضبط کر گئے جس کی گرمی سے ان کے سر کی کھوپڑی پھٹ گئی۔ انہوں نے کہا کہ سماع مہلک ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا ہے (۲۱)۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سید (نور محمد) کے میر حضرت فیض سیف الدین رحمۃ اللہ علیہما کی علقہ میں ہر روز چار سو (۲۲) درویش استقادہ کے لیے جمع ہوتے تھے۔ حضرت فیض ہر ایک کی فرمائش کے مطابق کھانے پکواتے تھے۔ ان تمام ناز و نعم کے باوجود سائلین بلند مقامات پر فائز ہوتے تھے کیوں کہ اس طریقہ کا مدار مرہد کی ہمت اور توجہ پر ہے۔ اس طریقہ کے ایک فرد نے پہلا کہ فذا کم کر دے ان کے میر نے کہا کہ اس طریقہ کے فیوض حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے اعمال کی ضرورت نہیں ہوتی کیوں کہ ہمارے بزرگوں نے اس کام کی بنیاد دوامی و قوف قلبی اور مرہد کی صحبت پر رکھی ہے۔ زہد اور حیدر مجاہدات کا نتیجہ کرامات اور تصرفات ہیں۔ لیکن مقصد کا حصول تو دوام ذکر، توجہ الی اللہ، اتباع سنت اور انوار و برکت کی کثرت سے ہوتا ہے ظاہر بین عوام کی نظر تو ثرق عادات کے غور پر ہوتی ہے۔ اور خواص جو حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں ان کا مسلح نظر صرف تصفیہ، قلب اور نسبت مع اللہ ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ سعد اللہ کے میر حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہما، حضرت غوث الثقلین کی اولاد امجاد میں سے ایک صاحب زادے سے ملنے کے لیے گئے وہ صاحب زادگی اور اپنی ظاہری حشمت کے غرور سے آپ کی تعظیم کے لیے نہ اٹھا۔ آپ کے اصحاب اس کی اس بے ادبی سے ناغوش ہوئے۔ اس نے آپ کی خدمت میں التماس و التجا کی آپ کے صرف ہمت سے اس نے طریقہ نقشبندیہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے حالات اچھے ہو گئے۔ اس کے عزیزوں کو یہ طریقہ پسند نہ آیا۔ انہوں نے

کہا کہ تم نے اپنے آبا و اجداد کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں، مکاری ہے نہ چشتی ہے۔ جہاں میں نے اپنا مقصود دیکھا وہیں پہنچ گیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ یتیمین کے لیے سہرندے گئے راستے میں اذان کے وقت آپ کے جنازہ سے اذان کا جواب سنا گیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بے ادب عورت نے حضرت شیخ عبداللہ (ودعت) رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا آپ نے صبر کیا تو معلوم ہوا کہ غیرت الہی اس سے انتقام لینے کے لیے حرکت میں آگئی ہے۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک سے فرمایا کہ اس بے ادب کے تھپڑ رسید کرو اس نے توتھ کیا اچانک وہ عورت گر پڑی اور مر گئی آپ نے اس توتھ کرنے والے پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کا خون تمہاری گردن پر ہے۔ اگر تو میرے حکم پر عمل کرتا تو وہ بے ادب [۵۸] نہ مرقی اور سلامت رہتی۔ حضرت مظہر اس واقعے کے بعد فرمانے لگے مشائخ کے حکم پر بلا توتھ مل کرنا چاہیے۔ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ شاہ گلشن جو کہ حضرت شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں سے تھے، کمال درجہ کے زہد اور ریاضت سے متصف تھے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سالکوں کے لیے محل رشک ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین روز کے بعد بھوک لگتی تھی حدید بھوک کے وقت درختوں کے پتے، کھیرا اور خربوزے کے پھلکے لے کر انہیں پانی سے پاک کر کے کھا لیتا۔ ایک ہی بوسیدہ گدڑی تیس سال تک آپ نے پہنے رکھی۔ ایک بار حضرت نے روزہ کے اظہار کے وقت گرمی کی حدت سے حوض کا پانی طلب فرمایا کسی نے عرض کی کہ یہاں ایک کنواں ہے جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ فرمانے لگے ہم کئی سالوں سے اس مسجد میں سکونت رکھتے ہیں خیال میں یہ کبھی نہیں آیا کہ یہاں کوئی کنواں بھی ہے پیاس کی حدت کے وقت اسی حوض کا پانی پی لیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے دیناروں کی ایک تھیلی بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم پر حج فرض ہو گیا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ واپس آ کر فرمایا ایک سائل نے سوال کیا تو وہ تھیلی میں سے اسے دے دی۔ اس لیے حج کی فرضیت میرے ذمہ سے اب ساقط ہو گئی ہے۔

ایک بار چاہا کہ زکوٰۃ ادا کریں کیوں کہ ہر فرض الہی کی ادائیگی سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب زکوٰۃ کا نصاب فراہم ہو گیا تو زکوٰۃ اور نصاب دونوں ہدایا کی راہ میں دے دیے کیوں کہ جب مقصود حاصل ہو گیا تو مذکورہ دولت کس کام آئے گی؟ فقراء کا خزانہ صرف درہا ہے، سبحانہ۔

فرماتے ہیں کہ سلسلہ سوار یہ (۲۳) کے فقراء کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشا میں سے ایک کو خیال آیا ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہوگا۔ ان فقراء میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا:

ہا کسار ان جہاں را بہ حقارت منکر

توچہ دانی کہ درین گرد ساری باشد (۲۴)

فرماتے ہیں کہ کسی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ان صورتوں میں "معانی حقیقت" جلوہ گر ہیں۔

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان (۲۵) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمالات باطنی کا استفادہ کیا تھا۔ ایک روز ان سے عالم گیر بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا چار سال وہ عرصہ جو میں نے اپنے میر بزرگوار کی خدمت میں بسر کیا ہے یہی میری عمر ہے۔ باقی وبال آخرت ہے:

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر رفت

باقی ہمہ بے حاصل و بے جبری بود (۲۶)

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان کے کھانے میں اتنے تکلفات ہوتے تھے جو فضول خرچی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن حضرت خواجہ (۲۷) (محمد معصوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کامل احتیاط اور انتہائی تقویٰ کے ان کا کھانا کھا لیتے تھے۔

فرماتے تھے کہ ان کے کھانے کی برکت سے اس قدر [۵۹] نور باطن بڑھتا ہے کہ گویا کھانا کھایا ہی نہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے ظہر اور انوار نسبت کے ظہور سے ان کی تمام چیزیں منور ہو گئیں (تو انہوں نے بطور شکرانہ) دو گانہ ناز ادا کی:

ثنوی

از محبت مسہا زرین شود از محبت تلخہ شیرین شود

از محبت سر کہ ہا مل می شو از محبت خار ہا گل می شود (۲۸)
 فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پیر کی خدمت میں عریضہ (۲۹) لکھا کہ آپ کی
 محبت ہمارا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے۔ جو میرے لیے
 شرمندگی کا باعث ہے۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ پیر کی محبت میں ہی خدا
 اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہے۔ اور کمالات الہیہ کا جذبہ جو پیر کے باطن
 میں ہوتا ہے اسی کا سبب ہوتا ہے (۳۰)

چوں دیدہ حقل آمد احوال معبود تو سرست اول (۳۱)
 فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان کے انتقال (۳۲) کے وقت حضرت خواجہ
 (عبید اللہ) احرار کا متبرک کلمہ ان کے سر پر رکھا گیا۔ انہوں نے نور فراست سے
 معلوم کر لیا اور آنکھیں کھول دیں کہ میرے پیر کا متبرک کلمہ لایا گیا ہے، اس لیے
 حضرت خواجہ کی ذات درگاہ الہی میں میرا وسیلہ ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ قدیم نقشبندی بزرگوں کی نسبت اور نسبت احمدیہ (مجددیہ کے
 انوار میں فرق ہے۔ نیز ان کی کیفیات بھی مختلف ہیں۔ توجہ جو پیر اپنے مستفید
 کے حال پر کرتا ہے وہ پیر کے پیروں سے کم ظاہر ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہاں
 دونوں (پیر و مرید) کے قرب کے سبب "معیت" قوی اور متحقق ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ (محمد عابد) حضرت سید (نور محمد بدایونی)
 اور نواب مکرم خان رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات جو کہ یک جا واقع ہیں کی زیارت کے
 لیے گئے۔ دونوں مزاروں پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا دونوں بزرگوں کی نسبت ایک
 ہی ہے۔ لیکن حضرت سید کے مزار کی نسبت فقر و ورع نورانیت اور ہمک کی وجہ سے
 ممتاز ہے۔

فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ اخذ
 کیا، ایک نے طریقہ تھادریہ اور دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ، حضرت شیخ فرماتے ہیں
 حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک تشریف لائی اور مثالی صورت میں
 اپنے فائدہ ان کے مرید کے ہمراہ روانہ ہو گئی اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی
 مثالی صورت میں اپنے طریقہ کے معتقد کے ساتھ روانہ ہوئے۔

فرماتے ہیں جناب الہی میں ہر شیخ طریقت کا توسل "جبل المتین" ہے کیوں
 کہ یہ مراتب قرب پر فائز ہوتے ہیں۔ مستفید اگر فیض حاصل کرے تو زہے سعادت

(اس طرح) وہ بھی ان میں سے ہو گیا ۔ یہی نہیں بلکہ اس بشارت میں جس کے لیے یہ اکابر ممتاز ہوتے ہیں شریک ہو گیا ۔ اور ان بزرگوں کی عنایت اس کے حامل مال رہی ۔

فرماتے ہیں کہ حضرت فوٹ النعلین کی توجہ اپنے طریقہ کے متوسلین کی طرف زیادہ معلوم ہوتی ہے ۔ میری اس طریقہ کے کسی ایسے فرد سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی ، جس کے حال پر آپ کی توجہ مبذول نہ ہو ۔ اسی طرح [۶۰] اپنے طریقہ کے معتقدین پر حضرت خواجہ نقشبند کی توجہ صرف ہوتی ہے ۔ مغل صحراؤں میں سوتے وقت اپنے سلمان اور گھوڑے حضرت خواجہ کی تحویل میں دے دیتے اور ان کی طبی مدد ان کے ساتھ ہوتی ، اس باب میں اس قدر حکایات ہیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو طوالت ہوگی ۔

فرماتے ہیں ، حضرت سلطان المصلح نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کے زائرین پر بہت عنایت فرماتے ہیں ۔ اسی طرح فتح جلال پانی پتی (۲۲) بہت انتہات کرتے ہیں ۔ حضرت خواجہ قطب الدین کی شہود میں استغراق کی شان بہت عالی ہے ۔ حضرت خواجہ مہم الدین (ترک پانی پتی) ماسوا اللہ کے کسی طرف انتہات نہیں کرتے راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے ۔ پانی پت سے روانگی کے وقت فقیر نے آنکھوں کو پاؤں بنا لیا اور بڑے ادب کے ساتھ مہم الدین ترک (کے مزار) کی زیارت کے لیے گیا اس کے باوجود انہوں نے کہ ترک ماسوا اللہ کر رکھا ہے ، مجھ پر عنایت کی ۔ جس کی کیفیات و توجہات شریفہ سے میرا دل اس قدر محظوظ ہوا کہ دہلی تک میں اس کا اثر اپنے اندر محسوس کرتا تھا ، اور کئی روز تک میں اس کے اثر سے سرشار رہا ۔

فرماتے ہیں کہ ان اکابر کی نسبت کی قوت اور آبرو اس مرتبہ کی ہوتی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے ۔ بلکہ ان عزیزوں کی باطنی نسبتوں اور قدیم صوفیہ علیہ کے مقابلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان سے بہرہ ور نہیں ہو سکے ۔ ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سمیت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک پر توجہ کی ۔ اور فرمایا سبحان اللہ عجیب اور قوی جذبہ والی نسبت کا ظہور حضرت خواجہ سے ہوا ، کیوں نہ ہوتا ، حضرت خواجہ تو اس عائدان کے بزرگ ہیں ۔ راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ میں اس وقت شرف حضور میں مشرف تھا ، حضرت خواجہ کی طرف سے ایسی نسبت

وارد ہوئی کہ ہمارے سینے جو خلی تھے اس نسبت کے انوار و کیفیت سے پر ہو گئے ، جب مراقبہ سے سر اٹھایا تو حسرت خواجہ کا التحفہ قسم ہو چکا تھا اور جو مسموم دل تھے وہ خلی اور بے نور ہو گئے ۔ یہ انوار اور کیفیات ہمارے باطن پر ان شمس سے ہیں جو ”وسط ساء حقیقت“ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو ۔

فرماتے ہیں کہ پانی پت میں امام بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے میں نے مراقبہ کیا اور کئی غور و توجہ بھی کی لیکن ان کی نسبت کا اثر ظاہر نہ ہوا لیکن عرصہ دراز کے بعد ان کی نسبت نہایت لطافت سے ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کا سلوک صوفیہ کے مقررہ طریقے کے مطابق نہیں ہے ۔ وہ راہ ہدا میں بذریعہ شہادت پہنچے ہیں اور دفعتاً بطریق ”اصطفا“ فائز ہوئے ہیں اور یہی حال ان شہیدوں کا ہوتا ہے جو ہدا کی راہ میں دفعتاً جان دے دیتے ہیں انہیں عنایت الہی کے جذبات دفعتاً مقامات قرب پر سے فائز کر دیتے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے ۔ اور اسرار [۶۱] معرفت کی تحقیق اور علوم کی گہرائی کی حاص طرز رکھتے ہیں ۔ ان تمام علوم اور کمالات کی وجہ سے وہ علمائے ربانی میں سے ہیں ان کی محال ان محقق صوفیہ کی سی ہے جو کہ علم ظاہر و باطن کے جامع اور نئے علوم کے موجد ہوں ایسے چند ایک ہی گزرے ہوں گے ۔

فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء جو خدمت (خلق) پر مامور ہوتے ہیں ، میں انہیں پہچانتا ہوں اور میری ان سے ملاقات بھی ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے ۔ نادر شاہ (۲۴) کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی کسی معاملہ میں لاہور کے قاضی کی مہر درکار تھی میں نے اس سے کہا وہ ایک پہر کے اندر قاضی کی مہر لگوا کر لے آیا ۔ اور کہا کہ قاضی ایک کام میں مصروف تھا اس لیے میں دیر سے آیا ہوں ۔ ورنہ میں گھڑی بھر میں آ جا سکتا ہوں ۔ ایک مرتبہ ایک فقیر کی لڑکی کی شادی کے لیے رقم کی ضرورت تھی ۔ وہ آدمی رات کے وقت قلعہ کے اندر گیا محمد شاہ بادشاہ کی بالین سے جو ہر رات کو ہزار روپے کی تھیلی گوشہ نشین مساکین پر خرچ کرنے کے لیے اپنے سرہانے رکھتا تھا وہ تھیلی اٹھا لی بادشاہ کو اس کی خبر ہو گئی اس نے اسے چور سمجھا ، فقیر نے کہا میں وہ ہوں جس کے ذریعے تمہاری جان محفوظ رہی بادشاہ نے کہا کچھ اور رقم مانگو اس نے کہا بس یہی کافی ہے ۔

فرماتے ہیں کہ وہ محض طور پر ہمارے حلقہ میں آکر بیٹھتا تھا کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا اولیٰ نے عشرت کے لیے شہرت لازم ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں لیکن اولیٰ نے عزت کے لیے محض رہنا لازم ہے تاکہ اسرار ظاہر نہ ہونے پائیں۔ ایک مرتبہ ایک قد آور جوان جس کے ہاتھ میں تیر و کمان تھی حضرت کے سامنے آیا۔ آپ اس کی تنظیم کے لیے اٹھے اور فرمایا تم وہی ہو نا، وہ دیر تک بیٹھا رہا پھر چلا گیا، تو فرمایا کہ یہ جوان ابدال تھا بلکہ منبصل کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ ہمیں دیکھنے کے لیے ایک ہی جست (یک قدم) میں وہاں سے یہاں آیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بلکہ دہلی کا قطب ایک کشمیری مرد ہے جو فلاں محلے میں رہتا ہے۔ محمد احسان نے عرض کی کہ مجھے اس کا نام و پتہ بتائیں فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ راز فاش ہو جائے؟

ایک مرتبہ ایک سپاہیانہ وضع عزیز آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا امیر سے۔ اس وقت مجھے اس کام پر مامور کر کے بھیجا گیا ہے کہ نجیب خان (۲۵) کی نگہبانی کے لیے آپ اپنے اصحاب سے سورہ ۰ اخلاص کا ورد کرنے کا حکم دیں۔ پس آپ کے اصحاب نے سورہ اخلاص کا ورد کیا اور نجیب خان کھار کے شر سے محفوظ رہا (۲۶)۔

حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی بار فرشتوں اور ارواح طیبہ اور باطن کے انوار کا اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ میں (شاہ غلام علی مصنف ہذا) آپ کی خدمت میں حاضر تھا، فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ میں نے عرض کی یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ فرمانے لگے مگر تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سچ ہے کہ معیبات کا کشف ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ اور عالم غیب کو دیکھنا طریقہ میں شرط نہیں ہوتا۔ اصل کام تو محض خدا کی طرف دائمی توجہ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے سب سے زیادہ امید والے اعمال اللہ کی طرف دائمی توجہ [۹۲] اور مشائخ کرام کی محبت کے علاوہ نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہر عمل کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے نماز تمام کیفیتوں کی جامع ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ تلاوت، تسبیح، درود اور استغفار و اذکار کے انوار پر مبنی ہوتی ہے۔ سب سے صحیح اور اصل حالات جو کہ احوال قرن (۲۷) سے مشابہ ہوتے ہیں

ناز ہی میں حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کے آداب جیسا کہ چاہیے بجالانے جائیں۔
 راقم (شاہ غلام علی) مسکین عنی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ناز مومن کی معراج ہے،
 باطن کو ناز کی حالت میں عروج ہوتا ہے اور طائف کو انوار فوق سے حظ حاصل ہوتا
 ہے۔ مگر ارکان میں اعتدال اور شوع و مضوع کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت صفائی باطن اور قلب کی قبض رفع کرنے
 کا موجب ہے۔ ترتیل حروف اور غوش الحانی ہونی چاہیے۔ قرآن مجید کی تلاوت
 متوسط آواز سے کرنی چاہیے اس سے اذواق پیدا ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں باطنی نسبت میں بہت ترقی ہوتی ہے روزہ
 کی حالت میں غیبت اور جھوٹ سے بچنا واجب ہے ورنہ روزہ کا حاصل فاقہ کشی کے
 سوا کچھ نہیں ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اس مہینے کی رضامندی اور روزہ کی ادائیگی
 کا حق حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے اس ماہ کو ایک پارسا مرد کی صورت میں دیکھا،
 اس نے پوچھا کہ کیا تم روزہ داروں سے خوش ہو جاتے ہو؟ اس نے کہا کہ روزے کا
 حق ضائع کر کے انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ مگر حضرت حجتہ اللہ (محمد) نقشبند
 (۲۸) رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اس پر نادم تھے
 ان کا روزہ نہ رکھنے سے نادم ہونا دوسرے لوگوں کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔

فرماتے ہیں، اس ماہ مبارک کے انوار و برکات کا ظہور غرہ شعبان سے ہی
 شروع ہو جاتا ہے۔ گویا اس ماہ کے فیوض کو چاند نے طلوع کیا، نصف شعبان سے
 ہی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ چاند بدر تاباں ہو گیا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے
 انوار سے جہان منور ہو گیا ہے۔ شب غرہ سے ہی یہ ماہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیوض
 الہی کا آفتاب بادلوں کے حجاب سے نکل آیا ہے۔ اس لیے مسلمان رمضان المبارک میں
 ہر طرف سے جمع ہونے لگتے ہیں اور بڑی عجیب صحبتیں رہتی ہیں تراویح میں قرآن
 سننے سے نئے حالات وارد ہوتے ہیں۔ کبھی کبھار تراویح کے بعد اصحاب کے ساتھ
 مراقبہ کرتے، در صحیح حالات حاصل ہوتے اور جس پر لیلۃ القدر کا احتمال ہوتا تو فرماتے
 کہ آج رات بہت سے برکات فائض ہوئیں اور بکثرت تجلیات کا ظہور ہوا۔ اس رات
 آپ بہت سی دعائیں پڑھا کرتے۔ ان حالات کی کیفیات کی تحریر میں گنجائش نہیں
 ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب ہر بدل کر آتی ہے یعنی طاق راتوں میں سے کسی رات کو آتی ہے۔ اس کے لیے ستائیس معین نہیں ہے۔ البتہ اس رات کثرت سے دعا اور ناز (نوافل) ادا کرنے کے سبب لوگوں کا اس رات کو جاگنا معمول بن گیا ہے [۶۳] اس میں بہت ہی برکت پائی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات جب ہر مذکورہ تاریخ میں ہو بھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان ایام کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ اگر اس مہینے میں کوئی قصور یا لغو ہو جائے تو اس کا اثر سارا سال رہتا ہے۔ میں (میرزا مظہر) نے اپنے استاد کی زبانی سنا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ ماہ جمعیت و اطاعت میں گزرے تو سارا سال اچھی توفیق اور جمعیت سے محفوظ رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں احتکاف کرتے تھے اور اگر کوئی اجازت طریقہ کے مقامات پر پہنچ جاتا اور اسے ان ایام میں اگر عرق سے سرفراز کرتے تو اسے تاکید کرتے کہ ان ایام میں لوگ حلقہ میں حاضر رہیں۔ تاکہ باطنی ترقیات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ رمضان شریف عتم ہونے کے بعد فرماتے کہ روزوں کی برکت سے عزیزوں کی نسبتیں کثیر الانوار اور روشن ہو گئی ہیں افسوس کہ سارا سال رمضان کیوں نہیں رہتا۔ روزہ اگر (سال) میں کسی وقت بھی رکھا جائے اس سے "صغائی" حاصل ہوتی ہے اور اس وعدہ کی برکت کی انا اجزی بہ (۲۹) اس کی جزا میں دوں گا) سے علی نہیں ہے لیکن اس میں رمضان شریف کی سی کیفیات نہیں ہوتیں۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے الصوم لی و انا اجزی بہ (۴۰) (روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا) بعض کے نزدیک اجزی صید مجہول ہے۔ اس صورت میں روزہ کا رویت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے۔ فضلوہی للنصائمین (روزہ داروں کے لیے ہی بہتری ہے)۔

حواشی

- ۱- مجدد الف ملنی: مکتوبات ۱/۲۔
- ۲- حضرت مجدد کا محولہ بالا مکتوب، حضرت شیخ اکبر ابن عربی کے تصور وحدت الوجود اور اس سلسلے میں حضرت مجدد کے اپنے نظریے کے بیان پر مفصل ہے۔ جس کے ابتداء یہ کہ یہ انگریز فخرہ ہے۔
- ۳- اے مہر آنگہ اور کلان کے لیے تشویش نہ بن جوش و فروش کا سرمایہ نہ بن، چاہیے کہ تو اپنے پاؤں سے قبر تک پہنچے۔ اے جوہر پاک تو کسی کے لیے بوجھ نہ بن۔
- ۴- حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ چشم آگاہ کی روشنی میں، مہر تیرے لیے وہ ید اللہ کیوں نہیں؟
- ۵- مہر: دیوان، طبع مصطفائی، ص ۱۸۔
- (ترجمہ) ہمارے مہر نے بندگی نہیں کی اور قبر میں چلے گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا۔
- ۶- امام ربانی مجدد الف ملنی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب ۲۰۹۔ جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ۹۲۔
- ۱۲۱۔
- ۷- حضرت شیخ محدث کا ایک پورا مکتوب حضرت مجدد کے معارف پر اعتراضات پر مبنی ہے، یہ مکتوب معارج الاولیات تالیف عبد اللہ غویلی قصوری (سال ۱۰۹۶ھ) میں منقول ہے جسے پروفیسر غلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحی محدث میں نقل کر دیا ہے، ص ۲۱۲۔
- ۲۴۴
- ۸- خواجہ حسام الدین احمد، اکبر بادشاہ کے مقرب اور ابوالفضل کے بہنوئی تھے، بعد میں امارت ترک کر دی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حب و روز بسر کر کے ۱۰۴۳ھ میں انتقال کیا۔ (ترجمہ الخواطر ۵/۱۲۸ - ۱۲۹ نسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہ لکھنؤ ۱۹۷۸ء، ص ۹۹۔ ۱۱۳)۔ صبیحہ اللہ، خواجہ: زاد الملاحق و تعلیق / محمد اقبال مجددی (زیر طبع)۔
- ۹- شیخ محدث کا یہ مکتوب اخبار الاخیار کے آخر میں شامل ہے۔ اس سلسلہ کے مخالفین نے حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب کی آڑ لے کر اپنی آراء کو موثر بنانے کی سعی کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا تھا۔ دونوں حضرات کی اولاد میں بعد میں بہت محبت اور یگانگت پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد سبکی بن حضرت مجدد نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدث سے ماصل کی تھی۔ حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے بہت سے افراد حضرت مجدد کی اولاد سے

بیعت ہو کر رحد و ہدایت میں معروف ہونے۔ حضرت میرزا مظہر سے حضرت شیخ محدث کے کئی صاحب زادگان منسلک تھے جن کی تفصیل کتاب حاضر کے باب غلامانے حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔ نیز ہم نے اپنی کتاب احوال و آثار عبداللہ غویگی (ص ۱۴۵ - ۱۵۰) میں اس روایت رجوع پر محصل بحث کی ہے۔

۱۰۔ القرآن (المومن) ۲۸/۴۰۔

۱۱۔ مولف کتاب حاضر حضرت شاہ غلام علی نے حضرت شیخ کے ان اعتراضات کے جواب میں مستقل رسالہ تالیف کیا تھا جو رسالہ در اعتراضات شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد کے عنوان سے ان کے رسائل سہ سیرہ، مطبوعہ ۱۲۸۴ھ اور ان کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے۔ نیز کئی حضرات نے شیخ محدث کے جواب میں مستقل رسائل تالیف کیے ہیں دیکھیے مہدم مطبوعات شریفہ، ص ۴۰۔

۱۲۔ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو سجدہ تطہیمی نہ کرنے کے جرم میں گواہی کے قلم میں قید کیا، اور آپ وہاں (۱۶۱۹ - ۱۶۲۱) تین سال رہے اس کے بعد کچھ عرصہ جہانگیر کے ہمراہ اس کے لشکر میں رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

۱۳۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بیباک پہلے لکھا جا چکا ہے، زندگی ہی میں اعتراضات شروع ہو گئے تھے۔ اور ہر دور میں مخالفین آپ پر اپنے لایینی اعتراضات تراشے بغیر نہیں رہ سکے۔ ہم نے بعض ایسے دریافت شدہ خطی رسائل کی نقاشی کی ہے جو حضرت مجدد کے رد میں لکھے گئے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احوال و آثار عبداللہ غویگی، ص ۱۵۹ - ۱۶۲ اسی طرح آپ کے سلسلے کے متعہدین نے ان گنت رسائل ان مخالفین کے جواب میں تالیف کیے، روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۴ھ) تک تین سو پینسٹھ رسائل کا شمار ہوا تھا (۲/۴۸ قلمی) ہم نے اپنے ایک مقالہ "حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں" (مشمولہ رسالہ نور اسلام، حضرت مجدد نمبر) میں اس موضوع کی ۴۱ کتابوں کی تفصیل دی ہے۔

۱۴۔ اس رسالہ کا نام عطیۃ الوہاب العاصمہ بین الخطا والصواب ہے۔ جو عربی میں ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور مہر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ محمد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چمپ چکا ہے۔

۱۵۔ شیخ محمد یگ کی کے حالات زندگی زیادہ نہیں ملتے۔ کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔ (ر۔ ک۔ مطہق غلامہ السیر، طبع ڈاکٹر قمر نور احمد اہمر، لاہور ۱۹۷۰ء)۔

۱۶۔ یہاں انکار اور اقرار سے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کا وہ اختلاف مراد ہے جس کی تفصیل فصل ہذا (حواشی ۸۰، ۸۱) میں

ملاحظہ کریں۔ نیز حضرت حافظ محمد محسن کے حالات کے لیے دیکھیے حواشی فصل سوم کتاب ماضی۔

۱۷۔ حضرت شیخ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سمید بن حضرت مجدد الف ثانی، معروف عالم اور کثیر التصانیف تھے، علامہ اور مولوی منوئی لقب تھا۔ ستر ہزار حدیثیں متن اور سند کے ساتھ انہیں حفظ تھیں (مناقب احمدیہ و مقامات سمیدیہ، ماضیہ، ص ۲۶ عربی)۔ حضرت مجدد الف ثانی کے معارف پر کئی کتابیں تالیف کیں اور مخالفین کے رد میں ایک پر مغز کتاب کشف الطاعن اذہان الاغیاء لکھی تھی، راقم کئی غلطیوں سے تقابل کر کے اس کا متن تیار کر رہا ہے۔

۱۸۔ دور وسطیٰ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مخالفین میں سب سے نمایاں نام سید محمد بن عبدالرسول برزنجی کا ہے۔ اس دور کے اکثر مخالفین سلسلہ مجددیہ کا تعلق اسی برزنجی سے تھا اس نے اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے جن میں سے بعض کے غلطیوں کی نشاندہی ہم نے احوال و آثار عبداللہ غوثیگی میں کی ہے (ص ۱۵۹-۱۶۲)۔ مگر رہا کمال: مجموع المؤلفین ۲۰۸/۹ ۲۵/۱۰۔

۱۹۔ یہ روایت مجددی سلسلے کے کئی تذکرہ نگاروں میں ملتی ہے، دیکھیے روضۃ القیومیہ ۷/۲۔

۲۰۔ حضرت خواجہ عبدالامد وحدت کے والد حضرت خواجہ محمد سمید اور عچا حضرت خواجہ محمد مصوم فرزند ان حضرت مجدد الف ثانی مراد ہیں۔ اور نسبت سمیدی و مصومی انہی حضرات سے منسوب ہے۔

۲۱۔ سماع کے بارے میں حضرات صوفیہ کرام میں اختلاف ہے، نقشبندی مشائخ نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ خود حضرت مظہر کے غلیفہ جلیل القدر حضرت کاظمی مناء اللہ پانی پتی کا رسالہ سماع بہت مشہور، مقبول اور محبوب ہے۔

۲۲۔ حضرت مولف (شاہ غلام علی) اپنے رسالہ احوال بزرگان میں خود فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سیف الدین چودہ سوطلبہ کو وظیفہ (مدد معاش) دیتے تھے۔ (فہمی، ورق ۱۴۲-۱)۔

۲۳۔ سلسلہ مداریہ، شاہ بدیع الدین مدار (ف ۸۴۴ھ/ ۱۴۴۰ء) سے منسوب ہے۔ سلاطین شرقیہ کے عہد میں اس سلسلے کو عروج حاصل تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اخبار الاغیاء، ص ۱۵۴۔

Sharqi Sultanate of Jaunpur, pp. 274 - 77.

Sufi Orders in Islam, p. 97.

۲۴۔ فاکسدادن جہان کو حثارت سے نہ دیکھو، تجھے کیا معلوم کہ اس گروہ میں کوئی سوار بھی ہے؟

۲۵۔ نواب مکرم خان کا نام میر محمد اسحق بن شیخ میر تھا۔ اور نگ زیب عالم گیر کے خاص

مقربین میں سے تھا۔ کئی اہم مکی مہلت میں شریک رہا ۱۱۲۹ھ کو اختل کیا۔ (ملاحظہ ہو
ماکوالہام، اردو ترجمہ ۵۴۵ - ۵۴۹) حضرت خواجہ محمد مصوم سے اس کے پورے
خانوادے کو حدیث تھی، اس کا والد، چچا شیخ منیر، برادر بزرگ محترم خان (میر
ابراہیم) اور برادر غردمیشیر خان (میر یعقوب) بھی اس سلسلے کے معتمد تھے۔ خود
مکرم خان بھائیوں سمیت سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد مصوم کی خدمت میں
کئی سال رہا تھا۔ (مقامات مصومیہ، قلمی، ص ۸۸۸)۔ مکتوبات مصومیہ ۲/۱۵۹/۲۱۲
جہاں میر یعقوب کو اس خانوادے کا فرد بتایا گیا ہے۔

۲۶۔ اچھا وقت وہی تھا، جو یاد کی محبت میں گزرا، اس کے علاوہ سب بے حاصل اور بے
ثبری تھی۔

۲۷۔ مقامات مطہری کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں حضرت سید یعنی شیخ نور محمد بدایونی
طبع ہو گیا ہے جو ہو سکتا ہے۔

۲۸۔ محبت سے تابنا سونا بن جاتا ہے۔ اور محبت کزوی چیز کو میٹھا بنا دیتی ہے، محبت
سے سرکہ شراب انگوری بن جاتا ہے۔ اور محبت سے کائے محمول ہو جاتے ہیں۔

۲۹۔ مکتوبات حضرت خواجہ محمد مصوم دفتر دوم میں مکتوب نمبر ۱۵۲ اور ۱۵۳، انہی کے نام
ہیں ان میں اگرچہ مکتوب الیہ کا خطاب مکرم خان نہیں لکھا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ
انہیں یہ خطاب حضرت خواجہ محمد مصوم کی وفات کے بعد ملا تھا (مقامات مصومیہ،
قلمی، ص ۸۸۹)۔

۳۰۔ مکتوب نمبر ۱۵۳ میں فرماتے ہیں:

نوحۃ بودند محبتی کہ این جانب منسوب است، فوق محبتی است کہ
بجانب قدس او تعالیٰ منسوب است و این اکثر در خوف و خشیت می
باشد۔ سعادت آثار آتجہ نوحۃ آید نہ توحیہ دارد... توحیہ اول آنکہ محبتی
کہ بہرہ و مرشد است، وسید محبت حق است جل و علا...

(دفتر دوم، ص ۲۵۱)

۳۱۔ جب محل کی آنکھ بھینگی ہو جاتی ہے تو مہبود اول تیرا سر ہوتا ہے۔

۳۲۔ ۱۱۲۹ھ / ۱۶۱۶ء۔

۳۳۔ حالات کے لیے اسی فصل کا ماحیہ نمبر ۲۵ ملاحظہ کریں۔

۳۴۔ نادر شاہ کا حملہ ہندوستان (۱۱۵۱ھ / ۱۶۳۹ء) تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ مکتب ماضی،

ص ۳۱-۳۴۔

۳۵۔ نجیب خان سے مراد نجیب الدولہ ہے جو مشہور روہیلہ سردار تھا۔

۳۶۔ نجیب الدولہ نے بیسیوں مرتبہ حضرت مطہر سے دعا کی درخواست کی اور آپ سے اس

کے قریبی روابط تھے تفصیل کے لیے کتب حاضر کا مقدمہ (ص ۵۷ - ۶۶) مطالعہ کریں۔

۲۷۔ احوال قرن ۱ یعنی ایسے احوال جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں اور ان میں کامل جامعیت پائی جانے۔

۳۸۔ حالات کے لیے ساہرہ حواشی ملاحظہ کریں۔

۳۹۔ بخاری (باب صوم ۲)۔

۴۰۔ ایضاً۔ نیز دیکھیے مسلم (میام ۱۶۴) 'نسائی (میام ۴۱ ۴۳)' 'ابن ماجہ (ادب ۵۸)' 'ابن

ماجر (ادب ۵۸)' 'موطا (میام ۵۸)' 'مسند احمد بن حنبل ۴۴۶/۱ و بعد 'ملاحظہ ہو:
المنجم المفسر ۳/۴۶۰۔

آپ کے بعض کشف اور کرامات

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو مقامات الہیہ کا صحیح کشف عنایت فرمایا تھا۔ آپ کی معلومات نفس الامر کے موافق تھیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ارشاد فرماتے تھے کہ تمہاری تمام معلومات اور وجدانیات صحیح ہیں اور ان میں سرمو بھی تفاوت نہیں ہے۔ لہذا آپ کے اصحاب میں سے کسی کو کشف ہوتا تو اپنی سیر کے مقامات میں صین دیکھتا، نہیں تو حالات کے ہر مقام میں اسی مقام کے مناسب جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے، اپنے باطن میں معلوم کرتا۔

فرماتے تھے کہ میرا کشف و وجدان ہمیشہ اپنے پیران کبار کے مطابق ہوتا تھا مگر ایک مرتبہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ حضرت شیخ نے ایک بزرگ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے وسیلے سے کمالات کو پہنچا ہے۔ میں نے واقعہ کے خلاف عرض کیا۔ فرمایا تمہارے مشاہدے میں غلطی ہوئی ہے جو کچھ میں نے کہا درست ہے۔ لیکن چند روز کے بعد انہوں نے میرے حال پر عنایت کی اور فرمایا کہ تمہاری دید [۶۴] صحیح تھی ہم سے غلطی ہوئی ہے۔

فرماتے تھے کہ میں مقامات کی بشارت بیان کرنے میں بڑے تامل سے کام لیتا تھا۔ یہاں تک کہ سالک کے باطن میں اس مقام کے انوار واضح طور سے دیکھ لوں۔ اس کے بعد بھی میں الہام کا متوقع رہتا۔ پھر میں اس کے حالات کے تغیرات پر سوال کرتا۔ اگر وہ الہام کے موافق ہوتے اور اس کے باطن میں جدید حالات و کیفیات رونما ہوتے تو میں اسے اس مقام کی بشارت دیتا کہ تجھے اس مقام سے مناسبت پیدا ہو گئی ہے جو صرف واقعیت کی حد تک ہے، نہ یہ کہ اسے متقدمین جیسی نسبت حاصل ہوئی ہے تاکہ مساوات لازم نہ آئے۔ اگر تو ہمیشہ ذکر اور مراقبہ کرے اور تھنائے الہی کے سامنے اپنی رضامندی پیش کرے گا تو اس مقام کی فتوحات سے کامدہ اٹھائے گا۔

مستفید کو تو جہی الی اللہ اور ماوا اللہ سے قطع تعلق کرنے سے مرہدوں کی صحبت میں اذواق و کیفیات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ غلو توں میں بیٹھ کر اپنے اوقات

وظائف اور عبادات سے تعمیر کر کے مقامات الہیہ میں ترقی کرتے ہیں۔ اگر مباداء فیاض میں تجلی نہیں ہے تو قصور سالکوں کی ہمت کا ہے۔ راقم مسکین کہتا ہے ' قدیم بزرگ مجاہدہ ' تفصیل مقامات اور سلوک سے ولایت کی راہ پر پہنچے ہیں اور ان کا سلوک کئی سالوں کی ریاضات شاقہ کے بعد اثنا کو پہنچا ہے اس لیے ان کے قوی حالت اور ولایت کے آثار اچھے طریقے سے ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن اس طریقہ (نقشبندیہ) جذب اور مرشد کی توجہ سے اجمالاً مقامات سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ ان مقامات کے انوار و برکات مناسبت کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس طریقہ کے اصحاب اپنی عمر ذکر اور عبادات میں گزار کر تصفیہ دل اور غیر کی توجہ کا ازالہ اور رذائل سے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں تو اطمینان مع کیفیات اور حالات ان کے نقد احوال ہوتے ہیں۔ خرق عادات مجاہدات پر موقوف ہیں نہ کہ یہ قرب اور ولایت کے لیے شرط ہیں (۱)۔

فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کہ جس کا شکر ادا کرنے کی بیان قدرت نہیں رکھتا ' وہ یہ ہے کہ مجھے مقامات الہیہ کا کشف ' نفس الامر کے مطابق حاصل ہے اور اس غاند ان کے جتنے بزرگ اس وقت طالبوں کے ارشاد میں مصروف ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امتیاز بخشا ہے کہ میں اس طریقے کے سالکوں کی نہایت تک تسلیک کر سکتا ہوں۔

بعض اخوانوں نے آپ کی بشارات سے انکار کیا۔ آپ نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا اور فرمایا اگر تم باور نہیں کرتے تو قدمائے دین میں سے ایک کو مقرر کرو تاکہ اس کی روح ظاہر ہو کر ان بشارات کی شہادت دے۔ انہوں نے عرض کی اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرمائیں تو دعویٰ صدق کے نزدیک تر ہو جائے گا۔ آپ نے حضرت مہتمبر ہدایہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر قائم پڑھی اور اپنے اصحاب سمیت جناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اس توجہ میں اہل مراقبہ پر طبیعت طاری ہوئی۔ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ [۶۵] نے ظاہر ہو کر منکروں کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میرا کی تمام بشارات صحیح ہیں۔

شاہ عبدالحفیظ (۲) ' حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے مقامات عالیہ پر فائز ہونے لگے۔ کہتے ہیں ' میں نے آپ سے استفادہ کیا ہے مجھ سے فرمایا طاقت حاصل

کرنے کے لیے تمہیں ہر مقام کی دوبارہ توجہ دیتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے لیے ولایت قلبی کی توجہ کی۔ میں نے امتحان کے طور پر اس مقام کو چھوڑ کر اس مقام سے دوسرے مقام پر توجہ کی۔ میں آپ کے حضور بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے تنبیہ کی کہ میں نے تو تمہیں دل کی طرف متوجہ رہنے کے لیے کہا تھا، تم نے دوسرے مقام کی طرف توجہ کیوں کی؟ اس روز سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا کشف بہت صحیح ہے۔

احمد خان زبیری کے خلیفہ شاہ معزالدین اپنے میر کے حکم سے مقامات کی تصحیح کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے حالات پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا۔ تمہیں کس مقام کی نسبت حاصل ہے؟ تمہارے میر نے کون سی بشارت دی ہے۔ اس نے آپ کے کشف کی صحت کا اقرار کیا۔

میر بہادر (۲) نے حضرت شیخ سے طریقہ کے مقامات سکھے تھے اور آپ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حضور توجہ کے اصل مقام کو بغرض امتحان چھوڑ کر دوسرے مقام کا مراقبہ کیا تو مجھے منع فرمایا کہ توجہ ہمت کو پرانگندہ نہ کرو اور اسی مقام پر توجہ مرکوز رکھو، تمہیں مقامات سافہ سے بھی مناسبت ہے۔ لیکن پھر بھی ترقی کے لیے ہمت کرنی چاہیے۔

شیخ محمد احسان (۴) نے حضرت سید (نور محمد) رحمۃ اللہ علیہ کے میر حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو ان کی زبان سے بے اختیار یہ نکلا کہ آپ حضرت میرزا صاحب کی بشارات کی صحت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے اپنے مزار سے باہر آ کر فرمایا، سب صحیح ہیں۔

اس قسم کے بے شمار حواہد آپ کے کشف کی صحت کے بارے میں ہیں آپ کی صحت بشارات کی قوی دلیل سالک کے ہر مقام پر حالات میں تغیر ہے۔ جو اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہے۔ آپ کے اصحاب جس کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ اور اپنے باطن میں (ان) کیفیات کو پاتے ہیں اور اسی طرح کشف کوئی، کشف قلوب اور کشف قبور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ واقعہ کے مطابق ہوتا تھا۔

محمد کاسم (۵) کے بھائی نے آپ کے حضور عرض کی کہ محمد کاسم عظیم آباد میں قید ہے۔ اس مخلص کے لیے توجہ فرمائیں۔ مختصر خاموشی کے بعد فرمایا، قید نہیں

ہوا ہے۔ اس کا دلالوں سے کچھ تنازعہ ہو گیا تھا لیکن بخیریت ہے۔ اس نے اپنے گھر خط ارسال کر دیا ہے، کل پرسوں تک پہنچ جانے کا۔

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ غلام مصطفیٰ خان (۶) کی زوجہ [۶۶] (اپنے گھر میں) غائبانہ توجہ کے لیے بیٹھتی تھی وہ آپ کے حضور شریف میں ہر روز اطلاع کے لیے ایک شخص کو بھیجتی تھی۔ ایک روز وہ شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی چلا آیا اور عرض کی کہ وہ آپ کی توجہ سے مستفیض ہونے کے لیے منظر پیش ہے۔ آپ نے مختصر سکوت کے بعد فرمایا بھوٹ نہ کو، تم اس کی اجازت کے بغیر ہی آگے ہو وہ تو ابھی تک سوئی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔

ایک روز میں (شاہ غلام علی) آپ کی خدمت میں حاضر تھا، شیخ غلام حسن (۷) سے توجہ کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے کھار کی پوجا کا کھانا (پڑھاوا بتل) کھایا ہے؟ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت ظاہر ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا، میں نے ہندو کے ہاتھ سے کچھ چیز کھائی ہے۔ میرے باطن کی تمام کدورت اسی وجہ سے ہے۔ مولوی غلام محی الدین (۸) کو رخصت کے وقت فرمایا کہ تمہاری راہ میں دیوار نظر آئی ہے۔ شاید تم راستے ہی سے واپس آ جاؤ۔ وہ چند ماہ کے بعد واپس آ گئے۔

طائسیم (۹) سے رخصت کے وقت فرمایا دوبارہ ملاقات ہوتی نظر نہیں آتی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فرماتے تھے کہ اصحاب کے دلوں کے راز مجھے خود ان سے بھی زیادہ معلوم ہیں کہ ان کو کیا حضور درمیش ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے عرض کی کہ حضرت آپ مطلع کیوں نہیں فرماتے؟ فرمانے لگے پردہ داری خدا کا وصف ستاری کا ظل ہے جس سے یہ بات دور ہے۔

ایک دن میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک بے ادب بوڑھا آیا اور کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ دیکھوں آیا جان جانان کا طغظہ رحمانی ہے یا شیطانی؟ آپ اس بات سے ناراض ہوئے۔ میں نے دل میں کہا ناراض ہونا درویشی کے خلاف ہے۔ جس سے آپ نے دل میں برا منایا اور غضب ناک ہو کر فرمایا، دور ہو ہمارا انکار کرتا ہے۔

میر علی اصغر (۱۰) کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ مجھے ابھی داڑھی نہیں آئی تھی ایک دن میں نے آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے اپنے

دونوں ہاتھوں سے میرا سر اٹھا لیا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے بے ریش (سادہ روجوان) دیکھ کر میرے چہرے پر ہاتھ رکھا ہے۔ میرے اس خیال سے میرے باطن میں کچھ تغیر سا پیدا ہو گیا۔ بارہ سال کے بعد آپ نے میری اس بدقنی کو ظاہر کیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ ایک تو دلی راز پر دوسرے آپ کی قوتِ حافظہ پر۔

محمد احسان (۱۱) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کا نام تجویز کرنے کے لیے آپ سے کہا اور ساتھ ہی میرے دل میں آیا کہ اگر اس کا نام محمد حسن رکھیں تو یہ میری مرضی کے صین مطابق ہوگا۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی فرمایا میں نے تمہارے فرزند کا نام محمد حسن مقرر کیا ہے۔

اسی طرح غلام عسکری علان (۱۲) کہتے ہیں کہ میرے دل کا حال معلوم کر کے میرے لڑکے کا نام غلام قادر رکھا۔

ایک دن ایک فاحشہ عورت کی قبر کے سرہانے متوجہ ہو کر بیٹھے۔ فرمایا کہ اس کی قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے۔ اور یہ عورت اس آگ میں کبھی قبر کے سرہانے اور کبھی قبر کے پائیں جاتی ہے۔ مجھے اس کے ایمان میں تردد ہے۔ آپ نے ختم کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی روح کو بخشا وہ ایمان لے آئی۔ ختم کلمہ طیبہ کا ثواب بخشنے کے بعد آپ نے فرمایا 'الحمد للہ وہ ایمان لے آئی ہے' کلمہ طیبہ نے اپنا [۶۷] کام کر دیا ' اور عذاب سے نجات مل گئی۔ راقم حقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اپنے لیے یا دوسرے کے لیے پڑھے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

ایک روز نواب امیر علان (۱۳) کی قبر پر مراقبہ کیا ' فرمایا ان کے بچتے جانے کی وجہ ان کی سیادت اور عظمت میں ان کی رسوائی اور طمن ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے نسبت ہی اس دنیا میں شرف کا باعث ہے اور لمن و طمن کرنے والوں کے اعمال کا ثواب مٹون کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔

راقم حقیر کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت شیخ اکبر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ منبر پر بیٹھے وعظ کر رہے ہیں۔ اویاہ و انبیاء علیہم السلام بھی وہیں موجود ہیں۔ اس نے کہا آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام کا ہونا جائز تعجب ہے۔ فرمایا کہ مجھے اس مرتبہ کا انعام و اکرام تمہاری وجہ سے حاصل ہوا ہے یعنی میرے بارے میں تمہاری ہیبت اور طمن میرے لیے ثواب اور مسلسل رحمت الہی کا

باعث ہے۔

ایک بے ادب شخص نے آپ کے ان کمشوکات کا انکار کیا اور امتحان کے طور پر کہا کہ یہ قبر میرے ایک دوست کی ہے، اس کا حال معلوم کریں آپ نے سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ کیوں بولتے ہو یہ قبر تو ایک عورت کی ہے۔ تیرے دوست کی قبر تو نہیں ہے۔ اس نے مڈر کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے کشف کا امتحان لینے کے لیے ایسا کیا ہے۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ملاں رختے دار جو حال ہی میں فوت ہوا ہے تباہ حال معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔ اس میت کے لیے جناب الہی میں تصریح، استغفار اور ہمت دعا کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ اس کی بخشش ہو گئی، وہ مردہ ایک عزیز کو خواب میں ملا اور کہا کہ حسرت کی دعا سے میری بخشش ہوئی ہے۔

آپ کی دعا اور ہمت سے بہت سے حاجت مندوں کے کام ہونے ہیں اور قریب مرگ بیماروں کو شفا ملی ہے۔ فرماتے ہیں ہم تو فقیر ہیں ہمیں مقدور مددوا نہیں۔ اپنے پیران کبار کے توسل سے امراض سلب کرتے ہیں اور عنایت الہی سے انہیں شفا مل جاتی ہے۔

میر علی اصغر کی والدہ بیمار تھی اس کے سلب مرض کے لیے آپ نے توجہ فرمائی تو اہام ہوا کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا ہے۔ چند دن کے بعد آپ اپنے در دولت میں تشریف فرما تھے اور بیمار بہت دور تھا اس وقت غیب سے اہام ہوا کہ اس کی صحت کا وقت آگیا ہے اس کے لیے آپ نے فائزہ دعا کی تو اسے فی الفور شفا حاصل ہو گئی۔

میر علی (۱۴) سخت بیمار تھے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا تھا، اس کے سلب مرض کے لیے توجہ کی تو اسے صحت ہو گئی۔ آپ کا ہمسایہ حدت مرض سے جان بلب تھا۔ آپ نے دعا کہہ کہ الہی مجھے اس کی موت کا فہم برداشت کرنے کی تاب نہیں تو اسے شفا عطا کر۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ دو تین روز میں تندرست [۶۸] ہو گیا تو اس کے تیمارداروں کو تعجب ہوا کہ احیاء موتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

راقم مسکین علی عنہ کہتا ہے کہ قریب مرگ مریضوں کا آپ کی توجہات سے

شفا پانا کیوں کر جائے تعجب ہے۔ جب کہ روحانی امراض سے شفا یابی میں بھی آپ کی التفات مسلم ہے اور آپ کی عنایات سے مردگان غفلت کو جاودانی زندگی ملی ہے اور ماسوا سے فنا اور صفات خدا سے بقا حاصل ہوئی، گویا "الشیخ یحییٰ و یمیت" (شیخ زندہ کرتا اور مارتا ہے) کا وصف تو آپ کے ہی شایان شان تھا۔ آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے اور بدعات سینہ کو ختم کرنے والے تھے۔ آپ دلوں سے برائیاں ختم کرتے اور غویاں القا فرماتے تھے، جزاء اللہ خیر الجزاء۔

جس وقت غلام مصطفیٰ غان کی موت کا وقت آیا تو اس کی گردن ضعف کی وجہ سے سینے پر لٹک گئی اور ہوش بھی جاتا رہا تو اس کے اقربا نے اس حالت میں اس کی صحت یابی کے لیے آپ سے صرف ہمت کی (درخواست کی) اس کی زائل شدہ طاقت اور کم شدہ عواس عود کر آنے اور مکمل ہوش کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

عسکری غان کی والدہ شریفہ جو آپ کے طریقہ میں داخل تھیں ایک روز مراقبہ کے بعد انہوں نے آپ کا دامن مبارک تھام لیا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ہاں بچے کی پیدائش کی عوش جبری نہیں دیں گے میں دامن نہیں چھوڑوں گی۔ حضرت مظہر نے مختصر توقف کے بعد فرمایا خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کو فرزند عطا کرے گا۔ عنایت الہی سے ایسا ہی ہوا۔

راقم کہتا ہے کہ اس فرزند نے آغاز حجاب میں طریقہ چشتیہ میں بیعت کرنا چاہی تو اس کے خواب میں حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا بیٹا میرے گھر سے کہاں جاتے ہو؟ اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ اس کا دل ڈاکر ہو گیا اور اسے کیفیت حاصل ہو گئی وہ آپ کی خدمت میں آیا اور نقشبندیہ طریقے میں بیعت کی۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک بار میں زادراہ کے بغیر ہی سفر پر روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہر منزل پر بے گانوں سے ضروری سامان سفر مہیا فرماتا رہا۔ اچانک راستے میں شدید بارش شروع ہو گئی اور ہوا بھی سرد تھی، ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے دعا کی، الہی ہمارے گردا گرد بارش ہو اور ہم خشک رہی منزل مقصود پر پہنچ جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا غصہ اور غیرت قتارجل سلطانہ کے قہر کا نمونہ تھا۔

فرماتے ہیں کہ شروع میں جن لوگوں نے مجھ سے طریقہ سیکھا تھا، میں نے

انہیں اپنا نام بتانے سے منع کر دیا تھا تاکہ ہر کسی کے سامنے میرا نام نہ لیا جائے۔

ایک روز حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد رفیع سے پوچھا کہ تم نے یہ طریقہ کہاں سے حاصل کیا ہے۔ [۶۹] اس نے کہا اپنے بزرگوں سے، اسے چاہیے تھا کہ آپ کے روبرو فقیر کا نام لیتا مجھے بہت غیرت آئی اور بہت ناراض ہوا۔ دیکھا کہ اس طریقے کے تمام مشائخ حضرت ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہم تک اس سے برگشتہ ہو گئے ہیں، وہ دو تین روز کے بعد ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح بعض دوسرے بے ادبوں کو بھی انہی گستاخیوں کی سزا ملی عنی اللہ عنہ۔

فرماتے ہیں میرا مزاج بہت نازک ہے، اور میرا غضب بہت شدید ہے۔ یہ بات ہدایت و ارشاد کے شایان شان نہیں۔ میں نے کئی سال دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میرے غضب کی تلوار کو کند کیا۔ البتہ غضب کی حدت ختم نہ ہوئی اور جس پر غصہ کرتا ہوں اسے سزا ضرور ملتی ہے اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شباب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے نیچے آ جاتی ہے اور میرے راضی ہوتے ہی اس کی نسبت آتشیں ہوا کی طرح اوپر چڑھ جاتی ہے (بحال ہو جاتی ہے)۔

آپ کے کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں۔ صرف دو تین نفل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، کیوں کہ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے اور طالبوں کی ہدایت اور انہیں مراتب قرب خدا سبحانہ تک پہنچانا ہے اور حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے کرامات کا ظہور، سورج سے زیادہ درخشاں اور روزِ گرفتہ سے زیادہ واضح ہے۔

حواشی

- ۱۔ مہر کرامت کے سلسلے میں حضرت کا مکتوب نمبر ۲۱ کتاب حاضر میں فصل نمبر ۱۸ ملاحظہ کریں۔
- ۲۔ ملاحظہ ہو: باب احوال حضرت شیخ محمد عابد سنائی، کتاب حاضر۔
- ۳۔ ملاحظہ ہو: احوال حضرت شیخ محمد عابد سنائی (کتاب ہذا)۔
- ۴۔ ملاحظہ ہو: فصل ۱۷، کتاب ہذا۔
- ۵۔ میں محمد قاسم کے نام حضرت معمر کے تین مکاتیب ہیں، دیکھیے: مجموعہ طلیق انجم مکتوب نمبر ۲۴، ۲۵، ۲۶۔
- ۶۔ ملاحظہ ہو: فصل غلغلے حضرت معمر۔
- ۷۔ ایضاً۔
- ۸۔ ایضاً۔
- ۹۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو: فصل غلغلے حضرت معمر (کتاب حاضر)۔
- ۱۰۔ ایضاً۔
- ۱۱۔ ایضاً۔
- ۱۲۔ غلام عسکری غلام، میں محمد احسان کے بھائی، حضرت شیخ عبداللہ محدث دہلوی کی اولاد اور حماد الملک کے متوسلین میں سے تھے۔ (ملاحظہ ہو حواشی فصل غلغلے حضرت معمر، کتاب حاضر)۔
- ۱۳۔ حمدۃ الملک امیر غلام انجام (ف ۱۱۵۹/۱۷۴۶ء) محمد خانی دور کے اہم حمدیہ داروں میں سے تھا۔ وہ الہ آباد کا گورنر بھی رہا۔ مظہر دور کے سیاسی خبیث و فراز میں وہ ایرانی طبع کا نمائندہ تھا۔ (دیکھیے، ماہر الامراء، ۲/۸۳۱ - ۸۳۳ اور حمد محمد شاہ از ظہیر الدین ملک، مطبوعہ علی گڑھ (انگریزی) ۱۹۷۷ء، ص ۱۳۱، ۱۸۴، ۱۸۸، بہ بعد۔) نیز ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب ہذا تحت "امراء کی حالت" ص ۲۰)۔
- دانشنامہ جہ نگارہ میں انجام، امیر غلام بہ ہمارا ایک مختصر ملاحظہ حاصل ہے۔
- ۱۴۔ محمد علی، حضرت معمر کی زوجہ مردم محل کا متبنی تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ، ص ۶۵ و فصل ۲۱، کتاب ہذا۔

آپ کے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کی کیفیت

آپ پر اپنے انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کا شوق غالب آگیا تھا۔ اور اس جہاں والوں پر طلل کا اظہار فرمانے لگے تھے (۱)۔ ہر وقت اپنے مہبود کے استغراق میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ وظائف و عبادات زیادہ کر دیے تھے۔ ان ایام میں اہل طریقہ کا زیادہ جہوم رسنے لگا تھا۔ وہ فوج در فوج آ کر اس طریقہ میں داخل ہونے لگے تھے۔ ذکر کے محفلوں اور مراقبات مع جمعیت تمام " کی وجہ سے مخلصوں کی حاضری بڑھ گئی۔ دونوں اوقات میں سو سے زیادہ افراد آپ کی صحبت مبارک میں حاضر ہوتے (۲) اور آپ کی توجہات شریعہ سے بہ کمال تمام انوار و برکت میں ترقی کرتے تھے۔

ملنسیم (۳) کو ان کے وطن رخصت کرتے وقت فرمانے لگے 'اب ہماری اور تمہاری ملاقات کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ آپ کے اس کہنے نے بھی جو آپ کے قرب انتقال پر دال تھا، دلوں پر اثر کیا اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ملا عبد الرزاق (۴) کو لکھتے ہیں کہ میری عمر اب اسی (سال) سے زیادہ ہو گئی ہے۔ (انتقال کا) وقت نزدیک آ رہا ہے۔ تمہیں دعا ہے جیر میں یاد رکھنا چاہیے (۵)۔

اسی طرح دوسرے عزیزوں کو بھی ایسی باتیں لکھیں جو اس ناگزیر واقعے کی جبرِ دستی ہیں۔ ایک روز کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے اظہار کے لیے شکر کرنا لازم ہے [۷۰] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے دل کی تمام آرزوئیں پوری کی ہیں۔ مجھے حقیقی اسلام سے مشرف کیا، علم کا بہت بڑا حصہ بخشا، نیک عمل کی استقامت کرامت فرمائی، طریقہ کے لوازم یعنی کشف، تصرف اور کرامت عنایت کیے، صلحاء کو حصول فیوض کے لیے میرے پاس بھیجا۔ ان کو مقامات طریقہ پر پہنچا کر اپنی راہ کی ہدایت کے لیے مقرر کیا، دنیا اور اہل دنیا سے

الگ رکھا، دل میں غیر کی آرزو نہ آنے دی، اور ہاں ایک آرزو باقی ہے اور وہ ظاہری شہادت ہے، جس کا قرب الہی میں اعلیٰ درجہ ہے۔ میرے بزرگوں (۶) میں سے اکثر نے شربت شہادت نوش کیا ہے۔ لیکن میں بہت ناتواں ہوں اور ضعف غایت درجہ ہے اس وقت جہاد کی قوت میسر نہیں ہے۔ بظاہر اس مرتبے کا حصول دشوار نظر آتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو پسند نہیں کرتا۔ یہ موت ہی ہے جو اللہ سے ملاقات کا موجب ہے۔ یہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب، دیدار اولیاء کا حصول، عزیزوں کے دیدار سے مسرور کرتی ہے۔ میں کبرائے دین کی ارواح طیبہ کی زیارت کا محتاق ہوں۔ حضرت مصطفیٰ اور حضرت طہیل عدا علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے دیدار کی سخت آرزو ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر، امام حسن مجتبیٰ، سید اطائفہ حضرت جنید، حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ان اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے خاص محبت ہے (۷)۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو منصف، ظہور پر جلوہ گر کر دیا اور آپ کو شہادت کے درجہ پر پہنچا دیا۔ اس طرح ظاہری شہادت باطنی شہادت میں، جسے صوفیہ کی اصطلاح میں مرتبہ فناء فی اللہ کا حصول ہے، میں ضم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات قرب کو اعلیٰ علیین تک پہنچانے۔

شب چہار شنبہ، ۴ محرم ۱۱۹۵ ہجری کو کچھ رات گزری (۸) تھی کہ چند آدمیوں نے حضرت کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے جا کر عرض کی کہ کچھ لوگ زیارت کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے ان میں سے ایک ایرانی نژاد مغل بھی تھا۔ آپ خواب گاہ سے باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا کہ مرزا جان جانان آپ ہیں؟ فرمایا ہاں دوسرے دونوں نے بھی تائید کی کہ میرزا جان جانان یہی ہیں۔ اس بد بخت نے طبانچہ کی گولی داغ دی اور گولی آپ کے بائیں طرف دل کے قریب لگی۔ آپ میں ضعف اور بڑھاپے کی ناتوانی کی وجہ سے طاقت نہیں تھی۔ زمیں [۱۷] پر گر پڑے۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی، جراح کو بلایا گیا۔

صبح نواب نجف خان (۹) نے ایک فرنگی جراح کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ جن بد بختوں نے یہ گناہ کبیرہ کیا ہے معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو ان سے ضرور

بدلہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی شفا دینا ہے تو زخم ہر صورت میں مندمل ہو جائے گا۔ کسی دوسرے جراح کی حاجت نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کا مرتکب ہوا ہے، اگر معلوم بھی ہو جائے تو ہم اسے معاف کر دیں گے تم بھی اسے معاف کر دینا (۱۰)۔

آپ تین روز بقیہ حیات رہے ہر روز ضعف زیادہ ہو جاتا تھا۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز مبارک بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تیسرے روز جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے پوچھا، 'مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں اور میرا تمام بدن غون سے آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیمار میں سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف کر دینی چاہیے۔ وہ ابرو کے اشارے سے بھی ادا نہ کرے۔ تمہیں اس مسئلے کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کی کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے (۱۱)۔

نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، چنانچہ حضرت عواجمہ نے بھی اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت میں (مصنف) حاضر تھا۔ فرمایا دن ابھی کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کی کہ ابھی چار گھنٹہ باقی ہے۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کی نماز کے وقت شبِ شنبہ کے دوسرے دن محرم کی دسویں تاریخ تھی دو تین مرتبہ سانس میں حدت پیدا ہوئی اور آپ کی روح مبارک نے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا (۱۲) 'رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

آپ کی وفات پر بہت سی تاریخیں (۱۳) کسی گئیں، (ان میں سے) دو تاریخیں لکھی جاتی ہیں، پہلی اس آیہ شریفہ سے:

اولئک مع الذین انعم اللہ (۱۴) [۱۱۹۵ ح]

دوسری حدیث شریفہ کے اس جملے سے جو حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک کے بارے میں صادر ہوا تھا، وہی آپ کی تاریخ وفات ہے:

عاش حمیداً مات شہیداً (۱۵) [۱۱۹۵ ح]

آپ کی وفات کی رات ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ نصف قرآن مجید آسمان کی طرف اڑ گیا اور دینِ متین کی برکت میں فوراً آگیا ہے۔ فقیر راقم (مصنف) کہتا

ہے کہ اس خواب کی تعبیر سے آپ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ فرماتے تھے میرے انتقال کے بعد طریقہ کے مقامات موقوف ہو جائیں گے اور اس فائدہ ان والوں کی نسبت نے اگر نہایت ترقی بھی کی تو وہ فقط ولایات تک پہنچے گی۔ آپ کے انتقال کو سو سال گزر چکے ہیں (۱۶)۔ مجھے (مصنف) آپ کے مستفیدوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور آپ کے ان اصحاب کے احوال بھی سنے ہیں جو دور و دراز شہروں میں رہتے ہیں۔ اگر ان کے احوال و کیفیات 'ولایت قلبی' تک پہنچ چکے ہیں، تو یہ فضیلت ہے اور مقامات عالیہ کے احوال ادراک سے دور ہیں۔ [۴۲] وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور شخص نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب عالم تاب آسمان کے صحن درمیان درخشاں تھا کہ زمین پر آ رہا اور دنیا کو تاریکی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا وجود مسود دنیا میں امن اور خلق خدا کے لیے بہودی کا باعث تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد کئی محرم کے حوادث کا دروازہ کھل گیا (۱۷)۔ آپ کی وفات کے بعد کامل تین سال تک خط کی وبا نے دنیا کو ہلاکت میں ڈالے رکھا۔ سرسام، عارش اور جھپک جیسی بیاریاں ہندوستان میں پیدا ہو گئیں جن سے کئی سال تک لوگ بیمار رہے اور بے دنیا سے عدم کی طرف کوچ کرتے رہے۔ عالم آشوب جیسے فتنے پیدا ہوئے۔ نجف علان جو اس امر (شہادت حضرت میرزا مظہر) کا مرتکب تھا اور اس نے حد کے اجراء میں غفلت برتی تھی، جلد ہی مر گیا اور اس کے ساتھی بھی باہمی مجادلت میں مارے گئے (۱۸)۔ ان ظالموں کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اگرچہ آپ نے اپنا خون معاف (۱۸) کر دیا تھا۔ لیکن غیرت الہی نے اپنے دوستوں کا انتقام اور مظلوموں کی دادرسی کی:

فرد

بہج قومی را خدا رسوا نہ کرد

تا دل صاحب دلی نامہ بدرد (۱۹)

بے شک آپ کو (اپنی وفات) کے ناگزیر واقعے کا علم تھا، اسی لیے آپ

اپنے دیوان میں خود فرماتے ہیں:

بہ لوح تربت من یافتند از خیب تحریری

کہ این مقول را جز بے گناہی نیست تفسیری (۲۰)

جس رات آپ نے انتقال فرمایا ، نصف دن تک بارش ہوتی رہی جو چھ ماہ سے بند تھی ، وہ اس قدر برسی کہ ہر طرف آبِ رحمت رواں ہو گیا ۔ آپ کے مزار مبارک پر بہت مرتبہ انوارِ برکات کاغٹس ہوئے جن سے زائرین کے دل نورانی ہو گئے ، اور آپ کی توجہاتِ روحانی آپ کے مزار شریف سے اقتباسِ انوار کرنے والوں کے حاصلِ حال ہیں ۔ وہ اپنے باطن میں ترقی محسوس کرتے ہیں ۔

مرزا ابراہیم بیگ (۲۱) جنہوں نے مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے مرتبہ قلب کی توجہات لی تھیں وہ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے گئے ۔ آپ نے اس کے لطیفہ دماخی پر توجہ کی جس کا اثر تین ماہ تک باقی رہا ۔

اصالتِ علان نے اپنے مختلف حادثات میں باطنی احوالِ حائل کر دیے ، کئی سالوں کے بعد وہ آپ کے مزار مبارک پر آیا ، تو توجہ کے لیے التجا کی ۔ اور نصف دن سے زیادہ تک آپ کی روح مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہا ۔ اس کے قدیم احوالِ مودد کر آنے کہ گویا اس یا ان میں کوئی فطور تھا ہی نہیں ۔

ایک درویش نے کہا کہ آپ کے مزار کاغٹس الانوار کی زیارت سے بہت فوائد حاصل کیے ہیں ۔ ایک روز میں (درویش) نے عرض کی میرے حال پر پوری توجہ فرمائیں ۔ میری اتھاس کو قبولیت کا شرف بخشا ۔ میں نے خوب ترقی محسوس کی جب میں زیارت کے بعد لوما تو ایک عزیز نے جو کہ [۲ ، ۳] باطنی احوال کی اعمیٰ شناخت رکھتا تھا ، کہا کہ آج تمہارے احوال میں خاصی ترقی معلوم ہوتی ہے ۔ میں نے کہا کیوں نہ ہو حضرت نے میرے حال پر بلیغ توجہات فرمائی ہیں ۔ اس طریقہ کے ارباب مقامات ہر اس مقام پر جس پر وہ گامز ہیں ، آپ کے مبارک مزار کی زیارت سے اپنے باطن کے انوار میں ترقی محسوس کرتے ہیں ۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ آپ کے مزار شریف کا فیض ہی باطنوں میں مکمل تاثیر ہے ، کیوں کہ طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کا اس شہر میں کوئی مزار اس قدر بلندیِ حائل اور نسبت کے نفوذ کی قوت رکھنے والا نہیں ہے ۔

ایک شخص نے آپ کے مزار مبارک میں قیام کیا ۔ ایک رات اس نے جاگنے میں کوتاہی کی ، آپ مزار مبارک سے باہر آنے ، اسے بیدار کیا اور فرمایا ، کیا تو مجھے مردہ تصور کرتا ہے ؟ تیرے سارے احوال مجھے معلوم ہیں ، اٹھ کر نماز ادا کر ۔

مخلصوں کے حال پر آپ کی بہت التفات تھی ۔ کاظمی مناء اللہ نے خواب میں

دیکھا (کہ آپ فرماتے ہیں) تم اپنی جگہ قائم رہو، فقیر تمہارے ساتھ ہے۔ انتقال کے بعد کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک عزیز جس کے حال پر آپ عنایت فرماتے تھے، 'معاش کی فکر میں متردد تھا' اسے خواب میں فرمایا تم معاشرے کا غم نہ کرو تمہاری معاشرے کی تدبیر پہلے سے زیادہ بہتر کروں گا' اور اسی طرح ہوا۔

مولوی نعیم اللہ (۲۲) نے ایک مہم کے لیے سامان مہیا کیا۔ ان کے خواب میں ظاہر ہو کر فرمایا اس کا انجام دینا میرے ذمے ہے۔ چنانچہ صبح وہ کام بخوبی انجام پا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔

آپ کی زوجہ (۲۳) عفت پناہ و عصمت دست گاہ نے بھی آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہیں آپ کی صحبت مبارک سے مرتبہ، حضور و آسمانی حاصل تھا اور نساء، صالحات کے ارشاد کی انہیں اجازت تھی۔ ان سے دلوں میں گرم تاثیر پیدا ہوتی (۲۴)۔ انہوں نے بھی (آپ کے بارے میں) اچھے واقعات و مبشرات دیکھے تھے۔ ایک شب انہوں نے دیکھا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حال پر نہایت بلطف عنایت فرمائی ہے، جس سے آپ کے باطنی حالات زیادہ ہو گئے۔ دیر تک وہاں غوش بو روح کو افزائش بخشتی رہی۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ (حضرت مظهر) کے حال پر انتہات فرماتے تھے، 'چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت عالیہ کی برکت آپ اپنے باطن میں محسوس کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انہیں (زوجہ خود کو) سودا (۲۵) کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے، اور جنون کے طلبہ نے ان کی عقل کو مستور کر دیا ہے۔ مجھ سے ان کی مواظقت بہت کم ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے باطن میں غایب فہم آگیا تھا، اور ان کی باطنی نسبت کی وہ تاثیر اور گرمی محض ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے ان کی سودا بانہ حرکت معاف کر دی ہیں، کیوں کہ دیوانہ معذور ہوتا ہے۔ مخلصین بھی میرے پاس اخلاص کی وجہ سے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے، میں نے ان کی مخالفت کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ جس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے کیوں کہ ان کا احسان [۴۴] مجھ پر ہے (۲۶)۔

حواشی

- ۱۔ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: موت کا وقت قریب ہے، مگر اسی سے تجاوز کر گئی ہے۔ ملاقات کی توقع نہیں۔ (نہایت طیبات ۵۱/۵۲)۔
- ۲۔ ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں: اس آخری عمر میں فیض و برکات اس قدر زیادہ ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ (ظلیق انجم: خطوط ۱۴۶/۵۹)۔
- ۳۔ فیرمغ توابع پوری کمزوری اور ناتوانی کے ساتھ زندہ ہے اور ابھی تک تقریباً سو آدمیوں کو دونوں وقت توبہ دی جاتی ہے (ایضاً ۵۴/۱۴۹)۔
- ۴۔ حالات کے لیے دیکھیے: فصل غنائے حضرت مہر (کتاب حاضر)۔
- ۵۔ ایضاً۔
- ۶۔ بابا خان کی بغاوت اور اکبر کے حکم سے ان کے قتل کی تفصیل کے لیے دیکھیے، ضمیمہ دوم (کتاب حاضر)۔
- ۷۔ حضرت مہر نے آخری ایام حیات کے مفضل حالات اپنے ایک مکتوب بنام میاں محمد قاسم میں تحریر کیے ہیں، ملاحظہ ہو: نہایت طیبات مکتوب ۲۵/۴۵۔
- ۸۔ قدرت اللہ گوپاموی کا بیان ہے کہ حضرت مہر تہجد کی ناز کے لیے اٹھتے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا (نتائج الافکار، ص ۲۴۵)۔ گوپاموی کا یہ بیان اس لیے غلط ہے کہ صاحب معاملات مہری اس واقعہ کے وقت غانغہ میں ہی موجود تھے، گویا چشم دید گواہ ہیں۔
- ۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر، مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ بادشاہ شاہ عالم نے بھی قاتلوں کی تلاش کروائی لیکن پتا نہ چلا اس نے کہلا بھیجا کہ آپ کچھ سراغ بتائیں تاکہ ان کو تلاش کر کے سزا دی جائے، حضرت نے جواب دیا کہ فیر تو شہید راہ خدا ہیں۔ مرے ہونے کو مارنے کا قصاص کیا، اور اگر اتفاق سے مجرم ہاتھ آجائیں تو انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے تاکہ دستور طریقت کے مطابق ان سے بدلہ لیا جائے۔ یعنی انہیں معاف کر دیا جائے۔ (معمولات، ص ۱۳۰)۔
- ۱۰۔ معمولات مہریہ میں نجف خان کے علاوہ بادشاہ وقت (شاہ عالم ثانی) کے اس عالم میں حضرت مہر کے ساتھ نامہ و مہیام کا ذکر کیا گیا ہے، کہ بادشاہ نے ہر چند مجرموں کا سراغ لگانے کی کوشش کی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا، تو کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو مجرموں

کا پتہ مل جانے تو اطلاع دیں تاکہ سدا رک کیا جائے، آپ نے جواب میں فرمایا:
 قصاص تو شریعت میں زندہ لوگوں کے لیے ہوتا ہے۔ میں تو مردہ
 لوگوں میں شامل ہوں۔ اس لیے قصاص جائز نہیں ہے اور اگر سلطان
 کو مجرموں کا سراغ مل جائے تو وہ انہیں میرے پاس بھیج دے تاکہ
 ان کے ساتھ طریقت کے مطابق معاملہ روا رکھا جائے یعنی انہیں معاف
 کر دیا جائے (ص ۱۴۰)۔

اکتب رائے لکھنوی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ نجف علان کے ایک رفیق کار نے
 حضرت مظہر پر یہ عمل کیا تھا:

"بدست یکی از رفقای ... نجف علان بہادر مجروح گشتہ" (تذکرہ ریاض

العارفین، مرتبہ حسام الدین راشدی، راولپنڈی ۱۹۸۲ء، ۷۰/۷۱۳)۔

۱۱۔ ہدایہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح درج ہوا ہے۔ (فتن ہدایہ، شامل فتح القدیر، مطبوعہ مکہ
 ۱/۴۵۹)۔

۱۲۔ حضرت مظہر کے ایک اور غنیہ میر عبدالباقی، جن کے حالات آئندہ فصل میں ملاحظہ
 کریں، اسی سال یعنی ۱۱۹۵ھ میں حضرت سے رخصت لے کر اکبر آباد روانہ ہونے لگے کہ
 انہیں راہ ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی رافضی نے طباغچہ سے شہید کر دیا ہے۔ وہ
 فوراً دہلی پہنچے تو تفصیلات معلوم کر کے اپنی کتاب مال اکمال میں محفوظ کر لیں۔ وہ کہتے
 ہیں جب ہندوؤں کا وقت آیا تو مدفن کا فیصلہ وارثوں کے اختیار میں تھا اور مریدین کی
 تجویز کے بغیر ہی آپ کو اپنے مسکن (معاوی کی بود و باش) ہی میں دفن کر دیا گیا۔
 کسی نے بھی صورت حال کو درست کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ آخر قبر کھودی گئی اور وہ
 سبز چادر جو کفن مبارک پر تھی ہٹا دی گئی اور اس کی جگہ سفید چادر ڈالی گئی۔ (مال
 اکمال، قلمی، ورق ۴۰ ب)۔

۱۳۔ حضرت مظہر کی ذات مبارک معاصرین میں اس قدر محبوب تھی کہ نامی و گرامی شعراء نے
 آپ کی وفات پر قطعات تاریخ کہے۔ ان میں مرزا محمد رفیع سودا، سلام اللہ علان اور آزاد
 بلگرامی (خام غریباں، ص ۲۱۷) کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۴۔ القرآن (النساء) ۴/۶۹ "اولئک" میں ہمزہ کے دس مدد بھی شمار کیے گئے ہیں۔

۱۵۔ بہ مادہ تاریخ اس حدیث "عش حمیداً و مت شہیداً" [ابن ماجہ (باس ۲) و مسند منہل
 ۲/۸۹] سے ماخوذ ہے۔ موسوعة اطراف الحدیث ۵/۴۴۸

۱۶۔ اس فقرے سے مقامات مظہری کا سال تصنیف ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء متعین ہوتا ہے۔
 تفصیلات کے لیے دیکھیے، مقدمہ کتاب حاضر۔

۱۷۔ ان حوادث کی تفصیل مقدمہ کتاب حاضر میں ملاحظہ کریں۔

۱۸۔ ر۔ ک۔ حواشی فصل ہذا۔

۱۹۔ خدا کی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی صاحب دل کو نادان نہ کرے۔

۲۰۔ مہر: دیوان، طبع مسطغانی، ص ۷۷ یعنی میری لوح مزار پر غیب سے یہ تحریر نمایاں ہوئی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی گناہ نہیں۔

صاحب تذکرہ مسرت افزا نے مولوی جان محمد ناتواں کی زبانی یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

میرزا صاحب کی وفات کے بعد آپ کے بعض دوستوں نے آپ کا دیوان اس نیت سے کھولا کہ جو شعر نظر آئے اسی کو آپ کے مزار پر کندہ کرایا جائے تو یہی شعر نکلا۔ (عبدالرزاق قریشی: میرزا مہر اور ان کا اردو کلام، ص ۸۷)۔

آپ کی شہادت ایک سیاسی واقعہ تھا، جس کی تفصیل کتاب حاضر کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

۲۱۔ مؤلف (حضرت شاہ غلام علی) کے غلاء کے جو حالات کتاب ہذا میں بطور ضمیمہ شامل ہیں ان میں مرزا رحیم اللہ بیگ عرف محمد درویش عظیم آبادی کا نام بھی ہے۔ ممکن ہے یہاں سو کتابت سے ابراہیم بیگ طبع ہو گیا ہو۔

۲۲۔ ر۔ ک۔ احوال غلاء نے حضرت مہر۔

۲۳۔ حضرت مہر کی زوجہ کا نام مردم محل تھا، مکاتیب حضرت مہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی میں متعدد مقامات پر ان کا نام درج ہوا ہے۔

۲۴۔ مولوی نسیم اللہ ہزارنگی نے ان کی تاثیر توجہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

از ارباب اجازت و ارشاد و در او اعلیٰ مال اجازت در باطن این مستورہ آن قدر تاثیر بودہ کہ اکثر مستورات از گرمی تو جش بسیار بے خود و بے ہوش می شدند، لیکن بہ سبب بے پروائی و بے انتہائی و عارضہ سودا این نسبت ضعیف شد (بشارات، ورق ۱۳۸، ب)۔

۲۵۔ مردم محل کے اس سودا نے حضرت مہر کی گھریلو زندگی کو خاصا تلخ بنا دیا تھا۔ جس کا حضرت مہر نے اپنے خطوط میں خود ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ سے حضرت کو تنگ دستی، مقروضی، "خیر از دست مردم محل بجان آمدہ" ان کا اور میرا ایک شعر میں رہنا فتنہ کا باعث ہے "لیکن کبھی کبھی ان کا مزاج اعتدال پر بھی آجاتا تھا (تفصیل کے لیے دیکھیے عبدالرزاق قریشی کا مقدمہ مکاتیب حضرت مہر، ص ۱۲-۱۳)۔

۲۶۔ حضرت مہر اپنے وصیت نامے میں اپنی زوجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

این مستورہ بنا بر عارضہ سودا در طول عمر ناسازبہا بسیار با خیر کردہ۔ چنان

چہ مخفی از اعزہ نیست ، اما من ازاں ہمہ موقوف کردم و حرمت آن کہ اورا
 با عدائے تعلق و رسول اوصی اللہ علیہ وسلم محبتی بلکہ با من ست کہ بر
 من ثابت ست ، مخلصان مرا پس از من بھر مہر و ربحتی و کا دل جوئی او
 لازم ست ۔

(وصیت نامہ ، مخطوط درممولات مطہریہ ، ص ۱۳۵)

حضرت مطہر کے ایک خلیفہ اخوند طائسیم (جن کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں) کی
 خانقاہ واقع نور محل اوج ریاست دیر صوبہ سرحد ، میں حضرت مطہر کی کئی یادگاریں مخطوط
 ہیں ۔ ان میں وہ خون آلود کپڑے بھی موجود ہیں جو حضرت مطہر شہادت کے وقت پہنے
 ہوئے تھے ۔ راقم کو ان کی زیارت کا موقع ملا ہے ۔ مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب
 بھی وہاں گئے تھے ۔ انہوں نے وہ فرغل پہن کر دیکھا تھا ، لکھتے ہیں :

حضرت مطہر روئی کا فرغل پہنے ہوئے تھے ، بائیں طرف دل کے قریب
 وہ فرغل طہینچے کی ضرب سے خون آلود ہے اور اس وقت کا مہر بھی
 ہے ، جس کے سامنے کے حصے میں دو سوراخ مہموئے مہموئے ہیں اور
 پچھلے حصے میں بڑے بڑے سوراخ چلے ہوئے اور خون آلود ہیں ۔ وہیں
 ایک پوٹی میں وہ دجیاں بھی ہیں جن سے حضرت کا خون پونچھا گیا
 تھا ۔۔۔ یہ فرغل راقم الحروف نے پہن کر دیکھا تھا ، جس سے اندازہ ہوا
 کہ ان کا جسم مبارک راقم الحروف کے بدن کی طرح تھا ۔

(لوائخ خانقاہ مطہریہ ، ص ۲ حاشیہ)

سترحوں فصل

آپ کے بعض خدا شناس خلفاء کا ذکر

آپ کے خلفاء بہت تھے ، ان اوراق میں ان کے احوال تحریر کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ صرف ایک جماعت (طبقہ) کا حال بیان کرتا ہوں ، لیکن میں ان کے تفصیلی حالات اور واردات سے مطلع نہیں ہوں ۔ اس لیے ان کے وہ حالات مختصراً لکھ رہا ہوں جو آپ کی محبت مہارک میں آپ سے سنے اور آپ کی بشارات کے مطابق ان کے (نام) و مقامات مجھے معلوم ہیں ۔ اور ان اکابر کی باطنی کیفیات اور انوار میں نے اپنے وجدان سے معلوم کیے ہیں ۔ لیکن ان کے اسمائے مقامات مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مختصر ہی کافی ہیں ۔

کسی شخص کے باطنی احوال ، استغراق ، سکر ، ذوق و شوق اور احوال توحید کے ظہور پر منحصر نہیں ہیں ، پھر ان اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے اس قسم کے حالات اور عرق عادات بکثرت مروی نہیں ہیں ۔ گو مقامات قرب میں تمام اولیاء پر سبقت رکھتے ہیں ۔ مگر ان اکابر کے باطنوں پر جو حالات وارد ہوتے تھے ادراک ان کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے ۔ اس طریقے کے اصحاب کے احوال میں مختلف مقامات کی وجہ سے اختلافات ہیں ۔ مگر حصول اطمینان ، رسوخ ملک حضور ، نسبت مع اللہ ، تہذیب اطلاق اور اتباع سنت میں سب برابر ہیں ۔ متعارف احوال یعنی سکر ، ذوق و شوق ، استغراق ، بے خودی اور واردات توحید کبراء کی تحقیق کے موافق ہیں اور متوسلین کی معلومات لطیفہ ، قلب کی وجہ سے ہیں اور باقی طائف کے علوم و حالات اور چیز ہیں کہ ان مقامات پر پہنچے بغیر ان کی تصدیق کا تصور نہیں کیا جاسکتا ۔ کیونکہ وہ نئی کیفیات اور قدیم تو مشہور ہی ہیں اور آیت شریفہ " ولا یحیطون بہ علماً " (۱) (اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا) کا اشارہ بھی انہیں مقامات کی طرف ہے ۔

حضرت میرمسلمانؒ

اس دیار میں وہ صحیح النسب سادات کبار میں سے ہیں۔ انہوں نے دنیا اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے رضائے الہی کی تحصیل میں زندگی بسر کی۔ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل میں آپ کے ہم سبق تھے (۲) اور آپ کے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت میں طریقے کے مقامات حاصل کیے اور آپ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے، کیوں کہ پیران کبار کی نظر التفات ان پر تھی۔ بزرگوں کی زیارت اور استفادہ سے سالکوں کی قدر پیدا ہوتی ہے۔ ان کے انہی کے روابط راسخ اتحاد (۳) پر مبنی تھے۔ چنانچہ انہیں لکھتے ہیں کہ [۵۷] قدیم عہد کی یاد سے میرے دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے اور مجھے اپنی تنہائی پر رحم آنے لگتا ہے، جو تحریر میں نہیں لایا جاسکتا:

سقى الله وقتا كنت اخلو بوجهكم

وتغز الهوى فى روضة الانس ضاحك

اقمنا زمانا و العيون قريه

و اصحبت يوما و الجفون سوافك (۴)

فادم سرکار شیخ احمد مصروف کار ہے۔ اس کا لطیف قلب، کتاب کی قید سے آزاد ہو چکا ہے۔ اس مرد کی استعداد ضعیف ہے، وہ گرنا پڑنا مقصود کی طرف جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے منزل مقصود پر پہنچائے۔ امراض قلب و کتاب کا سلب کرنا ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ قوت اور قدرت عطا کی ہے، پھر آپ اپنے کو اس امر میں بطور انکار کیوں معذور خیال کرتے ہیں؟

فیض اللہ غان (۵) کو اپنے سامنے بٹھا کر ہر روز پانچ سونٹھ کے بھر اس کا مرض سلب کریں، تاکید ہے۔ سفر مجاز کا ارادہ مبارک ہو۔ لیکن اس نیک عمل کے لیے قدرے تامل ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا شرعی حق تلف ہو جائے (۶)۔

میرمسلمان کی رحلت سے آپ کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ میرمبین غان کو لکھتے ہیں:

میرمسلمان کی وفات کی خبر سن کر کیا لکھوں کہ مجھ پر کیا

گزری ہے :

یار رفت و ما چو نقض پا بجاک افتاده ایم
سایہ میگر دید کاش این نا رسا افتادگی
الحمد للہ ہم بھی سر راہ بیٹھے ہیں ان کی وفات کی کیفیت اور
جانے دفن کے بارے میں لکھو - چند نقض جو باقی ہیں ، حق
تعالیٰ انہیں اپنی رضا میں گزار دے (۷)۔

قاضی مولوی مناء اللہ (پانی پتی) :

آپ کے بزرگ ترین اور اولین خلفاء میں سے ہیں ان کا نسب گیارہ (۸)
واسطوں سے حضرت شیخ جلال کبیر اویا، چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور حضرت
جلال (۹) کا نسب جناب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختمی ہوتا
ہے۔

حضرت قاضی زبدہ صلام ربانی اور مقرب بارگاہ یزدانی ہیں - عقلی و نقضی علوم میں
انہیں کامل دسترس ہے - فقہ اور اصول میں وہ مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہیں -
انہوں نے ایک مبسوط کتاب علم فقہ پر لکھی ہے ، جس میں ہر مسئلے کے ماخذ
دلائل اور مذاہب اربعہ (۱۰) میں مجتہدین کے مختارات بیان کیے ہیں ، اور ان میں سے
جو خود ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہیں ، انہوں نے انہیں ایک جدا رسالے کی صورت میں
تحریر کر کے (رسالہ) ماخذ الاقویٰ (۱۱) نام رکھا ہے -

علم اصول میں بھی انہوں نے اپنے مختارات لکھے ہیں (۱۲) - انہوں نے ایک
مفصل تفسیر بھی لکھی ہے ، جو قدیم مفسرین کے اقوال کے لیے جامع اور (قرآن
پاک کی) جدید تاویلات ، جو مبداء فیاض نے ان کے لطیف روحانی پر القاء کی ہیں ،
تحریر فرمائی ہیں (۱۳) -

(علم) تصوف پر ان کے رسائل (۱۴) اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے معارف پر تحقیق بھی کی ہے -

صنائے ذہن ، جودت طبع ، قوت فکر اور سلامت عقل میں وہ زائد الوصف تھے -
انہوں نے طریقہ حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد قدس سرہ سے حاصل کیا ، [۷ ، ۸] اور

حضرت کی توجہات سے فائدے قلب کا مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر حضرت یحییٰ کے حکم کے بموجب آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کی اصلی تربیت کی بدولت تمام مقامات احمدیہ پر فائز ہوئے۔ اور بڑی تیزی سے سیر 'حق اور' وصول اصل خود "حتیٰ کہ اس طریقہ کا مکمل سلوک چچاس توجہات میں مکمل کر لیا۔

ان کی عمر اٹھارہ سال تھی کہ ظاہری علم اور طریقے کی خلافت حاصل کر کے احاطت علم اور فیض باطن پر مامور ہوئے اور ہدایت و ارشاد کو رواج دیا۔ آپ سے "علم الہدیٰ" کا لقب پایا۔

(خواب میں) انہوں نے بچپن میں اپنے جد امجد حضرت یحییٰ جلیل پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، انہوں نے ان کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی پیشانی ان کی پیشانی کے ساتھ رگزی۔ انہی ایام میں انہیں حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے آپ کو تازہ کھجوریں عنایت فرمائیں۔

ایک بار انہوں نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے بڑی مسرت سے قاضی صاحب کے بارے میں فرمایا:

انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ (۱۵) علیہما السلام

(تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون کو

حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی)

آپ نے اس کی تعبیر اس طرح کی کہ فقیر (حضرت مظہر) کی مثالی صورت میرے جد بزرگوار یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہے، ان کلمات کا مبشر اس لیے فرمایا ہے کہ شاید اس طریقے کی خلافت تم میں منتقل ہو جائے۔

انہوں نے حضرت میرزا مظہر کی وفات کے بعد، حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ کی وفات پر تعزیت کے کلمات کہے، اور افسوس کا اظہار کیا۔

آپ حضرت قاضی کی بہت تعریف اور مدح کرتے اور فرماتے تھے، "میری نسبت اور ان کی نسبت علو مرتبہ میں مساوی ہیں۔ لیکن عرض اور قوت میں مختلف، وہ میرے ضمنی ہیں اور میں حضرت یحییٰ قدس سرہ کا ضمنی ہوں، جو فیض بھی مجھے پہنچا ہے، وہ اس میں شریک ہیں۔ ان کا دوست و دشمن میرا بھی دوست و دشمن ہے۔ وہ

ظاہری و باطنی کمالات کے "اجتماع" کی وجہ سے عزیز ترین موجودات میں سے ہیں (۱۶)۔ میرے دل میں ان کی ہیبت ہے، صلح و تقویٰ اور دیانت کی وہ مجسم روح ہیں۔ شریعت کو مروج اور طریقت کو منور کرنے والا فروغ صفت ہیں۔ ملائکہ بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں" (۱۷)۔ انہما (کلام حضرت مظهر)۔

مجھے (مصنف کتاب ہذا) خود ان کی زبانی سننے کا موقع ملا ہے کہ (حضرت مظهر) فرماتے تھے، کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ "منہ اللہ پانی ہتی"۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) آپ کی خدمت میں حاضر تھا، ذکر اور مراقبہ کا صلحہ منعقد تھا۔ حضرت تھاضی بھی آگئے۔ آپ نے دریافت فرمایا تم کیا عمل کرتے ہو کہ فرشتوں نے (اس محل میں) تمہاری تعظیم کے لیے جگہ بھروسہ دی ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ میں آپ کے کامل غلطاء سے بھی ملا ہوں۔ یہ تمام فیوض و برکات [۷۷] طریقہ احمدیہ جو کہ ان کی ذات میں جمع ہیں، میں نے کسی میں نہیں دیکھے۔ اگرچہ ارباب قلب ان حالات کا ادراک نہیں کر سکتے۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ان کمالات اور خاصہ مجددی میں ان جیسی مالی نسبت والا اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے غلطاء میں وہ بوجہ بہت سے خضائل، دوسروں سے ممتاز ہیں۔ لیکن آپ کی نیاں جو کہ طالبوں کو طریقہ احمدیہ کی غایت سے منسلک کرنے اور مقامات کا صحیح کشف و وجدان، کیفیات اور درجات قرب الہی سے عبارت ہے، کسی میں بھی تسلیم نہیں کی گئی۔ چنانچہ آپ نے بارہا اس امر پر افسوس کیا کہ میرے اصحاب میں سے کوئی بھی میرا (بہ خضائل مذکورہ) قائم مقام نہیں ہے۔

فقیر ارقم (مصنف کتاب) کہتا ہے، طریقہ کے اختیار کرنے کا اصل مقصد "تصدیہ قلب از گرفتاری ماسوا"، علم باللہ کا دائمی حصول، خضائل بد سے دل کا پاک کرنا، تہذیب اخلاق، برکت ذکر، شغل کیفیات، حالات و استغراق اور سکر غلبات محبت کا حاصل کرنا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ باتیں آپ کے غلطاء کی صحبت میں طالبوں کو اس زمانے کے موافق حاصل ہو جاتی ہیں۔ مجھے ان (غلطاء کے) مستفیدین کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ وہ حضور جمعیت مع اذواق قلبی، بلکہ اس سے بھی بالا انوار رکھتے ہیں۔

حضرت تھاضی کی ذات ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہے۔ ان کے اوقات

اطاعت اور عبادت سے مہمور ہیں۔ سو رکعت نماز انہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ تہجد کی نماز میں ایک منزل قرآن پڑھتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں متدین علماء کم ہیں۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کاظمی کا منصب اختیار کر کے مقدمات کے صحیح فیصلے کریں اور اس مرتبے کا حق کماحقہ ادا کریں۔ رسوم قضات میں سے کوئی عاقبت نا اندیش رسم آپ سے مشور میں نہیں آئی (۱۸)

ایک مرتبہ اس شخص نے جس کے پاس آپ کی مہر ہوتی تھی کسی سے کوئی چیز لی۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اسے سزا دی اور اس نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کروایا۔ جس قسم کے ادا کرنے حق اس منصب کا غاصہ ہے، آپ اس میں مشور ہیں۔ ان کے نام آپ کے بہت سے مکاتیب ہیں۔ ان میں سے چند فقرے لکھے جا رہے ہیں:

شیخ صین الدین ساکن عظیم آباد ایک نوجوان ہے، جس نے اپنا روزگار ترک کر کے طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ اس رقم کے وسیلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے، اس کے دل کو نور حاصل ہو گیا ہے، قطع مسافت ابھی تک شروع نہیں کی، شکستہ دل آدمی ہے، اس کے حال پر توجہ کریں (۱۹)۔ علی رضا خان نے مجھ سے طریقہ سیکھا ہے۔ اس کا ذکر طائف حمہ جاری ہو گیا ہے، نفی و اثبات کا عمل شروع ہے۔ وہ تمہارے (حلقے) میں شامل ہونا چاہتا ہے، اس کے لطیفہ، قلب پر توجہ کریں کیوں کہ اس لطیفے کا پہلا کام [۷۸] یہی ہے، جو ضروری ہے (۲۰)۔ اثنا ان کے اصحاب میں سے میر محمد اور سید محمد و گھسینا کو آپ کی صحبت حاصل ہوئی ہے، وہ اس طریقہ کی (مختلف) نسبتوں پر فائز ہیں (۲۱)

مولوی فضل اللہؒ

مولوی مناء اللہ (پانی پتی مذکور) کے بڑے بھائی تھے اور ظاہری علم میں بہرہ کامل رکھتے تھے۔ انہوں نے طریقہ حضرت شیخ (محمد عابد سنائی) رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا، اور آپ (حضرت مظهر) کی صحبت سے بھی استفادہ کیا تھا، آپ کی توجہات شریفہ سے وہ طریقہ کے مقامات پر فائز ہوئے تھے۔ وہ کثیر الذکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ رکھنے والے تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولوی مناء اللہ بڑے آزرده رہنے لگے تھے وہ ان کے خواب میں آتے اور کہتے کہ بھائی یہ اس قدر غم اور الم کیسا ہے ؟
 الا ان اولیا، اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (۲۲)
 (سن لو اے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم)
 یہ نص قرآنی ہے ۔ اس دنیا (آخرت) میں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت آسائش اور نعمتیں عطا کی ہیں جو بیان و حساب سے بہت زیادہ ہیں (۲۳)۔

مولوی احمد اللہؒ

مولوی مناء اللہ (پانی پتی) کے بڑے لڑکے ، اور حضرت مظہر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں ۔ انہوں نے ظاہری علم اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کیا ہے ۔ تحصیل کے ایام میں ساری رات ہی مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے ، کھانے پینے کی طرف رجحان بہت کم تھا ، قرآن مجید حفظ تھا ۔ علم قراءت و تجوید میں پوری مہارت حاصل تھی ۔ ہر روز اکیس سیپارے تلاوت کرتے تھے ، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا ۔ ذکر اور مراقبہ تو پہلے ہی حاصل تھا ۔ ہر روز بیستیس ہزار مرتبہ ذکر تہلیل کرتے ، صبح سے "چاشت بند" تک مراقبہ بیٹھتے ۔
 آپ کی توجہات علیہ ، کثرت ذکر ، مراقبہ مقامات بلند اور واردات حاصل کر کے طریقہ کی اجازت لی ، اور لوگوں کو تلقین ذکر ، مراقبہ اور سلوک راہ مولیٰ میں مشغول ہونے ، ان کے مال پر آپ بہت عنایت کرتے تھے ، اور ان کی ترقی کے لیے غائبانہ توجہ کرتے رہتے تھے ، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

آج تک تم پر توجہ کرنے میں میں نے ناغہ نہیں کیا ، اور نہ ہوگا ۔ تم دن بدن ترقی کر رہے ہو ۔ کلمات رسالت کی تجلیات کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے ۔ تم صبح و شام مردوں اور عورتوں کا جو حلقہ ارشاد کرتے ہو ، اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے ، اور کامل توفیق ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کی فتوحات ارزانی فرمانے کا ۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں :

امد اللہ پر حقیقت کعبہ کی توجہ ہوتی ہے ، دو تین روز کے بعد وہ حقیقت قرآن میں داخل ہو گا ۔ انہا

مولوی امد اللہ ذکر و عبادات میں کمال جہد سے طریقہ کے تمام اعلیٰ مقامات پر پہنچے اور بہت بلند درجہ کے مالک ہوئے ۔ ان تمام ظاہری و باطنی کمالات کے باوجود " الولد سر لابیہ " ان پر صادق آتا ہے ۔ تیس سالہ جوان تھے کہ انتقال کر گئے ان کے والد (کاظمی مناء اللہ [۷۹] فرماتے ہیں کہ اس فرزند کی موت کا ظاہری سبب میری اس سے والہانہ محبت تھی ۔ حق سبحانہ کمال غیرت سے اپنے اولیاء کے دل میں غیر کی محبت کا گزر بھی پسند نہیں کرتا ۔ اس لیے اسے اس جہاں سے اٹھا لیا اور میرے دل میں غیر کی محبت نہ رہنے دی ۔

وہ بہت بہادر لوگوں میں سے تھے ، انہوں نے کفار سے بارہا جہاد کیا تھا ، اور غازی فی سبیل اللہ کا مرتبہ انہیں حاصل تھا ۔ ایک دفعہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ان کو آیا ۔ انہوں نے ان کے غلام سے سامان اور دوسری چیزیں بھین لیں ۔ وہ تنہا اور پیادہ ان کے تعاقب میں گئے اور ان بیس سواروں سے جو ہمشیریں اور ڈھالیں بھی رکھتے تھے ، اپنا سامان واپس لے کر " ان اللہ یحب الرجل الشجاع " (اللہ تعالیٰ بہادر شخص کو پسند کرتا ہے) ثابت کر دیا کہ یہ وصف صرف انہی کا تھا (۲۴) ۔

شیخ صبیحہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم مولوی مناء اللہ نے بھی علم حاصل کیا تھا ۔ دینی کتب کی تحصیل بھی کی تھی ، انہیں طریقہ آپ سے ماسلح ہوا ۔ جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے ۔

مولوی دلیل اللہ (۲۵) فرزند سوم مولوی مناء اللہ نے علم فقہ پڑھا ہے ، فن اصول اور مقبول سے بھی مناسبت رکھتے ہیں ۔ طریقہ اور شغل قلبی انہوں نے آپ سے ہی سیکھا ہے ، خدا انہیں سلامت رکھے ۔

مولوی مناء اللہ (پانی پتی) کی بیوی (۲۶) نے بھی آپ (حضرت مظهر) سے باطنی فیوض کا کسب کیا اور احوال فناء و بقا جو صرف اس خاندان کے صاحب نسبت حضرات ہی کو ہوتے ہیں ، انہیں بھی حاصل تھے ۔ انہوں نے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی پانی پتی تھی ۔ وظائف ، اطاعت ، ذکر و مراقبہ جیسے نیک اوقات نے انہیں مقبول بارگاہ بنا دیا ہے ۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں اس عنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

اگر مستورات کو توفیق ہو ، اور تم سے توجہ چاہیں تو میری طرف

سے اجازت ہے۔ جناب میران (کے وسیلے) سے قوی امید ہے کہ اس میں تاثیر پیدا ہوگی۔ نیز تمہیں کبھی کبھار توجہ دی جاتی ہے، تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو ذکر الہی بل خانہ، اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لیے مقید کرلو۔ ذوی الحقوق کی رعایت اور لہذا اطلاق پیدا کرنا لازم ہے، جو نیک نامی اور کامیابی دارین کا موجب ہے (۲۷)۔

شیخ محمد مراد:

آپ کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ سے طریقہ حاصل کیا۔ بیستیس سال تک ہر روز حلقہ ذکر میں حاضر ہوتے رہے اور آپ کی صحبت کی برکت سے طریقہ کے مصطلح مقامات پر کاغز ہوئے، اور اعلیٰ نسبت حاصل کی۔ آپ کی خدمت میں ان کو ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ جس میں دوسرے اصحاب شریک نہیں تھے، آپ کے گھریلو معاملات انہی کے ذمے تھے (۲۸)۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں رفعت نسبت کے اعتبار سے ان کے مساوی کوئی نہیں ہے۔ آپ کی ذات میں بہت سے کمالات جمع ہیں۔ چونکہ وہ تجارت پیشہ (۲۹) ہیں اس لیے طالب ان کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ گویا ایک شیخ کے لیے علم و عقل سلیم کشف صریح مع وجدان صحیح، شرف نسب، ظاہری شوکت، دولت فقر اور قناعت بھی ہونی چاہیے۔ انہا

مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے:

[۸۰] کہ وہ مستجاب الدعوة ہیں (۳۰)۔ اور اس کا بارہا تجربہ بھی

کیا گیا ہے (۳۱) واللہ اعلم۔

فقیر راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ قبولیت دعا کے لیے باطنی کمالات کا ہونا لازم نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت کے سامنے تسلیم کے سوا چارہ کار نہیں۔ قبولیت دعا کے لیے رزق حلال، راست گوئی اور اخلاص شرط ہے۔ قبول دعا کے لیے یہ تینوں امور ضروری ہیں۔ میرے (مصنف کتاب ہذا) کے نزدیک ان کی نسبت کے حالات اس قسم کے نہیں جو ہر کسی کے ادراک میں آسکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے (۳۲)۔

شیخ عبد الرحمن :

شیخ محمد مراد کے بھائیوں میں سے ہیں ، آپ کی توجہات سے عالی احوال حاصل کیے۔ نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے۔ قاضی مناء اللہ فرماتے ہیں :

ان کی نسبت کی کیفیات کے ظہور کی وجہ سے انہیں دیکھتے ہی دل تعظیم و تکریم کے لیے بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اذنا روا ذکر اللہ (۳۲) (جب ان کی زیارت کی جائے تو خدا یاد آئے) انہی کے وصف حال تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

میرعلیم اللہ گنگوہی

آپ کے اکابر عظام ، شہینہ جمال اور معرفت الخراء قدیم اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد سہاسی) کی صحبت بھی حاصل کی تھی اور انہیں کے حکم سے انہوں نے آپ (حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت کا التزام اور طریقہ احمدیہ کا سلوک مکمل کیا۔ حالات عالیہ و واردات سامیہ حاصل تھے۔ ان کی نسبت میں ایسے سکر کا غلبہ تھا کہ مجددی نسبت کا سمو اور ہوش مندی غالب نہیں آ سکتی تھی۔ وہ محبت الہی کی شراب طہور میں سرشار اور حضور و اکہبی کے ذوق سے معمور تھے۔ ان کی زبان پر اہل محبت کا تذکرہ رہتا اور عاشقانہ حکایات سے ان کی آنکھیں اشک ریز رہتی تھیں۔ گریہ آپ کے احوال کو آبرو بخشنا تھا۔ شور انگیز نالے ان کے سینے میں سوز پیدا کرتے تھے۔ ان کی محبت خدا کی محبت کا شوق بخشتی۔ آپ کی جبین سے "نسبت مع اللہ" کے انوار چمکتے۔ ان پر استعراق قوی اور طویل بے عودی طاری ہوتی تھی۔ ان میں آپ کی محبت غالب تھی۔ غلبہ محبت کی وجہ سے سلام کی بجائے آپ کو "قربانت شوم" (میں تجھ پر قربان) لکھ بھیجا۔

جب اپنے وطن (شہر) سے آپ کی زیارت کے لیے چلتے تو راستے کی تکلیف سے تھک جاتے تو آپ کے مناقب کے ذکر سے پھر جوش و ولولہ پیدا ہو جاتا اور بیابان نوردی کے لیے تیار ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خواب میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ان کی قدم بوسہ کرنی چاہی ، حضرت نے فرمایا یہ کیا حرکت ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ

اے ابن رسول اللہ اس میں ہم فقیروں کی سعادت مندی ہے ۔ اس سے انہیں بہت مسرت ہوئی اور ان کے حال پر بہت لطف فرمایا ۔

ایک شب خواب میں انہوں نے دیکھا کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مثلاً حضرت شیخ فرید گنج شکر اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما [۸۱] تشریف لائے اور ان کے باطن سے نقشبندی نسبت سلب کر لی ' اور اپنے خاندان کی نسبت الفا کی ۔ ان کے جانے کے بعد نقشبندی بزرگوں مثلاً حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت میرزا مظہر قدس اللہ اسرار ہما تشریف لائے اور ان کے باطن سے چشتی نسبت کشید کرنے کے بعد پھر سے ان کا سینہ نقشبندی نسبت سے معمور کر دیا ۔ اس سلب اور الفا کے عمل سے انہیں اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا ' جس سے ان پر ایک حالت طاری ہوئی ' اور ایسا "اضحلال" حاصل ہوا کہ ان میں طاقت بالکل باقی رہی ۔

صبح کے وقت آپ کی خدمت میں آنے ' تو سارا واقعہ بیان کیا اور آپ انہیں اپنے پیر حضرت شیخ (محمد عابد سنائی) قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس لے گئے ' فرماتے ہیں واللہ ہم نے ان کے حال کے بارے میں کسی قسم کا اظہار نہیں کیا ' لیکن حضرت شیخ نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا اور فرماتے گئے کہ بزرگوں نے ان کے حال پر تصرف کیا تھا اور اپنی نسبت الفا کی تھی ۔ لیکن نقشبندی حضرات پہنچ گئے اور اپنے خاندان کی نسبت انہیں دوبارہ عطا کر دی ۔ انہوں نے طریقہ کے جو مقامات حاصل کیے صحیح اور بجا ہیں ۔

مختصر یہ کہ ان کی طینت میں گرم جوشی ' استعداد اور آہار حرارت اور چشتی نسبت کی حرارت کے اذواق موجود تھے ' کیوں کہ یہ حالات طالبان راہ مولیٰ کے لیے رشک کا باعث ہیں ۔ تمام گرم جوشی محبت میں بسر کی ' اور آپ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے ۔

ان کی بیوی نے بھی آپ سے طریقہ حاصل کیا تھا ۔ وہ بھی بادہ محبت خدا سے سرشار تھی ۔ (میرعلیم اللہ نے) وفات کے بعد خواب میں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فرشتے مجھے بارگاہ کبریا جل جلالہ میں لے گئے ' میں نے خود کو لا قتناہی انوار میں مستغرق پایا ' اور اسی حال میں شاہ مقصود کی طرف دوڑا ' جس سے مغفرت اور رحمت کے دروازے مجھ پر کھل گئے ۔ فتحمدلہ ثم الحمد للہ (۳۴) ۔

شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکی

حضرت میرزا کے اجل علماء میں سے تھے، علم و عمل میں اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ وہ اس جماعت میں سے تھے جنہیں حضرت شیخ (محمد عابد) نے تربیت کے لیے آپ کے حوالے کیا تھا۔ وہ آپ کی تربیت کی برکت سے طریقہ کے انتہائی نفع حاصل کر کے خلافت یاب ہوئے۔ اور ملک بنگلہ میں طالبوں کے مرجع و مآب بنے۔ ان کے کمالات کا شہرہ اس دیار کے دلوں کو مسخر کرتا۔ ان کے اخلاق حسنہ اور صحت کاملہ کی خوش بو دماغوں کو مسخر کرتی اور ان سے بہت سے طالب سرمایہ جمعیت و آگاہی حاصل کر کے مقبول بارگاہ الہی بنے اور یادِ ہذا میں مصروف ہوئے۔

ان میں سے محمد غوث [۸۲] کے حالات صحیح ہیں۔ ان کے اصحاب میں سے محمد دانش اور محمد درویش نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ محمد دانش کی باطنی نسبت آپ کی عنایات سے فائدے قلب اور فائدے نفس سے بھی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ " حضور و آگاہی، کیفیات استہلاک و اضمحلال " بھی جو کہ فائدے نفس کا خاصہ ہیں، انہیں حاصل ہیں۔

محمد درویش کو بکثرت باطنی ترقیات ملی ہیں، اور نسبت کمالات سے مشرف ہوئے ہیں۔ شیخ مراد اللہ نے طالبوں کی آسانی کے لیے ہندی (اردو) زبان میں قرآن مجید کی تفسیر (۳۵) لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع فرمایا کہ طریقہ کے انوار کی اشاعت اخلاص اور مرتبہ احسان کا موجب ہے، اپنے اوقات اسی شغل میں صرف کرنے چاہئیں۔ ذکر اور مراقبہ کے علاوہ کوئی عمل نہیں کرنا چاہیے، انہوں نے آپ کے وصال سے پہلے وفات پائی (۳۶)۔

حضرت شیخ محمد احسان

آپ کے قدیم اصحاب اور اکل علماء میں سے تھے۔ حضرت حافظ محمد محسن (۲۷) کی اولاد (۲۸) میں سے تھے۔ ان کا نسب شیخ عبدالحق (۳۹) رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ ایام جوانی کے آغاز میں ان کے عقیدہ میں انحراف اور بظاہر صراطِ مستقیم سے انحراف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے دودھ چاول تناول کیے اور بقیہ انہیں دے دیا۔ پس انہوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کر کے

واردات حاصل کیں۔ اس راہ میں کمال استقامت سے ثابت قدم رہ کر بہت ترقی کی۔ اور طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ اپنے باطن کو انوار اور آگاہی کا مظہر بنایا۔ ان کی نسبت میں جذبہ اور شورش قوی تھی۔ ولایت قلبی کی سیر میں بے تابی اور نالہ ہای بے خودی بہت کرتے تھے۔ باطن کی حرارت شوق اور گرمی طیش کی وجہ سے سردی کے موسم میں بھی انہیں پنبہ دار لباس کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

جذبات محبت کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے سننے اور سماع کی آواز کی ان میں تاب نہیں تھی۔ ایک روز آپ کی خدمت میں فریاد لانے اور بے خود ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت میں ذوق و شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر تم اسی نسبت گرم اور جذبہ و حالات عشق و محبت پر کفایت کرنا چاہتے ہو تو ہماری صحبت ترک کر دو ورنہ اس قسم کی فریاد و نعرہ تمہارے لیے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس وقت ذکر و مراقبہ میں فرشتوں کا مجمع تھا۔ تمہاری فریاد کی وجہ سے وہ منتشر ہو گیا۔ اور ان میں سے ایک تمہاری طرف تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا، اگر تم اپنے باطن کا کام میرے حوالے کر دو تو میں ایسی توجہ کروں گا، جس سے تم اس شورش کے مقام سے نکل کر طمانیت [۸۳] میں پہنچ جاؤ گے۔ کیوں کہ نسبت اطمینان نسبت "قرن" کے مشابہ ہے، جو شاہ ریاض سے دور ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھے شورش اور طمانیت سے کوئی غرض نہیں ہے، میرا مقصد تو صرف آپ کی رضا کا حصول ہے۔ آپ نے انہیں (سابقہ مقام سے) پھلانگ (بطور طفرہ) کر بالا مقام پر پہنچا دیا۔ اور وہاں کے احوال پر فائز کر دیا۔ جس سے ان کی بے تابی اطمینان میں بدل گئی۔ لیکن ان کی گرم استعداد کا تقاضا ابھی باقی تھا، کبھی کبھی بے اختیار ہو کر فریاد کر اٹھتے تھے۔ جس سے بے خود ہو جاتے۔

ایک دن کسی نے ان کے سامنے کہا کہ مولوی مناء اللہ سنبھلی کا روزینہ مشتبہ مال سے مقرر ہوا ہے۔ کہنے لگے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے سے انوار کی ایسی سبیل آتی ہے جو ان تمام کدورتوں کو بہا کر لے جاتی ہے، اس بات سے انہیں بہت فیض پہنچا، انہوں نے آہ بھری اور بے خود ہو گئے۔ ایک مرتبہ یہ شعر سننے سے :

رفتم از میکده اما بدعا می خواهم
 کہ ازین در زوم لغزش مستان مددی (۴۰)
 بہت بے تابی پیدا ہوئی - محبت کی یہی شورش انہیں مضطرب رکھتی - بسا
 اوقات انہیں عاشقانہ نغمہ بے خود کر دیتا - یہ عشق ہی ہے ' جو طالبوں کے دلوں کے
 لیے حیات افزا اور یہ عشق ہی ہے ' جو سالکوں کی جانوں کو بھٹا بھٹتا ہے :
 ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بمشق
 محبت است بر جریدہ عالم دوام ما

شعر

گر عشق ترا نیست بہ تحقیق ز تہدید
 چاک بہ گریباں زن و عاکی بہ سراغکن (۴۱)
 کار ما عشق و بار ما عشق است
 حاصل روزگار ما عشق است

شیخ محمد احسان فرماتے ہیں کہ (احمد) شاہ درانی کے ہنگامہ غارت گری (۴۲)
 میں اپنے کوچہ کے دروازہ میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا ' تاکہ غارت گروں
 میں سے کوئی کوچہ میں داخل نہ ہونے پائے فضل الہی سے ساری رات اس کوچہ میں
 کوئی نہ آیا -

ایک روز ایک شخص نے جو درد پہلو میں مبتلا تھا ' ان کی خدمت میں عرض کی کہ
 اس مرض کے سبب کرنے کے لیے ہمت کریں ' جونہی اس کے کان میں اسم
 مبارک اللہ پہنچا ' اس نے نعرہ مارا اور درد اسی وقت ختم ہو گیا (۴۳) -

وہ فرماتے ہیں ملا رحیم داد (۴۴) کے لشکر کی کھار سے حکمت کے وقت میں
 بھی اس لشکر میں موجود تھا اس قیامت انگیز وقت میں بھی میری نسبت کا کامل غلبہ
 کے ساتھ ظہور ہو رہا تھا گویا مجھے سردی کی شدت اور قتل و غارت کھار کی جبر ہی نہیں
 تھی - اور میں مشائخ کرام کی توجہ کی بدولت محفوظ رہا -

فرماتے ہیں کہ کسب سلوک کے دنوں میں میں نے سخت فقر و فاقہ اختیار کیا -
 پے درپے تین فاقوں کو ایک فاقہ خیال کرتا تھا -

ایک روز آپ نے میرے احوال پوچھے میں نے اپنی بے سامانی کا ذکر کیا -
 انہیں افسوس ہوا ' تھوڑا سا [۸۴] آٹا اور کرتا حاص عنایت کیا - کہتے ہیں کہ اس

تبرک شریف کی برکت سے تنگی فراخی سے بدل گئی۔

بتاتے ہیں کہ میں نے چھ ماہ تک آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل کی، جس سے اس کثرت سے فیوض حاصل ہونے کہ کسی ریاضت اور مجاہدہ میں اس قسم کی ترقی میسر نہ آئی۔

شیخ غلام حسنؒ

شیخ محمد احسان کے بھائی (۲۵) اور آپ کے غاص اصحاب اور زبدہ، احباب میں سے ہیں۔ انہیں آپ کی مزید عنایات کا اختصاص بھی حاصل تھا۔ انہوں نے طریقہ شریعہ آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔ اور اس غاندان کی نسبت کے مقامات پر پہنچے۔ یاد الہی میں اپنے اوقات خوشی بسر کیے (۲۶)۔

شیخ محمد منیرؒ

حضرت شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد، اور آپ کے اہل خلفاء میں سے ہیں، طریقہ علیہ چشتیہ کے اشغال کرتے اور اس نسبت شریعہ کے اذواق و اشواق سے حظ اٹھاتے۔ طریقہ نقشبندیہ میں آپ کے ہاتھ پر بہت ہونے اور اس کی صحبت شریعہ کا التزام کر کے طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر اجازت حاصل کی۔ ان کی نسبت قوی اور حالات بلند تھے۔ اور ہمیشہ گوشہ قناعت و توکل میں یاد خدا میں مصروف رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان کی نسبت بہت قوی ہے اگر کوئی قطب وقت ہو تو اسے بھی ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔ سلوک کے (ابتدائی ایام میں) وہ ساری رات مراقبہ کرتے تھے اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے ان کا کشف و وجدان صحیح تھا، طالب ان سے رجوع کرتے۔ ارباب ذکر کا حلقہ خوب جمعیت کے ساتھ منعقد کرتے (۲۷)۔ لیکن ان کی عمر نے وفات کی۔ اور آپ کے مین حیات ہی میں درد سینہ کے مرض میں اشغال کیا (۲۸)۔ ان کی موت سے آپ کے دل میں بہت غم و اندوہ ہوا۔ چنانچہ مولوی مناء اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں:

شیخ محمد منیر اکثر یاران طریقہ میں ممتاز تھے، انہوں نے ۱۹ ذی الحج

کو رحلت کی۔ جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ ہمارا اشتغال بھی طبی عمر کے موافق قریب ہے، اس لیے تسلی ہے (۴۹)۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے خواجہ عباد اللہ نے شیخ محمد منیر سے طریقہ حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کی صحبت اختیار کی، اور آپ کی توجہات سے بلند مقامات پر پہنچے، اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ان کی نسبت بہت قوی ہے۔ کئی سال ہوئے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

حاجی جمال الدین نے بھی جو کہ شیخ محمد منیر کے اصحاب میں سے تھے، آپ کی صحبت مبارک کی برکت سے نسبت عالیہ کا کسب کیا، اور حرمین شریفین کی زیارت [۸۵] کا شرف حاصل کیا۔ اور یاد مولیٰ میں گوشہ قناعت میں خوش ہیں۔

مولوی قلندر بخشؒ

آپ کے منتخب اصحاب اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دینی علوم کے عالم تھے۔ علم مقبول کی بھی تحصیل کی تھی، قرآن مجید حفظ تھا۔ انہوں نے طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ آپ کی توجہات علیہ سے طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ انہیں طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور درس علم اور ارشاد و سلوک باطن ان کا شغل۔ علم طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ جسمانی اور روحانی دونوں علج کرتے تھے۔ انہیں آپ کے ساتھ بہت ہی اخلاص تھا، اور آپ کے مصاحب خاص تھے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے، آپ ان کی ابھی آواز اور ترتیل حروف سے جو کہ ان کی ملکوت کے آداب میں سے تھے (۵۰) بہت خوش تھے۔

ہر سال آپ کی زیارت کے لیے اپنے وطن (۵۱) (شہر) سے آتے اور انوار حضور کا کسب کرتے یہاں تک کہ (اسی طرح مل کرتے ہوئے) وفات پائی۔

میر نعیم اللہؒ

آپ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت حاجی محمد افضل کی صحبت حاصل

تھی (۵۲) اور حضرت حاجی صاحب کے علیہ شیخ محمد اعظم (۵۳) کی خدمت بھی کی تھی۔ حضرت مقہر کی صحبت کا التزام کر کے طریقہ امدی (مجددی) کے مقامات سلوک مکمل کیے تھے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی تھی۔ علم و ادب اور حسن اخلاق سے متصف تھے۔ (ان کے دل میں) آپ کی محبت راسخ تھی، طریقہ کی تعلیم اور علم دین کا درس ان کا شغل تھا، قرآن مجید حفظ تھا۔ علم قراءت و تجوید کی سند تقاری عبد الغفور (۵۴) سے لی تھی۔ تراویح میں آپ ان سے قرآن مجید سن کر بہت محفوظ ہوتے تھے (۵۵)۔

ایک روز فرمانے لگے کہ میں مولوی قلندر بخش اور سید نعیم اللہ کے تہذیب اخلاق کے سبب ان سے کبھی ناراض نہیں ہوا۔ ایک دن حضرت سید نعیم اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے راہِ خدا اور رضا مولیٰ میں جو قدم رکھا ہے وہ ہماری آنکھوں پر رکھو، اگر تم جیسے لوگ اپنے وطنوں سے نہ آئیں تو ہمارا حلقہ مراقبہ بے جمعیت و بے برکت ہو کر رہ جائے، انہوں نے آپ کے عین حیات ہی اشغال کیا (۵۶)۔

مولوی مناء اللہ سنہلیؒ

آپ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علم کی بھی تحصیل کی تھی۔ قرآن اور حدیث کا علم حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا (۵۷)۔ طریقہ کی تعلیم آپ کے علیہ خواجہ موسیٰ خان (۵۸) رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ ذکر اور مراقبہ ان کا دائمی شغل ہے۔ اور ان کے حکم سے باطنی کمالات میں آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ملی۔ اور بلدہ [۸۶] سنہل میں درس علوم اور راہِ خدا کی ہدایت و سلوک میں مصروف رہے۔ علم و عمل اور صبر و استقامت سے متصف اور اعلیٰ اخلاق اور اوقاتِ حسنہ کے لیے معروف تھے۔ وہ کہتے ہیں، حدیث و تفسیر کے درس سے نور اور صفا حاصل ہوتا ہے، اور نسبت احمدیہ کو طاقت اور ترقی ملتی ہے۔

کہتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں نے ایک امیر کا کھانا کھایا، میرے باطنی احوال ضائع ہو گئے، میں نے ہر چند توبہ اور نیازمندی کی لیکن وہ حالات پیدا نہ ہو سکے،

اگرچہ نسبت کی کیفیات ہمیشہ شامل حال رہیں لیکن احوال و ذوق نام کی کوئی چیز نہیں رہی تھی۔ صاحب نجات (۵۹) نے کہا ہے کہ ان طائفہ کرام میں سے ایک نے اثنائی پیاس کی حالت میں ایک لشکری (سپاہی) سے پانی پی لیا۔ تو اس کے تمام باطنی حالات تباہ ہو گئے۔ تیس سال گزر گئے ہیں کہ اس کدورت کا اثر اب تک باقی ہے۔"۔ اٹھا۔

مولوی مناء اللہ سنبھلی نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی، ایک روپیہ یومیہ مقرر فرمایا۔ اسی طرح واقعہ ہوا کہ اس خواب کے بعد ایک امیر آدمی نے ان کی ضروریات کے لیے ایک روپیہ روزانہ مقرر کر دیا۔ آپ نے انہیں لکھا ہے:

و هو معکم ایضا کنتم (۶۰) (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) تم وہاں جاؤ اور میری جانشینی کرو، کیوں کہ اس ضلع میں سمجھ دار عالم اور صاحب نسبت درویش کوئی نہیں ہے، غلط جمع رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اور پریشانی کو دل میں جگہ نہ دو اور اپنے اوقات دین کے ظاہری و باطنی منافع کے حصول میں صرف کرو۔ اس پاک ذات نے تمہیں دولت دی ہے، یہی اس کا شکر ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا ہے: "الشکر صرف النعمة فی مرضیات المنعم" (نعمت کو اللہ تعالیٰ کی خوش نودی میں صرف کرنا شکر ہے) ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تنگی وسعت میں بدل جائے گی:

مشکل نیست کہ آسمان نہ شود مرد باید کہ ہر اسال نہ شود (۶۱)
اگر غیب سے کوئی چیز (فتوح) میرا آجائے تو اسے بلا تامل قبول کر لینا چاہیے، کیوں کہ بغیر طلب اور سوال کے جو چیز ملتی ہے وہ توکل کے منافی نہیں ہوتی۔ اگر اس چیز (معاش) پر اعتماد نہ ہو (۶۲) تو خصوصاً اس زمانہ میں توکل تفرقہ دل کے رفع کرنے کا سبب ہے۔ اور صرف توکل بے جمعیتی کا موجب ہے اور یہی "جمعیت" تو صوفیہ کا اس سال ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے متبعین اور خانقاہ عالی جاہ مجددیہ کے درویشوں کی جمعیت ضائع نہ کرے۔ تعلیم طریقہ اور کتابوں کے درس کے لیے خود کو پابند کر لو۔ اس عمل میں اپنے اوقات صرف کرنا، دونوں جہانوں کی فتوحات حاصل کرنا ہے۔ فتم خواجگان اور ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ صبح کے بعد

ہر روز لازمی طور پر کرو۔ صرف اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ رکھو اور غیر سے نا امید ہو جاؤ۔ مرہٹہ کفار کے آئوب کی فکر نہ کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے (۸۷) دوستوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور مجھے حاضر ہی سمجھیے (۶۳)۔ انتہا۔

حاجی محمد یار نے ان سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی، اور آپ کی توجہات سے انہیں حضور و آگاہی کی نسبت حاصل ہوئی۔ پھر انہوں نے مولوی نعیم اللہ کی صحبت اختیار کی۔

احمد علی نے بھی جو ان کے اصحاب میں سے ہیں آپ سے استفادہ کیا، نسبت قلبی کے جذبات سے مغلوب ہوئے۔ اور جذبات کی بے تابی سے سونا اور کھانا ترک کر دیا۔ اکثر اوقات بے قرار اور حالات سکر سے سرشار رہتے، آپ کی حسن تربیت سے ہوش میں آئے۔ اپنے باطن کے معاملہ کو فٹانے نفس تک پہنچا کر طریقہ کی تعلیم کی اجازت حاصل کی۔ اور نسبت مع اللہ کی کیفیات میں مدہوش ہوئے (۶۴)۔

میر عبد الباقیؒ:

آپ کے اہل خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور ہیں۔ ساہا سال آپ کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات کو پہنچے۔ کمال علم اور عزت سے آراستہ ہیں۔ اچھے اطلاق سے متصف اور عالم محال سے پوری مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں کے امور مرجمہ کے استخارہ کے لیے انہی سے فرمایا کرتے تھے۔ ان کی معلومات واقعہ کے مطابق ہوتیں۔

انہیں پانچ بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے ممتاز ہوئے (۶۵)۔

خلیفہ محمد جمیلؒ

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ محمودی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آئے اور آپ سے ایک توجہ لی۔ تحصیل علم اور طب کا شغل اختیار کیا۔

کہتے ہیں علم سے حظ وافر حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی برکت سے مجھے اپنے راہ کی طلب عطا کی، اور میں مقصود کی جستجو میں بے شمار

درویشوں کی خدمت میں گیا ، کسی جگہ دل کو آرام نہ آیا ۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور طلب کے لیے مشتاق کیس ، یہاں مہمود مل گیا ۔ آپ کی توجہات علیہ سے طریقہ کے مقامات پر پہنچ کر اجازت و خلافت سے مشرف ہوا ۔

ظہیر صاحب تحمل ، تمکین اور امور شریعت و طریقت میں استقامت رائج رکھتے تھے ۔ طریقہ احمدیہ کے انتہائی مقامات سلوک تک ان کی نسبت قوی تھی ۔ ظاہری و باطنی امراض کے علاج کے لیے ممتاز تھے ۔ آپ کے عین حیات ہی انتقال کیا (۶۶) ۔

حضرت شاہ بھیک

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے تھے (۶۷) ۔ آپ کی توجہات سے اپنے آباء کرام کی نسبت غاصہ سے حظ وافر حاصل کیا ۔ اور کار باطن کو کمالات تک پہنچا کر آپ کی اجازت سے ہدایت و ارشاد راہ مولیٰ میں مصروف ہو گئے ۔ اتباع سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ احمدیہ پر استقامت رکھتے تھے [۸۸] ان کی وفات (۶۸) کے بعد سکھ کافروں نے جو سرہند کے متبرک مزارات غراب کر رہے تھے ، چاہا کہ ان کی نش کو قبر سے باہر نکالیں ، آپ نے ایک کافر کے سر پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ فی الفور ہلاک ہو گیا ۔ اور اس کے ساتھی جان کے خطرہ سے بھاگ گئے (۶۹) اس قسم کی کرامت کے ظہور سے کفار مزارات پر دست درازی کرنے سے باز آ گئے (۷۰) ۔

مولوی عبدالحق

شاہ بھیک کے بھائیوں (۷۱) میں سے تھے ، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا ، ان کا نسبت باطن کا کام فنانے قب تک پہنچ چکا تھا ۔ ان کے حالات صحیح تھے ۔ ظاہری علم کا درس دیتے تھے ۔ عین عالم حباب میں انتقال کیا ۔

شاہ محمد سالم

آپ کے قدیم اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں ۔ دس سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کر کے طریقہ کے مقامات سلوک طے کیے ۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت کے بعد طالبانِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے ۔

بہت سے لوگ ان کی توجہات سے "حضور و آگاہی" کے مرتبے کو پہنچنے اور آپ کی وضع اور آداب پر استقامت رکھتے ہیں (۷۲)۔ آپ نے ایک مکتوب میں انہیں لکھا ہے:

ہم حیریت سے ہیں، تمہیں شریعت اور شغل طریقت کی پابندی کا التزام کرنا چاہیے۔ لوگوں سے خاکساری اور بے نفسی سے ہمیشہ آؤ، کیوں کہ نفس کا کمال نیستی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی ہستی مسلم۔ فقراء اور علماء کی صحبت لازم قرار دو، زمانہ کے مکروہات پر صبر کرو کیوں کہ یہ دنیا مومنین کے لیے قید ہے، اور آخرت میں راحت ملنے کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی طریقہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی خدمت کرنی چاہیے، تاکہ اس سے خدمت لی جائے۔ مگر طلبہ محبت کی وجہ سے اگر وہ خود (خدمت) کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم جہاں رہو ہمارے ساتھ ہے، استقامت سے رہو اور میران طریقہ کی محبت دل میں رکھو۔ والسلام۔

شاہ رحمۃ اللہ

آپ کے کامل خلفاء میں سے ہیں، کمال درجہ کی محبت اور اخلاص کے لیے مخصوص ہیں، ملک سندھ (۷۳) سے طلب ہذا کے لیے نکلے، جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے وہیں پہنچ جاتے۔ انہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی حاصل ہوئی ہے۔

آپ کے آستانہ ولایت نشان پر پہنچنے اور چار سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کیا۔ کارسلوک کو طریقہ کے انتہائی مقامات تک پہنچا کر اجازت سے سرفراز ہوئے۔ انہیں ایذائے نفس اور معنوی لحاظ سے راحت روح جیسے جلالی معاملات زیادہ پسند تھے۔ صبر بلکہ قضائے الہی کے مطابق رضا ان کا شیوہ تھا۔ یاد ہذا کے لیے صبر و قناعت اور ترک ماموا، اللہ پر استقامت رکھتے تھے۔ سرداران وقت [۸۹] کی آرزو

تھی کہ وہ روزینہ قبول کریں، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

رات کو ان کے گھر ذکر ہذا کے نور کے چراغ کے سوا، اور دن کو صرف اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کوئی غوراک نہیں ہوتی تھی۔ ساہا سال تک وہ عریاں رہے، صرف ایک تہ بند باندھے رکھا۔

ان کی صحبت میں طالبوں کا جم غفیر ہوتا تھا، اور مکمل جمعیت کے ساتھ حلقہ مراقبہ کا انعقاد ہوتا تھا۔ دو اشخاص کو ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت ملی تھی۔ ان کے اصحاب میں شاہ ہدایت بخش رحمۃ اللہ علیہ نیک احوال رکھتے ہیں۔ انہوں نے مرزا مظفر (۴۷) رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی صحبت بھی حاصل کی تھی۔ ان کے بعد باجمعیت حلقہ ذکر و مراقبہ یہی کرتے تھے، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

محمد اکبر نے بھی ان سے طریقہ حاصل کیا ہے، نیز حضرت مرزا مظفر کی صحبت کا فیض حاصل کر کے ترقی کی ہے۔ ہمارے حضرت (مظہر رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی توجہات لیں۔ میرے (مصنف کتاب ہذا) کے ساتھ بہت نشست رہتی ہے اور اپنے کم ہدہ احوال کی دریافت کرتے ہیں، باطنی نسبت کی طرف توجہ کم ہے۔ وفقہ اللہ سبحانہ و ایامی لمرضاتہ (اللہ تعالیٰ انہیں اور مجھے اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے)۔

محمد شاہ :

انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد) رحمۃ اللہ علیہ کے غلیفہ صوفی عبدالرحمن (۴۵) سے طریقہ حاصل کیا، اور آپ کی ہدایت میں پہنچے۔ آپ کی تربیت کی برکت سے وہ طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر طالبانِ حق کو ہدایت کی اجازت سے مشرف ہوئے، اور اپنے مسکن (۴۶) میں باجمعیت حلقہ ذکر و مراقبہ میں مصروف ہیں (۴۷)۔

میر مبین خان رحمۃ اللہ علیہ :

سادات (۴۸) کبار میں، اور آپ کے عمدہ اصحاب و برگزیدہ احباب میں سے ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ آپ سے "طریقہ" حاصل کر کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبوں کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے طالبوں نے ان کی صحبت کی برکت سے حضور و جمعیت کا کسب کیا۔ انہیں آپ سے بہت محبت تھی، اور آپ کے اوضاع و اطوار کی اتباع کے لیے انہوں نے بڑی کوشش کی (۷۹)۔ اس لیے آپ، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

میرمبین ہذا کے بڑے اولیاء میں سے ہیں اور جانِ جانانِ صغیر اولیاء میں سے۔

اس سے زیادہ ان کی تعریف نہیں لکھی جاسکتی۔

ان کے اصحاب میں سے، آپ کی عنایات سے پیر محمد، باطنی نسبت میں لطیفہ نفس کی فنا تک پہنچ گیا، انہیں صحیح کشف کوئی حاصل ہوا، اور آنے والے دن کے حالات دعوئی کے ساتھ بیان کرتے تھے، جو اسی طرح ہوتے تھے۔ وہ فرشتوں اور روحوں کو ظاہری طور پر دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دن سردی کے موسم میں میں دریا میں غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں بیڑیے دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا، میں نے حضرت میرمبین خان کی طرف توجہ کی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب ہاتھ میں عصا لیے ہوئے آئے اور بیڑیوں کو وہاں سے مار بھگایا۔

میر محمد معین خانؒ

[۹۰] میرمبین خان کے بھائی ہیں، اخلاص و محبت میں آپ کے اصحاب میں سے اکثر پر سبقت لے گئے۔ تعلیم طریقہ آپ سے ہی لی۔ طریقہ کی اجازت کے مقام پر فائز ہوئے۔ اعلیٰ ادب میں مودب اور حسن اخلاق سے مہذب تھے۔ چنانچہ آپ نے جو خط ان کے نام لکھا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

آدمیت کے وہ آداب جن کا ظہور تم سے ہوا، اس میں دوسروں کو شریک کرنا بڑا قلم ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری وضع و قطع اس سے بھی بہتر بنائے۔

آج جب کہ حوال کی دس تلخ ہے، میں تمہارے والد، جو کہ ہزاروں غویبوں کے مالک تھے، جو اپنی یاد کے داغ (دل پر) چھوڑ گئے، کی تعزیت کے لیے آلوہ آیا ہوں (۸۰) تعزیتی عبارت لکھنا تکلف سے خالی نہیں۔ کیوں کہ ہم اور وہ ہم عمری

کی وجہ سے اس دنیا میں آنے کے وقت چند ہی تھدیم اور تاجیر سے ہم سفر تھے ، اب جب کہ اصلی وطن کو واپس جانے کا وقت آیا ہے ۔ چند ہی نفس کے کاٹلے سے ہم کاٹلہ ہوں گے :
امروز گر از رفتہ حریفان جبری نیست

فرداست درین بزم کہ از ما اثری نیست (۸۱)

کمزوری اس قدر ہے کہ پہلو کے بل لیٹ کر حلقہ کروانا ہوں ۔ اگرچہ زندگی کا اب کوئی لطف نہیں رہا ۔ لیکن پھر بھی صوفی کی زندگی فہیمت ہے ۔ ایک تو خود اس کے لیے ، دوسرے دیگر لوگوں کے لیے بھی ۔ تمہاری بیوی کو حق تعالیٰ نے قاعدہ طفرہ سے ولایت کبریٰ تک پہنچا دیا ہے ۔ وہ انوکھی عہدہ (بیوی) اچھی استعداد رکھتی ہے ۔ سعادت اور اخلاص کے معاملے میں وہ مردوں کی ہمیش رو ہے ۔ میرکمہ کمالات نبوت کے ابتدائی مقام پر پہنچ گئے ہیں ۔ میرمبین خان کو شیخ مقرر کر دیا ہے ۔ آج کل صبح و شام خوب حلقہ ہو رہا ہے ، اچھی استعداد والے لوگ آگئے ہیں ۔ حق تعالیٰ انہیں فرصت دے کہ اصطلاحی سلوک کی سیر مکمل کریں ۔ تمہاری جگہ عالی ہے ۔ اس آخری عمر کے فیوض و برکات اس قدر ہیں ، کہ تحریر میں نہیں آ سکتے ۔
الحمد لله على نواله و الصلوة والسلام على رسوله وآله

-(۸۲)

میر علی اصغر عرف میرکھو

میر محمد مبین خان کے اقربا اور آپ کے برگزیدہ حلقہ میں سے ہیں ۔ ظاہری وجاہت اور باطنی حلاوت اور آداب کاملہ سے متصف ہیں ۔ تعلیم طریحہ آپ سے لی ۔ ان کے سلوک باطن کا کام انتہا کو پہنچ گیا ہے اور احوال مقامات طریحہ پر فائز ہیں ۔ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر رابطہ دوام کو پہنچایا ، نیز حضرت مظہر کی عالی واردات کے انعکاس سے مستفید و منور تھے ۔

بزرگوں نے کہا ہے 'حالات و کیفیات الہیہ کے حصول کے لیے محبت فیض اور ذکر رابطہ ہی مضبوط جڑ ہے' اور یہ طریقہ ذکر اور مراقبہ کے دونوں طریقوں سے بہتر موصل ہے۔ میر صاحب مجمع فیوض الہی اور انوار آسمانی کا مظہر تھے۔ طریق باطن کی اجازت [۹۱] انہیں حاصل تھی۔ طالبوں کو ذکر اور مراقبہ کی تعلیم دی۔ مرشد آباد میں بہت سے (لوگ) ان کے مرید ہوئے کہ صاحب دل حضرات کے ایک مجمع کا انعقاد ہو گیا 'رزق حلال کے حصول کے لیے تجارت کا پیشہ اپنایا' لیکن یہ تجارت ان کے وظائف و عبادات سے تعبیر شدہ اوقات میں مائل نہیں تھی (۸۳)۔ اور یہ آیت شریفہ:

رجال لا تلیہم تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ (۸۴)

(وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) ان کے حال کے مطابق ہے۔ عرصہ ہوا ان کا اشتغال ہو چکا ہے (۸۵)۔

محمد حسن عربؒ

آپ کے قدیمی اصحاب میں سے تھے 'ان کا مجاہدہ قوی تھا' اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ تائید الہی سے چالیس ہزار مرتبہ لسانی طور پر لکھ ظبیہ اور دس ہزار مرتبہ حبس نفس سے قلبی (۸۶) طور پر نفی و اثبات کرتے۔ ہزار بار سورہ اخلاص 'درود اور استغفار ان کا ہر روز کا وظیفہ تھا۔ یہ آیت شریفہ:

واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (۸۷)

(اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو)

ان کے حال کے مطابق ہے۔ شب بیداری اور دن کو آپ کی "خدمت گاہی" کرتے تھے۔ روزہ 'شب بیداری (قیام) اور کثرت ذکر سے صحیح کشف اور وجدان سلیم حاصل ہو گیا۔ تین سال میں ہی طریقہ احمدیہ کا سلوک مکمل کر کے "خلافت یاب" ہوئے 'اور اپنے وطن جا کر طلبہ کا مرجع بنے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی میں صرف ایک ہی طالب ہدا اور راہ مولیٰ کا مجاہد میرے پاس آیا ہے 'اور وہ محمد حسن عرب تھا' اور یہ الفاظ ان کے وصف کے لیے کافی ہیں۔

محمد قائم کشمیریؒ

خواجہ موسیٰ غلام (۸۸) کے اصحاب میں سے تھے، مقصود حاصل کرنے کے لیے سفر کی بہت تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے درویشوں کے پاس گئے۔ روزہ اور شب بیداری ان کا دائمی عمل تھا۔ حضرت خواجہ موسیٰ کے حکم سے آپ کی خدمت میں آئے، اور آپ کے حسن تربیت کی بدولت تین سال میں ہی طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔

حضرت خواجہ موسیٰ غلام کی زیارت کے لیے بخارا گئے، تو انہیں مرض موت میں مبتلا پایا۔ ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ہمارے حضرت (مظہر) ان (خواجہ محمد قائم) کے سال پر توجہ فرما رہے ہیں۔ پس ان کی توجہ کی برکت سے ان کو وہاں (بخارا) میں مقبولیت ہوئی، اور بہت سے طالبوں نے حصول طریقہ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا۔ لیکن ان کے دل کو وہاں قرار نہ آیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں ان کا ایک باغ ہے، اور ہمارے حضرت کی ایک نہر جاری ہے، اور اس نہر کا پانی اس باغ میں آتا ہے اور درخت و پھول نشو و نما پاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا اشتیاق ان پر غالب آیا اور حج کا عزم کیا۔

کہتے تھے کہ میرے دو لڑکے ہیں، میں نے منت مانی ہے کہ ان میں ایک کو خانہ خدا کا مجاور [۹۲] اور دوسرے کو مسجد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بناؤں گا۔

حافظ محمدؒ

حضرت خواجہ موسیٰ غلام کے یاروں میں سے تھے۔ انہی کے حکم سے آپ سے استفادہ کیا۔ ایک مرتبہ انہیں زبردست قبض کا سامنا کرنا پڑا اور کسی طرح بٹ نہیں ہوتا تھا۔ وہ فنا فی نفس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں، اے میرے بیٹے! تمہارا اصلی کام تو خطرات سے دل کو پاک اور رذائل سے تزکیہ نفس کرنا ہے اور یہ دولت تو تمہیں حاصل ہے۔

مدت دراز کے بعد ان سے ایک نمایاں خدمت کا ظہور ہوا، جس سے آپ ان

کے مال پر مہربان ہونے، فرمانے لگے، 'اب تمہاری رفع قبض کا وقت آ گیا ہے اور کمال عنایت سے ان کے باطن پر توجہات فرمائیں اور وہ عقدہ جو سال ہا سال سے لا بخل تھا، آپ کے ایک ہی معرفت افزا اور دل کشا التفات سے حل ہو گیا اور ان کے تنگ دل میں فیض جاری ہو گیا کیوں کہ ان تنگیوں کا تدارک تو (اس میں محرم ہے):

خدمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

[تجہ کو خدمت بندی کے انتہائی مقام پر پہنچا دے گی]

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں مجھے جو کچھ حاصل ہوا (مشائخ کی) خدمت سے ہی حاصل ہوا۔ وقف حماموں میں میں نے بس سے زیادہ درویشوں کی خدمت اور بدن کی مالش کی۔ یہاں تک کہ درویشوں کی رضا کی برکت سے میرا دل آب معرفت سے دھل گیا، اور ماسوا کی طرف توجہ کرنے کی ناپاکی سے میرا دل صاف کر دیا گیا۔

حافظ محمد نے وقت کے ایک ایسے شیخ سے علم حدیث کی سند لی جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر تھا، حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک نے آپ کو ان کے حال پر توجہ کرنے سے منع فرما دیا۔ وہ آپ کے حلقہ شریفہ میں آئے، لیکن آپ نے توجہ نہ کی بلکہ فرمانے لگے تم سے میری قدیم صحبت اور خدمت کا حق تو بے شک محبت ہے لیکن پیران کبار کی مرضی نہیں ہے کہ میں تمہیں توجہ دوں۔ انہی دنوں انہیں جنون لاحق ہو گیا اور نوبت زنجیروں میں جکڑنے تک پہنچی۔ وہ جوش جنون میں یہ شعر پڑھتے تھے:

نقشبندیہ عجب کافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پناں محرم کافلہ را (۸۹)

اور اسی عارضہ سودا میں انتقال کیا۔ غفر اللہ لہ۔

مولوی قطب الدین

ظاہری علم سے بہرہ ور تھے۔ اس طریقہ کے مشائخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ ذکر کا سبق اس فائدان کے ایک بزرگ سے لیا۔ حضرت خواجہ موسیٰ غان کی صحبت کا

شرف بھی حاصل تھا ' اور سات سال تک ان کی خدمت کا التزام کیا - ان کے باطنی سلوک کا کام ان دو مقامات یعنی " فنائے قلب و فنائے نفس " کے حالات و واردات تک پہنچا اور حضرت محمد زبیر کے خلفاء میں سے خواجہ ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل [۹۳] اور حضرت شیخ محمد عابد کے خلیفہ شاہ عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میسر آئی تھی ' اور اپنی نسبت میں قوت حاصل کی - ہمارے حضرت کی صحبت بھی اختیار کی اور کئی سال استفاضہ کیا اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے - طریقہ مجددیہ کے سلوک کے انتہائی مقامات حاصل کیے -

فنا اور نیستی کا ان پر غلبہ ہو گیا - مہذب اور نرم دل تھے - آخر عمر میں نسبت باطنی کا " استہلاک و اضمحلال " ان پر غالب آ گیا جس نے انہیں بے خود بنا دیا اور (اسی حالت میں) ان کا انتقال ہوا (۹۰) -

مولوی غلام یحییٰ

اجل اور زیرک عالم اور خوش تقریر فاضل تھے ' اعلیٰ صفات سے متصف تھے - قرآن مجید حفظ تھا - ظاہری علم کے درس میں مصروف رہے - علم مقول کی کتب پر مفید حواشی لکھے ہیں (۹۱) - طبیعت رسا اور ذہن انتہائی ذکی تھا - طریقہ قادریہ اس عالی خاندان کے ایک شیخ (۹۲) سے حاصل کیا - کئی سال تک باطنی ذکر و شغل میں مصروف رہے اور (اپنی زندگی) صبر و قناعت اور امراء سے انصاف میں بسر کی ' جس سے انہوں نے اعلیٰ خان اور وجاہت پیدا کی -

آپ کے کلمات کے شہرہ نے ان کے دل میں جذبہ پیدا کر دیا اور ملک پورب (۹۳) سے آپ کے آستانہ ولایت نشان پر حاضری کے لیے کمر بستہ ہوئے اور اس قبلہ ہذا پرستان کی زیارت کا شرف حاصل کر کے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا - طریقہ کے مقامات سلوک کی تحصیل پر ہمت صرف کی - چھ ماہ تک انہیں کوئی کیفیت محسوس نہ ہوئی - لیکن باطنی افعال میں ہمیش قدم تھے ' کیوں کہ اولین توفیق الہی تو اس کی یاد ہے اور حالات و کیفیات کا ادراک تو اس دوام شغل باللہ کا ثمر ہے جو اپنے وقت پر حاصل ہوتا ہے - اگر احوال صوفیہ میں سے کوئی چیز دنیا میں نہ مل سکے ' تو آخرت جو کہ دار جزاء ہے ' ان کیفیات عمل اور اخلاص کا مہر ہوتا ہے :

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ نمود روش بندہ پروری داند (۹۳)
ایک بزرگ نے فرمایا ہے :

التلذذ بالبکاء. ثمن البکاء.
(رونے سے لطف اندوز ہونا ہی رونے کی قیمت ہے)
دوسرا قول ہے :

اللذت فی الصلوۃ شرک

(نماز میں لذت شرک (خفی) ہے)

حکمت الہی کسی کو تو اذکار کی کیفیات سے محفوظ کرتی ہے تو کسی کو علم
کے اسرار سے سرفراز ، کسی کو محض اپنی یاد اور اطاعت کی توفیق سے ممتاز کرتی
ہے ۔ یہ تینوں درگاہ ہذا کے مقبولوں میں سے ہیں ۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے :
منا من علم و منا من جہل

(ہم میں سے بعض نے جان لیا اور بعض نے نہ جانا)

جیسے علم اسرار و حقائق اور مشاہدہ تجلیات الہیہ کا تفصیلی مشاہدہ شاذ و نادر ہوتا
ہے ، اسی طرح باطنی حالات کی جہالت بھی بہت کم ہوتی ہے ۔ اصل کام تو محبت اور
رضائے الہی کی توفیق ہے :

اللہم وقفنا لما تحب و ما ترضی

(اے اللہ ! ہمیں اپنی پسند اور رضا کی توفیق عطا فرما)

[۹۴] عنایت الہی سے ان پر طریقہ کے حالات و کیفیات وارد ہونا شروع ہو گئے ۔

نقشبندی نسبت کے جذبات سے فائز ہوئے ' پانچ سال (۹۵) تک آپ کی صحبت شریفہ
میں رہ کر کسب فیوض کیا ۔ تجلی ذات تک سلوک کی دائمی سیر حاصل ہوئی ۔ تعلیم
طریقہ کی اجازت لے کر سالم اور با مراد اپنے وطن لوٹے ۔ انہیں وہاں (۹۶) قبولیت
حاصل ہو گئی ۔ طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا ۔ ظاہری علم کا درس موقوف
کر کے باطنی احوال کے مطالعے میں مصروف ہو گئے ۔ تنہائی میں توجہ الی اللہ کا مراقبہ
کرتے ۔ فرماتے تھے ' باطنی نسبت کے حالات و ظہبات کے ورود کی وجہ سے انہیں
فرصت نہیں ملتی تھی ۔ لیکن ان کی عمر نے وفانہ کی ۔

ان کے تقادری سلسلہ کے شیخ (۹۷) بیمار ہوئے ۔ ان کے سلب مرض کے لیے

توجہ کی توفیق کا مرض ان میں شغل ہو گیا ، اور اسی مرض میں انتقال کر گئے ۔ اسی وجہ سے آپ (حضرت مظهر) کے دل میں اس کا دکھ اور غم بیٹھ گیا ۔ چنانچہ آپ ایک عزیز کو لکھتے ہیں کہ :

مولوی غلام سحیٰ کی رحلت سے جو زخم لگا ہے اس کے لیے مرہم نہیں ہے ، ان کی وفات کے جانکاہ واقعہ سے میرے سینے میں آگ سی لگ گئی ہے ، اور زہرہ آب ہو گیا ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ صبر کے سوا چارہ ہی کیا ہے ، کیوں کہ کل ہمیں بھی یہاں سے جانا ہے (۹۸) ۔

مولوی غلام سحیٰ نے وحدت الوجود اور وحدت العہود پر ایک رسالہ لکھا تھا (۹۹) ۔ وہ آپ کی نظر سے بھی گزرا ، آپ نے اس کی بڑی تعریف کی ۔ آپ (حضرت مظهر) نے اس رسالہ کے ایک ورق پر یہ عبارت لکھی :

نحمد الله و نصلى على رسوله . سرگروہ صہای فحول اور جامع مقول و منقول سید غلام سحیٰ اوصلہ اللہ الی ما یتیمی ، جو نسبت اخوت طریقت اس بیٹے ہاں یعنی جان جانان سے رکھتے ہیں ۔ (انہوں نے) میرے ایما پر مسئلہ وحدت الوجود و وحدت العہود کے بیان میں ایک مختصر رسالہ لکھ کر مجھے دکھایا ۔ حق بات یہ ہے کہ اختصار کے باوجود انہوں نے پورے موضوع کا احاطہ کر لیا ہے ۔ جزاهم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ۔ (خدا انہیں جزائے خیر دے) ۔ لیکن مسئلہ تطبیق سے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی ، کیوں کہ مکشوفین کے درمیان تطبیق کا مسئلہ تکلف سے خالی نہیں ہے ۔ لیکن اس سے ایک اچھی مصلحت وابستہ ہے ۔

ہی الاصلاح بین الفتنین العظیمین رحمہ اللہ عبداً انصف و لم یتسف (اس سے دونوں فرقوں کے درمیان مصلحت ہو جائے گی ، خدا روم کرے اس بندے پر جس نے انصاف کیا اور بے انصافی کو روکا) والسلام علی من اتبع الهدی (۱۰۰) ۔

راقم فقیر (مصنف کتاب ہذا شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ ان دونوں مسئلوں پر تطبیق کرنا محال ہے ۔ کیوں کہ دونوں مسئلے الگ الگ مقام کے مقتضی ہیں ۔ لیکن در

حقیقت ان دونوں مشارب میں نزاع نہیں ہے (۱۰۱) اگر کسی نے طریقہ مجددیہ کی علم و وجدان کے ساتھ سیر کی ہو تو اس پر اس کا مفہوم واضح ہے (۱۰۲)۔

مولوی غلام محی الدینؒ

صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ ان کا نسب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ علوم مقبول و منقول کے عالم [۹۵] تھے۔ قرآن مجید کے حافظ، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر، زاہد و عابد، ماسوا اللہ سے تقنفر اور مقام توکل پر پہنچے ہوئے تھے۔ طلب خدا کے غلبہ سے واقف و ناواقف کا فرق جانتا رہا تھا۔ اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میسر آئی تھی۔ بزرگوں کی عنایت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل اللہ کے طریقوں کا ذکر و شغل کرتے۔ اذواق قلب کی کیفیت حاصل ہوئی۔ لیکن اس راہ کی انہیں کمال خواہش تھی اس لیے تسلی نہ ہوئی۔

وہ اور مولوی غلام یحییٰ اور مولوی عبدالحق ایک ہی روز آپ کی خدمت میں پہنچے (۱۰۳) اور طریقہ کی طلب کا اظہار کیا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کو قبول کر لیا، لیکن ان سے فرمایا کہ تم میں وحشت معلوم ہو رہی ہے۔ تھوڑا عرصہ طلب فہماء کی کوشش کرو اس لیے وہ دو سال تک دہلی کے مشائخ، اور جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے، پہنچ جاتے۔ لیکن کسی جگہ انہیں تسلی نہ ہوئی۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چھ سال آپ کی صحبت شریفہ کا التزام کیا۔ تجلیات صفات و شیونات سے گزر کر دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے، اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

آپ نے جس روز انہیں خرقہ اجازت عطا فرمایا، ان سے فرمانے لگے کہ تمہیں غیب سے کوئی بشارت ملے گی۔ انہوں نے مجھ (مصنف) سے کہا کہ میں نے خواب میں ایک اجل بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے سورہ الضحیٰ آخر تک مجھ پر پڑھی (میں نے تعبیر یہ کی) کہ ہدایت، ترقیات اور مقام رضا کے حصول کی بشارت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ میں آپ کی خدمت میں آیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے حلقہ ذکر میں حضرت غوث الاعظم آپ کی جگہ بیٹھے ہیں۔ نیز ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین تشریف لائے ہیں، اور آپ نے اپنے حجرہ سے نیاز لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس

خاندان میں سلسلہ تقادریہ کا فیض بھی شامل ہے ، کیوں کہ حضرت غوث الثقلین کا فیض التفات آپ (حضرت مظہر) کی صورت میں متبل ہو کر دو بار نظر آیا۔

میں نے ایک متفحص شخص کی زبانی سنا ہے کہ ان (مولوی غلام محی الدین) کے استاد مولوی باب اللہ (۱۰۴) نے حضرت غوث الثقلین کے مزار فاض الانوار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ حضرت ان کے خواب میں آئے اور فرمایا میرا فرزند غلام محی الدین تمہارے پاس پڑھتا ہے ، اس کی زیارت میری ہی زیارت ہے۔ اس لیے سفر اختیار کرنے کی صعبیت نہ اٹھاؤ۔

مولوی نعیم اللہ (بھڑانچی) نے لکھا ہے کہ :

ایک مرتبہ میں نے ان کا میرا ہن تبرکاً پہنا تو مجھے اتنے فیوض و برکات حاصل ہونے کہ میں کبھی ان حالات پر نہیں پہنچا تھا (۱۰۵)۔

مولوی غلام محی الدین اورنگ آباد (میں تھے کہ) فیض کے طالب بہت سے اصحاب ان کے گرد جمع ہو گئے ، اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ وہاں عرصہ دراز تک رہے پھر حج کے لیے چلے گئے انہیں حرمین [۹۶] الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جوار خانہ ہدا یا مدینہ حضرت مسطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آسودہ ہیں (۱۰۶)۔

مولوی نعیم اللہ بھڑانچی :

آپ کے قابل اعتماد خلفاء میں سے تھے ، علم مقول و منقول کے جامع تھے ، تحصیل علم کے دوران چاہا کہ باطنی شغل بھی اختیار کریں تو انہیں خواب میں یہ بشارت ملی کہ اس دولت کے حصول کے لیے شیخ کامل کی ضرورت ہے ، اور اس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس لیے تحصیل علم کے بعد خلیفہ محمد بمیل سے ، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے ، طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور آپ کی چار سال صحبت و خدمت کا التزام کرنے سے اس طریقہ کے مقامات علیہ یعنی دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے ، اور خرقہ ، اجازت و خلافت حاصل کیا اور اپنے وطن (جا کر) طالبوں کا مرجع بنے۔

ان کی صحبت میں دلوں کو جمعیت اور حضور حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ شریفہ پر کمال استقامت، سنن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں۔ اپنے اوقات صبر و قناعت سے یاد خدا سے معمور کر لیے ہیں۔ آپ ان کے حال پر بہت عنایت کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنا حال اس طرح لکھا ہے کہ:

آپ میرے بارے میں فرماتے ہیں، تمہاری چار سالہ صحبت دوسروں کی بارہ سال صحبت کے برابر ہے، تمہاری ہمت کے نور سے ایک دنیا منور ہوگی، اور دونوں جہانوں کی فتوحات اللہ تعالیٰ عنایت کرے گا (۱۰۷) انتہا۔

اللہ تعالیٰ انہیں ان کمالات کے ساتھ سلامت رکھے۔

میں (مصحف کتاب) نے سنا ہے کہ ان کے اصحاب میں سے کرامت اللہ (۱۰۸) اور اسد علی بیگ اپنے احوال سے ممتاز ہیں (۱۰۹)۔

مولوی کلیم اللہ بنگالی

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ کئی سال (۱۱۰) تک آپ سے باطنی فیض پایا۔ کمالات کی نسبت حاصل کر چکے تو اجازت ملی اور اپنے وطن (۱۱۱) روانہ ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی صحبت سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے محبت اور عقیدہ قوی پیدا ہو گیا۔ حضرت کے کلام شریف (مکتوبات) اور تحقیقات کے انوار سے دل کو دائمی حضوری اور آگاہی ملی۔

ایک مرتبہ مرشد آباد کے قاضی کے ہاں دعوت طعام تھی، قاضی کا کھانا کھاتے ہی میرے باطن سے حضور اور صفا زائل ہو گئے۔ اور دل پر کدورت چھا گئی۔ جو کسی عمل سے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔ درویشوں کی صحبت کا اشتیاق غالب آیا، کہ شاید کسی بزرگ کے التفات کی وجہ سے وہ صفا اور حضور دوبارہ مل جائے۔ چنانچہ میں نے بزرگوں سے رجوع کیا۔ لیکن مجھے کسی جگہ بھی جمعیت اور آگاہی نہ مل سکی۔ (آخر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا [۹۷] اور صرف آپ کے دیدار فائز الانوار سے ہی میرے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ میں نے (پھر سے) طریقہ نقشبندیہ کی آپ سے

تعلیم لی۔ اور آپ نے میرے خال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہ کا اثر باطن پر نہیں ہوتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں لیکن میں ساکن تھا۔ ایک روز میں راستے میں جا رہا تھا کہ اچانک میرا دل حرکت میں آیا۔ اور اسم ذات کی آواز میرے کان میں آئی۔ جس نے مجھے مضطرب کر دیا۔ راقم فقیر (مصنف شاہ غلام علی) نے ان کی حرکت ذکر بہ چشم خود دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔ لیکن (اصل) کام تو دوام توجہ بخدا اور ادراک کو ماسوا۔ اللہ سے خالی کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ مجھ پر ایک ایسی مشکل پڑی جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے حاجت روائی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم شروع کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے زخار ہے، جس میں سخت طوفان ہے، آدھی نے طوفان کی شکل اختیار کر لی ہے۔ میں ایک کاغذی کشتی پانی کے اٹے رخ بہا کر باہر آنا چاہتا ہوں۔ جس سے مجھے بہت تشویش ہو رہی تھی کہ اس حال میں ساحل تک پہنچنا ممکن نہیں۔

ایک شخص غیب سے آیا اور مجھ سے کہا۔ ڈرو مت! حضرت مجدد کی مدد سے تمہاری کشتی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ اسی وقت ہوا تھم گئی اور کشتی بحفاظت تمام ساحل تک پہنچ گئی۔ دو تین روز کے بعد وہ مشکل حل ہو گئی۔ حاجت برآری کے لیے میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں التجا کرتا ہوں، تو غیب سے خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۲)۔

میر روح الامینؒ

سونی پت کے سادات کبار میں سے تھے (۱۱۳)۔ ایک بزرگ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا اور باطنی شغل میں مصروف ہو گئے۔ اور سلسلہ شطاریہ کے بعض اذکار بھی ایک بزرگ سے سیکھے، جس سے عجیب واردات حاصل ہوئیں۔

وہ کہتے ہیں اسم ذات کے ذکر کا مجھ پر ایسا غلبہ ہوا کہ میں ہر جگہ اسم مبارک اللہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبہ کی طرف دیوار میں شکاف پڑ گیا ہے اور قبہ شریف کا جمال بے حجاب نظر آنے لگا۔ (متقین) اولیاء کرام کی میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے زیارت کی جس سے حرارت و فوق قلب حاصل ہوا۔ لیکن میرے

دل کو اطمینان نہ آ سکا۔ یہاں تک کہ میں آپ سے وابستہ ہوا، تو مجھے جمعیت و طمانیت حاصل ہوئی۔ اور جو میری آرزو تھی پوری ہوئی۔ انہوں نے کئی سال آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ یہاں سے انہوں نے مزید ترقی کی۔ ان کی نسبت کمالات تک پہنچی تھی۔ قوی استقامت رکھتے تھے، آپ فرماتے ہیں:

وہ محمدی المشرب ہیں، ان کی نسبت بھی قوی ہے، عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، سارا قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ شرح الصدور (۱۱۴) میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے:

کہ جس کی نے قرآن مکمل حفظ نہ کیا [۹۸] (اور مر گیا) تو فرشتے اسے ایک سیب دیتے ہیں، اس کی خوش بو سونگھتے ہی اسے سارا قرآن یاد ہو جاتا ہے (۱۱۵)۔

ان کے فرزند میر غلام حسین، جنہوں نے تعلیم طریقہ آپ (حضرت مظهر) سے حاصل کی تھی، انہوں نے خواب میں ایک عزیز کی روح سے پوچھا کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ وہ میری ہمسائیگی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ سیوطی نے اسی کتاب میں مردوں کے قبور میں تلاوت کرنے کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون (جس حال میں تم زندہ رہو گے اسی طرح مرو گے، اور جس حال میں مرو گے اسی طرح اٹھائے جاؤ گے) اس بیان کے مطابق احتمال ہے کہ وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہوں گے۔ مردوں کی یہ تلاوت ان کی (زندگی کی) عادت اور حفظ نفس کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، کیوں کہ تکلیف کا مدار تو دنیا ہے۔ ایک ولی نے کہا ہے، اگر جنت میں نماز نہیں تو اس کی احتیاج نہیں۔ نماز اور مناجات کی لذت کو اخروی لذت سے زیادہ سمجھ کر عبادت کی آرزو کی گئی ہے۔ بہشت میں جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا، اللہ کی رضامندی کی دولت میسر آئے گی۔

کسی بزرگ (۱۱۶) سے طریقہ حاصل کیا ۔ پھر آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے اپنے باطن کا کام بلند مقامات پر پہنچایا ۔ اور تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے ، اور اپنا وقت یاد الہی میں بسر کرتے تھے (۱۱۷)۔

محمد واصل و محمد حسین :

اس طریقہ (نقشبندیہ) کے ایک بزرگ (۱۱۸) سے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت میں اٹھارہ سال رہ کر انوار جمعیت کا کسب کیا ۔ انہیں سکر احوال حاصل ہوا ۔ ساری رات بے خودی اور مراقبہ میں گزار دیتے ، اپنے پیر کے انتقال کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچے ۔ اور اس طریقہ کے فیوض حاصل کیے ۔

اسی اثنا میں محمد واصل انتقال کر گئے ، اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ کے جوار میں دفن ہوئے ۔ محمد حسین نے کئی سال آپ کی صحبت کا التزام کیا اور خوب ترقی کی ۔ اور اچھی کیفیتیں پیدا کر لیں ۔ ولایت قلبی کی سیر کے دوران عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے :

خجر ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس

یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتل است و قتل (۱۱۹)

کہ دل خوشی سے جھوم اٹھتے ، اور ذوق حاصل کرتے ۔ سلوک کی سیر نسبت کمالات تک کی تھی ۔ چونکہ نسبت قلبی کے استغراق سے شوگر ہو گئے تھے ۔ اس لیے مجددی نسبت کی بیرنگی و لطافت سے چنداں محظوظ نہیں ہوتے تھے ۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے حال پر توجہ کی اور انہیں ہر مقام کی کیفیات سے آگاہ کیا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہر مقام کی کیفیات و حالات مجھے جدا جدا معلوم ہیں ۔ لیکن نسبت کمالات میرے ادراک سے باہر ہے ۔ میں نے جواب دیا ، امام طریقہ حضرت مجدد (الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس نسبت کے حصول کے لیے جہل اور نکالت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے جس کا ادراک وجدان و تجلیات ذاتیہ کرنے سے قاصر ہیں ۔ وہ تھوڑا عرصہ مزید صبر و حیر سے آپ کی صحبت میں رہے تب ان کی اس لطافت و بے رنگی میں قوت پیدا ہوئی ، [۹۹] اور اس مقام

میں ان کا قدم راسخ ہوا۔ ان کی شکایت تشکر میں تبدیل ہو گئی۔ اور انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔ اور اپنے وطن چلے گئے (۱۲۰)۔

شیخ غلام حسین تھانیسری :

آپ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے۔ منجانب کے شہر بنالہ میں علم فقہ پڑھا۔ طریقہ قادریہ شیخ غلام قادر شاہ قادری (۱۲۱) سے حاصل کیا۔ پھر حضرت محمد میر (۱۲۲) سے سات سال صحبت رہی۔ حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمان (۱۲۳) کی زیارت کی ' اور ان سے توجہات لیں ' سات سال تک جس نفس سے ہر روز پانچ ہزار مرتبہ نفی و اجبات کرتے۔ اس کثرت ذکر سے جمیعت حاصل کر کے آپ (حضرت مظهر) کی خدمت میں پہنچے۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور ' طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی۔ سیر و سلوک باطنی نے تجلیات "اسم الظاہر" سے گزار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا۔ لہذا جس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے ان کے نفس کی تاثیر بہت گرم ' شوق افزا ' آزاد اور بے تکلف ہو گئی۔ باطنی حالات کے ادراک کے لیے ان کی وجدانیات صحیح ہیں۔ رام پور میں افغانوں نے ان سے طریقہ حاصل کیا ' اور ان کی توجہات سے گرمی اور حرارت قلبی کا کسب کیا۔ میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے اصحاب کو ان کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو میں نے ممتاز رکھا۔

درویشی ہذا کا ہو جانے کا نام ہے ' اور سعادت یہی ہے کہ اپنی عمر یاد الہی اور اتباع رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی جائے ' اور اسی کو اپنا زندگی کا سرمایہ بنانا چاہیے ' وہ حج کے لیے گئے ' الحمد للہ انہیں حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ' اور بعافیت واپس آنے (۱۲۴)۔

مولوی عبدالکریم اور مولوی عبداللحکیم :

آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد ملک پورب (۱۲۵) سے آپ کے حضور پر نور میں پہنچے اور نقشبندی طریقہ حاصل کیا۔ چند سال تک

آپ سے "حضور و اسکاہی" کے انوار کا کسب کیا۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ اور طالبوں کی رشد و ہدایت کے لیے مامور ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ ان دنوں مولوی عبدالکریم کا انتقال ہو گیا ہے۔

مولوی عبدالکحیم نے گوشہ نشینی اور ترک ماسوا اللہ اختیار کیا اور یاد اللہ پر قناعت کر لی ہے۔ دوپہر کے وقت تھوڑا سا بے مزہ کھانا کھاتے اور پھر تنہائی میں مراقبہ اور ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ اس لیے ان کی نسبت میں بہت قوت پیدا ہو گئی اور ان سے بہت کرامات ظہور میں آئیں۔ ایک امیر ان کے پاس پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ لایا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے زہد کی وجہ سے قبول نہ کیا۔

ایک مرتبہ ایک کوڑھی نے آپ کے وضو کی طرحہ مٹی بدن [۱۰۰] پر ملی اور وضو کا غسلہ شفا جان کر پی لیا۔ اسے چند دن میں شفا ہو گئی۔ اس قسم کی کرامات کے ظہور سے انہیں قبولیت حاصل ہو گئی اور لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ ان کے اوکھات، اعمال اور احوال ہم بس ماندگن کے لیے فخر اور دلیری کا مقام ہے۔ ان کا دل ماسوا اللہ سے اچھا اور یاد مولیٰ میں مصروف ہو گیا۔ انہوں نے اپنا دروازہ لوگوں کے لیے بند کر لیا۔ یہی سعادت دوستانِ خدا کا مقصود ہوتی ہے۔

نواب ارشاد خان :

آپ کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ اصلی اوصاف سے متصف اور آپ کی محبت و اعتقاد میں ان کی شان بلند تھی۔ جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کی محبت اور صحبت کی وجہ سے دنیاوی تعلقات کے باوجود اس غاندان کی نسبت کا کسب کیا۔ اور ارشاد طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ آپ کی خدمت لائقہ بجا لانے۔ جس سے انہیں خاص قرب اور سمیت حاصل ہوئی (۱۲۶) ان کے فرزند ظفر علی خان (۱۲۷) نے بھی تعلیم طریقہ آپ ہی سے لی ہے۔

مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں اس جہانِ مٹنی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر

چکے ہیں (۱۲۸)۔

غلام مصطفیٰ خانؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت انہیں غاندان احمدی (مجددی) کی نسبت میں حظ وافر حاصل ہوا۔ نسبت باطن کے سلوک میں تجلیات ذاتیہ دائمیہ تک پہنچے۔ انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت تھی۔ چند اشخاص کو یاد الہی میں مصروف کیا۔

وہ پاکیزہ اخلاق سے آراستہ تھے۔ خلق خدا کی تنظیم کا ان پر غلبہ تھا جو کمالات الہی کا مظہر ہے۔ اپنے متوسلین میں سے کسی ادنیٰ کو بھی کبھی لفظ تو (صیغہ واحد حاضر) سے خطاب نہیں کیا۔ وہ سب سے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اپنے نوکروں کو تنخواہ دیتے وقت مقررہ اجرت سے زیادہ دیتے تھے۔

وہ آپ سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔ آپ کی پسندیدہ خدمات بجالاتے تھے۔ جناب الہی میں انہیں قبولیت حاصل ہوئی۔ کیونکہ درویشوں کے غلام کو ہی فیوض و برکت حاصل ہوتے ہیں۔ نعم المال الصالح للرجل الصالح (۱۲۹) (نیک آدمی کے لیے مال حلال بہت لچھا ہے) انہی کا وصف تھا۔ آپ ان کی وفات کے بعد ان کے مزار پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب بیٹھے رہے۔ سر اٹھا کر فرمایا سبحان اللہ اگر مجھے یقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری قبر بھی اسی طرح کے انوار الہی سے معمور ہوگی تو میں (آج ہی) غوشی کا شادیانہ اپنے دروازے پر بجواؤں۔

اس تمام مغفرت اور رحمت کے ظہور کی وجہ ان کا حسن اخلاص ہے۔

اغون نور محمد قندھاریؒ

علم دین سے بہرہ ور تھے۔ انہوں نے طریقہ اغون فقیر [۱۰۱] سے حاصل کیا۔ اور اسی غاندان کے اذکار کی مشق کرتے رہے، تعلیم طریقہ کی اجازت لی۔ اگرچہ ان کے سینہ میں سوز اور دل میں گداز موجود تھا۔ لیکن ان کے درد دل کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور نقشبندی طریقہ میں داخل ہوئے۔ اور کئی سال آپ کی صحبت میں فیوض کا کسب کیا۔ طریقہ احمدیہ کے سلوک کا کام اٹھا کے قریب پہنچ گیا تو نورانی نسبت حاصل ہوئی، خلوت و گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ (حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد کہنے لگے کہ آپ کی نیابت (۱۳۰) کا منصب اور طریقہ کی ترویج (کا شرف) مجھے عطا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ محمد مصوم اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرار ہما سے اویسی طریقے پر مجھے تازہ نسبت حاصل ہوئی ہے۔

باطنی افاضات کی دولت مغل گھرانہ (یعنی حضرت میرزا مظہر) سے منتقل ہو کر اب افغانوں (اخون نور محمد قندھاری) کے گھر آ کر طالبوں کے احوال کو رونق بخشتی ہے۔ ایک شخص جسے حضرت محمد زبیر اور اس خاندان کے دیگر افراد کی صحبت حاصل تھی، کہتا ہے کہ ان کے انوار و برکات اتنے زیادہ تھے کہ گویا ایک خشک نہر ہے، جو نور کی شعاعوں سے بھر گئی ہے۔

چند اشخاص نے اہل طریقہ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی صحبت میں بہت سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے۔ کہ وہ فیض اور وہ مقامات جو آپ (حضرت مظہر) کی صحبت میں مدت دراز کے بعد جا کر بھی حاصل نہیں ہوتے تھے، میری فوری توجہ سے ہی طالبانِ ہدٰی کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

فی الحقیقت وہ طریقہ احمدیہ کے مطابق علم و عمل اور ضبط اوقات سے آراستہ تھے، لیکن ان کی عمر نے وفانہ کی۔ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے۔ غفر اللہ لہ (۱۳۱)۔

ملائیم :

آپ کے اجل علماء میں سے ہیں (۱۳۲)۔ طریقہ احمدیہ کا باطنی سلوک آپ کی توجہاتِ علیہ سے انجام کے قریب پہنچایا۔ کسب مقامات میں خلافت کے کمالات تک تربیت کی۔ اور بطریقِ طہرہ (بلا توتھ، پھلانگ کر) وہاں تک پہنچے جہاں تک ہدٰی نے چاہا۔ صحیح حالات رکھتے ہیں۔ ہر سال اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں آتے۔ طریقہ کے انوار حاصل کرتے (۱۳۳)۔ اخلاص و محبت اور آپ کی اتباع میں راسخ ہیں۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قے کرنا چاہی لیکن اپنا کلا بند کر لیا اور آپ کی خدمت میں پہنچ

کر عرض کیا 'اجازت ہو تو قے کر لوں۔ آپ کے کمال اتباع کی وجہ سے بارگاہ الہی میں مقبول ہونے۔ طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا اور ان کی توجہ کی برکت سے انہیں محبت اور حضور حاصل ہوتا ہے۔

میں (مصنف کتاب ہذا) نے ایک مفقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ ایک بار انہوں نے ایک شخص پر پورے جذبے سے توجہ کی وہ تاب نہ لا سکا۔ اور دیر تک مضطرب اور بے تاب رہا، آخر اسی حالت میں انتقال کر گیا۔

ان کی کثیر البرکت ذات بہت غنیمت ہے۔ اپنے اوقات علم کے درس اور طریقہ کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں۔

ملا عبد الرزاق :

[۱۰۲] علم فقہ اور اصول میں پوری مہارت رکھتے ہیں (۱۳۴)۔ آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے ان کو صحیح حالات حاصل ہیں۔ اور مدارج قرب الہی میں ترقی کر کے کمالات پر فائز ہوئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔

اپنے نیک اوقات ظاہری و باطنی علوم کے افاضہ میں صرف کرتے ہیں

(۱۳۵)۔

ملا جلیل :

آپ سے وابستہ تھے، کئی سال تک باطنی انوار کا کسب کیا۔ باطنی نسبت کو کمالات تک پہنچایا، تعلیم طریقہ کی اجازت پائی۔ یاد مولیٰ میں بخوشی وقت گزار رہے ہیں۔ خدا جسے چاہتا ہے اسے باطنی طریقہ میں مشغول کر دیتا ہے اور ذکر الہی سے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔

عبد اللہ

عالم، ادیب اور صالح مرد تھے۔ آپ کی صحبت کی برکت سے صاحب حضور و آگاہی بن گئے۔ ملا نور محمد (مذکور) سے چند روز صحبت بھی رہی۔ پھر اپنے وطن (۱۳۶) چلے گئے۔ ذکر اور مجاہدہ کی کثرت نے ان کے احوال قلبی میں رسوخ پیدا کر لیا

تھا۔ ان کے گرد طالبوں کا ہجوم رسنے لگا۔ وہ ان کی توجہات سے (مقام) جمعیت و حضور پر فائز ہونے لگے۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نے جنہیں ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل تھی۔ ذکر کا حلقہ گرم رکھا۔ اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک بزرگ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ملا تیمور :

آپ سے طریقہ حاصل کر کے فنا نے قلب کے مقام پر فائز ہونے۔ احوال حضور و آگاہی بھی انہیں حاصل ہیں۔ ملا نور محمد کی صحبت میں رہے۔ اپنے وطن (۱۳۷) میں سخت ریاضتیں کیں۔ اور اپنے باطن کی نسبت کی حفاظت کے لیے بڑی کوشش کی اور ان کی نسبت میں ذوق و شوق اور استغراق پیدا ہو گیا۔ وہ طالبوں کے مرجع بنے۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ کھار نے ان کی باطنی تاثیرات کی گرمی پر شیفہ ہو کر اسلام قبول کیا (۱۳۸)۔ اور ان کے التفات شریفہ سے انہیں طریقہ کا شغل حاصل ہوا۔ رافضی بھی ان کی صحبت کے جذبے سے متاثر ہو کر اہل سنت و جماعت میں شامل ہو کر یاد خدا میں مصروف ہونے۔ طالبوں کو ملانسیم (مذکور) کی صحبت میں جمعیت و طمانیت کا حظ نہیں ملتا تھا، اس لیے وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے (۱۳۹)۔ الحمد للہ فالحمد للہ۔

حضرت مظهر کے اصحاب میں سے ملا اولیاء، ملا ابراہیم، شاہ لطف، ملا سیف الدین، محمد فان، خواجہ محمد عمر، خواجہ یونس، شیخ قطب الدین، شیخ محمد امین اور شیخ غلام حسین اور دوسرے عزیزوں کو مقامات قرب خدا کا امتیاز حاصل ہے۔ انہوں نے ماسوا سے اپنا تعلق منقطع کر لیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم جمیعاً۔

حواشی

- ۱- القرآن (طہ) ۱۱۰/۲۰۔
- ۲- مولانا نعیم اللہ بہرائچی نے لکھا ہے:
- ایشان و جناب آل حضرت (میرزا مظہر) باہم آکھا و استاذ زادہ پا و ہم پیر و ہم عمرو ہم سبق و سن بودند (بشارت مظہریہ، قلمی، ورق ۱۸۷ ب)۔
- ۳- روزی حضرت ایشان (میرزا مظہر) می فرمودند کہ مرتبہ اخلاص و اتحاد و درجہ رسوخ و اعتقاد جناب حضرت میر صاحب با فقیر آن قدر بہ ظہور می رسید کہ در یاران مخلصان این زمانہ کم تر یافتہ می شود۔ (ایضاً) ایک مرتبہ ان کی حضرت مظہر سے عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی تو انہوں نے بے اختیار اپنا سران کے پاؤں پر رکھ دیا اور اسے دیر تک سہلاتے رہے اور زار و قطار روتے رہے، یہ مصرعہ زبان پر تھا:
- ع اے بہ قربان سراپائے تو سرتا پائے من
- ا تیرے سراپا پر میں از سرتا پا قربان ہوں ا
- (ایضاً ورق ۱۸۷ ب)
- ۴- (ترجمہ اشعار) اللہ تعالیٰ اس وقت کو خاداب رکے، جب تم سے غلوت میں محبتیں رہتی تھیں اور ہم محبت کے باغ میں نفلت محبت گایا کرتے تھے، اس زمانے میں آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ میری پلکوں سے خون گر رہا ہے۔
- ۵- حضرت مظہر کے تربیت یافتہ تھے، بقول شوق: "تربیت یافتہ مظہر موصوف است" (طبقات ۴۷۵)۔ فیض اللہ خان امید کے والد کا نام عبداللہ خان تھا۔ عبداللہ خان بھی شاعر تھے، اور محتاق تخلص کرتے تھے۔ معجفی نے لکھا ہے کہ عبداللہ خان ولد ابو الحسن خان بن سیف اللہ خان یوسف زئی پٹھان تھے۔ عبداللہ کے والد کا تخلص "حسن" اور دادا کا "سبکی" تھا۔ (تذکرہ ہندی، ص ۲۱۹)۔ فیض اللہ خان امید نے قرآنی رسم الخط پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا (شوق، ص ۴۷۵) حضرت مظہر سے بہت محبت تھی۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:
- فیض اللہ خان کے بارے میں کیا تحریر کروں، تمام دنیا کے مناقب و محاسن اس جوان میں جمع ہو گئے ہیں۔ (کلمات طیبات ۴۰/۲۶)
- تفصیل کے لیے دیکھیے: مخزنہ جاوید ۱۲۱/۱۔ طبقات الشعراء شوق، ص ۴۷۵۔ تذکرہ ہندی، ص ۲۱۹۔ مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط از خلیق انجم۔ تعلیقات، ص ۲۳۶-۲۳۸۔
- ۶- مظہر: کلمات طیبات ۳۹/۲۴۔

۸۔ قاضی صاحب نے اپنے خود نوشت حالات مولوی نسیم اللہ ہزارچی کو دیے تھے جو انہوں نے من و عن بشارات مہرہ میں نقل کر لیے 'یہ گیارہ واسطے اس طرح ہیں :

فقیر مولوی منار اللہ بن حبیب اللہ کہ در خدمت حضرت شیخ ' نسبت مجددیہ اخذ نموده - فقیر کاتب گوید اول کسی را کہ حضرت شیخ (محمد عابد سنائی) بعد اجازت توجہ دادند ایشان بود - بن مولوی ہدایت اللہ کہ نسبت چشتیہ از خانہ ان شیخ عبد القدوس گنگوہی درخواستہ و حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' علوم ظاہر از ایشان استفادہ فرمودند بن عبد الہادی بن شیخ عبد القدوس بن شیخ خلیل اللہ کہ نسبت چشتیہ از پدر خود شیخ عبد السمیع یافتہ و مشار ایہ از غلغای شیخ عبد القدوس بود بہ واسطہ یا بلا واسطہ بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ محفوظ بن خواجہ احمد بن ابراہیم بن مخدوم شیخ جلال الدین کبیرہ اویاہ چشتی قدس سرہ (بشارات مہرہ ' قلمی ' بر نش میوزیم ' ورق ۱۴۷)۔

۹۔ شیخ جلال الدین کبیرہ اویاہ بن معز الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن خواجہ یعقوب بن جمیل الدین خواجہ مینے بن مجد الدین اسماعیل بن خواجہ محمد بن ابو بکر بن خواجہ علی بن شمس الدین عثمان بن عبد اللہ بن عبد الرحمن مانی بن زین الدین عبد العزیز سرخسی بن خواجہ خالد بن خواجہ ولید بن خواجہ عبد العزیز الکبیر بن عبد الرحمن الکبیر بن خواجہ عبد اللہ مانی بن خواجہ عبد العزیز بن خواجہ عبد اللہ کبیر بن خواجہ عمر بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (سیر الاقطاب ' ص ۲۲۳ - ۲۲۴)۔

۱۰۔ رسالہ فقہ در مذاہب اربعہ حضرت مہرہ کے ارشاد کے مطابق لکھا گیا - اس کا خطی نسخہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی ' دہلی کے کتب خانہ میں ہے (عبد الرزاق قریشی ' مکاتیب میرزا مہرہ ' ص ۲۲۲)۔

۱۱۔ المآخذ الاقویٰ کا قلمی نسخہ بھی مولانا زید صاحب کے پاس ہے - ایضاً (۲۲۳)۔

۱۲۔ رسالہ بیخ روزی در اصول فقہ (حضرت مہرہ کے ارشاد کے مطابق لکھا گیا) ایضاً : ص ۲۲۳۔

۱۳۔ اس کا نام تفسیر مہرہ ہے - اس کی دس جلدیں ہیں - عربی متن اور اردو ترجمہ ' ندوۃ المصنفین ' دہلی سے طبع ہوا۔

۱۴۔ اس موضوع پر قاضی صاحب کے دو رسائل ہیں :

(۱) رسالہ احتقاق (در رد اعتراضات شیخ عبدالحق محدث بر کلام حضرت مجدد) - اس کا ایک خود نوشت نسخہ مصنف ' مولانا زید صاحب کے پاس ہے (تجلیات ربانی ' ص ۱۹ حاشیہ) - دوسرا نسخہ خانقاہ احمدیہ سیدیہ موسیٰ زنی شریف (ذیرہ اسماعیل خان میں ہے)۔

(۲) اس موضوع پر ان کا دوسرا رسالہ درجواب جہات برکلام امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی بصورت مخطوطہ مولانا زید کے کتب خانے میں ہے (قریشی، ص ۲۳۲)۔

۱۵۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی - ترمذی (مناب ۲۰)۔
مسند امام سنبل ۱/۱۷۷ و بعد 'مجمع المفہرس ۶/۲۳۵ - مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو :
شرافت نوشاہی، شریف التواریخ ۱/۲۳۶-۲۳۷۔

۱۶۔ نیک و بد شامعین نیک و بد فقیر است - خدا سے دارند و وجود شامعین فقیر عزیز ترین موجودات است (مکاتیب میرزا مظہر - ۱۱۷/۱۴۳)۔

۱۷۔ کلمات طبیات ۴۵/۶۲ (میں بھی اسی نوعیت کے تعریفی جملے ملتے ہیں)۔

۱۸۔ قاضی منہا اللہ پانی پتی کے عہد میں 'پانی پت میں مرہٹوں کا غلبہ تھا - لیکن اس کے باوجود انہوں نے بحیثیت قاضی نہایت انصاف سے فرائض منصبی ادا کیے - ہم عصر تذکرہ نویس جسے ان کی خدمت میں پچاس روز تک قیام کے دوران مشاہدہ کا موقع ملا رقم طراز ہے :

از برکت وجود شریف ایشان کہ در قصبہ پانی پت باوجود غلبہ کفار مرہٹہ موجود است - در ممالک دیگر اسلام بالفعل یافتہ نمی شد - باین طور آداب خدمت قضا - را گذاردن کار ہرکس نیست بنا برین انگشت اعتراض بر صفحہ مسند قضا کہ منافی طریق صوفی گری می نماید نمی رسد و فقیر چہل روز در خدمت وصحت شریف در پانی پت ماندم - الفاظ حکم اعلام ایشان بردہای غلامی موثر یافتہ - (نعم اللہ: بشارات، ورق ۱۲۷، باب ۱۳۸)۔

حضرت قاضی منصب قضا پر کب فائز ہوئے اور کن کن مقامات پر انہوں نے یہ فرائض انجام دیے؟ ان امور کی کوئی اطلاع نہیں ہے - حضرت مظہر کے بعض خطوط سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ پانی پت میں قاضی تھے - بعض خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواب نجیب الدولہ اور ملا رحیم داد روہید کے لشکر میں بھی کچھ عرصہ رہے - (عبدالرزاق قریشی، مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۲۵)۔

۱۹۔ مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ قریشی، مکتوب نمبر ۱۱۰، ص ۱۶۵۔

۲۰۔ ایضاً مکتوب نمبر ۹ - ص ۱۱ - یہ علی رضا خان، حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں پانی پت گئے تھے۔

۲۱۔ حضرت قاضی صاحب کو علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا - انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا - پانی پت کے علماء تھے تحصیل علم کے بعد دہلی آ کر حضرت شاہ ولی اللہ سے فقہ اور حدیث میں درس لیا - (عبدالحی: تزیینۃ الخواطر ۷/۱۱۲) - قاضی

صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ / ۲/ اگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی۔ (دیباچہ مالا بدمنہ ص ۴۔
بحوالہ قریشی : مکاتیب میرزا مظہر ص ۲۲۸)۔ قاضی صاحب کثیر التصانیف بزرگ
تھے، مولانا زید ابوالحسن فاروقی (دہلی) کو ان کے گھر واقعہ پانی پت سے ان کی ۳۲
تصانیف کے غلط نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۳۱ - ۲۳۳) جن میں تفسیر
مظہری، رسالہ احتقاق، ارشاد الطالبین، مالا بدمنہ، السیف السلول بہت مشہور اور متداول
ہیں۔

۲۲۔ القرآن (یونس) ۶۲/۱۰۔

۲۳۔ نسیم اللہ بہرائچی: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۰

۲۴۔ مظہر: کلمات طیبات ۶۶/۸۰۔

بشارات مظہریہ کے مولف، مولوی احمد اللہ کے اشتغال کے وقت پانی پت میں موجود
تھے، گویا وہ اس جواں سال کی موت کے منظر کے عینی شاہد ہیں:
فقیر کاتب در ہنگام اشتغال ایشان در قصبہ پانی پت در خدمت
حضرت (قاضی مناء اللہ) حاضر بود...

(بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۱)

حضرت میرزا مظہر کے بعض مکاتیب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسند قضا ان کے
حوالے کی گئی تھی اور اس کی سند خود حضرت مظہر نے دہلی سے حاصل کر کے ارسال
کی تھی۔ (دیکھیے مکاتیب میرزا مظہر، ص ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۵۔ بہ بعد) ان کا اشتغال ۱۱۹۸ھ میں
ہوا (لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۲۳۵)۔

۲۵۔ قاضی صاحب کے اس فرزند مولوی دلیل اللہ کے ساتھ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کو
بڑی محبت تھی اور آپ ان پر بہت شفقت فرماتے تھے، وہ حضرت مظہر کے منہ بولے
بیٹے اور کنار پروردہ تھے۔
مولوی نسیم اللہ لکھتے ہیں:

فرزند خواندہ و کنار پروردہ حضرت ایشاند ہر چند از کمالات باطنی کماحقہ
بہرہ نہ اندرند لیکن از مناسبت فی الجملہ و ابازت مفیدہ از توجہ آنحضرت
عالی (نہیست) زیرا کہ نظر توجہ و التفات بحال ایشان بسیار مبذول بودہ
کہ زیادہ از فرزندان شفقت و پرورش می فرمودند (بشارات، ورق
۱۷۳)۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب گرامی بھی ان کے نام ہے۔

(میرزا مظہر کے خطوط ۲۱۲/۸۴)

۲۶۔ قاضی صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ عجیبہ خانم اور رابعہ خانم، عجیبہ خانم نے حضرت مظہر
سے کسب فیض کیا تھا۔ ان بیویوں کے بطن سے چار لڑکے، احمد اللہ، صبغتہ اللہ،

دلیل اللہ اور حجتہ اللہ تھے ۰ اور چار لڑکیاں تھیں (تعلیقات عبدالرزاق قریشی بر مکاتیب میرزا مظہر ۱ ص ۲۳۱)۔

مکتوب حضرت مظہر بنام عجیبہ خانم مجموعہ قریشی ۱۳۲/۱۹۲۔

۲۶

حضرت قاضی حنا اللہ پانی پتی اور حضرت مظہر میں بڑے گہرے روابط تھے۔ حضرت مظہر کی سودانی بیوی مردم محل کی ناز برداری کا ذمہ انہوں نے لے رکھا تھا اور وہ اکثر پانی پت میں رہتی تھیں۔ حضرت مظہر کے بہت سے مکاتیب ان کے نام ہیں۔ قاضی صاحب ان مکاتیب کو نہایت احتیاط سے ایک خریطہ میں رکھتے تھے۔ مولوی نسیم اللہ کو اس خریطہ کی زیارت اور ان مکاتیب کے مطالعے کا موقع ملا تھا۔ انہوں نے اس خریطہ میں سے چند مکاتیب اپنی کتاب (بشارات) میں شامل کیے ہیں:

حضرت ایٹان مکاتیب بسیار ۰۰۰ بنام حضرت مولانا (قاضی حنا اللہ) نوشتہ بودند و حضرت مولانا آن مکاتیب را در خریطہ با احتیاط نگاہ میداشتند و فقیر از مطالعہ تمام آن مکاتیب مشرف شدہ جزئی چند انتخاب نمودہ میداشت

(بشارات ۰ ورق ۱۵۰)

اس نادر خریطہ میں سے ۱۴۱ مکاتیب حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی (دہلی) کو قاضی صاحب کے مکان پانی پت سے دستیاب ہوئے۔ انہوں نے اپنے خط بنام عبدالرزاق قریشی میں ان مکاتیب کی جس تفصیل میں موجودگی کی اطلاع دی ہے ۰ اس سے یہی خریطہ مراد ہے۔ یہ ۱۴۱ مکاتیب مجموعہ قریشی کی زینت ہیں ۰ مجموعہ خلیق انجم میں سات اور مجموعہ ذاکر غلام مصطفیٰ خان میں بھی ان کے مکاتیب شامل ہیں۔ ان کے اسی ارتباط کی وجہ سے بعد میں مجددی حضرات نے ان سے رشتے ناطے کیے۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحب زادی محترمہ فاروقی مرحومہ کا عہد نواب زادہ لئیق احمد خان انصاری نبیرہ قاضی حنا اللہ سے ہوا۔ جن کی اولاد اب لاہور میں مقیم ہے۔ (زید ابوالحسن: مقامات فقیر ۱ ص ۴۳-۴۱۴)۔

قاضی صاحب کے دونوں فرزند مولوی احمد اللہ اور مولوی دلیل اللہ قاضی صاحب کے مزار کی چار دیواری کے باہر مدفون ہیں۔ مولانا عبدالحی حسنی اپنے سفر پانی پت ۱۳۱۲ھ کے دوران زیارت کے لیے گئے تھے۔ (دہلی اور اس کے اطراف۔ دہلی ۱۹۵۸ء ص ۸۴) حضرت نے اپنے گھریلو معاملات میں میاں محمد مراد سے مشورہ کرنے کے بارے میں قاضی صاحب کو بھی لکھا ہے:

۲۸

در مہد مات غانہ فقیر با میاں محمد مراد جیو در مشورہ ۰ امداد و اعانت لازم

داند۔ (مجموعہ قریشی ۶/۵)۔

۲۹- میاں محمد مراد نے کفش فروشی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں :
 یہ سبب پیشہ کفش فروشی کسی از من این معنی را اصلاً باور نخواہ داشت (بشارات، ورق ۱۴۶ اب)۔

۳۰- ایضاً، ورق ۱۴۴-۱ (نیز مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۳۹)۔
 ۳۱- ایضاً۔

۳۲- میاں محمد مراد، حضرت مظہر کی خانقاہ کے خادم خاص تھے، انہوں نے خانقاہ کے صوفیہ کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت مظہر نے انہیں "ام الصوفیہ" کا لقب دیا تھا۔ (ایضاً، ورق ۱۴۵، اب ۱۴۶-۱)۔
 مقامات مظہری کے مطبوعہ فارسی نسخوں کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ محمد مراد سے استفادہ کیا تھا (حاشیہ، ص ۴۹)۔

۳۳- ان ماجہ، ص ۳۰۲۔
 ۳۴- ایک مرتبہ مولوی نعیم اللہ بڑاٹھی، حضرت مظہر کے پاؤں دبا رہے تھے کہ میرعلیم اللہ گنگوہ سے حاضر خدمت ہوئے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر صاحب کا ممکن گنگوہ تھا:

فقیر راقم روزی پای مبارک آنحضرت می مالید یک بار ایشان از گنگوہ
 تشریف آوردند آنحضرت معافہ کردند۔ با فقیر معافہ کنانیدند و
 فرمودند کہ ایشان از یاران قدیم فقیر (حضرت مظہر) اند و طریقہ از فقیر در
 صین حیات حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسب نمودند۔ (بشارات،
 ورق ۱۱۹۰)۔

مفتی غلام مسرور لاہوری نے مولوی علیم اللہ گنگوہی کا سال وکالت ۱۲۱۱ھ لکھا ہے
 (خزینۃ الاصفیاء، ۶۸۹/۱ - نزہۃ الخواطر، ۲۳۸/۴)۔

۳۵- شیخ مراد اللہ نے یہ تفسیر لکھی تھی جو صرف پارہ عم کی تفسیر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ
 بعد میں انہوں نے حضرت مظہر سے اجازت لے لی تھی، یا قبل از اجازت مذکورہ حصہ
 لکھ چکے تھے، باقی تفسیر حکماً مکمل نہیں کی۔ اس کا نام "خدا کی نعمت ہے"، لیکن
 تفسیر مرادیہ کے نام سے طبع ہو کر مشہور ہوئی اور ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ میں مکمل ہوئی، خاتمہ
 میں خود وضاحت کرتے ہیں:

حمد اور شکر کا سجدہ لائق سزاوار ہے پاک پروردگار کے ... علم سپارے
 کی تفسیر ہندی زبان میں تمام کروا دی، اور اس حاشی گناہ گار مراد اللہ
 انصاری سنہ ۱۱۸۵ھ میں تفسیر ہندی حنفی کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش
 کر اس کے دل میں اپنے کلام کا بیان بخشا ... اس تفسیر کا نام "خدا

کی نعمت "مقرر کروایا یہ تفسیر محرم کے مہینہ کی چوبیس تاریخ بمبے کے دن گیارہ سو چوراسی برس ہجری تمام ہو کر مہجاسی شروع ہوا تھا جو تمام ہوئی۔

تفسیر مرادیہ بہت مقبول ہوئی اور متعدد مرتبہ پاک و ہند کے مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے۔ اس وقت دو نسخے مطبع اسماعیلی بمبئی ۱۲۴۱ھ اور مطبع برکتی کلکتہ ۱۲۸۰ھ پیش نظر ہیں عمومی اشاعتوں کی ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "اردو شعر کے ارتقا میں علماء کا حصہ" کراچی یونیورسٹی ۱۹۸۰ء، ص ۴-۱۲ میں تفسیر مرادیہ کا لسانی تجزیہ کیا ہے۔

۳۶۔ شاہ مراد اللہ کا تعلق سنہل سے تھا۔ ایک مرتبہ کسی تقریب سے بنگلہ گئے تو وہاں ہزارہا طالبانِ خدا نے ان سے طریقہ و تعلیم حاصل کی۔ اور وہاں ان سے بہت فیض جاری ہوا۔ سنہل ہی میں مدفون ہیں۔ بقول مولوی نعیم اللہ:

یک بار بہ تقریبی بہ بنگلہ رفتہ بودند در انجا ہزاراں ہزار عالم از ایشان طریقہ و نام خدا تعلیم گرفتہ . . . چنانچہ در انجا سلسلہ فیض ایشان ہنوز جاری ست و ایشان نیز رحلت نمودہ در سنہل آسودند۔ (بشارات، ورق ۱۹۹ ب، ۲۰۰-۱)

۳۷۔ حافظ محمد محسن، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نواسے تھے (ممولات، ص ۱۸) تفصیل کے لیے دیکھیے فصل ہفتم کتاب۔

۳۸۔ جدید شعروں کے مطابق شیخ محمد احسان، شیخ محدث کی نرینہ اولاد میں ظاہر کیے گئے ہیں، یعنی میاں محمد احسان بن خیر اللہ بن ابو الحیات بن سلیم اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، ص ۲۵۵)۔ مفتی غلام سرور نے شیخ محمد احسان کو حافظ محمد محسن کا فرزند لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء، ۱/۲۸۸) جو درست نہیں، اس بنیاد پر ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبد اللہ خویشگی میں بلا تحقیق انہیں حافظ محمد محسن کا فرزند لکھا تھا جو جدید حقائق کی روشنی میں غلط ثابت ہوا ہے۔ (ص ۱۳۸)

۳۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱-۱۶۴۲ء)۔

۴۰۔ ترجمہ: اگرچہ میں مے خانہ سے چلا گیا ہوں لیکن یہ دعا کرتا ہوں کہ اے لغزش مستان میں اس دروازے سے جانے نہ پاؤں۔

۴۱۔ (پہلا شعر) حافظ شیرازی: دیوان، طبع بمبئی، ص ۱۲ (ترجمہ) وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا ہو، دفتر عالم (لوح محفوظ) پر ہماری زندگی جاوید کی مہر ثبت ہے۔

(ترجمہ شعرانی) اگر تجھے عشق حقیقی و مجازی حاصل نہیں تو اپنا گریباں پھار لے اور اپنے سر پر خاک ڈال لے۔

۴۲۔ اس ہنگامہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر، خود میاں محمد احسان اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مظہر میں لکھتے ہیں کہ احمد شاہ درانی لاہور پہنچ گیا ہے، وہ سکھوں سے اور مرہٹوں سے صلح کر لیں گے۔ پھر شاہ اور مرہٹوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ گویا یہ پانی پت کی تیسری جنگ جیسی کیفیت ہے، (لوارغ، ص ۵۸)۔

۴۳۔ حضرت میاں محمد احسان احمدی کچھ عرصہ رام پور میں مقیم رہے ہیں، وہاں کے نواب فیض اللہ خان نے انہیں تین روپے نذر کیے تو وہ پورب کی طرف روانہ ہو گئے (لوارغ، ص ۱۹۱/ ۲۵۹)۔ میاں محمد احسان، ملا رحیم داد (ر۔ ک۔ حاشیہ نمبر ۴۴) کے لشکر میں بحیثیت ملازم مختلف مسات پر اس کے ساتھ رہے، چنانچہ حملہ سرہند میں بھی وہ اس کے لشکر میں تھے۔ حضرت مظہر نے لکھا ہے کہ ایک ہفتہ ہوا وہ لشکر ملا رحیم داد میں گئے ہیں۔ (مجموعہ قریشی، ص ۱۷، لوارغ، ص ۱۱۷) وہ مع متعلقین، فرخ آباد میں بھی مقیم رہے۔ (لوارغ، ص ۹۵)۔

حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے چار افراد حضرت مظہر سے منسلک تھے۔ میاں محمد احسان، شیخ غلام حسن (کتاب ہدایہ، ص ۴۰۰) غلام عسکری خان اور میاں محمدی۔ ان صاحبزادگان کا ذکر حضرت مظہر کے مکتوبات میں ملتا ہے، نیز ان کی آپس کی مراسلت سے ان کے رشتے کے بھائی ہونے کا بھی ذکر ہے۔ غلام عسکری خان نے خود اپنے مکتوب بنام حضرت مظہر، میں محمد احسان احمدی کو اپنا بھائی لکھا ہے۔ (لوارغ، ص ۷۹، اور مکتوب حضرت مظہر یعنی مجموعہ خلیق انجم، ص ۲۱۷) لیکن یہ غالباً ان کا خطاب ہے نام کچھ اور ہوگا۔ وہ نواب عماد الملک سے وابستہ تھے، (لوارغ، ص ۸۰) میاں محمدی کا نام نورالحق عرف حافظ محمدی بن سمات اللہ بن سعد الدین بن جبار اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث تھا (خلیق احمد نظامی: حیات عبدالحق، ص ۲۵۵)۔

حضرت مظہر کے تین مکاتیب میاں محمد احسان کے نام ہیں۔ (نمبر ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، مجموعہ خلیق انجم)۔ خود میاں محمد احسان کے پانچ عریضے حضرت مظہر کے نام خانقاہ اخوند ملا نسیم اویچ (دیر) سے دستیاب ہوئے ہیں، جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لوارغ خانقاہ مظہریہ میں نقل کیا ہے، (ص ۵۷ تا ۶۳)۔

میاں محمد احسان کے ایک فرزند بھی تھے، جن کا نام محمد حسن، خود حضرت مظہر نے ہی رکھا تھا دیکھیے فصل کرامات حضرت مظہر کتاب حاضر۔

مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے میاں محمد احسان از اولاد شیخ محدث اور صاحبزادہ محمد احسان محمدی کو از اولاد حضرت مجدد بتایا ہے اور موثر اللہ کر کو روضۃ القیومیہ کا مولف لکھا ہے

(مکتوب مولانا زید بنام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ، شامل "حضرت مجدد" ایک تحقیقی جائزہ " ص ۸۶-۸۷) جو محلِ نظر ہے ۔

۳۴۔ ملا رحیم داد ، ایک روہیدہ سردار تھا اسے مجاہدوں کی سرپرستی حاصل تھی (مجموعہ قریشی ، ص ۲۶۱) ۔ بشارات مظہریہ (ورق ۱۸۳) میں لشکر اسلام کی کفار کی بجائے کفار سکھوں سے شکست کھانے اور ملا رحیم داد کے شہید ہونے کا تذکرہ ہے ۔ اور حضرت مظہر نے اس لشکر میں حضرت مجدد کی اولاد کی شمولیت کا بھی ذکر کیا ہے :

جماعت کثیر از صاحب زادہ ہای سہرند ہمراہ او (ملا رحیم داد) ہستند (مجموعہ قریشی ، ص ۱۲۴) پھر ایک مکتوب میں اس لشکر کی شکست ، ملا رحیم داد کی شہادت اور اولاد حضرت مجدد کے بعض افراد اور خود میاں محمد احسان کے اس معرکہ میں زندہ رہنے کا ذکر کیا ہے : " دی روز غیر متوحش شہادت ملا رحیم داد و تہاہی لشکر اسلام مشہور است ۔ بعض پیرزادہ ہا و میاں محمد احسان جیو و لالہ ہریر شاد جیو را خدا حافظ باد " (ایضاً ، ص ۱۳۱) تفصیل کے لیے دیکھیے " مقدمہ کتاب ہذا " ص ۶۷-۷۰ ۔

۳۵۔ حقیقی بھائی نہیں تھے بلکہ رشتے میں باہم برادر تھے ۔ نسب یوں ہے : غلام حسن بن کمال الدین بن صبیحہ اللہ بن سیف الدین بن نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث (خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق ، ص ۲۵۵) ۔ مولوی نعیم اللہ بڑاچھی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت حافظ محمد حسن کی اولاد میں سے تھے (بشارات ، ورق ۲۰۱ ب) جو درست نہیں ہے ۔

۳۶۔ مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں کہ شیخ غلام حسن ، حضرت مظہر کے " کنار پروردہ اور تعلیم و تربیت کردہ " تھے ، انہیں حضرت کے مزاج میں اس قدر دخل تھا کہ باوجود کثرتِ صحبت کبھی حضرت کی نازک مزاجی کے خلاف ان سے کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی ۔ خدا انہیں سلامت رکھے ۔ اور ان کی رحلت کا داغ مجھے نصیب نہ ہو ۔ اسی قسم کی دعائیں غلام حسن بھی کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ " داغ رحلت آنحضرت بمن نصیب نکند " چنانچہ اسی طرح ہوا ۔ کہ ان کی وفات اور حضرت مظہر کی وفات اس طرح ہوئی کہ دونوں کو ایک دوسرے کی رحلت کا علم نہ ہو سکا ۔ (بشارات ، ورق ۲۰۲) ۔

غلام عسکری خان اور محمدی خان (مذکورہ حاشیہ نمبر ۴۲) بھی اسی خاندان کے افراد تھے ۔ میاں محمدی خان نے بارے میں لکھا ہے کہ لکھنویں رستے ہیں ۔ (ایضاً ، ورق ۲۰۷) ۔ نیز خاندان شیخ محدث کے بارے میں یہ معاصر اطلاع ہے کہ " تمام خاندان ایشان (غلام حسن و متعلقات) از خرد و مخلص و مقہد آنحضرت اند " (ایضاً ، ۲۰۷) ۔ متعلقین حضرت مظہر میں ایک اور غلام حسن کا نام آتا ہے جن کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا یہ ان سے مختلف ہیں (لواخ ، ص ۲۱۱) ۔

بقول مولوی نسیم اللہ:

قریب ہفت و سادس درمات بہ صحبت شریف ایشان می نشستہ -

(بشارات، ورق ۱۹۲-ب)

۴۸- بیرون ترکمان دروازہ دہلی میں مسجد کے صحن میں مدفون ہیں "در دہلی بیرون ترکمان دروازہ در صحن مسجد آسودند" (ایضاً، ورق ۱۹۱-ب)۔

۴۹- خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط ۲۰ / ص ۱۲۲، فرماتے ہیں کہ انہوں (محمدمیر) نے کوئی بیٹا چھوڑا نہ خلیفہ (اس لیے) ان کے مریدوں کی تربیت اور ملی ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فقیر کی گردن پر پڑی ہے (ایضاً، ص ۱۲۲)۔

نسیم اللہ: بشارات، ورق ۱۹۶-۱۔

۵۱- ان کا ممکن تھانیر تھا۔ مولوی نسیم اللہ نے ان کے نام کے ساتھ تھانیر کی لکھا ہے۔ (بشارات، ورق ۱۹۶-۱)۔ سکھوں نے جب قلعہ تھانیر پر قبضہ کر لیا تو یہ ان کے ہاتھوں لٹا کر نواح تھانیر میں مقیم ہو گئے، حضرت مظہر کہتے ہیں:

اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے، پھلے مہینے کھار سکھ تھانیر کے قلعہ پر قابض ہو گئے، اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیوسلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹا کر اور جانیں بچا کر نکل آنے عجیب کیفیت ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون بالکل ہی بے سرو سامانی کی وجہ سے اس (تھانیر) کے نواح میں مقیم ہیں، اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ "خصوصیت" کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے، کیوں کہ بے استطاعت ہیں، خدا اس کی تلافی کرے۔ (خلیق انجم: میرزا مظہر کے خطوط، ص ۱۲۴)

مولوی قلندر بخش تھانیر کی والد کا نام ضیاء الدین حسین تھا، شیخ ضیاء الدین حسین کے تین خطوط بنام حضرت مظہر، خانقاہ حضرت اغوند خان نسیم (اوج، ریاست دیر) میں محفوظ ہیں جنہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لوانخ خانقاہ مظہریہ میں نقل کیا ہے (۱۳۵-۱۳۸) ان خطوط میں انہوں نے قلندر بخش کو نور چشمی لکھا ہے، (۱۳۶، ۱۳۷) اور تھانیر کے ہنگاموں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مغل "آم آہ احمد شاہ ابدالی" (ص ۱۳۶) اور "آم آہ ابدالی خیلے تردد انداختہ" (ص ۱۳۷-۱۳۸) ان خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد یعنی شیخ ضیاء الدین حسین بھی حضرت مظہر سے منسلک تھے۔

مولوی قلندر بخش کے ایک بیٹے مولوی مراد اللہ فاروقی تھے۔ جو کم سنی میں والد کے

ہمراہ حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل طریقہ ہوئے ، ان کی جوانی میں ہی حضرت مظہر شہید ہو گئے ، اور تھانیہ سیکھوں کے ہاتھوں تباہ ہو گیا ۔ تو مولوی مراد اللہ کب فیض کے لیے حضرت مولوی نسیم اللہ ہزارنجی ظیفہ حضرت مظہر و مولف مہموالات مظہریہ کی خدمت میں لکھنؤ چلے گئے ، اور اکتساب طریقہ کے بعد ان کے جانشین بنے ، مولوی مراد اللہ نے ۱۲۴۸ھ میں انتقال کیا (دیباچہ مہموالات مظہریہ نوشتہ مولوی ابوالحسن) ۔ مولوی مراد اللہ کے خلفاء میں سے مولوی ابوالحسن بن نور الحسن حسینی نصیر آبادی (ف ۱۲۷۲ھ) مذکور اور مولوی غلام رسول کانپوری قابل ذکر ہیں ترجمۃ الخواطر ۴/۲۶۹۔

۵۲۔ ان کے نام مولوی نسیم اللہ ہزارنجی نے انہیں حضرت حاجی محمد افضل کے کتب خانہ کا ناظم لکھا ہے :

مکاری و حافظہ و عالم و فاضل و عارف و کامل و متولی کتب خانہ حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت (مظہر) و صاحب اجازت و ارشاد بودند (بشارات ورق ۱۹۶ ب) بشارات کے نسخہ برٹش میوزیم میں ان کا نام بعنوان سید علیم اللہ سوکاتبت ہے ۔ اس کے دوسرے نسخہ میں واضح طور سے ان کا نام میر سید نسیم اللہ ہے (ورق ۱۳۲ ب) مولوی نسیم اللہ ہزارنجی نے ان کی نسبت گلاؤں بتائی ہے ۔

۵۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب حاضر (فصل ششم) استفادہ از حضرت حاجی محمد افضل)۔

۵۴۔ مکاری عبد الرسول کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے ۔

۵۵۔ حضرت مظہر خود فرماتے ہیں :

سید نسیم اللہ قرآن در تراویح می خوانند و وہ دوازده

کس ، ہمہ از یاران حلقہ در جماعت حاضر می شوند ۔

(مجموعہ قریشی ، ص ۲۵)

غالباً میر سید نسیم اللہ ، مدرسہ فازی الدین (دہلی) میں مدرس تھے ، حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی مناء اللہ کو تاکید کی تھی کہ ان کے احوال مدرسہ مذکور سے معلوم کر کے لکھو ۔

(ایضاً ، ص ۲۳)

میر نسیم اللہ کا ایک عریضہ بنام حضرت مظہر ، لوائح خانقاہ مظہریہ (ص ۱۰۵) میں شامل ہے ۔ جس پر ان کی مہربانی ہے ۔

۵۶۔ میر نسیم اللہ کی وفات کی خبر سن کر حضرت مظہر ، مولانا مناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

افسوس و ہزار افسوس ! رقتہ از گلاؤں رسیدہ کہ

نسیم اللہ صاحب مشرف بر ہلاک توقع حیات نماندہ ۔

(مجموعہ مکاتیب مرتبہ قریشی ۱۰۱/۱۵۲)

- ۵۷- بشارات، ورق ۱۸۸ اب -
- ۵۸- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب حاضر فصل ششم "استفادہ از حضرت حاجی محمد الفضل" ص ۲۸۷-۲۹۲
- ۵۹- نجات سے نجات الائنس مراد ہے جو مولانا عبدالرحمن جامی کی مشہور کتاب ہے - کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے -
- ۶۰- القرآن (الحمدید) ۴/۵۷ -
- ۶۱- (ترجمہ) کوئی مشکل ایسی نہیں جو حل نہ ہو سکے، انسان کو چاہیے کہ وہ پریشان نہ ہو -
- ۶۲- یعنی اس مال پر اتنا بھروسہ بھی نہ کر لیا جائے کہ اسے دائمی مقررہ روزی سمجھنے لگے، بلکہ اسے ایک وقتی امداد خیال کرے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے -
- ۶۳- خلیق انجم: میرزا عمر کے خطوط ۲۸/۱۲۹-۱۳۰ -
- ۶۴- خوش قسمتی سے بشارات مقبرہ میں مولوی مناء اللہ سنبھلی کا سال وفات ۱۱۹۹ھ محفوظ رہ گیا ہے، لکھا ہے:
- ایشان بعد رحلت آنحضرت (مقبرہ) در ہزار و صد و نود و نہ ہجری رحلت نمودند (ورق ۱۸۹-۱) -
- اور اپنے مسکن سنبھلی ہی میں دفن ہوئے (ایضاً) انہوں نے حضرت مقبرہ کی مدح میں بہت خوب رباعیات لکھیں (ایضاً) صاب زہتہ الخواطر نے ان کا سال وفات تیرہویں صدی ہجری قیاس کر کے انہیں ساتویں جلد (ص ۱۱۵ تراجم علماء تیرہویں صدی) میں شامل کیا ہے، جو درست نہیں -
- ان کے نام حضرت مقبرہ کے چار خطوط (مجموعہ خلیق انجم نمبر ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱) ہیں، خود مولوی مناء اللہ سنبھلی کے دو عریضے بنام حضرت مقبرہ، خانقاہ ملا اخوند نسیم میں محفوظ ہیں، جن کی نقل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے لواخ (۲۶-۳۷ / ۸۳-۸۶) میں محفوظ کر لی ہے -
- ۶۵- میر عبدالباقی کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، ہمیں ان کی ایک تصنیف مال اکمال، قلمی، کتب خانہ خانقاہ ملا نسیم (نور محل) اورچ، دیر سے دستیاب ہوئی ہے - اس کی ایک فصل میں انہوں نے اپنے حالات خود لکھے ہیں جن کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

آغاز جوانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک فرد سے اشغال طریقہ سکے (ورق ۳۸ ب) پھر ایک مرتبہ اتفاق سے قلعہ فیروزی میں حضرت مقبرہ سے ملاقات ہوئی - اور عرصہ کے بعد

حضرت کو جامع مسجد شاہ جہانی دہلی میں نماز جمعہ ادا کرتے دیکھا ۔ حضرت اپنی خانقاہ کی طرف جا رہے تھے ۔ میں نے ان سے حصول طریقہ کے لیے استدعا کی ، جو مراقبہ کے بعد آپ نے قبول کر لی ۔ اس وقت میری عمر ۲۴ یا ۲۵ سال تھی ۔ اس کے بعد میں حضرت کی خانقاہ میں ہی مقیم ہو گیا ۔ پھر مجھے حضرت نے اجازت ارشاد دی ۔ (۲۹ ب) حضرت جب کبھی پانی پت یا سنبھل جاتے تو خانقاہ میں مقیم مریدوں کی خدمت میرے سپرد کرتے تھے (۴۰ - ۱) آخر میں نے حضرت سے رخصت لی اور اکبر آباد کی طرف چل پڑا ۔ یہ میری حضرت سے آخری ملاقات تھی کیوں کہ وہ آباد میں ہی مجھے حضرت کی شہادت کی اطلاع مل گئی تھی ۔ میں اسی وقت دہلی پہنچا ۔ تدفین کا مسند درمیش تھا ۔

(ورق ۴۱ - ۱)

مولوی نسیم اللہ بھڑانگی نے لکھا ہے کہ میر عبدالباقی کو نظم و نثر میں کمال حاصل تھا ۔ ان کی بے شمار تصانیف ہیں انہوں نے جو مکتوبات اپنے دوستوں کو لکھے تھے ان کے دوستوں نے انہیں کتابی صورت میں یک جا کیا ہے ۔ یہ مکاتیب نصاب سے پر ہیں مولف نے ان کے بعض مکاتیب میر اعزالہ دین کے پاس پانی پت میں درس کے دوران دیکھے تھے (بشارات ، ورق ۱۴۸ - ۱) ۔

میر عبدالباقی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے ان غلام ہیں سے تھے جنہیں مولوی نسیم اللہ بھڑانگی جیسے تذکرہ نویس نے معمولات مظہر یہ دکھا کر اطمینان کیا تھا :

سید السادات سید عبدالباقی ، این کتاب را با فقرہ معظم معزز و مکرم ساختند ۔ استفاد بمطالعہ ہذہ الرسالہ من اور الی آخرہ ، عبدالباقی عاصی خضر

اللہ (معمولات ، ص ۱۴۶) ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر عبدالباقی حضرت مظہر کی وفات کے بعد بھی عرصہ تک خانقاہ حضرت مظہر (دہلی) میں مقیم رہے ۔ قاضی عطاء اللہ پانی پتی نے ان کی خانقاہ میں موجودگی کی اطلاع ملائیم کو دی ہے (لواخ ، ص ۲۲۴) ۔

ان کی دستیاب ہونے والی کتب میں سے مال اکمال تصوف کے اہم مسائل پر مشتمل ہے ۔ جا بجا حضرت مظہر کے اقوال سے اپنے بیانات کو موثر بنایا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یہ کتاب حضرت مظہر کے افکار کی تشریح و توضیحات کے سلسلے میں بھی اہم ہے ۔ ہمارے پیش نظر مذکورہ خطی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا محررہ ہے ، اس کا سال تصنیف ۱۱۹۵ ھ ہے اور کتابت ۱۲۱۴ ھ اس کے پہلے ورق پر بھی مصنف کے دستخط ہیں ۔ اس کے اول و آخر کے اوراق کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے ۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ،

ماخذ مقدمہ و حواشی، کتاب ہذا)۔

۶۶۔ بشارات مظہریہ و معمولات مظہریہ کے مولف مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے محسن تھے۔ انہوں نے ان کے بہت سے احسانات کا ذکر کیا ہے:

حقوق ایٹان بہ ذمہ فقیر بسیار اند یکی آنکہ ذکر این طریقہ از خدمت شریف ایٹان گرفتہ، دوم بہ برکت توجہ ایٹان بہ جناب فیض مآب آنحضرت رسیدہ، سوم یک بار سخت بیمار بودم از برکت دعای و معالجہ ایٹان بدولت شفا رسیدہ (بشارات، ورق ۱۹۰ ب)۔

ان کے والد کا نام شیخ محمد رفیع تھا جو حضرت مظہر کے یاران مخصوص میں سے تھے (ایضاً، ۱۹۱)۔

خلیفہ محمد جمیل نے حضرت مظہر کی زندگی میں ہی دہلی میں انتقال کیا۔ اس وقت مولوی نعیم اللہ بہرائچی بھی موجود تھے، لکھتے ہیں:

ایٹان در مین حیات آنحضرت در حضور فقیر راقم در دہلی انتقال نمودند، در جوار مقابر بزرگان خود آودند (بشارات، ورق ۱۹۱ ب)

خلیفہ صاحب دہلی سے ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء میں لکھنؤ گئے، تو مولوی نعیم اللہ بہرائچی ان کی زیارت کے لیے پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تھے (ایضاً، ورق ۲-۱) اسی سال مولوی نعیم اللہ حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے دو ماہ کے بعد واپس چلے گئے، پھر دو سال کے بعد ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی گئے (ایضاً) اور کابل چار سال تک وہاں رہ کر (یعنی ۱۱۸۹ھ + ۴ = ۱۱۹۳ھ) باطنی فیس پایا (معمولات، ص ۲) گویا انہی سالوں میں خلیفہ صاحب کا دہلی میں انتقال ہوا تھا۔

۶۷۔ حضرت عبدالاحد وحدت کے ذریعہ ان کا شجرہ نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ اس طرح واصل ہوتا ہے۔ شیخ محمدی عرف شاہ بھیک بن شیخ محمد زکی بن شیخ محمد ابو حنیف بن شیخ عبدالاحد وحدت قطب بہ شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سمیع خازن الرحمۃ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم: (ر۔ ک بہ کاظمی ثناء اللہ پانی پتی: رسالہ در احوال اولاد حضرت مجدد، قلمی محزونہ کتب خانہ غافقہ احمدیہ سمیدیہ، موسیٰ زنی شریف، ص ۱۶۔ احمد ابوالخیر: ہدیہ احمدیہ، مطبوعہ، ص ۲۰)۔

شاہ بھیک کی اولاد میں ایک لڑکا شاہ مجدد اور چھ لڑکیاں تھیں (ایضاً)۔ روضۃ القیومیہ میں ہے: بھیک ہندی زبان میں درپوزہ کو کہتے ہیں، چونکہ شیخ محمد زکی کے ہاں اولاد نہیں تھی اس لیے جب یہ پیدا ہوئے تو انہیں بھیک کہنے لگے۔ یعنی خدا سے مانگا ہوا۔ (رکن اول، ص ۲۰۲)۔

۶۸۔ سال ولادت معلوم نہیں ہے قصبہ مانیر میں رہتے تھے، وہیں انتقال ہوا اور ان کی

وصیت کے مطابق ان کی نعش کو سرہند لا کر آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا (بشارات، ورق ۱۹۶)۔

۴۹۔ بشارات، ورق ۱۹۷ ب۔

۵۰۔ سکھوں کے ہاتھوں سرہند تباہ و برباد ہو گیا، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ کتاب ہذا، ص ۴۶ - ۵۷۔ حضرت شاہ بھیک کا ایک مکتوب بنام حضرت مظہر، ہمیں بشارات مظہریہ سے دستیاب ہوا ہے، جو یہ ہے:

عریضی شریف ایساں کہ از مانیر بخدمت آنحضرت نوشتند۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم بعرض فدام ذوی الاحترام حضرت میرزا صاحب قبدہ عقد العالی فقیر شاہ بھیک عنی عنہ میر ساند کہ اشتیاق قدم بوسی نہ بدرجہ ایست کہ در حیطہ بیان در آید۔ فقیر را اقریت دو ماہ شدہ کہ بئیریت در مانیر آمدہ سکونت میدارد و شب و روز ہمین فکر دارد کہ صورتی میسر آید کہ حصول (۱۹۸-۱) دولت قدم بوسی رودہ، قدری اسباب راہ و ہندی در آنجا حاضر بود میسر شود از سر پا ساعت بخدمت مستفیض شدم دیگر از احوال پر اختلال خود چہ معروض دارد کہ بجوم خطرات بہ حدی رو دادہ کہ کسب کمال یک سو اگر دین و اسلام باقی ماند زہی دولت لہ و لہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، ہمتی و اعانتی و مددی زیادہ چہ عرضی نماند (ورق ۱۹۸-۱)۔

مقامات مظہری سے ہی شاہ بھیک کے کابل (افغانستان) میں قیام کا پتا چلتا ہے۔
[ر۔ کفصل تاثرات صحبت حضرت مظہر]

۵۱۔ حضرت مجدد کی اولاد کے انساب پر محوہ کتب میں شاہ بھیک کے کسی حقیقی بھائی کا ذکر نہیں ہے، بلکہ انہیں اکھوتا لڑکا بتایا گیا ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ وحدت سرہندی مجددی مذکور کے فرزند چہرام شیخ نور الحق کی اولاد میں سے ایک عبدالحق نامی فرزند کا ذکر اس طرح ملتا ہے: عبدالحق بن معزالحق بن عزیز الحق بن حضرت وحدت مذکور (ہدیہ احمدی، ص ۲۷) ہمارا خیال ہے کہ یہی عبدالحق، مولوی عبدالحق (صاحب ترجمہ ہذا) ہیں۔

۵۲۔ بشارات مظہریہ میں ہے کہ "در تقوی و طہارت پیش قدم یاران طریقہ بودند و در طعام و شراب اعتیاط بلین میں نمودند تا آن کہ طعام را از دست خود می خوردند و نظافت و لطافت در مزاج بسیار داشتند و تقلید اوضاع آنحضرت در لباس و غذا استعمال آب بغایت می نمودند" (ورق ۲۰۱-۱)۔

یہ مکتوب آپ کے مکاتیب میں موجود ہے۔ مولف نے یہ دو سطور حذف کر دی ہیں:

میاں محمد انور برے حالوں پھر تمہارے پاس آ رہے ہیں ، حتی المقدور ان کی خاطر مدارات سے دریغ نہ کرنا ۔ جانتے ہو دنیا میں طالب کم ہیں ۔ اگر کوئی آنے تو اسے خدا کا نام سکھاؤ ۔ کیوں کہ اس کا بہت اجر ہے ۔ (خلیق انجم: میرزا مظہر کے خطوط ۲۲/۲۳۶)۔

۴۳۔ بشارت کے نسخہ انڈیا آفس میں انہیں خصوصی لکھا ہوا ہے (ورق ۱۳۵) رجال سندھ پر جو کتب ہیں ان میں ان کے حالات نہیں ملتے ۔ تحفۃ الکرام میں ایک مخدوم رمت اللہ نقشبندی کا ذکر ہے (ص ۴۸۹) جو ۱۱۳۴ھ میں فوت ہوئے ، گویا اس وقت حضرت مظہر کی عمر تقریباً پچیس برس تھی ۔ اس لیے یہ صاحب ترجمہ سے مختلف شخصیت ہیں ۔

دراصل شاہ رمت اللہ جن کا تعلق حضرت مظہر سے ہے وہ حضرت کے حین حیات ہی فوت ہو گئے تھے ۔ خود حضرت مظہر ، قاضی حناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :
 ”شاہ رمت اللہ جو بعد دو سال از سہارن پور برائے ملاقات فقیر با دو کس از مریدان خود در دہلی آمد ہ بودند ، بعدہ مقام کہ از زیارات مزارات حضرات فارغ شدند ، شب رخصت خواستند ، رخصت دادم ، صباح آن روانہ خانہ شدند از موضع مسوری یک کمرہ بھند یا کھ پت رفتہ بودند کہ حال متغیر (شد) و یک بار افتادند و مردند “
 ان کی نش کو ان کے داماد جو کہ ہمراہ آنے تھے دہلی لائے اور جمعہ کے دن میاں محمد منیر کے پہلو میں دفن کیا ۔ (مکاتیب میرزا مظہر ، از قریشی ۱۱۸/۱۴۴-۱۴۵)۔

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ شاہ رمت اللہ ارشاد و تبلیغ کے لیے سہارن پور میں متعین تھے ۔ نیز صاحب اولاد تھے ان کا ایک داماد بھی ہمراہ آیا تھا ۔

۴۴۔ حالات کے لیے دیکھیے کتاب حاضر ، فصل سوم ۔

۴۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب حاضر ، فصل سوم و ہجتم ۔

۴۶۔ بشارت مظہریہ میں ہے کہ ان کا مسکن قصبہ ہسوان ہے : ”در قصبہ ہسوان سکونت دارند“ (ورق ۱۸۵-۱)۔

۴۷۔ مولوی نسیم اللہ ہزارچی نے لکھا ہے کہ وہ اس وقت بہت مہم ہیں ان کے ایک عزیز محمد مکرم نے ان سے انکی بہت تعریف کی تھی لیکن مولوی نسیم اللہ کو ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا : بسیار من ... از خدمت ایشان ، مردم فیض میرسد محمد مکرم نام عزیزی از یاران با فقیر مداحی بسیار میکرد کہ ایشان از خوبان روزگار اند و بر جادہ شریعت و طریقت بسیار متعین لیکن از ایشان با فقیر اتحاق ملاقات نہ شد (ورق

(۱-۱۸۵)

۷۸۔ حضرت مظہر نے میرمیں کے والد کا نام سید حشمت خان لکھا ہے (میرزا مظہر کے خطوط ص ۱۷۶)۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حشمت خان کسی معاملے میں حضرت مظہر سے سہارنپور کے طالب تھے۔ حضرت مظہر کے ایک اور مکتوب بنام غلام عسکری خان سے بھی میرمیں کے والدین سے حضرت مظہر کے تعلق خاطر کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والدین ایک زمانے میں فرخ آباد میں مقیم تھے۔ (مجموعہ خلیق انجم، ص ۲۱۷) حضرت مظہر کے مکتوب بنام حماد الملک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میرمیں نے حماد الملک کی سرکار سے توسل اختیار کرنا چاہا تھا (مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۷۶)۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی تحقیق کے مطابق میرمیں کا سال وفات ذی قعدہ ۱۱۸۹ھ ہے۔ (لوائح خانقاہ مظہریہ ۸۷-۸۸)۔ میرمیں خان کے چار مکاتیب بنام حضرت مظہر، خانقاہ ملا غوندہ نسیم (اوج، ۱۰ دیر) میں محفوظ ہیں۔ پہلے میں افواج ولایت (افواج درانی) کی دہلی کی طرف آمد آمد کے غلطے کا ذکر ہے۔ دوسرے میں سرداران روہیلہ فیض اللہ خان، حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ کے متعلق اطلاعات ہیں۔ یہ چاروں مکاتیب ڈاکٹر صاحب نے لوائح (ص ۸۹-۹۰) میں نقل کیے ہیں۔

۷۹۔ بشارات مظہریہ میں ہے: در تقدیر اوضاع و اطوار و عشق و محبت آل حضرت (مظہر) مع اہل و عیال مستغرق بودند (ورق ۱۹۴)۔

۸۰۔ حضرت مظہر کے اس سفر آلود و سنبھل سے مولانا امتیاز علی نان عرشی نے یہ نتائج نکالے ہیں:

(۱) میرزا مظہر علیہ الرحمۃ کا یہ سفر نواب دوند سے خان کی حیات میں واقع ہوا تھا۔

(۲) اس زمانے میں چاروں طرف سے فتنہ و فساد دہلی کا رخ کر چکا تھا۔ اس لیے میرزا صاحب دو ماہ کے بعد اپنے متعلقین کی خبر گیری اور حفاظت کے خیال سے دہلی واپس جانا چاہتے تھے۔

(۳) اور ۸ سے ۱۰ شوال تک آٹوے میں قیام کر کے گیارہویں تاریخ کو سنبھل کی طرف سفر کرنے کا قصد تھا۔ دوند سے خان کی وفات ۲ محرم ۱۱۸۵ھ/ ۱۸ اپریل ۱۷۷۱ء میں ہوئی۔ لہذا میرزا صاحب کا سفر روہیلہ کھنڈ اس سہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جس فتنے کا میرزا صاحب نے اپنے مکتوب میں حوالہ دیا ہے اس سے مرہٹوں کی دہلی پر چڑھائی مراد ہے۔ انہوں نے ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء میں بڑے لشکر کی صورت میں دریائے چنبل عبور کر کے دہلی کا رخ کیا تھا، مگر نجیب الدولہ نے فرخ آباد کی تسخیر کی طرف متوجہ کر دیا۔ آغاز ۱۱۸۴ھ میں مرہٹوں اور روہیلوں کی

صلح ہو گئی۔ اسی سال نجیب الدولہ کا انتقال ہوا اور مرہٹے دہلی کی طرف بڑے چٹانچہ ۱۱۸۵ھ میں ضابطہ خان دہلی بھجور گیا جس سے مرہٹوں کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اس سے یہ قیاس کرنا بے جا نہیں کہ ۱۱۸۴ھ میں میرزا صاحب آٹوے یا سنبھل میں تھے۔ اسی زمانے میں مرہٹوں نے فرخ آباد کی مہم سر کی۔ اس لیے حضرت مظہر کا یہ سفر شوال ۱۱۸۴ھ / جنوری ۱۷۷۱ء میں واقع ہونا چاہیے۔ اس زمانے میں ان کا یہ لکھنا درست ہے کہ فتنہ دہلی کا قصد کر رہا ہے۔ (عرشی: دستور العصاحت، دیباچہ ص ۶۵-۶۷ ملخصاً، ر ک مقدمہ مقامات مظہری حاشیہ نمبر ۱۵۴)۔

۸۱۔ آج گزشتہ حریفوں کی کوئی خبر نہیں ہے اور کل اس بزم میں ہمارا بھی نشان نہیں ہو گا۔

۸۲۔ خلیق انجم: میرزا مظہر کے خطوط ۱۶۷/۵۶ - ۱۶۸ - اس مکتوب کے اقتباسات میں آخری اقتباس کا تعلق مکتوب کے پہلے حصے سے ہے۔ متن میں سو کتب سے "مساوی کلمات نبوت" ہو گیا ہے، لیکن کلمات طیبات میں "مبادی کلمات نبوت" درست ہے۔

۸۳۔ ان بحث کی تفصیل کے لیے دیکھیے: کلا باذی، ابو بکر محمد: التعرف مرتبہ عبدالحکیم محمود، قاہرہ ۱۹۶۰ء، ص ۲۳-۲۴۔

۸۴۔ القرآن (النور) ۲۴/۲۴۔

۸۵۔ ان کی صحبت خاصی موثر تھی۔ ان کے مریدین میں سے حافظ ضیاء صاحب استقامت تھے۔ میر علی اصغر نے رد حید میں ایک طویل و ستین مکتوب حضرت مظہر کو لکھا۔ جس وقت یہ مکتوب پہنچا، مولوی نعیم اللہ بھائی بھی حاضر خدمت تھے۔ جب حضرت مظہر نے مکتوب پڑھا تو فرمایا "ابن عزیز مکتوبی خوب نوشت"۔ ان کے دو بھائیوں میں عاشوری اور میر بکن بھی حضرت مظہر سے منسلک تھے۔ ان کے خاندان کی اکثر "ذکور و اناث" بھی داخل طریقہ تھیں (بشارات، ورق ۱۸۲ ب)۔

میر علی اصغر کے دو خطوط بنام حضرت مظہر، خانقاہ ملا اخوند نسیم (اوج، دیر) میں محفوظ ہیں۔ دوسرے مکتوب میں نجیب الدولہ کے کوچ کر جانے اور اگلے دن حافظ رحمت خان کے کوچ کرنے کی اطلاع ہے۔ (لواخ خانقاہ مظہریہ، ص ۹۳-۹۸)۔

۸۶۔ متن میں لفظ لسان کی مناسبت سے جناتا آیا ہے۔ جناب نمونی "قب" استعمال ہوتا ہے۔

۸۷۔ القرآن (الانفال) ۸/۴۵۔

۸۸۔ خواجہ موسیٰ خان کے حالات فصل سوم اور ہشتم میں ملاحظہ کریں۔

- ۸۹- نقشبندی مشائخ ایسے کافہ سالار ہیں کہ کافہ کو پوشیدہ راہ سے حرم میں پہنچا دیتے ہیں۔
 ۹۰- مولوی قطب الدین ۱۲۰۵ھ تک بقیہ حیات تھے، جب مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے معمولات مظہریہ مکمل کی تو اسی سنہ میں ان سے اس کتاب پر اپنی رائے لکھوائی، جو یہ ہے:

برگزیدہ ارباب یقین حضرت شاہ قطب الدین اہی گوہر بیان از دامن زبان الہام ترجمان افشاند کہ "این نسخہ را باب زر باید نوشت بالجملہ این نسخہ قبول خاطر جمیع اکابر این طریقہ گردیدہ"۔ معمولات، ص ۱۴۶- نیز دیکھیے: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۴ب۔

- ۹۱- لواء الہدیٰ فی السبل و اللہجی شرح میر زاہد اور حاشیہ علی شرح السلم، (زہتہ الخواطر ۲۱۶/۴) ان کے حواشی میں سے ہیں۔

- ۹۲- شیخ بدر عالم بن محمد باقر قدوائی ساداموی اودھی (ف ۱۱۸۰ھ) سے انہوں نے باطنی فیض پایا جس کا ذکر مولوی نعیم اللہ نے بشارات میں کیا ہے (ورق ۱۹۲-۱)۔
 شیخ بدر عالم کا سلسلہ طریقت شیخ عبد محمد کھنوی تک اس طرح پہنچتا ہے: شیخ بدر عالم، حافظ سید ابوالقاسم بخجوری، غلام نقشبند، میر محمد شعیب، عبد محمد کھنوی (مخزن برکت، ص ۸۸-۹۲)۔

- ۹۳- مولوی غلام یحییٰ کا مولد و متشاء قریہ بازہ من مضافات بہارت تھا۔ (زہتہ الخواطر ۲۱۵/۴)۔
 تذکرہ علمائے ہند میں ہے، ان کا مولد و مسکن موضع اکرام متھل نگر نہہ ہے، جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پھنہ و بہار کے درمیان واقع ہے، (ص ۲۷۱)۔
 ۹۴- تو منگتوں کی طرح امید صلہ پر بندگی نہ کر۔ تیرا مالک بندہ پروری کے طریقے سے خوب واقف ہے۔

- ۹۵- اس سلسلے کی مختلف تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی غلام یحییٰ مسلسل پانچ سال حضرت مظہر کی خدمت میں نہیں رہے بلکہ مختلف اوقات کے قیام کی مجموعی مدت پانچ سال ہوگی۔ بقول مولوی نعیم اللہ بہرائچی:

در عرصہ دو نیم سال کسب کمال این طریقہ تا غرقہ و اجازت مطلقہ از آن جناب حاصل نمودہ باز مراجعت بہ بلدہ کھنو فرمودہ۔ (بشارات، ورق ۱-۱۹۲)

- وہ پھر ایک ماہ کے لیے خانقاہ شریف میں مقیم نظر آتے ہیں۔ خود حضرت مظہر، کاظمی مناء اللہ کو لکھتے ہیں:

یاران حلقہ، خصوصاً مولوی غلام یحییٰ صاحب کہ بعد یک ماہ قصد وطن دارند و بہ کمالات رسدہ اند۔ (مجموعہ قریشی ۴۱/۲۰)

۹۶۔ حضرت مہر سے بیعت و خلافت کے بعد ان کا قیام مسجد خج محمود قلندر کے قریب خانقاہ خج بد محمد کسنوی میں تھا۔ (ترتیب الخواطر ۲۱۶/۶) یہ خانقاہ بتل ساحل گوتمی معروف بہ بتل خج بد محمد کسنوی ہے۔ (ایضاً ۹۷/۵)

۹۷۔ ان کا نام خج بد عالم ساداموی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'اسی فصل کا حاشیہ نمبر ۹۲۔ خلیق انجم: میرزا مہر کے خطوط نمبر ۳۷ ص ۱۳۶، ۱۵۵/۱۵۵۔

۹۸۔ اس رسالے کا نام کلمات الحق ہے جو خود حضرت مہر کی فرمائش پر مولف نے لکھا تھا۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۸۴ھ ہے۔ مولف اس رسالے کے دیاچے میں خود وضاحت کرتے ہیں جس سے حضرت مہر اور مولف کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ ہو:

اما بعد محرر این مطالب ... فقیر غلام یحییٰ کہ از آغاز حجاب بعد تحصیل علوم منقول و منقول با چندی از طلبہ علم در مقام کسنو بہ تعلیم و درس مشغول بود ارادہ انزل بہت حق طلبی را برو مسلط گردانیدہ و کامدہ توفیق جناب ... حضرت میرزا مہر جان جانان سلمہ الرحمن رسانید در محروسہ دہلی ملازمت گرامی دریافتہ بہ کتب کمالات طریقہ عالیہ مجددیہ ... ملزم گردید و نیز روز و شب از خدمت آن مرجع اہل فضل و کمال در باب از مسائل عقلی و نقلی فیوض و برکات تحقیقات جدیدہ و تدقیقات غریبہ میرسد و گاہ بنا بر اتحال امر عالی فقیر ہم بعض معذرات بعرض میرسانید و قبول می افتاد از آن جملہ سخن در مسئلہ توحید وجودی و شہودی نیز می رفت و ذکر اختلاف محققین از متہمین و متاخرین صوفیہ در آن باب بہ میان آمدہ و اکثر اشارہ تمام بشارہ بہ تحریر زبده این مطالب و خلاصہ این مآرب بہ فقیر می فرمودند تا حسب الامر آن جناب در سنہ ہزار و صد و ہشتاد و چہار ہجری بہ تالیف این رسالہ کہ مشتمل بر حصہ دو مسئلہ و مملکہ مسمی است بہ کلمات الحق موافق شد۔ (ورق ۱۔ نسخہ خانقاہ احمدیہ میدیہ)۔

کلمات الحق کے اس وقت ہمیں تین خطی نسخوں کا علم ہے۔ دو کتب خانہ بانگی پور، پٹنہ (نمبر ۱۷۰۲، دوسرا نمبر ۱۷۰۵، فہرست بانگی پور ۱۶/۱۵۲)۔ تیسرا کتب خانہ احمدیہ سمیدیہ موسیٰ زنی شریف (ذیرہ اسماعیل خان) رسالہ کلمات الحق کے مندرجات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل شاہ ولی اللہ کے رسالہ تطبیق وحدت الوجود والشمود کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے رسالہ کلمات الحق کا رد دماغ الباطل کے نام سے لکھا ہے، جو مکتبہ نشر و اشاعت، نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ سے ۱۹۷۶ء میں پمپ چکا ہے۔ (ترتیب و تحقیق از عبد الحمید سواتی) مسئلہ وحدت الوجود

والعمود کو اس دور کے مصنفین نے خاصا الجھا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی دو فعال ترین شخصیتوں یعنی شاہ ولی اللہ اور میرزا مظہر اس معاملے میں خاصے متفکر و متحرک نظر آتے ہیں۔ حضرت مظہر نے اپنے مکاتیب میں بھی اس موضوع پر خاصی جامع و مدلل بحث کی ہے۔ نیز انہوں نے شیخ قمر الدین اورنگ آبادی سے اس موضوع پر بھی ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام مظہر انور (عربی) ہے۔ اس رسالے کی شرح "المطاہر" کے نام سے سید نور الہدیٰ بن قمر الدین اورنگ آبادی نے لکھی تھی۔ (عبدالحی حسنی: الثقافة الاسلامیہ فی الهند، اردو ترجمہ، اعظم گڑھ، ص ۲۷۰)۔ مظہر انور کا ایک قلمی نسخہ عریک اینڈ پشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نونک میں ہے (تصوف برصغیر میں، ص ۳۹۴)۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ کتاب حاضر، اس دور کے قلمی رجحانات، خصوصاً وحدت الوجود۔

۱۰۰۔ ڈاکٹر خلیق انجم صاحب نے حضرت مظہر کی اس تقریظ کا اردو ترجمہ میرزا مظہر کے خطوط، ص ۲۲۵ میں شامل کیا ہے، جو مقامات مظہری سے ہی ماخوذ ہے۔ دراصل مولوی نسیم اللہ ہزاری نے بشارات مظہریہ میں یہ تقریظ نقل کر لی تھی۔ (ورق ۱۹۳) جسے حضرت شاہ غلام علی نے مقامات میں بھی محفوظ کر لیا۔

۱۰۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر۔

۱۰۲۔ غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کا قول ہے کہ:

میاں غلام علی شاہ صاحب کے روبرو اگر کوئی ذکر توحید (وحدت الوجود)

کرتا تو اس کو اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کرتے اور فرماتے کہ اس مقام

میں آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔ (تذکرہ غوثیہ، ص ۲۷۴)

مولوی غلام یحییٰ بن نجم الدین اپنے عہد کے کبیر عالم تھے۔ انہیں ظاہری علوم پر بھی کامل دسترس تھی۔ انہوں نے سندیلہ جا کر مروجہ کتب، مدرسہ منصوریہ میں مولانا باب اللہ جونپوری سے پڑھیں اور مدت تک طلبہ کو علم کی روشنی سے بہرہ ور کرتے رہے۔ حافظ قرآن تھے۔ (تذہتہ الخواطر ۲/۲۱۵-۲۱۶)۔ مولوی غلام یحییٰ کے سال وفات میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ صاحب تذہتہ الخواطر نے بحوالہ بحر زخار ۱۱۸۰ھ لکھا ہے اور مولوی رحمن علی نے ۱۱۲۸ھ (ص ۳۷۱)۔

لیکن ہم عصر مولف نسیم اللہ ہزاری نے ۱۱۸۶ھ لکھا ہے:

درصین حیاہ آنحضرت در سنہ ہزار و صد و ہشتاد و شش ہجری در محروسہ

لکھنؤ وفات یافتند۔ (بشارات، ورق ۱۹۴-۱)۔ اس سنہ کی تصدیق خود

حضرت مظہر کے اس مکتوب سے بھی ہوتی ہے: "مولوی غلام یحییٰ کی

وفات کے داغ کا کوئی مرہم نہیں۔" (مجموعہ خلیق انجم ۱۲۶/۲) مولوی غلام یحییٰ کی خبر (وفات) جانکاہ نے سینے میں آگ لگا دی۔ (ایضاً ۱۵۵/۴۶)۔

ان دونوں مکاتیب کا سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ ہے۔ جس سے حتیٰ طور پر ان کا سال وفات ۱۱۸۶ھ ہی قرار پانے لگا۔ بیکہ شاہ عہد محمد کنوی میں دفن ہوئے۔ (بشارات، ورق ۱۹۴۔ ۱۰ نزہۃ الخواطر ۲۱۶/۶)۔

۱۰۳۔ مولوی غلام محی الدین کا تعلق دکن سے تھا۔ صاحب بشارات مظہریہ لکھتے ہیں کہ وہ حصول فیض کے لیے دکن سے نکلے تھے۔ نیز حضرت مظہر سے حصول فیض و خرقہ کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے ارکات جانے کی اجازت پائی ابھی راستے میں ہی تھے کہ انہیں اپنی والدہ کی وفات کی خبر ملی (ورق ۱۹۸ ب) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے والدین ارکات میں رستے تھے۔

۱۰۴۔ ملا باب اللہ اپنے عہد کے نام ور عالم تھے۔ ان کا اصل مسکن منور پور جس پور ضلع اعظم گڑھ تھا۔ ان کے استاذ مولانا احمد اللہ سندیلوی تھے۔ انہوں نے شرح مسلم کا حاشیہ لکھا۔ اور محمد خواجگی نور جون پور میں مدرسہ و خانقاہ تعمیر کر کے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ان کا مدفن محمد مذکور مقل مسجد حکیم عبدالغفور ہے۔ (اقبال احمد: تاریخ شیراز ہند جون پور، مطبوعہ جون پور ۱۹۶۳ء، ص ۴۴) مولوی غلام یحییٰ ہماری مذکور انہی کے شاگرد تھے۔

۱۰۵۔ بشارات مظہریہ میں مولوی بہرائچی نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ (ورق ۱۹۸-۱)۔

۱۰۶۔ مولوی نسیم اللہ بہرائچی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر سے حصول فیض کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے ارکات جا رہے تھے کہ راستے ہی میں انہیں والدہ کے اشتغال کی خبر ملی تو وہیں سے ارکات جانے کی بجائے حرمین الشریفین کا رخ کیا۔ (ایضاً، ورق ۱۹۸ ب) زیارت حرمین کے بعد انہوں نے مکہ ہی میں طرح اقامت ڈالی تو بہت سے طالبان حق نے ان سے فیض حاصل کیا۔ انہیں وہاں بہت نیک نامی نصیب ہوئی (ایضاً، ۱۹۸ ب) ان کا سال وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ مولوی نسیم اللہ نے لکھا ہے کہ دو سال ہونے میں ان کا اشتغال ہو گیا ہے:

دو سال است کہ در آنجا داغ رحلت بر دل مخلصان خود گذاشت (ایضاً، ورق ۱۹۹-۱)۔

انہوں نے اس سفر پر جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت مظہر کی خدمت میں روانہ کیا تھا جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت میرزا صاحب قہد مدظلہ العالی غلام بہ

فضل الہی تعالیٰ و بہ طفیل صیب اوصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و توجہ آن
قبہ حقیقی بہ دہلی بہ غیریت رسیدہ و غم و الم کہ از مفارقت خدمت عالی
رومہاد چہ نوید لیکن آن حالت صبر نمود و بہ موافق ارشاد عالی حاجی جمال
الدین را ازین جا بہ بہانہ رخصت نمود اگرچہ مشارائے نا خوش شدند و فردا
کہ تاریخ منجم ہر حال است ان شاء اللہ تعالیٰ بہ طرف جے نگر روانہ خواہد
شد امید از جناب عالی آن ست کہ در حق ظلام در ہر امر معین باشند
دست بر غائبان کوتاہہ نیست زیادہ بجز قدم بوس چہ عرض نماند (ایضاً)
ورق ۱۹۹-۱-

۱۰۶- رسالہ در خود نوشت حالات نعیم اللہ بہرائچی ، قلمی ، محروہ کتب خانہ انڈیا سٹس ، لندن -

ذیل میں اس اہم رسالے کے بعض مندرجات پیش کیے جا رہے ہیں :

نعیم اللہ بن ظلام قطب الدین عرف ملک کالے بن ملک ظلام محمد بن
ملک آدم ... الخ - حضرت خواجہ عہاد فہج کی اولاد میں سے تھے ، جو بہ
نیت جہاد ، مسعود سالار غازی کے ساتھ ہندوستان آنے اور شہید ہو گئے ،
ان کی اولاد ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی - یہ فائدان
در اصل علوی نسب اور حنفی مشرب تھا - لیکن مختلف زمانوں میں اس
فائدان کے افراد کو سلاطین کی طرف سے ملک کا خطاب ملا ، جس کی وجہ
سے یہ ان کے نام کا جز بن گیا - اس فائدان کے افراد موروثی طور پر
عالم تھے ... مولوی نعیم اللہ کی ولادت ۱۱۵۲ھ میں ہوئی - ابتدائی تعلیم
کا آغاز سات سال کی عمر میں ہوا اور محمد روشن بہرائچی کے حوالے کیا
گیا ... ایک سال میں قرآن مجید ختم کیا - تحصیل فارسی کے بعد عربی
پڑھنے کا شوق پیدا ہوا - اور ۱۱۷۱ھ میں حاجی فتح علی کے ہمراہ کھنوی چلے
گئے - تو مولوی طفیل سے جو کہ اجل عالم تھے ، صرف و نحو پڑھی - پھر
شاہ جہان پور اور بریلی وغیرہ کی سیاحت کی ، بریلی میں دو سال قیام کیا
جہاں مولوی شاہب الدین سے تحصیل علم کی - پھر مختلف اساتذہ
مولوی برکت اللہ آبادی اور مولوی سالم کی خدمت میں رہنے کے بعد
واپس چلے گئے - پھر ۱۱۷۷ھ میں کھنوی آکر بحلیہ شاہ محمد عاقل میں قیام
کیا ، جہاں مولوی محمد ، مولوی محبوبی ، مفتی عبدالرب کھنوی ، شیخ
الحديث حاجی احمد شاگرد شاہ ولی اللہ سے پڑھا ، اور ۱۱۸۶ھ میں خدا طلبی کا
شوق دامن گیر ہوا ، ان ہی ایام میں حضرت مہر کے خلیفہ اجل شیخ محمد
جمیل کھنوی گئے تو مولوی نعیم اللہ نے ان سے ذکر قلبی اور طریقہ مجددیہ

کا جذبہ حاصل کیا۔ اور دہلی آ کر حضرت مظہر کی خدمت میں رہنے لگے۔ چار دن کے بعد رخصت ہوئے۔ پھر ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور چار سال تک خانقاہ حضرت مظہر میں قیام کیا۔ اور اجازت مطلقہ ملی۔ اور پھر انہوں نے واپس بہرائچ جا کر شادی کی۔ ۱۲۰۵ھ میں حضرت مظہر کے مزار کی تعمیر کے لیے دہلی گئے۔ پھر ۱۲۰۸ھ میں چوتھی بار دہلی گئے۔ ایک مرتبہ کامل ایک سال تک پانی پت میں حضرت مظہر کی خدمت میں رہے۔ وہ چالیس روز تک مولوی عطاء اللہ پانی پتی کی خدمت میں بھی رہے۔

۱۰۸۔ مولوی کرامت اللہ، مولوی نسیم اللہ کے بیٹے تھے ان کے نام کے ساتھ "نسبت اغوث قبول فرزدی طریقت" لکھا ہے (معمولات، ص ۵ و انفاص الاکابر، ص ۲)۔ مولوی بہرائچی کے ایک فرزند غلام احمد باقی بھی تھے (رقعات کرامت سعادت ص ۲)

کرامت اللہ کے ساتھ نور محمد کو بھی انہوں نے اپنا بیٹا بتایا ہے (معمولات، ص ۵)۔ مولوی نسیم اللہ کے ایک داماد بشارت اللہ بھی تھے، ان کا ایک بیٹا مولوی ابوالحسن، مولوی نسیم اللہ کے مزار پر متولی تھا (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)۔ مولوی نسیم اللہ نے اپنے حلقہ یاران میں سے ایک مولوی بہاء الدین کا بھی ذکر کیا ہے (بشارات، ورق ۱۸۴-۱) نیز ملاحظہ ہو مکتوبات بہرائچ مرتبہ نجم الاسلام (تحقیق، ص ۷۱)

۱۰۹۔ مولوی نسیم اللہ کے خلفاء میں سے مولوی محمد احسن متوطن انک مقل کلمتہ اور مولوی مراد اللہ فاروقی تھانیسری (ف ۱۲۴۸ھ) بن مولوی لندن بخش (مذکور خلیفہ حضرت مظہر) قابل ذکر ہیں۔ مولوی مراد اللہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت مظہر کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، ان کی نو عمری میں حضرت مظہر کی شہادت ہو گئی اور تھانیسری پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو مولوی مراد اللہ، مولوی نسیم اللہ سے منسلک ہو کر ان کے خلیفہ و جانشین بنے۔ ان کے خلفاء میں سے مولوی غلام رسول کانپوری اور مولوی ابوالحسن نصیر آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولوی نسیم اللہ بہرائچی نے ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی (دیباچہ ابوالحسن بر معمولات مظہریہ، ص ۲) ان کا مزار بہرائچ میں مقل آبادی واقع ہے (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)۔

مولوی نسیم اللہ حضرت مظہر کے اولین سوانح نگاروں میں سے ہیں۔ حضرت مظہر سے متعلق جتنی حقہ روایات اب تک ہمیں دستیاب ہوئی ہیں وہ انہی کی تصانیف کے ذریعے محفوظ ہیں۔ اس باب میں ان کی بشارات مظہریہ، معمولات مظہریہ، رسالہ در احوال خود، مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر (مطبوعہ مطبع فتح الاخبار، کول)، انفاص الاکابر اور انوار الضائر (در شرح کلمات حضرت مظہر) و رسالہ ہمسیمہ مظہریہ فقی محزونہ کتاخانہ خانقاہ کاعلمیہ

کا کوری (برہان، مارچ ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۳) کا تعلق حضرت مظہر سے ہے۔ ان کے علاوہ
حاشیہ میرزاہد اور حاشیہ ملاجلال، ان کی تالیفات سے ہیں۔

مکتوبات ہزراخ مرتبہ ذاکر نجم الاسلام مشمولہ تحقیق (شمارہ ۶ - ۱۹۹۲) اس مجموعہ میں
سلسلہ مظہریہ سے منسلک افراد کے خطوط ہیں جو خانقاہ ہزراخ میں محفوظ ہیں۔

مولوی محمد کلیم کے نبیرے مولوی عبدالرحمن سلہنی نے سیف الابرار کے خاتمہ پر
اپنے اجداد کے حالات لکھے ہیں اس میں مولوی محمد کلیم کی قیام دہلی کی مدت اٹھارہ
سال بتائی ہے (ص ۷۶)۔

ان کا مسکن مرشد آباد تھا۔ ان کے اجداد بنگالہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے (ایضاً)۔

مولوی محمد کلیم بنگالی کا نام مقامات مظہری (کتاب حاضر) اور بشارات مظہریہ میں کلیم
اللہ لکھا ہوا ہے، جو سو کتابت معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ معتبر تحریرات میں ان کا
نام محمد کلیم ہے۔ خود ان کے نبیرے مولوی عبدالرحمن سلہنی نے سیف الابرار میں
محمد کلیم ہی لکھا ہے (ص ۶۶)۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب (نمبر ۵۳ مجموعہ خلیق انجم،
ص ۱۶۳) میں ان کا نام محمد کلیم ہے اور مکاتیب حضرت مظہر (مجموعہ قریشی) میں
بھی کئی مکتوبات میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ذاکر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا خیال ہے
کہ یہ مکتوبات مولوی محمد کلیم کے قیام دہلی کے دوران لکھے گئے تھے (لواخ، ص ۱۲۰)۔
مکتوب نمبر ۵۳ میں حضرت مظہر انہیں لکھتے ہیں کہ اس وقت اس علاقہ کے لوگوں کی
حالت خراب ہے۔ اس مکتوب سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مولوی محمد کلیم کے نواب
بنگال قاسم علی خان (۱۷۶۰ - ۱۷۶۳ء) سے قریبی تعلقات تھے۔ خود مولوی محمد کلیم کا
ایک مکتوب بنام حضرت مظہر، خانقاہ ملا نسیم (اوج، دیر) میں محفوظ ہے، جسے ذاکر
غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لواخ میں نقل کیا ہے (ص ۱۲۱)۔

ان کے نبیرے مولوی عبدالرحمن سلہنی بن محمد ادریس بن محمد محمود بن محمد کلیم جو
کہ خود ذی علم بزرگ تھے اور احسن العقائد اور سیف الابرار المسلمون علی الجہاد (بزبان
فارسی رد مولوی نذیر حسین دہلوی) کے مولف بھی ہیں، سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے
اجداد کے جو حالات لکھے ہیں، ان کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے: باپ کی طرف
سے ان کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد میں
سے عبدالرحیم پہلے بزرگ ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد میں منتقل ہوئے۔ پھر بغداد
سے ہرات چلے گئے، ان کا شغل تعلیم و تعلم تھا۔ ان کے اجداد میں سے عبدالکریم
کو ہرات سے نکال دیا گیا۔ وہ وہاں سے بنگال (ہندوستان) آکر مقیم ہو گئے، وہاں
انہوں نے نکاح کیا، جس سے ایک فرزند محمد صالح تولد ہونے لگا تو وہ بیوی بیٹوں کے
ساتھ پھر ہرات گئے، لیکن دوبارہ بنگال آ گئے، محمد صالح کے فرزند ملا محمد رفیع تھے اور

ان کے صاحبزادے (صاحب ترجمہ) مولوی محمد کلیم تھے۔ جو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے استاذ بھی تھے۔ اور ان کے تین بیٹے تھے۔ اول محمد اسرائیل جو مرشد آباد کے قاضی القضاۃ اور پھر کلکتہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، دوسرے ابو سعید محمد محمود، جن کا نواب و ناظم عاقبت محمود خان سے قریبی تعلق تھا، اور تیسرے احمد جو کہ ڈھاکہ میں مفتی تھے۔ (سیف الابرار، مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۷ء، ص ۶۵-۶۶)۔

۱۱۳- ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے مرتبہ مجموعہ مکاتیب حضرت مظهر میں چند مرتبہ میر روح الامین کا ذکر آیا ہے مثلاً میاں روح الامین جو سمت وطن خود رفتہ (لوائح ۱۴۶) عریضہ علیحدہ میاں صاحب بہ سبب حاضر نشدن میاں روح الامین جو مرسل نہ شد (ایضاً ص ۱۷۴) روح الامین عرض تسلیات دارد (ایضاً ص ۲۰۳)۔

۱۱۴- شرح الصدور (بشرح حال الموتی و القبور) امام جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے، کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۱۱۵- شرح الصدور، طبع مصر، ۱۹۶۰ء، ص ۸۰ کا جو مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے، اس میں اس روایت میں سبب دیے جانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۱۱۶- مولوی نسیم اللہ بہزنجی نے لکھا ہے کہ حضرت مظهر سے منسلک ہونے سے پہلے شاہ محمد شفیع نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے استفادہ باطنی کیا تھا:

ایشان اول ذکر ابن طریقہ در خدمت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرفتند (بشارات، ورق ۲۰۱-۱)

اس لیے ہمارا خیال ہے کہ متن مقامات مہری میں کسی بزرگ سے شاہ ولی اللہ ہی مراد ہیں۔

۱۱۷- حضرت مظهر کے مین حیات ہی مرض فتق میں انتقال ہو گیا تھا اور احاطہ مزار شاہ ولی اللہ، دہلی میں دفن ہوئے جس کا ذکر خود حضرت مظهر نے کیا ہے (مکتوب نمبر ۳۳ کلمات طلیات، بشارات مہریہ، ورق ۲۰۱-۱)۔

لوائح فانقاہ مہریہ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان میں متوسلین حضرت مظهر کی آپس کی مکاتبت میں عبدالرسول بن میاں محمد شفیع ساکن قصبہ بنادہ (مخواب) کا نام کئی مرتبہ آیا ہے، ممکن ہے عبدالرسول صاحب ترجمہ کے بیٹے ہوں۔ لیکن یہ محض قیاس ہے۔

۱۱۸- ہمارے پیش نظر بشارات مہریہ کا ایک ایسا قلمی نسخہ (برٹس میوزیم) ہے جس پر جا بجا مصنف مقامات مہری (حضرت غلام علی کے حواشی ہیں، متعلقہ حاشیہ پر انہوں نے لکھا ہے:

محمد حسین و محمد واصل از نھنہ بہ دہلی آمدند و از حضرت محمد زمان زیری

تا پترہ (۱۸) سال استفادہ کردند اشواق و بے خودی ممتہ کہ ہمہ جب واجب می نخستند (ورق ۱۸۶ - ۱)۔

گویا یہ دونوں مخصوصی طالب حق پہلے خواجہ محمد زمان زیری سے منسلک ہوئے تھے۔

تیرے خیر ناز نے تنہا مجھے ہی قتل نہیں کیا۔ اللہ جانتا ہے کہ سارا جہاں قتل ہے۔

بشارت مظہریہ کے حاشیہ پر ان کا وطن (ممکن) ٹھنڈہ لکھا ہوا ہے "از ٹھنڈہ بہ دہلی آمد نہ" (ورق ۱۸۶ - ۱)۔

حضرت غلام محمدا شاہ بنالوی بن حضرت شیخ محمد فاضل الدین بنالوی ' بارہویں صدی

ہجری کے مغرب کی نامور شخصیات میں سے تھے۔ انتقال ۱۱۶۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوا ' اپنے

والد کے جانشین بنے ' مغرب کے نامور حضرات نے ان سے ظاہری و باطنی فیض

حاصل کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے ' جن میں سے صفاہ الرأت ' نہایت اکمال اور

رمزالمعنی زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں شتوی رمزالمعنی اردو میں ہے ' اور ادب اردو کے

قدیم نمونوں میں خاصی اہمیت رکھتی ہے ' محمود شیرانی : مغرب میں اردو ' ص

۲۲۳ - ۲۲۸۔ شرائف غویہ ' قلمی ' (ورق ۱۲۹)۔ ب۔

صوفی محمد میر بھی شیخ محمد عابد سنائی کے تلمیذ تھے دیکھیے :

فصل احوال شیخ سنائی ' ص ۲۵۱۔

ایضاً ' فصل احوال شیخ سنائی۔

مولوی غلام حسین کے بارے میں حضرت مظہر غلام عسکری خان کو لکھتے ہیں :

مولوی غلام حسین نام ایک فاضل جو اخوانِ حلقہ اور یارانِ قدیم میں

ہیں۔ قصبہ تھانہ کے رہنے والے ' فاروقی النسب ' نجیب ' اور ہذب '۔

نجیب الدور کے ہاں بہ عنوان فضیلت ملازم ہیں۔ اس سے پہلے انہوں

نے اپنی قوم میں حادی کی تھی۔ لیکن ان کے ہاں لڑکا نہیں ہوا

اور (بیوی) کی مواہقت بھی پسند نہیں آئی بلکہ سکوت وطن سے بھی

غوش نہیں۔ فقیر کی صحبت پسند کی اور دہلی میں مستقل قیام کر لیا اور

دوسری حادی کا ارادہ کیا۔۔۔ (مجموعہ فلیق انجم ۸۹ / ۲۱۷)۔

مولوی نعیم اللہ نے ان کا ممکن ہر بردوان بتایا ہے "در ہر بردوان با مہمیت تمام

با طالبان حق بسر می برند" (بشارت ' ورق ۱۸۵ ب) بردوان ' بنگال میں ہے ' تفصیل

کے لیے ملاحظہ ہو :

Imperial Gazetteer of India, Oxford, 1909, vol. 1X. pp. 89-103.

حضرت مظہر اور ان کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے ' انہی کی وجہ سے حضرت

مظہر اکثر سنبھل جایا کرتے تھے ' اور انہی کے مکان پر قیام فرماتے تھے (بشارت

نواب ارشاد خان کے فرزند ظفر علی خان بھی حضرت مہر سے بیعت تھے بلکہ حضرت کے خلعانے مجاز میں سے تھے اور حضرت مہر کے کنار پروردہ تھے۔ بقول مولوی نسیم اللہ:

ایشان نیز از یاران مجاز آنحضرت اند و کنار پروردہ و تعلیم کردہ ایشان
باین ہر نظر اتفاقات نیز بایشان میداشتند (بشارات ص ۲۰۳)۔

نواب ارشاد خان کی وفات کے بعد سرداران بسولی نے ظفر علی خان سے تعلقات بحال رکھے تھے (مکاتیب مہر، مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۲۵) حضرت مہر مولوی مناء اللہ سنسلی کو لکھتے ہیں: جو کچھ آپ نے برخوردار ظفر علی خان کے بارے میں لکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے... اس کی انہی غویوں نے مجھے اپنا شکار کر رکھا ہے۔ ورنہ مجھ جیسے آزاد انسان کو جسے خود اپنی فکر نہیں کسی دوسرے سے کیا مطلب... مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی مال باپ کی جگہ اس کی غیر گیری کرنے والے کی بجائے سب کچھ میں ہی ہوں وہ میرے ساتھ ارادت، فرزندگی و غلامی اور بندگی کے آداب بجا لاتا ہے... اس سے کہیے کہ ہر صبح فحیر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرے... (ایضاً، ص ۱۳۲ - ۱۳۳) وہ ایسا انمول ہیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں، فحیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے (ایضاً، ص ۱۳۵) حافظ رمت خان صاحب نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے اور روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا اس لیے ظفر علی نے پہلی بھیت کا قصد کیا ہے (ایضاً، ص ۱۵۳) وہ اپنے اقربا کے ساتھ تھنہ کی وجہ سے شجاع الدولہ کے لشکر میں چلا گیا ہے (مجموعہ قریشی، ص ۱۰۵) نیز دیکھیے لوائح، ص ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱

مآثر الامراء، ۲۵۳/۱، بحوالہ تذکرۃ الامراء) غلام محمد خان اور کرم علی خان، امین الدولہ کے نمبر سے تھے۔ اس خاندان کے آخری نمائندے نواب عاشق حسین خان (ف ۱۹۴۲ء) رئیس سنہل تھے (ایضاً ۲۵۳)۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے تعین (قیاسی) کے مطابق نواب ارشاد خان کا انتقال ۱۳ ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ میں ہوا۔ (لوائح، ص ۲۴)۔

مشکاۃ المصلح، بہ تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، طبع دمشق، ۱۹۹۱ء، ۲۰/۲۴۰، نمبر ۲۷۵۶۔

مولوی نسیم اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مظهر کی شہادت کے بعد ملا نور محمد نے "بہ کمال بے ظرفی عرق کبر و افتخار" دعویٰ کیا کہ مجھے حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند سے براہ راست فیض پہنچا ہے، درمیان کے واسطے نہیں ہیں۔ جب یہ غیر عام ہوئی تو حضرت مظهر نے اسے خواب میں تنبیہ کی۔ تو اس نے مزار حضرت مظهر پر حاضر ہو کر معافی چاہی لیکن سنا باطنی نہ ہو سکی اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا (بشارات ورق ۲۰۴-۱)۔

لوائح خانقاہ مظہریہ میں شامل مکاتیب میں "ملا نور محمد" نامی ایک شخصیت کا ذکر کئی مرتبہ آیا ہے (ص ۱۵، ۱۶، ۲۲) لیکن حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے مراد یہی صاحب ترجمہ ملا نور محمد قدساری ہیں یا کوئی دوسری شخصیت ہیں، رقبہ شاہ علی بنام ملا نسیم میں ہے کہ ملا نور محمد کا تب دق کے مرض میں انتقال ہو گیا ہے (ایضاً ۲۲۰)۔

اخوند ملا محمد نسیم، حضرت مظهر کے مخصوص غلام میں سے تھے۔ محدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے حضرت مظهر اور اخوند نسیم مع متوسلین کے مابین مکاتیب کو کتابی صورت میں لوائح خانقاہ مظہریہ کے نام سے حیدرآباد، سندھ سے ۱۹۷۵ء میں شائع کر کے نہ صرف اس خاندان کو ملی دنیا سے روشناس کروایا ہے بلکہ ایک عظیم الشان علمی ذمیرہ ان کی اس کاوش سے محفوظ ہو گیا ہے۔ راقم محمد اقبال مجددی، ڈاکٹر صاحب کی نشان دہی پر اخوند ملا محمد نسیم کی خانقاہ واقع موضع اوج (ریاست دیر، صوبہ سرحد، پاکستان کی زیارت کے لیے جولائی ۱۹۷۷ء کو گیا۔ وہاں ایک اہلاری مخطوطات کی اور ایک ہوکیس تبرکت سے بھرا ہوا ہے، جس کی معتمدین کو سال میں مقررہ تاریخوں کو زیارت کروائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نشان دہی فرمائی ہے کہ ان تبرکات میں حضرت میرزا مظهر کا وہ چہرہ بھی ہے جس میں ان کی شہادت ہوئی تھی (لوائح، ص ۲) اور سلسلہ مظہریہ کے دو سو ایسے مکتوبات بھی محفوظ ہیں جو اس سلسلے کے متوسلین نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ ان میں سے اکثر مکتوبات ایسے ہیں جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے تھے۔ گویا خانقاہ حضرت مظهر کے ریکارڈ کا ایک بڑا حصہ ہے جو یہاں محفوظ رہ گیا ہے، اور دہلی کے نشیب و فراز سے دور پرسکون

ہزاروں (اوج) کے دامن میں اپنی بہار دکھا رہا ہے۔

علم صرف کی ایک قلمی کتاب پر حضرت اخوند محمد نسیم کی یہ تین سہریں ثبت ہیں:

ز لطف عزیز الحکیم - برآمد ز باغ محمد نسیم ۱۲۲۲ھ (دو عدد) - بسم اللہ الرحمن الرحیم - ز باغ محمد نسیم - ان مواہیر کے عکس ہم نے کتاب حاضر میں شامل کر دیے ہیں۔

ملانسیم کے نام حضرت مہر کے سات مکتوبات لواغ میں نقل ہوئے ہیں، (ص ۴۰-۳۰)۔

ملانسیم، حضرت قاضی مناء اللہ پانی پتی سے بھی منسلک رہے ہیں اوج کے اس مجموعے میں حضرت مہر کا ایک مکتوب (بنام قاضی صاحب) ایسا بھی ہے، جس میں ملانسیم کے لیے سفارش کی گئی ہے کہ وہ آپ کے پاس آ رہے ہیں، انہیں توجہ دیں، (مکتوب نمبر ۱۰، لواغ)۔ حضرت کے مکتوب نمبر ۵ بنام ملانسیم میں ہے کہ نجیب خان (نجیب اللہ) کا لشکر کھارسک کے قلع قمع کے لیے آیا تھا۔

بشارت مہر یہ میں ہے، عزیز باوجود دولت اجازت ارشاد ہر سال پشاور (اس وقت

اوج سے قریب ترین مشہور شہر پشاور ہی تھا) سے آتے اور حضرت کی صحبت سے مستفید ہوتے (ورق ۱۸۵)۔ مولوی نسیم اللہ مزید لکھتے ہیں:

در ان مملکت (اوج، دیر) اعتبار محبت و اعتبار کشف و کرامات بسیار دارد (ایضاً)

اخوند ملانسیم کا سال وفات ان کے مزار مبارک پر ۱۲۳۱ھ کندہ ہے۔ اس وقت صاحب زادہ جمیل احمد صاحب سجادہ نشین ہیں۔

مولوی نسیم اللہ ہزارمئی نے جو ان سے رام پور میں ملے تھے لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ

سے بیان کیا کہ حضرت مہر میری ثقاہت کے معترف تھے اور اس باب میں انہیں مجھ پر اعتماد تھا، اور مجھے اچھا فہم تسلیم کرتے تھے:

حضرت را بر ثقاہت من بسیار اعتماد بودہ ہر مسئلہ کہ پرسیدند، چون جواب آن عرض می کردم می فرمودند کہ تو خوب فہم ہستی - (بشارت، ورق ۱۸۲ ب)۔

۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء تک رام پور میں مقیم تھے، اور "تعلیم و تربیت طالبان" میں معروف

تھے۔ سنہ مذکور میں نسیم اللہ ہزارمئی کی ان سے ملاقات ہوئی تھی، لکھتے ہیں:

ایشان (ملا عبد الرزاق) نیز از مہتمیان طریق و اصحاب قدیم آنحضرت اند، حالاً از رام پور نواب فیض اللہ خان با طالبان حق اشتغال و سکونت دارند۔

فقیر کاتب بہ تقریبی در سال گزشتہ یعنی ہزار و دو صد و بیج ہجری در

پرگنہ رام پور وارد شدہ بود چون شرف التفاتی خدمت شریف ایشان

دریافتہ از فقیر بسیار خوش شہد و اوصاف و اخلاق و صحبت ہای عصر
آنحضرت یاد فرمودہ۔ (ایضاً ورق ۱۰۱۸۳ ب)۔

حضرت مہر کا ایک مکتوب ملا عبدالرزاق کے نام بھی ہے۔ (مجموعہ خلیق انجم
۱۶۱/۵۱) مولوی عبدالرزاق عیسیٰ بھیت میں بھی مقیم رہے ہیں (مکتوب حضرت مہر
نمبر ۴۹، مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۵۸)۔

مولوی نسیم اللہ بڑاٹھی ۱۲۰۵ھ میں ان سے ملے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
سنہ مذکور تک بقید حیات تھے۔ حضرت مہر کے متوسلین میں سے عبدالرزاق نام کے
دو افراد ہیں ایک صاحب ترجمہ ہذا ساکن رام پور اور دوسرے ساکن پشاور جن کا ذکر
لوائح غافقہ مہرہ میں شامل مکاتیب میں آیا ہے۔ ایک مکتوب (۱۹۲/۲۶۲) میں ان کے
نام کے ساتھ پشاور بھی تحریر ہے۔

۱۳۶۔ مولوی نسیم اللہ بڑاٹھی نے حضرت مہر سے منسلک جن تین شخصیتوں کے رام پور
یعنی بلا ولایت روہیلہ میں مقیم اور مصروف ارشاد پایا۔ ان میں ملا عبداللہ کا نام بھی
ہے۔ (بشارات، ورق ۱۸۵ ب) گویا ان کا مسکن رام پور تھا۔

۱۳۷۔ ان کا وطن (مسکن) بھی رام پور تھا۔ مولوی نسیم اللہ بڑاٹھی نے ان سے ۱۲۰۵ھ
میں رام پور میں ملاقات کی تھی۔ "در سال گزشتہ از فقیر نیز در رام پور ملاقات کردہ
بود" (بشارات، ۱۸۶، ۱)۔

۱۳۸۔ بشارات مہرہ میں ہے: از دست ایشان بسیار از مشرکان ہنود بہ نور ایان رسیدند۔ ایضاً
۱۸۵ ب)۔

۱۳۹۔ مولوی نسیم اللہ رام پور میں ان سے ۱۲۰۵ھ میں ملے تھے، اور اس سے پہلے انہوں نے
اسی سنہ میں ملا نور محمد قدهاری سے رام پور میں اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ وہ اس
موقع پر دو متوسلین یعنی ملا تیمور اور ملا عبداللہ سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں:

در سال گزشتہ (۱۲۰۵ھ) از فقیر نیز در رام پور ملاقات کردہ بود، احوال

ایشان بغایت بندہ نقل می کرد کہ این ہر سہ عزیزان در بلا ولایت روہیلہ

مقام خود ہا شیخ وقت و مقتدی زمانہ خدا ارشاد و ہدایت ایشان تا

قیامت جاری دارد (ایضاً ۱۸۶)۔

گویا ملا تیمور کا مسکن بھی رام پور ہی تھا۔

لوائح غافقہ مہرہ میں ملا تیمور اور ملا تیمور دونوں طرح سے آتا ہے۔ ان کے نام
عبدالعزیز خان کا ایک خط بھی لوائح میں ہے (نمبر ۶۳، ص ۲۲۳)۔

اٹھارھویں فصل

آپ کے بعض وہ مکتوبات جو آپ نے اپنے مخلصین کو لکھے

پہلا مکتوب

[خود نوشت حالات حضرت مظہر]

برغور دارتم نے مکرر التماس [۱۰۲] کیا ہے کہ میں اپنا حسب و نسب لکھوں ،
چوں کہ اس میں زیادہ فائدہ نہیں تھا اس لیے غفلت برتی گئی ۔ لیکن چوں کہ اس
وقت تمہاری سماجت حد سے گزر گئی ہے اس لیے مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے :

حقیقت یہ ہے کہ اس فقیر کے سرمایہ وجود کا آغاز ایک قطرہ آب اور انجام ایک
مشت خاک ہے ۔ اس عالم امتحان میں اس خاکسار کا نسب اٹھائیں واسطوں سے
توسط (حضرت) محمد بن حنفیہ ، شیر بیشہ ، کبریاء علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ و الثناء تک پہنچتا
ہے ۔

میرے اجداد میں سے امیر کمال الدین طائف سے آٹھویں صدی ہجری میں
کسی تقریب سے ترکستان گئے تھے ۔ انہوں نے وہاں کے ایک حاکم کی بیٹی سے جو
الوس قافقالان کا سردار تھا ، شادی کر لی ، اور تقرب حاصل ہو گیا ۔ چوں کہ اس کی
زینہ اولاد نہیں تھی اس لیے اس علاقے کی حکومت ان (امیر کمال الدین) کی اولاد
سے متعلق ہو گئی ۔

ہمایوں بادشاہ نے جب ہندوستان کی مملکت سوری افغانوں سے واپس لی تو وہ
اس خاندان کے دو بھائیوں ، محبوب خان اور بابا خان کو جو تین واسطوں سے امیر کمال
الدین کی اولاد سے تھے ، ہمراہ لایا ۔ ان دونوں کے حالات عہد اکبری کی تواریخ (۱) میں
ملتے ہیں ۔ اور ان بزرگوں کا مادری نسب امیر صاحبقران (تیمور) تک پہنچتا ہے ۔ میرا
نسب صرف چار واسطوں سے بابا خان پر ختمی ہوتا ہے ۔ خان مذکور (بابا خان) نے

عہد اکبری میں بغاوت کی تھی، جس کے جرم کی سزا میں میرے والد (مرزا جان) کم منصبی کا شکار رہے۔ انہوں نے عمر کا بڑا حصہ اور نگ زیب بادشاہ کی خدمت میں گزارا (۲) آخر ترک دنیا کی دولت کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا۔ اور انہوں نے طریقہ تقادریہ کے ایک خلیفہ (شاہ عبدالرحمن دہلوی) سے استفادہ کیا اور انہوں نے ۱۱۳۰ ہجری میں وصال فرمایا (۳)۔

میری ولادت ۱۱۱۳ھ (۴) کو ہوئی، سوہ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ بیس سال کی عمر میں کمرہمت باندھ کر دنیا سے کنارہ کش ہوا اور راہ فقر میں سعی شروع کر دی۔

(اس وقت کے) مروجہ علوم میں نے والد کی زندگی میں ہی پڑھ لیے تھے۔ حاجی محمد افضل سیالکوٹی (۵) شاگرد شیخ الحدیث شیخ عبداللہ بن سالم مکی کی خدمت کتب حدیث پڑھیں اور حافظ عبدالرسول دہلوی تلمیذ شیخ القراء شیخ عبدالحق شوقی سے قرآن مجید سیکھا۔

طریقہ نقشبندیہ کا ذکر، فرقہ اور اجازت مطلقہ جناب سید السادات سید نور محمد بدایونی (۶) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو دو واسطوں (۷) سے حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک تھے، حاصل کی۔ اور عمر کا ایک حصہ ان کی خدمت میں گزارا۔ ان کی وفات کے بعد اس طریقہ (نقشبندیہ) کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا۔

آخر حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنائی (۸) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا سلسلہ طریقت بھی دو واسطوں (۹) سے حضرت مجدد [۱۰۴] رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، کے آستانہ فیض آشیانہ پر جہر سائی کی۔ اور مدت تک ان کی خدمت کر کے طریقہ تقادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کا فرقہ اور اجازت حاصل کی۔

اور آج تک جب کہ ۱۱۸۵ ہجری ہے، ان حضرات کے حکم سے طالبان خدا کی تربیت میں مشغول ہوں۔ خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاتمہ بالخیر کرے۔

دوسرا مکتوب

طریقہ نقشبندیہ کے متوسلین کے احوال پر اعتراض کا جواب جو انتہائی بلند مقامات کے دعوے کرتے ہیں

مخدوما! تم نے دو شبہات لکھے ہیں : اول یہ کہ حضرات سرہند (اولاد و خلفای حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم) بلند مقامات کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ لیکن ان کے آثار اولیائی متقدمین کی طرح ظاہر نہیں ہوتے ۔ دوم یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو شاندار بشارات دیتے ہیں لیکن ان کے حالات ان بشارات پر دلالت نہیں کرتے ۔ اس طرح تو ان کی نہ صرف ان سے برابری بلکہ ان پر فضیلت لازم آتی ہے جو بعید معلوم ہوتی ہے ۔

جواب شبہ اول : جاننا چاہیے کہ اگلے بزرگوں نے بھی (مراتب) فنا کی تحقیق کے باوجود اعلیٰ کمالات کا دعویٰ کیا ہے ۔ اور اس طبقہ کی کتابیں (۱۰) ان مطالب سے بھری پڑی ہیں ۔

منفصود یہ ہے کہ اس طبقہ کی ایک جماعت تو ان امور کے اظہار پر مامور ہے ، اور ایک کو غلبہ سکر کے باعث معذور قرار دیا گیا ہے ۔ پس ان کے معاملے میں ان دونوں احتمالات میں سے کوئی ایک سمجھ لینا چاہیے سوائے نبوت کے کوئی کمال بنیادی طور پر ختم نہیں ہوا ۔ اور مبداء فیاض سے نخل اور دریغ ممکن نہیں ہے ۔ اس لیے ان بزرگوں کے حق میں حسن ظن سے کیا چیز مانع ہے ؟ آخر یہ صحابی مسلمان میں سے ہیں اور اگر آثار کمال کے ظہور سے استقامت مراد ہے تو یہ فوق کرامت ہے ۔ پس اس طریقہ کے قوی اصحاب سے پوری قوت کے ساتھ اس کا اظہار ہوا ہے ۔ ضضاء پر اعتبار نہیں ہے اور اگر آثار (کمال) سے مراد کرامات اور مکاشفات کا ظہور ہے جسے عوام پسند کرتے ہیں تو یہ مقدمات صوفیہ کے نزدیک نہ تو ولایت کے لیے شرط ہیں اور نہ لازم (۱۱) ۔

یہ مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام سے جو کہ تمام امت مرحومہ میں افضل ہیں ایسے امور بہت کم ظاہر ہوئے ہیں ۔ چوں کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) کے مجاہدات اور ریاضتیں صحابہ کرام اور تابعین کے مطابق اور کتاب و سنت کے اتباع میں ہیں ۔ اس لیے اس طریقہ کے اکابر کا ذوق و وجدان بھی صحابہ کے مطابق ہے (۱۲) ۔ فلا تکن من الممتزین (۱۳) ۔ (میں تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا) ۔

شہہ دوم کا جواب یہ ہے کہ اہل کمال کے باطنی آثار معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خاص طور سے اس طریقہ کی نسبت بے کیف معلوم کرنا ہر عمر و زید کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ صحیح فراست کے مالک ہیں۔ ان سے یہ بات مخفی نہیں رہتی اور آثار ظاہری میں جس میں کثرت طاعت و ریاضت اور افراط ذوق و شوق اور تجرید و انتظام از دنیا شامل ہیں، اہل اخلاص و ریا اور ارباب حق و باطل سب شریک ہیں اور احیاناً گناہوں کے سرزد ہو جانے سے مصومین کے سوا کوئی محفوظ [۱۰۵] نہیں ہے (۱۴)۔

سچ تو یہ ہے کہ نبوت کا زمانہ دور ہونے اور قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے ظاہری و باطنی امور میں مکمل طور پر ضعف آ گیا ہے۔ لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں ہیں۔ ایسی بشارات سے مشائخ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید اس مقام سے قدرے بہرہ ور ہوا ہے نہ یہ کہ مشہور اولیاء کی طرح اس مقام میں اس نے قوت اور رفعت حاصل کر لی ہے جس سے مساوات لازم آئے۔ اگر ایک اچھی استعداد والا طالب عمر کا ایک حصہ اس جد و جہد میں صرف کرے اور ان بزرگوں کی دولت (باطنی استعداد) میں شریک بن جائے تو یہ محالات میں سے نہیں ہے:

فیض روح القدس از باز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آنچه مسیحائی کرد (۱۵)

جاننا چاہیے کہ ان حضرات کی نسبت انکاسی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے آئینہ میں سورج کی روشنی کا انکاس، پیر کے انوار آئینہ (قب) مرید پر نقش ہونے کے لیے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ انکاس یقین میں بدل جائے اور مرید کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے بعض اوقات مقام کا عکس مرید کے آئینہ باطن میں پڑنے لگتا ہے۔ اور وہ مقام مرتبہ تحقیق تک نہیں پہنچا ہوتا، اور پیر کشف دقیق اور نظر تحقیق کو کام میں لانے بغیر مرید کو اس مقام کی بشارت دے دیتا ہے۔ اور (پیر سے) جدا ہونے کے بعد وہ نسبت جو بشرط محاذات (۱۶) ظاہر ہوئی تھی چھپ جاتی ہے۔ پس اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو بڑی بات ہے۔ یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں۔ کیوں کہ پیروں میں کثیفی نسبت بہت کم یاب ہے اور پھر مریدین بھی ضعف ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارت مقام کے لیے بے چین رستے ہیں (۱۷)۔

تیسرا مکتوب

صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے معنی

تم نے پوچھا تھا کہ صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے کیا معنی ہیں۔
جاننا چاہیے کہ عربی لغت میں لفظ نسبت کا مطلب طرفین کا تعلق ہے اور
صوفیہ کی اصطلاح (۱۸) میں یہاں وہ تعلق مراد ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان ہوتا
ہے۔ جسے متکلمین صانع اور مصنوع کے تعلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوزے کی
نسبت کھار سے ہوتی ہے اور بظاہر کتاب و سنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

اگر صوفیہ وحدت الوجود کے ماننے والے ہیں تو وہ اس نسبت کی تعبیر کثرت
میں وحدت کے ظہور سے کرتے ہیں۔ جیسے موج و حباب کی صورتوں میں پانی کا
ظہور۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کثرت ہماری حقیقی وحدت میں کبھی حاوی نہیں ہوتی۔ اس
تعبیر کا ما حاصل حق سے خلق کا عینہ اثبات ہے۔ اور اس کے مفہوم کو تاویلات اور
تجلیات کے ساتھ عقلی و شرعی طور پر پیش کرتے ہیں۔

اگر صوفیہ وحدت الوجود سے تعلق رکھتے ہیں تو اس نسبت کو اصل اور ظل کے
تعلق سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسے سورج سے لگنے والی شمع کو سورج سے نسبت
ہے۔ یہاں ظل سے مراد تجلی ہے۔ یعنی مرتبہ ثانیہ میں کسی چیز کا ظاہر ہونا اور یہ
[۱۰۶] کثرت ظلی بھی سورج کی حقیقی وحدت کا مقام نہیں ہو سکتی (۱۹) پہلی اور
دوسری تعبیر میں اتنا فرق ہے کہ ظل کی کوئی اور حقیقت اپنی اصل سے الگ نہیں
ہے۔ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ ثانی میں ظہور کر کے خود کو ظل ظاہر کیا ہے۔
لیکن ایک کو دوسرے کے مشابہ خیال کرنا درست نہیں، مگر یہ مشابہت موج اور دریا
(کی تعبیر) میں صحیح ہے۔ اس لیے شہود یہ اس تعبیر کے مطابق احبات غیریت اس
طرح کرتے ہیں کہ توحید وجود حقیقی میں ظل واقع نہ ہو اور کتاب و سنت سے یہ بات
بآسانی استنباط کی جاسکے۔

پہلی تعریف کے مطابق نسبت کا مفہوم وجودی صوفیہ کی کتابوں (۲۰) سے
معلوم کرنا چاہیے۔

شہودی صوفیہ کے نزدیک اس کی تعریف اس طرح ہے کہ حقائق ممکنات علم

الہی کے مرتبے میں عدم اور وجود سے مرکب ہیں۔ اس طرح کہ اعدام اضافیہ یعنی عدم العلم جو جمل سے عبارت ہے۔ اور عدم القدرت وغیرہ جسے عجز کہنا چاہیے۔ جن کے علیحدہ علیحدہ مفہوم ہیں۔ اور ان سے مرتبہ الہی کا ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ صفات حقیقیہ کے آئینے جو ان عدمات کے مقابل ہیں اور ان صفات کے عکس ان آئینوں میں منعکس ہوتے ہیں اور یہ مخلوط تعینات عالم کے مبادی ہیں۔ ان کے نزدیک اعیان ثابتہ فی العلم، اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے پرتو سے مرکب ہیں۔ اور خارج ظلی کے آئینوں میں جو خارج حقیقی کا ظل ہے۔ آثار خارجیہ کا مصدر بن گئے ہیں۔ بس ان کے نزدیک اعیان خارجیہ وجود ظلی میں موجود ہیں اور خارج ظلی میں متحقق ہیں، جو وجود حقیقی کے تحقق کا موطن ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے اور اس کے توابع سب ظلاً یا انکساراً خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ کیونکہ وجود حقیقی کے ساتھ خارج حقیقی میں سوانے خدا کے کوئی چیز موجود نہیں، پس یہی توحید ہے۔

چونکہ عدم شر اور نقص کے پیدا ہونے کا مقام ہے اور وجود خیر اور کمال کا مبداء ہے اور دنیا عدم اور وجود دونوں سے مرکب ہے۔ بلکہ عدم اس کا ذاتی اور وجود عاریتی ہے [۱] اور وجود حق بسیط ہے اور غیر محض اور حسن محض ہے اور عین عالم نہیں ہو سکتا (۲۱) اس لیے دنیا حسن و بجم کا مجموعہ ہوگی۔ لیکن تمام وجوہ جن خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ برائی کی تمام اقسام عدم کی طرف سے آتی ہیں۔ جب سالک اپنی استعداد کی قوت سے اور جذب مشائخ سے جو جذبہ الہی کا پرتو ہے، سیر علمی کے ذریعہ امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی کی طرف سفر کرتا ہے جو غلمانی اور نورانی مجاہدوں کے دور ہو جانے سے عبارت ہے اور حدیث کے مطابق خدا اور خلق کے درمیان حامل ہے، تو اس نسبت محاذات کی برکات جو ظاہر اور مظهر کے درمیان متحقق تھے، وہ ان پردوں کے ہٹ جانے [۱۰۷] سے جو سالک کے تعین کے آئینہ پر شمس حقیقی کے انوار کے منعکس ہونے میں مانع تھے، دور ہو جاتے ہیں، اور انوار کی فراوانی اس آئینہ کو ڈھانپ لیتی ہے، اس حالت کو "نسبت فنا" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فنا کے بعد لازم ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر مقام کے مطابق وہی وجود عطا ہو، جس سے سالک بشریت کے کارخانے اور شریعت کے احکام کو قائم رکھ سکے۔ اس کو "نسبت بقائی" کہتے ہیں۔ پس اگر سالک تمام "غلمانی اور نورانی" محجبات دور کر کے "صفات اور حیوانات" کی تجلیات سے گزر کر "تجلی ذات بحت" سے مشرف ہو جائے اور زمانہ

نبوت باقی ہو تو وہ نبی ہو جاتا ہے اور عصمت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے جہاں شر کے صادر ہونے کا احتمال باقی نہیں رہتا ، ورنہ امکان سے وجوب کی طرف جتنی مسافت طے کی ہے اسکے مطابق عدم سے جو شر محض ہے دور ہو جاتا ہے ۔ اور کلمات عدم انوار کے غلبہ سے مضحل ہو جاتی ہیں اس لیے سالک مصدر خیر بن جاتا ہے ۔ چونکہ احیائے وقوع شر کا احتمال باقی ہے ولی اور نائب نبی ہو جاتا ہے ۔ اور وہ بنی نوع کی تربیت و اصلاح کرتا ہے ۔ اس لیے کہا گیا کہ انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں (۲۲)۔

ظہور نسبت کے یہی معنی ہیں جو اس قوم (صوفیہ) کی اصطلاح ہے ۔ اور مختصراً یہی صوفیہ ، شودیہ مجددیہ کا مشرب ہے ۔ رحمہم اللہ

چوتھا مکتوب حضورِ اور حصولِ علم کا بیان

مخدوم! آپ کا سوال ہے کہ حصول فنا کے بعد دوامی حضوری لازماً ہے [لیکن سالک کو] حجاب حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی غفلت ہوتی ہے ۔ اس کا سبب کیا ہے ؟

جاننا چاہیے کہ اس شعبہ کی بنیاد جس اشتباہ پر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم دو قسم (۲۳) کا ہے ۔ حضوری اور حصولی ، حضوری تو نفس عالم کو لازم ہے یا اس کا عین ہے ۔ جیسے علم نفس اپنے اور اپنے عوارض کے بارے میں اور حصولی ، عقل و حواس کے توسط سے ذہن کے آئینہ میں معلومات کی صورتوں کا حامل ہونا ہے ، اور سالک جو سیر علی کے ذریعہ امکان کی پستی سے وجود کی بلندی تک پہنچتا ہے تو یہ علم اس کے لیے حضوری ہو جاتا ہے حصولی نہیں رہتا ۔ اور جناب الہی سے عارف کے علم حضوری کے تعلق کی کیفیت یہ ہے کہ صوفیہ کے نزدیک احیاء کا وجود ظنی ہے حقیقی نہیں ۔ یعنی یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے حضرت وجود حقیقی کا پرتو ہے ، اور خارج میں وجود واحد کے علاوہ کوئی اور وجود متخلف نہیں ہے ، ظلال کا تعدد و تکثر دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے اور ظل جب تک اپنی اصل سے غافل ہے اور اپنی ظلیت سے آگاہ نہیں ہے وہ اپنے پندار میں اپنا مستقل وجود سمجھتا ہے ۔ اور

گفتگو کے دوران [۱۰۸] لفظ "میں" سے اس وجود وہمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق وہ مسافت (سلوک) طے کر لیتا ہے جو خدا اور مخلوق کے درمیان سے نورانی اور غلمانی حجاب دور ہونے سے عبارت ہے اور حدیث سے ثابت ہے تو اپنی اصل سے واصل ہو جاتا ہے۔ اور خود کو واصل کے پرتو سے زیادہ نہیں پاتا اور اپنے وجود اور اس کے توابع کو اصل سے مستعار سمجھتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ ظل کی حقیقت علیحدہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ مانی میں تعین ظلی کے ساتھ ظہور کیا ہے۔ اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ "میں" کا مرجع اور مشاۃً الیہ وہی اصل ہے نہ کہ پرتو اور اس وقت اس کا علم حضوری جو اس تعین ظلی کو لازم تھا، اصل سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اولاً لفظ "انا" کا اشارہ اصل کی طرف راجع ہوتا ہے اور چونکہ یہ اصل کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے اس لیے پھر وہ "انا" ظل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور جب یہ حالت مستقل طور پر رہتی ہے تو اسے دائمی حضوری کہتے ہیں۔ اور تحقیق فنا کے بعد اس حضوری کو زوال نہیں ہے۔ اگر کبھی اس کیفیت میں فناء واقع ہو جائے تو وہ ضعف علم العلم میں ہوتا ہے نہ کہ عین علم حضوری میں (۲۴)۔

جب تک حارف کے حواس باقی ہیں علم حصولی عوام الناس کی طرح باقی رہتا ہے۔ کیونکہ بشری امور کا ظہور اس پر موقوف ہے۔ اس علم کو بارگاہ خداوندی میں ہرگز بار نہیں کیوں کہ حواس کا اس بارگاہ میں کوئی دخل نہیں۔ اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ [سالک] علم العلم کے منالط کو علم حضوری کا فتور سمجھ کر دوام حضور سے منکر ہو جاتا ہے۔ حضرت [عمر] فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اصلی و اجز الجیش" (میں ناز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں) یہاں ان دونوں علوم کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ لشکر کی تیاری کا تعلق حصول علم سے ہے اور ناز میں حضوری کا ہونا علم حضوری سے متعلق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ استناب کی ناز بے حضور نہیں ہو سکتی اور جہاد کی تدبیر تصور اسباب کے بغیر ممکن نہیں۔

پس جب تک دونوں طرح کے علم یک وقت حاصل نہ ہوں [جو دو عبارتوں کا تداخل ہے] (۲۵) یہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ایک شخص سے نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلیفہ مانی [حضرت عمر] کے قول کے معنی بھی صحیح نہیں رہتے۔

پانچواں مکتوب

ان جہات کے جوابات جو حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کیے گئے ہیں

برخوردار ! ان جہات کے متعلق جو بے وقوفوں کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقالات کرامت آیات پر کیے جاتے ہیں ، تمہارے سوالات نظر سے گزرے ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ان اعتراضات کی بنیاد جہالت ہے یا حسد پر ۔ انکار کرنے کی رسم بہت پرانی ہے ۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ [۱۰۹] اور دوسرے اکابر کی تکفیر میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد نے دفع دغل کے طور پر اپنے مکاتیب میں ان تمام جہات کے جوابات دیے ہیں (۲۶) ۔ آپ کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ (۲۷) لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی " کشف الطاعن وجہ الخطاء " (۲۸) کے نام سے ایک مختصر رسالہ تالیف کیا ہے ۔ آں جناب کے ایک مخلص مولانا محمد بیگ ترکی ثم الکی نے بھی ایک رسالہ " عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطا والصواب " (۲۹) کے نام سے لکھا ہے ۔ جو بطور سوال و جواب ہے اور محمد برزنجی (۳۰) شاگرد شیخ (ابراہیم) کردی ثم الہدنی کے رسالہ کے رد میں مرتب کیا ہے اور عرب کے چاروں مذاہب کے علماء کی مہریں اس پر ثبت کروائی ہیں ۔

غیر معروف معارف جب ظاہر ہوتے ہیں تو حسد کا سبب بنتے ہیں اور مادہ حسن ان معارف غیر متعارف کی بنا پر ہے جو آئیناب (حضرت مجدد) سے قرون اولیٰ میں شیوع پذیر ہوئے ۔ مہمود بالآخر قرون مملہ کے بعد پردہ کموں میں چلا گیا تھا ۔ اور آپ (حضرت مجدد) کی طینت مطہرہ کی خصوصیت سے ظاہر ہوا ۔ کیوں کہ یہ آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مقدسہ کا بقیہ تھا ۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ پہلے ان مقالات کے قائل (فاعل) کی طرف نظر کی جائے ، اگر وہ کتاب و سنت کا تابع ہے اور اس کے اکثر اعمال و اقوال میزان شریعت پر موزوں ہیں تو اس کے کلام کے تشابہات کی تاویل اس کے کلام کے محکمات کے موافق کی جائے یا اسے

ذہکی مچھی باتوں کے جاننے والے یعنی خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اسے معذور سمجھا جائے۔ کیوں کہ اس قوم (صوفیہ) کو بہت سے عذر ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی عبادات حال کے غلبہ میں ان کی مرادات کی مسامتہ نہیں کرتیں اور کبھی معلومات کثیف میں وہم اور خیال کے مخلوط ہو جانے سے غلطی ہو جاتی ہے اور اس خطا میں وہ "اجتہادی خطا" کی طرح معذور ہیں اور کبھی ان کی اصطلاح کی اطلاع بہتر نہیں ہوتی پس ان امور کے پیش نظر اعتراض ترک کرنا لازم ہے۔ خاص طور پر حضرت مجدد کے کلام کرامت انتظام پر اعتراض کرنا بالکل فضول ہے۔ کیوں کہ ان کے طریقے کی بنیاد اتباع سنت پر ہے، اور ان کی تصانیف (۲۱) بھی ایسی ہی نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اس فتنہ کے ہیجان کا بڑا سبب توحید وجودی سے انکار اور توحید شہودی کا ماننا ہے (۲۲) کیوں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر آپ کے دور مبارک تک لوگوں کے ذہنوں پر وحدت الوجود کا مسئلہ چھایا ہوا ہے۔ حضرت مجدد کا توحید وجودی سے انکار کرنا علمائے ظاہر کے انکار کی طرح نہیں ہے (۲۳) بلکہ جس مقام سے وحدت الوجود کے ماننے والے بات کرتے ہیں۔ آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اسے تسلیم کرتے [۱۱۰] ہیں (۲۴)۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ اصلی مقام کو اس سے زیادہ بلند بتاتے ہیں اور غیریت کو جو خدا اور مخلوق کے درمیان ہے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ وہ وجود حقیقی (جو خارج حقیقی میں متحقق ہے) کی وحدت میں محفل نہ ہو، وحدت الوجود کے ماننے والوں کے خلاف جو خلق اور خالق کے درمیان عینیت ثابت کرتے ہیں۔ وحدت وجود اور شہود کا مسئلہ دیگر خطوط میں بخندہ لکھا گیا ہے۔ والسلام۔

چھٹا مکتوب

بعض شبہات کا جواب

حمد و صلوة کے بعد فقیر جان جانان کی طرف سے مولوی صاحب (۲۵) مہربان سلمہ الرحمن مطالبہ فرمائیں۔ آپ کا ایک طویل التفات نامہ ملا۔ جس میں حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے "مقالات کرامت سات" پر شبہات کیے گئے

ہیں۔

مخدوما! یہ شبہات صرف اس لیے ہیں کہ حضرت مجدد الف ہانی کی اصطلاحات (۳۶) کو اچھی طرح سمجھا نہیں گیا۔ اگر حضرت کے مکتوبات کی تین جلدیں میسر ہوں تو ان کا مطالعہ کریں، اطمینان ہو جائے گا۔ (فاطر جمع ہو جائے گی)۔ تعمیل ارشاد کے طور پر میں چند باتیں لکھتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ حضرات صوفیہ لفظ وجود کے معنی تین طرح سے کرتے ہیں۔ ایک وجود معنی کون (ہونا) اور حصول یعنی حاصل ہونا جو کہ امر انتزاعی اور مقولہ مانوی ہے، دوسرے وجود منبسط جو پہلے معنی کے انتزاع کو متغیر کرنے والا اور صادر اول ہے، یہ جو انتزاع معنی اول کے منشا اور ظاہر وجود کا، دونوں وجود ذات باری تعالیٰ سے متاثر ہیں اور ذات ان دونوں وجود سے مصدر آثار نہیں ہو سکتی۔ تیسرا وجود وہ ہے جو اول الاوائل اور مبداء المبادی ہے، اور اس قوم (صوفیہ) کے خیال میں عین ذات ہے، اور ذات اس وجود سے مصدر آثار ہے۔ حضرت مجدد الف ہانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذات تعالیٰ خود اپنے آثار کا مصدر ہے۔ جب وجود اور ذات حقیقت میں ایک ہوں تو آثار کے صادر ہونے کو چاہے وجود سے منسوب کرو چاہے ذات سے مطلب ایک ہی ہے۔ پس یہ اختلاف لفظی ہے۔ تسلسل کو یہاں کیا دخل ہے، تسلسل تو اس وقت لازم آتا ہے جب وجود حق تعالیٰ کسی دوسرے وجود سے مستفاد ہوتا اور اس وجود سے مصدر آثار ہوتا اس موجود کا بھی ایسا ہی حال ہوتا (۳۷) آپ (حضرت مجدد) کا لفظ وجود کائنات ہواوندی پر اطلاق کرنا اور عمل بالمواطات (۳۸) سے ایک دوسرے سے بچنا احتیاط کی وجہ سے ہے، کیوں کہ شرع میں یہ اطلاق کہیں وارد نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات توفیقی ہیں۔

تمہارے دو شبہ جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت محمدی پر حقیقت کعبہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں وہ مکتوبات کی تیسری جلد (۳۹) سے رفع ہو جائیں گے۔ ان شبہات کا جواب تو بہت طویل ہو گا (۴۰)۔

جو کچھ آپ نے [۱۱۱] حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول:

قد می هذه على رقبة كل ولي الله

(میرا پاؤں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے)

کے بارے میں لکھا ہے اگر معاصرین سے مخصوص کریں تو آں جناب پر کیا نقصان عاید ہوتا ہے اور ادب کی وجہ سے متقدمین کو مستثنیٰ کرنا لازم ہے۔ کیوں کہ ان میں کچھ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ اور اجداد ہیں (۴۱)۔ اس حدیث کے مطابق :

لا یدری اولہ خیر ام آخرہ (۴۲)

[امت کے بارے میں از خود یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ (دین

پھیلنے میں) اس کا اول بہتر ہے یا آخر]

متاخرین مستثنیٰ ہو جاتے ہیں کیوں کہ تقدیم اور تاخیر نسبی امر ہے۔ اور وہ ہر متاخر کا ایک متاخر ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا متاخر ان سے افضل ہو۔ (کمالات نوت کے علاوہ دیگر کمالات قطعی طور پر ختم نہیں ہوئے) (۴۳) آپ کے التفات نامہ کے مطابق میں حق اور باطل میں فرق کرنے پر مامور تھا اور :

المامور معذور اللہم ارننا الحق حقا و ارننا الباطل باطلا

(جو کسی کام پر مامور ہو معذور ہوتا ہے ' اے خدا تو سچ کو سچ اور جھوٹ کو

جھوٹ کر دکھا) والسلام

ساتواں مکتوب

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جان جانان کی طرف سے مطالبہ فرمائیں۔ آپ کا التفات نامہ ملا جس میں آپ نے دریافت کیا تھا کہ جناب قیوم ربانی مجدد الف ثانی اور محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے ؟

مخدوم! فضیلت کی دو قسمیں ہیں ' جزوی اور کلی۔ ظاہر ہے کہ آپ کا سوال جزوی فضیلت کے بارے میں نہیں ہے ' اور فضل کلی قرب الہی کے زیادہ ہونے پر منحصر ہے۔ اس کا تعلق باطن سے ہے ' اور عقل کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر مناقب کی کثرت یا قلت سے مطلب کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن افادہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نقل عبارت ہے کتاب و سنت اور قرن اول کے اہماع سے ' یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں بزرگوں کے وجود مبارک کتاب و سنت اور اہماع کے ورود سے

متاخر ہیں اور شرع کے یہ تینوں اصول اس سلسلہ میں خاموش ہیں - کشف میں غلطی کا احتمال ہے - اور مخالف پر حجت نہیں ' اور مریدوں کے اقوال قابل اعتبار نہیں کیوں کہ مریدوں کو اپنے پیروں سے غلو کی حد تک محبت ہوتی ہے ' اور ایسا صاحب کشف بھی نظر نہیں آتا ' جو ان دونوں حضرات کے کمالات کا اعلاہ کر سکے اور ان میں سے کسی ایک کی فضیلت کلی کا قطعی فیصلہ کرے ' اس لیے سلامتی کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو علم الہی کے سپرد کر دیا جائے اور ایسی فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے ' اور ان دونوں بزرگوں کے فضائل کا قائل ہونا چاہیے - اس باب میں لب کشائی بے ادبی ہے کیوں کہ یہ مسئلہ دینی ضروریات میں سے نہیں ہے کہ اس پر بات کرنا لازم ہو ' وہ انتہائی محبت جو ہمیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ہے ' کے سامنے دم مارنا مناسب نہیں ہے - کیوں کہ یہ بات عقل کی حدوں سے گزر گئی ہے (۴۴):

ہرگز [۱۱۲] در پیش و کم نمی باید زد
از حد بروں قدم نمی باید زد
عالم ہمہ مرات جمال ازلی است
می باید دید و دم نمی باید زد (۴۵)

اٹھواں مکتوب

ان دو مفہیم کی تطبیق جو حضرت مجدد کے کلام سے معلوم ہوتے ہیں

مخدوما! آپ نے تحریر کیا ہے کہ حقائق ممکنات کے مسئلہ میں حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ واحدیت کے مرتبہ میں جو غانہ علم الہی میں کمالات الہیہ کی تفصیل سے عبارت ہے ' ہر صفت کمال کے مقابلے میں اس صفت کے عدم اضافی نے ثبوت اور تماز پیدا کیا ہے - جیسے علم کی صفت کے مقابلہ میں عدم العلم جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے (۴۶) - علی ہذا القیاس -

وہ متماز کرنے والے اعدام آئینوں کے مقابلے کی وجہ سے ان صفات کے

انوار یا پرتو بن گئے ہیں اور تعینات عالم کے مبادی اور ممکنات کے حقائق بن گئے ہیں۔ یہ اعدام ان حقائق کے مواد کی جگہ ہیں اور ان میں عکوس اور غلال صور حالہ کی جگہ ہیں۔ اسی وجہ سے ممکنات کے اعیان خارجیہ ان حقائق کے مرکز پر مصدر آثار ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دونوں قبول کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے خیر اور شر کے مصادر ہوتے ہیں، حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کی تعینات کی مبادی صفات ہیں۔ یہی غلال مذکورہ کے اصول ہیں۔ اور وجود وجودی رکھتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ ان حضرات کے حقائق میں عدم داخل نہ ہو حالانکہ یہ حضرات بھی ممکنات میں سے ہیں۔ اور آپ کی تحقیق کے مطابق ممکن کی حقیقت بے غلط عدم نہیں ہوتی۔ تو پھر تطبیق کی وجہ کیا ہے (۴۷)؟

مخدوم! چونکہ علم الہی میں وجودات صفات مقدسہ اور اعدام متنازعہ کے درمیان مقابلہ اور محاذات مقرر ہیں اس لیے جس طرح اعدام آئینہ صفات ہو گئے ہیں، صفات بھی ان اعدام کے آئینہ ہو گئے ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے کہ صفات مادے کی جگہ، اور اعدام صور حالہ کی بجائے ہیں۔ اس صورت میں جہت عدم حقیقت اور جہت وجود قوی ثابت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام مضموم ہیں اور ان سے شر کا صدور نہیں ہوتا لیکن ان کا خارجی وجود عدم اور وجود دونوں کو قبول کرتا ہے۔ امکان کا ثبوت دینے کے لیے ان حضرات کے حقائق میں عدم کا اتنا دخل کافی ہے۔ والسلام۔

نواں مکتوب

اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کافر فرنگ سے بدتر ہے

آپ نے پوچھا تھا کہ ایک بزرگ (۴۸) کا قول ہے [۱۱۳] کہ جب تک ایک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کافر فرنگ سے بدتر ہے۔ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟ کیوں کہ صوفی مومن ہے۔ اور کبھی وہ عالم اور متقی بھی ہوتا ہے۔ صحو اور افاقہ کی حالت میں اپنے اوصاف اور اعراض کا علم بھی رکھتا ہے۔ ایک

ہی نوع کے افراد میں ایک کی دوسرے پر فضیلت کا انحصار انہی اوصاف اور اعراض پر ہے نہ کہ ذات اور حقیقت پر ' اس لیے اس علم کے باوجود کہ کافر فرنگ کفر و معاصی سے متصف ہے اور اس علم کے باوجود کہ صوفی ایمان اور فضائل سے بہرہ ور ہے کس طرح خود کو اس سے بدتر سمجھ سکتا ہے ؟ اور اگر تکلفاً ایسا کرتا ہے تو وہ ان فضائل کو اس کے ردائل سے برا سمجھتا ہے ۔

اس عقیدے کی خرابی شرعاً و عقلاً ظاہر ہے ۔

مخدوم ! ہمارے مجددی حضرات کے مذہب میں حقائق ممکنات ' اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے ظلال سے مرکب ہیں (۴۹) - یعنی اعدام نے علم الہی میں اسماء و صفات کے تقابل کی وجہ سے علم الہی میں ثبوت پیدا کر دیا ہے ۔ اور اسماء و صفات کے انوار کے آئینے بن کر تعینات عالم کے مبادی ہو گئے ہیں ' اور خارج ظلی میں کہ ظل خارج حقیقی ہے ' خدا کی قدرت سے وجود ظلی میں موجود ہیں ۔ اس ترکیب کی وجہ سے آثار خیر و شر کے مصدر ہوتے ہیں ۔ عدم ذاتی کی وجہ سے کسب شر کرتے ہیں ۔ اور وجود ظلی کی وجہ سے کسب خیر ۔ یہ پوچھنا بات نہیں ہے کہ عالم حق میں جب کوئی شخص سورج کی روشنی سے لبریز آئینہ کو دیکھے تو پہلی مرتبہ اسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کہ آئینہ کو ' کیوں کہ آئینہ تو انوار کی کرنوں سے مستور ہو گیا ہے اور ذات پر نگاہ کرے گا تو اس تعین مرقی کو دیکھے گا نہ کہ انوار کو ' کیوں کہ اس کی نظر ظاہر پر نہیں ہے ۔ پس صوفی کی نظر نیک و بد اشیاء کے ظاہر پر ان مظاہر کے وجود کے سبب جو اس میں ظاہر ہیں اور مصدر خیر و شر ہونے ہیں ' پڑتی ہے ۔ اس وجود کی وجہ سے جو اس میں ظاہر ہونے والا ہے ' خیر ہوا ہے ۔ اور جب خود دیکھتا ہے تو اس کی نظر اپنے عدم ذاتی کی جہت پر پڑتی ہے ' جو منشاء شر ہے ' خود کو خیر و کمال سے مطلقاً عاری پانے گا ' اور وہ خیر و کمال جو اس نے وجود سے عاریتاً حاصل کیے ہیں ان میں اپنا پن پانے گا ۔ اس لیے مجبوراً خود کو کافر فرنگ اور دوسری اشیاء بد سے کمتر سمجھے گا ۔

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر و کمال کو منسوب نہیں کرتا ' بلکہ انہیں مستعار سمجھتا ہے ۔ فنا نے تمام اور معبود صحیح کے حاصل ہونے کے معنی بھی یہی ہیں ' اگر صوفی کی نظر اپنی جہت وجود [۱۱۴] اور اپنے مستعار انوار پر پڑتی ہے اور اس کی جہت مراتب

جو کہ عدم ہے مستور ہو جاتی ہے تو پھر وہ "انا لشمس" کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ اور حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے "انا الحق" کہنے کا یہی راز ہے۔ اگرچہ وہ اسے دیکھنے سے معذور تھے، لیکن دیکھنے میں خطا کی، اور سکر کے غلبہ کی وجہ سے جہت عدم اور جہت وجود میں تمیز نہ کر سکے (۵۰)۔ اور اس راستے کے بہت سے سالکوں سے ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جسے خدا اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے محفوظ رکھے۔

دسواں مکتوب

اس جہہ کا ازالہ کہ "ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہوئے لیکن اس مرض سے شفا کے لیے دعا نہیں کی، جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دفع مرض کے لیے دعا کرنے سے ولی کے صبر کی پیغمبر کے صبر پر افضلیت لازم آتی ہے

آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح ایک بڑی بلا میں گرفتار ہوئے، اور ایک بزرگ ان کی عیادت کے لیے گئے تو پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ حال تو ظاہر ہے۔ لیکن ابھی تک میں نے رب انی مسنی الضر (۵۱) (اے خدا مجھے تکلیف نے گھیر لیا ہے) نہیں کہا۔ یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح نہ تنگ آیا اور نہ ہی امان اور پناہ مانگی۔ ایسی صورت میں اس بزرگ کا مقام صبر حضرت ایوب کے مقام صبر سے بلند معلوم ہوتا ہے، چوں کہ مقام صبر بہت ارفع ہے۔ اس لیے اس ولی کی حضرت ایوب علیہ السلام پر فضیلت لازم آتی ہے (لیکن یہ بات اجماع کے خلاف ہے (۵۲)) اس لیے اس جہہ کا حل لازم ہے۔

جواب: مخدوما! بظاہر یہ جہہ وارد ہوتا ہے، لیکن اگر غور کریں تو اس میں جہہ کی گنجائش نہیں ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے تو کہا تھا:

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین (۵۳)

(اے خدا مجھے مصیبت نے گھیر لیا ہے اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے)

نیز یہ بھی کہا تھا :

انى مسنى الشيطان بنصب و عذاب (۵۴)

(اے خدا شیطان نے مجھے مصیبت و ایذا میں مبتلا کیا ہے)

بظاہر یہ آیات بے صبری اور بے تابی کی دلیل ہیں ، لیکن اللہ تعالیٰ جو مخفی اور دلوں کا جانتے والا ہے ، فرماتا ہے :

انا وجدناه صابراً نعم العبد انه اواب (۵۵)

(ہم نے اسے صابر اور اپنے بندوں میں لچھا پایا وہ بے شک ہماری طرف بہت

رجوع کرنے والا ہے)

اس لیے معلوم : کہ ان کی یہ بے صبری بھی صبر کا ایک لطیفہ ہے ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ان کی بے صبری کے باوجود ان کے صبر کا اقرار نہ کرتا ، اس کا راز یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا نفس شریف مدت دراز تک مختلف مصائب مثلاً مال اور اولاد کی ہلاکت ، مرض کی شدت ، فقر اور لوگوں کی ان سے (اور ان کے ساتھیوں سے (۵۶)) نفرت و حقارت پر صابر رہا (۵۷) اور جب نزولِ رمت کا وقت قریب آ گیا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان مصائب کا حل آہ و زاری پر منحصر ہے ۔ اس وقت بے صبری کا اظہار ادب ہے تو آپ مقامِ صبر سے ترقی کر کے مقامِ رضا میں پہنچے ، جو کہ قرب کے تمام مقامات پر فوقیت رکھتا ہے اور بے صبری کی عار پر صبر کیا ، اور آہ و زاری کرنے لگے ، اس ادب کے صلہ [۱۱۵] میں "نعم العبد" (۵۸) بنے اور "انہ اواب" (۵۹))

وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) کے منصب کا خلعت ملا ۔ کیوں کہ ادبِ مشتق ہے ۔ اوب سے جس کا مطلب ہے "رجوع" یعنی اتنے سال کے صبر کی وجہ سے آپ نے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع نہیں کیا ، بلکہ خدا کی رضا کی طرف رجوع کیا (کہ اظہارِ بے صبری اس وقت منظور تھا (۶۰)) ۔ الحمد للہ خدا نے ان کے صبر کی داد دی اور ظاہری بے صبری کے باوجود ان کے باطن کے حال کو ہمیشہ نظر رکھ کر ان کے صبر کا اثبات کیا اور فرمایا :

انا وجدناه صابراً نعم العبد انه اواب

(ہم نے اسے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا ، بے شک وہ ہماری طرف

رجوع کرنے والا ہے)

اور جو کچھ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فص ایوبی میں فرماتے ہیں کہ غیر سے شکوہ کرنے سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے تو حضرت ایوب نے کسی غیر سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنا حال خدا کے حضور پیش کیا اس لیے صبر ترک نہیں کیا (۶۱) اس شبہ کا جواب ابھی مکمل نہیں ہوا، جب اس ولی نے خدا سے آہ و زاری نہیں کی اور دم نہیں مارا تو اس ولی کے صبر کی فضیلت اس نبی کے صبر پر ہنوز باقی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فوقیت نہ ہو، اس بے چارے ولی نے جو کمالات نبوت کے مذاق سے اور حقیقت عبودیت اور کمال مقام رضا کی خبر نہیں رکھتا، جو کچھ اس نے سکر کے غلبے میں کہا ہے وہ اس سے معذور ہے (۶۲)۔ والسلام

گیارہواں مکتوب

ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان (۶۳)

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح رہے کہ بعض حنفی فقہا نے ذکر جہر کے انکار میں غلو کیا ہے۔ اور اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے (۶۳) اور کچھ محدثین نے ثابت کیا ہے کہ ذکر جہر کی شرعی حیثیت ہے اور ذکر جہر کو ذکر خفی پر فضیلت دی ہے (۶۵) دراصل (دونوں فریق افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ اور انصاف سے نہیں کہتے یہ مقام تحقیق طلب اور محاکمہ چاہتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ لفظ ذکر کا مطلب ہے یاد کرنا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول ذکر لسانی، اس میں قلب کے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اعتبار سے ساقط اور غفلت کی اقسام میں سے ہے (۶۶)۔ دوسرے ذکر قلبی (۶۷) ہے جس میں زباں حرکت نہ کرے، صوفیہ کی اصطلاح میں یہ ذکر خفی ہے۔ صوفیہ کے مراقبات کی بنیاد اسی پر ہے، اور تمام سلاسل تصوف کا یہی معمول ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ کبھی ذات بحت کا حضور مراد ہے جو صفت کے ملاحظہ کے بغیر ہے اور کبھی اس کی صفات کے ملاحظہ سے، یہ دونوں وجوہ اس آیت سے مانگوں ہیں:

و اذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خفیہ و دون الجہر من القول بالغدو
والاصال (۶۸)

(اور صبح و شام اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے آواز نکالے بغیر یاد کرو)

دوسرے مذکور کی حضوری چاہتا ہے۔ اس کی نعمتوں اور بخششوں کے منوبات کو ملاحظہ کر کے موثر پر اثر کے استدلال کا یہ طریقہ ہے۔ شرع کی زبان میں اسے فکر سے تعبیر کرتے ہیں جو یقین کے زیادہ ہونے کے لیے مفید ہے۔ اور کتاب و سنت اس کے فوائد سے بھری پڑی ہے (۶۹)۔

ذکر کی تیسری قسم ذکر لسانی ہے جو ذکر قلبی کے ساتھ کیا جائے [۱۱۶] ذکر کی تمام اقسام میں یہ سب سے مکمل قسم ہے (۷۰) اس کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر ذکر ہیں اسماع نفس پر اکتفا کرے اور اسی کو شرع کی زبان میں ذکر خفی کہتے ہیں (۷۱) جو اس آیت سے ماخوذ ہے:

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة انه لایحب المعتقدین (۷۲)

(اپنے رب سے گڑ گڑا کر اور آہستہ دعا کرو، بے شک وہ سے بڑھنے

والے اسے پسند نہیں)

دوسرا ذکر وہ ہے جو دوسروں کو بھی سنائی دے اسے شرع میں جہر کہتے ہیں۔ اور خاص موقتوں پر بعض مصلحتوں کی وجہ سے جہر کو خفی پر فضیلت ہے۔ لیکن مطلق افضل نہیں ہے۔ جیسا کہ "صلوٰۃ جہر یہ" میں اذان اور قرات جہر سے پڑھنا کیوں کہ اس کا مقصد سونے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنا اور غافلوں کو تنبیہ کرنا ہے (۷۳)۔

ذکر خفی میں یہ حکمت ہے کہ نفس عمل سمع اور ریا سے پیدا ہونے والے فساد سے محفوظ رہتا ہے، جو قبول عمل میں مانع ہے۔ ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کتاب و سنت سے ثابت ہے (۷۴)۔ بلکہ اس حدیث کے مطابق تو ذکر جہر سے منع کیا گیا ہے (۷۵):

انکم لاتدعون اصم ولا غائباً (۷۶)

(بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے)

مخصوص کیفیات کے ساتھ ذکر جہر اور مراقبات اطوار مسمومہ (۷۷) کے ساتھ جو دور آخر میں رواج پا گئے ہیں، کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں ہیں۔ بلکہ حضرات مشائخ نے الہام اور اعلام کے طور پر اخذ کیے ہیں، ورنہ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ یہ دائرہ اباحت

میں داخل ہے ' اور اس میں فائدہ یقینی ہے (۷۸) اور انکار کرنا ضروری نہیں اور ظاہر ہے کہ جو کتاب و سنت سے ثابت ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کتاب و سنت میں نہیں۔ اگرچہ وہ کسی وجہ سے بھی مباح اور مفید ہو۔

شہادین اوس کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہر سے کلمہ طیبہ کے ذکر کی جو تعلیم دی وہ اوسط درجے کا جہر تھا نہ کہ مروجہ جہر ' جیسا کہ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا ' اس کے بعد ذکر کی تعلیم دی جو مکمل احتیاط کی طرف اشارہ کرتی ہے (۷۹)۔ گفتگو جہر کے جواز یا عدم جواز کی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت میں ہے (۸۰)۔ ذکر جہر کو مطلقاً ذکر خفی پر فضیلت دینا نصوص سے انکار کرنے کے مترادف ہے اور ذکر جہر کی تمام اقسام کا انکار کرنا بھی ایسا ہی ہے ' بعض مواقع پر جہر کی شرعی حیثیت موجود ہے۔ ذکر خفی میں مراقبات معمولہ کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ اور اس ذکر جہر کی مشروعیت جو متاخرین میں رائج ہے ' فضول ہے ' چہ جائے کہ اس کی فضیلت ثابت کی جائے (۸۱) اور دونوں فریقوں میں جو لوگ مجادلہ کرتے ہیں وہ کسی طرح قابل قبول اور لائق التفات نہیں اور افراط و تفریط تو بہت بری ہے۔ اعتدال ہی اچھا ہے ' بہتر کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔

والسلام علی من اتبع الهدی والزم متابعة المصطفى عليه التحية والعنا.

(سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کو اپنے لیے لازم کیا)

بارہواں مکتوب

سماع کے باب میں

مخدوما ! سماع کے مسئلہ میں [۱۱۷] ائمہ فہمنا اور حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سخت اختلاف ہے (۸۲)۔ پہلا فرقہ فساد کے دروازے کو بند کرنے کی مصلحت سے کہتا ہے کہ سماع تقطعی حرام ہے۔ دوسرا فرقہ غلبہ ذوق کے تقاضے سے اسے مطلقاً حلال بتاتا ہے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ سماع دو قسم کا ہے - ایک یہ کہ کوئی شخص جو فتنہ کاباغت نہ بنے موزوں کلام کو موزوں آواز میں محذور شرعی کی مداخلت کے بغیر گانے اور سننے والوں کو باطن میں اس سے کوئی فساد پیدا ہونے کی بجائے ان کے دل میں خوشی یا حزن پیدا ہو ' سماع کی یہ قسم البتہ مباح ہے ' کیوں کہ یہ مرکب ہے دو مباح چیزوں یعنی کلام موزوں اور آواز موزوں سے — تو پھر یہ کس طرح غیر مباح ہو ' نیز قرن اول میں شرعی تقریبات مثلاً نکاح اور ولادت کے مواقع پر اکابر کا معمول رہا ہے ' اور امت کے اتقیا و علماء نے کبھی کبھی ایسا کیا ہے - جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے - لیکن ان بزرگوں سے یہ عمل اتفاقاً ہوا ہے ' انہوں نے اس کا کبھی التزام نہیں کیا (۸۳) -

دوسری قسم وہ ہے جسے "غالی متأخرین" نے رواج دے کر انتہا کو پہنچا دیا ہے ' اور بہت سے غیر شرعی امور کو ان میں شامل کر دیا ہے (۸۴) - اس قسم کے سماع میں جس قدر غیر مباح امور شامل ہوں گے یہ اسی قدر حرام ہوگا ' اور محرمات کے مباح ہونے کا اعتقاد متفقہ طور پر کفر تک پہنچ جائے گا (۸۵) -

ارباب کمال میں سے اگر ایک جماعت "سماع مباح" سے رغبت نہیں رکھتی تو یہ ان کے ذوق کی بات ہے نہ کہ شرعی احکام کی - مثلاً شراب پینے والا میٹھی چیز پسند نہیں کرتا اور افیون کھانے والا نمکین چیز سے رغبت نہیں رکھتا ' حلال کہ ان میں سے ایک دوسرے کی نقل کو حرام نہیں کہتا - اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے حضرات (۸۶) کی نسبت کا نشہ شراب کے نشے کی طرح ہے وہ سکوت کی بجائے شور و نغمات سے لطف اندوز ہوتے ہیں -

طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی نسبت افیون کے نشے کی طرح ہے - یہ شور اور ہنگامے کی بجائے سکوت سے محظوظ ہوتے ہیں - پس اس اختلاف کی وجہ ذوق طبع ہے نہ کہ دین و شرع - تمام طریقوں کے اکابر دین و ملت کے تابع ہیں نہ کہ حرص و ہوا کے ' نیز غیر مباح سے اجتناب کرنے کے سلسلہ میں سب متفق ہیں اور دونوں سلسلوں کے جہلاً قابل اعتماد نہیں (۸۷) - افراط و تفریط ممنوع ہے -

اس مسئلے کی تفصیل کے لیے امام حجۃ الاسلام غزالی (۸۸) اور شیخ الشیوخ سروردی (۸۹) وغیرہ جیسے محققین کی کتابیں دیکھنی چاہئیں -

خدا کا شکر ہے کہ بندہ سماع غیر مباح سے تائب اور سماع مباح کو ترک کر

چکا ہے ، اباحت و غیر اباحت کے عقیدہ میں کتاب و سنت کا تابع ہے [۱۱۸] ذوق و وجدان کے متعلق اس سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے ، اس سلسلہ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ صحیح احوال اور بلند مقامات کے بزرگوں نے سماع مباح میں اپنی جانیں دی ہیں (۹۰) اور جو علمائے صوفیہ کے مذاق سے واقف ، عقل سلیم اور اچھا ذوق رکھتا ہے وہ اس تحریر کی قدر جانتا ہے (۹۱) ۔ پس بہترین کلام وہی ہے جو مختصر اور مدلل ہو ۔ والسلام ۔

تیرھواں مکتوب

مسئلہ جبر و اختیار

مخدوم ! جبر و اختیار کے مسئلہ میں علماء نے بہت کچھ کہا ہے (۹۲) ۔ لیکن دل کو ابھی تک تسلی نہیں ہوئی چونکہ بعض دینی مقدمات کو سمجھنے کے لیے عقل کافی نہیں ہے ، ورنہ بندوں کی اصلاح کے لیے وحی کے نزول کی ضرورت نہ ہوتی ۔

جاننا چاہیے کہ مستقل اختیار اور جبر محض کا دعویٰ کتاب و سنت سے انکار کو لازم کرتا ہے ۔ کیوں کہ بندوں کے اعیان کی طرح ان کے اعمال بھی قرآن (نص جلی) کے مطابق خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں ، پھر مکمل اختیار کہاں ہوا ؟ اور مجبور انسان سے مواخذہ کرنا محض ظلم ہے اور عقل و شرع کے مطابق اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ظلم ممکن نہیں ، پھر جبر محض کس لیے ؟ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے افعال حرکات کی طرح معرض نہیں ہوتے ، بلکہ علم ، ارادہ اور قوت کے ساتھ چلتے ہیں ۔ پس یہی اختیار کا حصہ اور فعل اختیاری کا مطلب ہے ۔ لیکن ان تینوں قوتوں کا ظاہر ہونا ہمارے اختیار میں نہیں ہے ۔ پھر جب بھی خدا چاہتا ہے انہیں دیتا ہے ۔ اور یہی حصہ جبر اور فعل اضطراری کا مطلب ہے ۔ چونکہ اختیار نام اور جبر محض متحقق نہیں ہوا اس لیے یہ امر متوسط ہے ۔ جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے ظاہر ہے جو انہوں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا کہ :

لا جبر ولا تفویض ولكن امر بین امرین

(انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ تمام اختیار اسے دیا گیا ہے بلکہ معاملہ

دونوں کے درمیان ہے)

اور شرع میں اس امر متوسط کو لفظ کسب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فعل عباد کے علاوہ اس لفظ کا اطلاق کہیں اور نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے افعال جبر و اختیار کا مجموعہ ہیں۔ اور اسی اختیار ضعیف پر تکلیف کا انحصار ہے۔ پس بندوں کے اسی اختیار ضعیف کے باعث ہی رمت کو غضب پر سبقت دی ہے۔ حالانکہ صفات الہیہ میں کوئی صفت دوسری صفت پر سبقت نہیں رکھتی۔ جب خدا کے افعال ہمیشہ علم، ارادہ اور قدرت کی وجہ سے ہیں اور افعال عباد میں ان تین صفات کی مسبقیت کی وجہ سے ایک طرح افعال خداوندی سے مشابہت رکھتے ہیں، اور حرکات اضطراری جو مجبور محض ہیں مناسبت نہیں کھتیں۔ اگر محاسبہ ان افعال کی طرف توجہ کرے تو یہ [۱۱۹] انصاف کے منافی نہیں ہے (۸۳)۔

طریقہ صوفیہ کے مطابق حصہ اختیار کو اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک ذرات کائنات میں سے ہر ذرہ میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ خدا کا وجود ہے۔ یہ ظہور جزوی نہیں، بلکہ ہر ذرہ میں کل کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا وجود بیسٹ حقیقی ہے۔ اس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہتے ہیں:

دل شی فیہ کل شی

(ہر چیز میں ہر چیز ہے)

چونکہ اختیار بھی صفات و شان خدا میں سے ایک صفت اور ایک شان ہے، پس یہ لازم ہوا کہ مظاہر کائنات کے ہر مظہر میں خصوصاً انسان میں جو منصب خلافت سے مشرف ہے کچھ حصہ اختیار کا بھی متحقق ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہے، تکلیف اور امر و نہی کی بنیاد اسی پر ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور خیر الوریٰ پر درود و سلام۔

چودھواں مکتوب

آئین کفار ہند کا بیان

آپ نے پوچھا تھا کیا کفار ہند بھی مشرکین عرب کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں یا اس کی کوئی اصل تھی (جو بعد میں) منسوخ ہو گئی۔ اور ان کے پیشروؤں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے (۹۴)؟

تحقیق و انصاف کے ساتھ اجمالاً (۹۵) لکھا جاتا ہے، 'جاننا چاہیے کہ اہل ہند کی قدیم کتابوں (۹۶) سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الہی نے ان کی دنیا اور عاقبت کی اصلاح کے لیے "بید" (۹۷) نامی ایک کتاب برہما (۹۸) نام کے ایک فرشتے کے ذریعے بھیجی تھی، جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ ہے، یہ کتاب چار دفتروں پر مشتمل ہے اور احکام امرونی اور ماضی و مستقبل کی خبریں اساس میں درج ہیں۔ اس کے مجتہدوں نے اس میں سے چھ مذاہب نکالے ہیں۔ اور اصول عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اور اسے "دھرم شاستر" کا نام دیا ہے یعنی فن ایمانیات جو علم کلام ہی ہے۔ نوع انسانی کو چار فرقوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کتاب سے چار مسلک نکالے ہیں۔ ہر فرقہ کے لیے ایک منسلک مقرر کیا ہے۔ اور فروعی اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اسے انہوں نے "کرم شاستر" کا نام دیا ہے۔ یعنی فن عملیات، جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ وہ نسخ احکام کے منکر ہیں (۹۹) اور ہر دور اور زمانے کے اہل دانش کی طبیعتوں کے مطابق تبدیلی لازم ہے۔

دنیا کی طویل عمر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر حصے کا نام "جگ" (۱۰۰) رکھا ہے۔ اور ہر جگ کے لیے باروں دفتروں سے طریقہ عمل اخذ کیا ہے۔ ان کے متاخرین نے اس میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔ ان کے تمام فرقے توحید باری تعالیٰ پر اتفاق رکھتے ہیں (۱۰۱) اور دنیا کو مخلوق جانتے ہیں۔ دنیا کے فنا ہونے، نیک و بد اعمال کی جزا، حشر اور حساب کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو علوم عقلی و نقلی، ریاضات، مجاہدات، تحقیق معارف (۱۲۰) اور مکاشفات پر ید طولیٰ حاصل ہے۔ (ان کے کتب خانے اب تک محفوظ ہیں اور ان لوگوں میں بت کی رسم الوہیت میں شرک کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دوسری ہے (۱۰۲) ان کے عقلا نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ تحصیل علوم دوسرا حصول معاش اور اولاد، تیسرا اعمال کی صحت اور نفس کی اصلاح اور چوتھا ترک و تجرید میں جو کہ انسانی کمال کی انتہا ہے۔ اور نجات کبریٰ جسے مہاکت کہتے ہیں، اسی پر موقوف (۱۰۳) ہے۔ اس دین کے قواعد و ضوابط میں مکمل نظم و نسق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ مقبول (پسندیدہ) (۱۰۴) دین تھا جو اب منسوخ ہو گیا، اور شرع میں سوائے یہود و نصاریٰ کے دین کے منسوخ ہونے کے

علاوہ کسی کا ذکر نہیں، حالانکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے دین منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا اور ختم بھی ہوئے (۱۰۵)۔

جاننا چاہیے کہ آیت کریمہ کے مطابق:

و ان من امة الا خلا فيها نذیر (۱۰۶)

(اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوف خدا دلانے والا ہوا ہے)

دوسری آیت میں ہے:

و لكل امة رسول (۱۰۷)

(اور ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے)

اور بعثت کے (بارے میں) دیگر آیات بھی ہیں۔ ممالک ہندیں انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور ان کے (باقی) آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے تھے اور رمت عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا (۱۰۸)۔ (مشہور ہے (۱۰۹)) کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے اور ہر قوم پر صرف اپنے پیغمبر کی اطاعت واجب تھی نہ کہ دوسری قوم کے نبی کی۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد جو خاتم المرسلین اور تمام بنی نوع انسان کے لیے نبی ہیں کا مذہب مشرق و مغرب کے تمام ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے۔ اور جب تک دنیا قائم ہے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی مجال نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آج تک ایک ہزار ایک سو اسی سال (۱۱۰) گزرے جس نے اسے قبول نہ کیا وہ کافر ہے لیکن (ظہور اسلام سے) پہلے کے لوگ نہیں۔ اور شرع اس آیت کے حکم کے مطابق:

منہم من قصصنا علیک و منہم من لم نقصص علیک (۱۱۱)

(سابقہ رسولوں میں سے) کسی کے حالات تم سے بیان کیے اور کسی کے

حالات بیان نہیں کیے]

اکثر انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموش ہے۔ اس لیے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ تو ہمارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے۔

صرف حسن ظن رکھنا چاہیے (۱۱۲) ۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو ۔ اسی طرح اہل فارس کے حق میں بلکہ ہر ملک والوں کے لیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں اور جن کے بارے میں شرع خاموش ہے ، ان کے احکام و آثار معتدل مسلک کے مناسب و موافق ہیں ، اسی قسم کا عقیدہ رکھنا بہتر ہے ۔ کسی کو قطعی دلیل کے بغیر کافر کہنا کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیے اور ان کی بت پرستی (۱۱۳) کی حقیقت [۱۲۱] یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اسی عالم کون و فساد میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روضیں جو اجسام سے ترک تعلق کے بعد بھی اس دنیا میں تصرف رکھتی ہیں یا بعض زندہ افراد جو ان کے خیال کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ ، جاوید ہیں ، ان کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ رستے ہیں ۔ اس توجہ کے سبب کچھ مدت کے بعد صاحب صورت سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اسی کی بنیاد پر دنیا و عاقبت کے تعلق سے اپنی حاجتیں پوری کر لیتے ہیں ۔ یہ عمل ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے ۔ جو مسلمان صوفی کا معمول ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں ، فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے شیخ کا بت نہیں بناتے ۔ لیکن اس کا کفار عرب کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں ۔ کیوں کہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف کہتے ہیں ۔ اور اللہ کے تصرف کا "الہ" نہیں سمجھتے تھے اور انہیں زمین کا خدا جانتے تھے ۔ اور خدا تعالیٰ کو آسمان کا ۔ جو (الوہیت میں (۱۱۴)) شرک ہے ۔

ہندوؤں کا سجدہ ، سجدہ تحیت ہے نہ کہ عبودیت — کیوں کہ ان کے مذہب میں ماں ، باپ ، پیر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے ۔ اور اسے " ذنوت " کہتے ہیں — تنازع (۱۱۵) پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا (۱۱۶) والسلام ۔

پندرہواں مکتوب
رفع سبابہ کا بیان

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب (۱۱۷) میں رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے ۔ لیکن آپ حضرت مجدد سے

اتنی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور رفع سبہ کو جائز رکھتے ہیں ۔ حالانکہ محبت کرنے والے پر محبوب کی اتباع لازم ہے ۔

مخدوم! اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کی پیروی اپنے بندوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (۱۱۸)

(اور کسی مسلمان مرد اور عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ اور رسول حکم فرمائیں تو وہ اپنے معاملہ میں اپنا اختیار استعمال کریں) اور حضرت رسول علیہ السلام فرماتے ہیں :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (۱۱۹)
(تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کامل ہیں ، اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے ۔ اور علماء نے رفع سبہ کے حق میں صحیح احادیث و فقہ حنفیہ کی روایات پر مشتمل رسائل (۱۲۰) تصنیف کیے ہیں ۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ تبحر (۱۲۱) رحمۃ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نے اس موضوع پر ایک رسالہ (۱۲۲) لکھا ہے اور (انہیں) ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے رفع سبہ کی نفی ہوتی ہو ۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا رفع سبہ ترک کرنا اجتہاد کی بنا پر ہے ۔ اور وہ سنت جو نسخ نہ ہوئی ہو [۱۲۲] مجتہد کے اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے ۔ سنت سے انگی اٹھانے جانے کا ثبوت مل جانے کے بعد بھی اس وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدد نے ترک کیا تھا ، مقول بات نہیں ہے ۔ خود حضرت مجدد ترک سنت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے ۔ اور حضرت مجدد حنفی مذہب رکھتے تھے (۱۲۳) ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا :

إِذَا ثَبَتَ الْحَدِيثُ فَبِمَا مَذْهَبِي وَأَتْرَكُوا قَوْلِي بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(جب حدیث ثابت ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی موجودگی میں میرا قول مہجور دو)

اس لیے امید ہے کہ حضرت مجدد اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح احادیث سے اخذ کرنے پر ناراض نہیں ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مجدد کو اپنے وسیع علم کے باوجود یہ معلوم نہیں تھا کہ رفع سبابہ کا ثبوت ملتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے زمانہ مبارک تک ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل (۱۲۵) مشہور نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کی نظر مبارک سے نہیں گزرے، آپ نے ترک کر دیا۔ ورنہ آپ رفع سبابہ ہرگز ترک نہ کرتے۔ کیونکہ آپ اس امت کے اکابر میں سے سب سے زیادہ متبع سنت تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ کشف کے ذریعے آنحضرت علیہ التحیۃ کی رضامندی نہ پا کر آپ نے اسے ترک کر دیا، تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملات میں تو معتبر ہو سکتا ہے لیکن احکام شریعت کے لیے حجت نہیں ہے نیز اس خط میں آپ نے کشف کا کوئی دعویٰ نہیں کیا (۱۲۶)۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجدد کے قاعدہ کلی یعنی اتباع سنت کی ترغیب میں ہے اور عمدہ نتائج کی حامل ہو گی (۱۲۷)۔ والسلام۔

سولھواں مکتوب

حدیث کے مطابق عمل کرنا

آپ نے حدیث کے مطابق عمل کرنے اور ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

مخدوما! حدیث پر عمل کرنے کے سلسلے میں شیخ محمد حیات (۱۲۸) محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ (۱۲۹) لکھا ہے جس کی تلخیص فارسی میں لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله

(اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ

تمہیں دوست رکھے گا)

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتیٰ یکون هو او تبعالما جنت به (۱۳۰)

(تم میں سے کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک

اس کی خواہش میرے لئے ہوئے دین کے تابع نہیں ہوتی)

یہ صحیح حدیث ہے ، ابو القاسم بن اسماعیل بن فضل اصفہانی نے کتاب الحجۃ (۱۳۱) میں اس کی روایت کی ہے اور روضۃ العلماء (۱۳۲) میں درج ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

اتروا قولی بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

و قول الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۱۳۳)

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مل جائے تو میرا

قول مجھ پر دو اور اسی طرح صحابہ کا قول بھی)

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے :

اذا صح الحديث فهو مذهبي (۱۳۴)

(جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے)

پس اگر کسی کو فن حدیث میں مہارت ہو اور نایخ از منوخ اور قوی اور ضعیف کے فرق کو پہچانتا ہو وہ اگر حدیث ثابت پر عمل کرے تو وہ امام صاحب کے مذہب سے خارج نہیں ہو جاتا کیوں کہ امام صاحب کا یہ قول " اذا ثبت الحديث فهو مذهبي " اس سلسلے میں متحقق ہے اور اگر اطلاع [۱۳۲] کے باوجود کوئی حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو اس نے امام صاحب کے اس قول :

اتروا قولی بخبر رسول

(جب حدیث مل جائے تو میرا قول ترک کر دو)

کی مخالفت کی اور یہ مخفی نہیں ہے کہ اس امت کا کوئی عالم بھی تمام احادیث کا احاطہ نہیں کر سکا - چنانچہ امام صاحب کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں میرا قول ترک کر دو ، اس امر کا ثبوت ہے کہ امام صاحب تک بھی تمام حدیثیں نہیں پہنچی تھیں بلکہ ان میں سے بعض رہ گئیں اور کیوں نہ رہ جاتیں کہ خلفائے راشدین جیسے امت میں سب سے بڑے علماء سے بھی جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے ، بعض حدیثیں فوت ہو گئیں -

اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو فن حدیث سے واقف ہو - ظاہر ہے کہ

امت کے افراد پر پیغمبر کا اتباع واجب ہے لیکن ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب

نہیں اور اہل امت کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کا مذہب چاہیں اختیار کریں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو تو وہ لائے (۱۳۵)۔
البتہ ان معذور مذاہب میں سے ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونا تفصیل کا محتاج ہے۔

امام سیوطی نے (اس موضوع پر) رسالہ "جزیل المواہب فی انتقال المذاهب" (۱۳۶) تالیف کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے۔ امام رافعی نے اس کی تائید کی ہے اور امام نووی نے بھی اس کا اتباع کیا ہے اور روضۃ (۱۳۷) میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کی تدوین کے بعد کیا یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہو جائے؟

ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے اور جب اسے یقین ہو جائے کہ دوسرا گروہ زیادہ عالم ہے تو وہ جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ اگر اسے اختیار بھی دے دیں تو بھی جائز ہے۔ اثنا۔

مقلد کی بھی کئی حالتیں ہیں۔ عقل کا تحصر بھی چار چیزوں سے علی نہیں۔ کیوں کہ مقلد عامی ہے یا عالم، ان دونوں کے انتقال مذہب کی وجہ دینی ہے یا دنیاوی اس لیے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں اور اپنے مذہب کے بارے میں سوائے نام کے کچھ نہیں جانتا اور صرف مال و جاہ کے لیے مذہب بدلتا ہے تو یہ اس کی گھٹیا حرکت ہے۔ نیز اس کی تبدیلی مذہب محض غلغلہ ہے۔ اگر وہ عالم اور فقیہ ہے اور دنیا کے لیے مذہب تبدیل کرتا ہے تو یہ زیادہ سخت ہے۔ گویا کہ وہ مذاہب کے ساتھ مذاق کرتا ہے، صرف دنیا کی غرض کے لیے یہ ناجائز ہے۔

اگر اپنے مذہب میں وہ فقیہ ہے اور انتقال مذہب کا سبب دینی ہے اور دوسرے مذہب کو اس کے نزدیک قوی دلائل کے ساتھ ترجیح حاصل ہے تو اس پر انتقال واجب اور ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر وہ فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں فقہ کے باوجود جاہل رہا اور دوسرے مذہب [۱۳۴] کو اپنے لیے زیادہ آسان اور جلد سمجھ میں آنے والا خیال کیا اور دوسرے مذہب میں فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لیے بھی انتقال واجب ہے۔ کیوں

کہ مذہب میں تفقہ جہالت سے بہتر ہے ۔ کیوں کہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ تفقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جمل سے بہتر ہے ۔ غالباً جاہل کی عبادت صحیح نہیں ہوتی ۔ اور اگر انتقال کا کوئی دینی یا دنیاوی مقصد نہیں ہے ۔ بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہے تو عام کے لیے بھی جائز ہے ۔ لیکن فقہ کے لیے ممنوع ہے ۔ کیوں کہ اس نے ایک مدت میں اس مذہب کا فقہ حاصل کیا ہے اور اگر اس نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا تو اس مذہب کا فقہ حاصل کرنے کے لیے اسے پھر ایک عمر درکار ہے ۔ اور عمل جو اصل مقصد ہے ، نہیں ہو سکے گا ۔ پس اس کا مذہب تبدیل نہ کرنا ہی سب سے بہتر ہے ۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر حنفی ، مذہب میں آئے تو جائز ہے اور حنفی مذہب کا دوسرے میں جانے تو یہ ناجائز ہے ، یہ محض تعصب ہے ۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ، کیونکہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا کسی دوسرے مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد پر واجب ہوتی ۔ اور دوسرے مذہب کی تقلید ناجائز ہوتی ۔ یہ بات اجماع کے خلاف ہے ۔

صاحب جامع التوتلی (۱۳۸) نے جو کہ حنفی مذہب ہیں ، کہا ہے کہ مرد یا عورت کا مذہب شافعی سے مذہب حنفی میں جانا جائز ہے ، لیکن یہ انتقال تمام مسائل میں ہونا چاہیے نہ کہ صرف چند مسائل میں ، ماضی اور حال کے بہت سے بزرگوں نے مسلک تبدیل کیا ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے (۱۳۹) ۔

جو کوئی اس کے خلاف کہے اس کا قول بے دلیل ، ناقابل قبول اور نامقول ہے ۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو ۔

ستر حواں مکتوب

صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

آپ نے لکھا تھا کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی اور ان کے معاونین و تابعین رضی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے ۔

جاننا چاہیے کہ مذہب اہل سنت کے علماء صحابہ کے آپس کے اختلافات کی حسن ظن کی بناء پر تاویل کرتے ہیں جو خیر القرون کے لیے لازم ہے۔ اگر قابل تاویل نہ ہو تو جناب الہی کے سپرد کرتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع کو ممنوع جانتے ہیں کیونکہ تینوں زمانوں کے علماء، محدثین اور مجتہدین قرب زمان کی وجہ سے ان کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کی خطا کا اقرار کرنے کے باوجود اس جماعت پر طعن (۱۲۰) نہیں کرتے۔ اگر لشکر شام اور کوفہ کے درمیان چند روز کے لیے جنگ اور طعن ہوئی بھی ہو تو وہ محض حدت تعصب کی بنا پر تھی، نہ اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کو [۱۲۵] کافر سمجھتے تھے (۱۲۱)۔ اس تعصب کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے۔ اس فتنہ کی ابتداء امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوئی۔

سب سے زیادہ سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تنازعہ کے وقت وہاں صحابہ کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک فرقہ ظلیفہ برحق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہو گیا۔ دوسرا امیر شام کے ساتھ اور تیسرا غیر جانب دار (توقف کر گیا) رہا (۱۲۲)۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے محدثوں اور مجتہدوں نے ان تینوں فرقوں کے اصحاب سے اخذ حدیث میں مساوی وثوق سے کام لیا ہے اگر ان تینوں فرقوں میں سے کسی ایک کو کافر اور فاسق سمجھتے تو اس فرقے کی روایات کو قبول نہ کرتے اور اپنے اجتہاد و استنباط کی بنیاد اس فرقے پر نہ رکھتے اور اگر اس پر طعن کریں تو ملت دین اسلام برہم ہو جائے (۱۲۳)۔ اس لیے ان پر طعن کرنے سے زبان کو روکنا چاہیے۔ اس لیے کہ دینی حکمت اسی میں ہے (۱۲۴)۔ اور صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت اس کے علاوہ ہے۔ اور اگر مخالفین یہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اصحاب کا احترام زیادہ لازم ہے تو یہ بھی قبول ہے، لیکن اہل قربات کی طرف سے ان کے مخالفین کی واضح تکفیر ثابت نہیں ہے (۱۲۵) جو وحشت و نفرت تنازعہ کے لیے لازم ہے، اسی طرح خیر القرون والوں سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا بہت بعید ہے اور اس میں گھن کا پہلو نمایاں ہے۔ اگرچہ وہ خطا، خطاء اجتہادی (۱۲۶) کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقرباء کی محبت تمام افراد امت پر واجب ہے۔ اور اگر استکراہ درمیان نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی اقباء کی اذیت میں رضامندی لازم آتی ہے ۔ اس سلسلے میں زیادہ بحث مناسب نہیں ہے اس مقام پر مکمل افسوس کے ساتھ خاموشی ہی مناسب ہے (۱۴۷)۔

چونکہ حیمہ فرقہ نے مسلک اعتدال سے انحراف کر لیا ہے اور بے اصل روایات پر اعتماد کرتے ہیں اور ان پاک نفسوں کو اپنے غبیث نفوس کے مطابق خیال کرتے ہیں ۔ اور رفتہ رفتہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے لگے (۱۴۸) جو تواتر حدیث کے مبداء اور کتاب و سنت کے ناقل ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایسا مینمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر خدا نے نبوت ختم کر دی اور اسے تمام انسانوں کا سردار بنایا اور اس کے دین کو تمام دینوں کا ناسخ (منسوخ کرنے والا) بنا کر قیامت تک باقی رکھا ۔ اور جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۱۴۹)

(ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا)

وہ جماعت جو عہد نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہی اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تادم حیات جان و مال کے خرچ اور خدمت کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ترویج شریعت میں کسی قسم کا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ۔ کیا وہ حضرت مینمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دستگیری سے کفر کے بھنور سے بھی نہ نکل سکے اور ساحل نجات تک نہ پہنچ سکے ؟ طرفہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے بارے میں عجیب حسن ظن رکھتے ہیں ۔ اگر خدا نہ خواستہ ایسا ہی ہو [۱۲۶] جیسا کہ وہ سابقین کے بارے میں گمان کرتے ہیں تو ایسے خدا سے بعد میں آنے والوں کو رحمت کی کیا توقع ہو سکتی ہے ؟ اور ایسے مینمبر سے شفاعت کی کیسے امید رکھی جاسکتی ہے ؟

سابق مینمبروں اور ان کی امتوں کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں اور اس قوم کے اوپا کے حالات بھی چھپے ہوئے نہیں ہیں ۔ ہرگز سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کے انتقال کے بعد اس کے تمام مخلصین مرتد اور منکر ہو گئے ہوں ۔ اور اس کی آل و اولاد سے عداوت کی ہو ۔ ایسی صورت میں مینمبر کی بعثت سے جس کا مقصد قوم کی اصلاح ہوتا ہے ، کیا فائدہ ؟ اس حساب سے تو خیر القرون ، خیر القرون بن گیا ۔ اور خیر الامم ، شر الامم ہو گئے (۱۵۰) ۔ خدا انصاف نصیب کرے ۔ والسلام ۔

اٹھارہواں مکتوب

عقیدہ . اہل سنت و جماعت کا اجمالی بیان

بعد صلوٰۃ ، آپ نے لکھا تھا کہ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو شیعہ سنی اختلاف ہے اس سے دل کو اطمینان نہیں ملتا ۔ ملت کے اعتقاد کی بنیاد حدیث پر ہے اور حدیث میں بھٹ اور سچ دونوں ہیں ۔ مگر متواتر احادیث کہ جن سے استفادہ یقین دلاتا ہے ، بہت کم ملتی ہیں ۔ اس لیے اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟

مخدوم ! یہ مسئلہ ضروریات دین اور ارکان اسلام میں سے نہیں ہے ۔ توحید باری تعالیٰ اور نبوت کی تصدیق نجات کے لیے کافی ہے ۔ ایمان مجمل (۱۵۱) نجات دلانے والا اور کلمہ طیبہ کی تصدیق اور اقرار (لسانی) کرنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور یہی کافی ہے ۔ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مجمل حسن ظن رکھنا چاہیے چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہے ۔ حسن خدمت اور قرب قربت رہا تھا اس لیے ان سے محبت لازم ہے ۔ بس یہی کافی ہے ۔

ان حضرات کے تفصیلی حالات کے لیے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ بیجاں اور فتنہ کا موجب ہے (۱۵۲) ۔ کیوں کہ عصمت کا منصب اہل سنت کے مذہب میں حضرات انبیاء علیہم السلام والہما کے لیے مخصوص ہے ۔ ان کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہے ، چاہے وہ صدیقین اور اولیاء ہی کیوں نہ ہوں ۔ ان میں کبھی مخالفت ہوتی ہے لیکن جلد ہی دور ہو جاتی ہے اور حد درجہ صاف باطن ہونے کے باعث تصفیہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن یہ نفوس خبیثہ ان اکابر کو اپنے جیسا قیاس کرتے ہیں ، ان کی آپس کی عداوت و کینہ کو مستقل ثابت کرتے ہیں ۔ اس کی فروعات تلاش کر کے رائی کا پہاڑ بناتے ہیں ، جو ساقط الاعتبار ہے ۔

جاننا چاہیے کہ اس طبقے کا انکار کرنے کا [۱۲۴] مضموم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کی تاثیر سے انکار کیا جائے ۔ اور مہینمبر کے دنیا میں بھیجے جانے کے فائدے سے انکار کیا جائے ۔ ایک روز میں اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا کہ ان شکوک کے مہلکت سے مجھے نجات کا راستہ مل

جائے تو میرے باطن پر یہ "عبارت" وارد ہوئی :
 قل آمنت باللہ کما ہو عند نفسہ و برسول اللہ کما ہو عند ربہ و بالہ
 و اصحابہ کما ہو عند نبیہم

(تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا ، جیسے کہ وہ اپنے نزدیک ہے ، اور
 رسول اللہ پر جیسے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ہیں اور آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی آل اور اصحاب پر جیسے کہ وہ اپنے نبی کی بارگاہ میں ہیں)

ظاہر بات ہے کہ یہ مطالب عالی تمام اختلافات سے برتر ہیں - یہ امر خدا کے سپرد کر
 دینا چاہیے - یہ نفس الامر (۱۵۳) کا مرتبہ ہے - اس مقام پر کوئی فرقہ دم مارنے کی
 مجال نہیں رکھتا (۱۵۴) :

فالحمد لله على نواله و الصلوة و السلام على رسوله محمد و آله
 (خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اور اس کے رسول اور آل پر صلوة)

انبیواں مکتوب

اس حدیث کے بیان میں کہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے

آپ نے لکھا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد قریش (۱۵۵) سے بارہ خلفاء ہوں گے" (۱۵۶) اہل سنت
 کے نزدیک ان بارہ خلفاء میں سے چار تو وہ ہیں جنہوں نے خلافت خاصہ حاصل کی - اور
 آٹھ وہ ہیں جنہوں نے خلافت پر تسلط کیا - اور کھار کے ساتھ جہاد اور کلمہ حق کی
 تبلیغ کی (۱۵۷) - اور شیخ بارہ اماموں سلام اللہ علیہم کو کہتے ہیں (۱۵۸) - آپ کے
 خیال میں کون حق بجانب ہے ؟

مخدوما ! اہل سنت حق بجانب معلوم ہوتے ہیں - واضح ہو کہ لفظ خلافت
 عمومیت کا حامل ہے - خلافت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی - آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے لیے ظاہری و باطنی دونوں طرح کی خلافت لازم ہے
 (۱۵۹) - خلیفہ وہ ہوتا ہے جو امر خلافت کو چلانے ظاہری خلافت کا چلنا قدرت و
 استعانت پر موقوف ہے - یعنی نفاذ حکم کے لیے خزانہ اور فوج لازم ہے - ظاہر ہے کہ

چاروں خلفاء کے بعد جنہوں نے تیس سال (۱۶۰) حکومت کی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے چھ ماہ تک کی - ان کے بعد ائمہ اہل بیت سے کوئی کسی وقت بھی اس امر پر قادر نہ ہوا - اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی تعبیر کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے اس بات کی دلیل ہے (۱۶۱) - اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی بجائے اہل بیت یا بنی ہاشم فرماتے - اس لیے دونوں مذاہب میں اس طرح اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ دین کی ترویج جو اسباب ظاہر پر موقوف ہے - (اور) قالب اسلام کی بجائے ہے جو ان کے دم سے ہوئی اور دین کے باطن کی تقویت کہ اسلام کی حقیقت اس قالب کی روح کی بجائے ہے (۱۶۲) جو حضرات ائمہ علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کی وجہ سے ہوئی -

چنانچہ صوفیہ اہل سنت بارہ اماموں کی قطیعت تسلیم کرنے میں متفق ہیں (۱۶۳) - چاروں خلفاء اور حضرت امام حسن رضوان اللہ علیہم میں یہ دونوں [۱۶۸] خصائص جمع تھے -

امیر شام (امیر معاویہ) اور حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ کے درمیان صلح کے بعد سے لے کر حضرت امام مہدی صاحب الزمان سے بھی باطنی خلافت کا تعلق ہے - نیز صاحب الزمان کی ذات سے بھی ظاہری و باطنی خلافت متحقق ہے (۱۶۴) - اور دوسرے خلفاء میں بسلسلہ ظاہری خلافت ' مجھے بارہ کے عدد کے تعین میں تکلف ہے (۱۶۵) - والسلام -

بیسواں مکتوب

حضرت عائشہ کی حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
طلال کی توجیہ

آپ نے لکھا تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض تھیں (۱۶۶) - اس کے بعد بھی جنگ جمل (۱۶۷) کے واقعہ کو چھوڑ کر جس کے دوسرے اسباب تھے ' ناراضی ثابت ہوتی ہے ' جو اشکال سے غالی نہیں کیوں کہ یہ

بات حضرت عائشہ سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے انحراف کریں (۱۶۸)۔ حالانکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ زہرا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز تھے (۱۶۹)۔

معدوما ! بعض اوقات تنازعہ میں دونوں طرف کے افراد معذور ہوتے ہیں۔ کیوں کہ دونوں حق پر ہوتے ہیں، چنانچہ یہی بات یہاں بھی ہے۔ یہ مخفی نہ رہے کہ "تھنیہ افک" (۱۶۰) میں جب حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراب کا احساس ہوا تو انہوں نے طلبہ محبت اور مصلحت وقت کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین و تسلی کے لیے ایسے الفاظ کہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل حضرت عائشہ سے پھر جائے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئیں (۱۶۱)۔ اور کیوں نہ ہوتیں، ایسے وقت میں ایسی باتوں سے محب اپنے محبوب کی نظروں سے گرجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اذیت کی اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انحراف "غیرت محبت" اور بھری تقاضے کی وجہ سے ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ (انحراف) کسی دوسری وجہ سے نہیں تھا، جب تک محبت باقی ہے وحشت بھی باقی ہے۔ حضرت علی نے یہ باتیں کسی عداوت کی وجہ سے نہیں کہی تھیں، محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ بلکہ یہ باتیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث تھیں۔ اور ان سے گریز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے دونوں حق بجانب اور دونوں معذور ہیں بلکہ دونوں کو اجر ملے گا کیوں کہ دونوں کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے (۱۶۲)۔

چنانچہ حضرت خیر النساء، فاطمہ علیہا التحیۃ والثناء [۱۶۹] کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے (۱۶۳)۔ یہاں دو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ترک دنیا کرنے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مقول جواب سننے کے باوجود ناراض کیوں ہوئیں (۱۶۴)۔ دوسرے یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسی معمولی بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی مصلحتاً رعایت کیوں نہ کی (۱۶۵)؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں وراثت کے مال سے بڑھ کر کوئی مال حلال نہیں ہے۔ اس کی طلب ترک دنیا اور تقویٰ کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ متقی حلال مال کی زیادہ قدر جانتا ہے۔ اور جب تک

بھرت باقی ہے ، ضروریات سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا ۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار اس حدیث (پر مبنی تھا) :

نحن معاشر الانبياء لا نورث (۱۷۶)

(ہم گروہ انبیاء ہیں ، ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا)

اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت نبی مصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوگی (۱۷۷) اس لیے ان کے حق میں بہ نص قطعی ہے ۔ اور ایسے امور میں مصلحت جائز نہیں ہے ۔ اس جواب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تسلی اس وجہ سے نہیں ہوئی ہوگی کہ ورثہ کا یہ ثبوت توریت سے ثابت ہوتا ہے ۔ اور یہ حدیث اس وقت تک اتنی مہمور نہیں ہوئی ہوگی کہ حضرت فاطمہ کے لیے حجت بنتی (۱۷۸) — یا (یہ ناراضی) نازک مزاجی کے باعث ہے جو صاحب زادگی کی وجہ سے لازم ہے (۱۷۹) ۔ لا تبدل لخلق اللہ (مخلوق خدا کے لیے کوئی تبدیلی نہیں) کے مصداق کوئی کمال خصوصیات مزاج کو تبدیل نہیں کر سکتا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حدید غصہ دم واپس تک زائل نہ ہوا ، اور آپ کا ملک الموت کے منہ پر طانچہ مارنے کا قصہ مہمور ہے (۱۸۰) ۔

اس لیے ایسی صورت میں دونوں معذور ہیں ۔ اور دونوں طرف حق ثابت ہوتا ہے ۔ اہل سنت کے لیے طرفین کے حق میں حق رکھنا اور دونوں کو لچھا خیال کرنا واجب ہے (۱۸۱) ، والسلام علی من اتبع الهدی ۔

۱۔ کیسواں مکتوب

سنت سنہ کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضور و آگاہی و جمعیت کے حصول کا بیان

مخدوما ! آپ نے جو کچھ اس زمانے کے ان ضعیف الاعتقاد طالبوں کے بارے میں لکھا ہے ۔ جو درویشوں سے صرف کشف و کرامت کے طالب ہوتے ہیں ۔ اور قرن اول سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی ، معلوم ہوا ۔

جاننا چاہیے کہ ان نادان لوگوں کو جو دوسرے مشائخ کی بھی رغبت رکھتے ہوں مرید کرنا کیا ضروری (۱۸۲) ہے ؟ اور عقلمند مخلصین میں سے جو کوئی امر مذکورہ کا اتناں کرے (طلب کرامت) تو اس کی تسلی اس طرح کرنی چاہیے کہ ہذا حکیم حقیقی ہے ' اس آیت کریمہ کے مطابق :

قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحببکم اللہ (۱۸۳)

(اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو ! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو

میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور رضا کی بنیاد جو کہ تمام طریقوں کے صوفیہ کا مقصود اصلی ہے مابین ہر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع [۱۳۰] پر رکھی ہے ۔ ہذا نے اس طبیب حاذق (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بعض امور اور منہیات کے ساتھ جو بالکل دوا اور پرہیز کی مثل ہے ' اس دنیا میں امت کی اصلاح کے لیے بھیجا ' جو کہ غفلت اور محصیت میں مبتلا تھی ۔ جس کسی نے یہ نسخہ استعمال کیا ' اس نے صحت و شفا پائی اور اگر کسی نے اس کا انکار کیا تو گویا اس نے خود کو ضائع و تلف کر لیا ۔ یہ نسخہ صورت بھی رکھتا ہے اور حقیقت بھی ۔ اس کی صورت تو عام مسلمانوں کے لیے ہے تاکہ اعتقادات کی درستی کے بعد کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد درست کر لیں ۔ امر و نہی کا بجا لانا اعضاء کا استعمال کرنا ہے ۔ ان اعمال کی جزا حسی نعمتیں ہیں ' نجات بس اسی میں ہے ۔

اس نسخہ کی حقیقت خواص کا حصہ ہے ۔ اور وہ ہے مذکورہ صورت کے مطابق ریاضات و مجاہدات کے ذریعے قلب کی جلا اور نفس کا تزکیہ ہے ' جس کا حاصل تجلیات اور مکاشفات کا ظہور ہے ۔ صورت سے مراد ایمان اور اسلام ہے اور حقیقت سے مراد احسان ہے (۱۸۴) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :

ان تعبد اللہ کانک تراه (۱۸۵)

(تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے)

بے حقیقت صورت اس دوا کی طرح ہے جو ظاہری جلد کے امراض کے لیے ہو مثلاً ورم جو ماش اور لپ کرنے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جو بے فائدہ نہیں ہیں لیکن حقیقت کا بغیر رعایت صورت ہونا غیر مفید ہے ۔ وہ حقیقت نہیں بلکہ استدراج (۱۸۶) اور مکر الہی ہے ۔ "اعاذنا اللہ منہا" (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔

حقیقت تنقیہ کی طرح ہے۔ کہ جس پر مواد فاسدہ کا نکلنا موقوف ہوتا ہے۔ تاکہ مرض کے اعادہ کا احتمال نہ رہے۔ اس مرض سے کامل شفا اس وقت تک نہیں ملتی جب تک ان دونوں کو نہ ملایا جائے۔ بیان ہذا سے یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج سے صحابہ کرام پر صحت و شفا کے کیا آثار ظاہر ہوئے؟

مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت کے طلبے اور خود کو اس کی اتباع و رضا جوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، اطاعت میں لذت اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بغیر کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ ان آثار کے ظاہر ہونے سے دائمی حضوری قلب اور تہذیب نفس کا ظہور ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور شریعت کے صحیح استعمال سے ظاہر ہوئی تھی۔ اور دور آخر کے ذوق و شوق سے متعلق کچھ نہیں کہا۔

صورت و حقیقت کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے باوجود کہ اس سے زیادہ حاصل کرنے کا تصور ممکن نہیں، اکثر اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اس صورت کو محفوظ رکھا جائے، جو کہ حقیقت کی محافظ ہے۔ جس کا فائدہ خواص و عوام دونوں کو پہنچتا ہے۔

ان حضرات نے کشف و کرامت کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اور انہوں نے ان امور کو کمال کے لوازم و شرائط نہیں سمجھا، اس لیے جو مریض (طالب) کامل صحت یعنی نسبت محمدیہ چاہتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ اتباع سنت کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے (۱۸۷)۔ اور جو انوار و برکات اس سے ظاہر ہوں انہیں [۱۳۱] تمام فیوضات سے افضل جائے۔ اور عام مشہور اذواق و مواجید کی جمعیت باطن اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں۔ اور جس عزیز کی صحبت سے یہ امور حاصل ہوں اس کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب خیال کرتے ہوئے اس کی خدمت کو لازم جانے اور اس راہ کا میوہ کھا کر فریفتہ نہ ہوں اگرچہ وہ لذیذ ہی کیوں نہ ہو (۱۸۸)۔

بانیسواں مکتوب

بنام شاہ ابوالفتح (۱۸۹) 'طریقہ مجددیہ کے چند درجات کا بیان

مدت کے بعد مخدوم زادہ گرامی کا التفات نامہ سامی ملا۔ جس نے تازہ جان بخشی اور نسبت اخلاص کی تجدید و تقویت کا باعث ہوا۔ آپ نے سلوک کے آغاز و انجام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، ہم نے مطالعہ کیا۔ وہ اطوار و آثار جو آپ میں ظاہر ہو رہے ہیں ان سے بہت سی امیدیں ہیں۔ خصوصاً ان حاصل شدہ امور کو جاننا جو اکثر لوگوں کے غرور کا سبب بنتے ہیں۔ قدر و قیمت جاننا، طلب خدا میں ہم جیسے نامراد فقیروں سے مراد چاہنا بھیک کے لیے دست دراز کرنا، وحدت الوجود کے سمندر کے طوفان سے کنارے پر آنا، ہمارے حضرات جن کی ریاضات اتباع سنت اور جو شریعت کے حقائق کے اسرار جاننے والے ہیں کی نسبت کی آرزو رکھنا طہارت، طلب اور علو ہمت کی دلیل ہے، 'بارک اللہ فیہ بر کاتکم و اعلیٰ درجا تکم (اللہ تعالیٰ تمہاری برکات میں اضافہ اور تمہارے درجات بلند کرے)۔

مخدوما! آپ نے حضرت والد ماجد اور میاں ہمت خان صاحب کے افادات کے ثمرات یعنی واردات غریبہ، احوال عجیبہ، استیلاء غیب اور عہد وحدت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب لطیفہ، قلب کے آثار ہیں یہ مقام تکمیل ہے۔ اس لطیفہ کی انتہا یہ ہے کہ یہ تنگنائے امکان سے باہر آ جاتا ہے۔ اور مقدمہ وجوب کی وسعت میں آ کر دائرہ ظلال اسماء و صفات کی سیر کرتا ہے جو تعینات عالم کے مبادی ہیں اور ظل خاص میں جو تعین امر کا مبداء ہے فانی ہو جاتا ہے اور اسی ظل سے بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس قوم (طبقہ صوفیہ) کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے فنائے قلب، اور ولایت صغریٰ جو اولیا کی ولایت ہے اور ولایت علی سے جو محل سکر ہے، وحدت وجود کے معارف پیدا ہوتے ہیں۔ قلب کے ضمن میں اس مقام پر نفس کو فنا کی ہم رنگی حاصل ہوتی ہے۔ اس ولایت کے حصول کا اثر خدا کی ایسی دائمی حضوری ہے جس میں کبھی غفلت نہیں آتی، کسی اور سے تعلق باقی نہیں رہتا، اس مقام سے اوپر ایک اور مقام ہے جس میں سالک کی سیر اس ظلال کے اصول میں ہوتی ہے جس کا نام اسماء و صفات ہے (۱۹۰) اور معاملہ لطیفہ نفس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ جیسا کہ سابقہ مقام میں قلب اور چاروں لطائف سے پڑا تھا جو کہ عالم امر ہیں۔

جن کا عروج مرکز ظلال تک ہے۔ [۱۳۲] یہاں نفس کو حقیقت فنا حاصل ہو جاتی ہے اور نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جاتا ہے۔ اور مخالف دشمن، موافق دوست بن جاتا ہے۔ اور پھر دعوت و ارشاد کا حق مل جاتا ہے۔ یہ مقام بعد الجمع کی انتہا ہے، اس لیے یہاں تمیز صحیح حاصل کر کے وحدت شہودی کا راز جو کہ خلق سے غیرت حق کی خبر دیتا ہے، معلوم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ان چیزوں کی طرف راعب ہوتا ہے جنہیں خدا پسند کرتا ہے اور ان سے گریز کرتا ہے جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ کلفت درمیان سے جاتی رہتی ہے اور عمل بر شریعت اس کی طبیعت کا خاصا بن جاتا ہے۔ کتاب و سنت پر اعتقاد و عمل بلا تامل ہونے لگتا ہے اور (سالك) محتاط ہو جاتا ہے۔ اس مقام کو فنائے نفس اور ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو انبیاء کی ولایت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے امت کے خاص حضرات کو یہ مقام حاصل ہے۔

یہاں سالك کو اسماء و صفات کے کمالات کی سیر ہوتی ہے جو "اسم هو الظاهر" سے متعلق ہیں۔ اس ولایت سے اوپر ملائکہ کی ولایت ہے۔ جسے ولایت علیا کہتے ہیں۔ یہاں "کمالات هو الباطن" کی سیر ہوتی ہے۔ اس ولایت کے حاصل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ تجلی ذات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بلند تر نبوت اور رسالت کے کمالات ہیں۔ اس مقام پر حضرت ذات باری تعالیٰ سے اسماء و صفات کے الگ ہونے کے عدم جواز کے باوجود تجلی مجرد ذات عارف پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہاں پر چاروں عناصر سے جو لطیفہ نفس کے اصول ہیں واسطہ پڑتا ہے۔ یعنی ولایت علیا میں خاک کے سوا باقی تین عناصر سے اور کمالات نبوت میں صرف خاک سے، چونکہ ذات عالیہ کے اعتبارات و شیونات بہت زیادہ ہیں اور ان کمالات سے بھی بالاتر مقامات ثابت ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس راستے میں سب سے مشکل کام فنا قلب اور فنا نفس حاصل کرنا ہے۔ اور دیگر تمام مراتب کا دار و مدار انہیں دو قسم کے فنا پر ہے۔ مذکورہ مقامات میں سے ہر مقام میں عروج و زوال اور فنا و بقاء ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرات مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیقات کے مطابق اور اکابر متقدمین کے مذاق کے مناسب ہے (۱۹۱)۔ لیکن دوسرے مشائخ اس سلسلے میں احتمال رکھتے ہیں جو سالکوں کے لیے ذوق کا باعث

ہوتے ہیں۔ اس طرح جذبہ کونسلوک پر تقدم حاصل ہے۔ ہر چند صبح کے نفس مفید کی تاثیر کو مرید کے باطن میں پورا دغل حاصل ہے لیکن مفید قسم کی استعداد ہونا بھی شرط ہے۔

آپ سے ملاقات کی بہت آرزو ہے۔ خدا ہماری اور آپ کی بخش کرے، والسلام۔

[عریضہ شاہ ابوالفتح:]

شاہ ابوالفتح (مکتوب الیہ ہذا) کے مکتوب کی چند سطریں جن میں بعض اشغال چشتیہ کے فوائد مندرج ہیں، ایک شغل کے بارے میں فرماتے ہیں [۱۳۳] کہ اس شغل میں کثرت مشق کے باعث سینہ کی گہرائی سے شد کی کھلی کی مانند نہایت بیض آواز محسوس ہوتی۔ جو ہر روز بڑھتی ہی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ قلب صوبری کی حرکت پر جو "ذوالابتداء والانتہا" میں ثابت ہے، غالب آگئی۔ اسم جلالہ کا عمل درست طور پر اس کی گرفت میں آ گیا۔ آواز مزید بیض ہو گئی چنانچہ قلب کے شروع سے لے کر اس طرف جہاں روح کا مقام ہے یک نخت ایک مستطیل آواز پیدا ہوتی۔ اس نے سارے سینہ کو اپنی گرفت میں لے لیا، اس آواز نے کچھ عرصہ بعد اس قدر غلبہ کیا کہ سارے بدن میں سرایت کر گئی۔ حتیٰ کہ توجہ کے وقت ایک بال بھی اس سے خالی نہیں رہتا اور اس قدر مغلوب کر دیتی ہے کہ جبلی اعمال میں بھی توجہ رکھنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے اور غیر کا تصور جاتا رہتا ہے۔ اور حضرت ذات کی سیر دیر تک اعیان موجودات میں معبود ہوتی ہے۔ جب اس حالت سے قدرے آفاقہ ہوتا ہے تو عجیب حالات اور انوکھے مکاشفات ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس حالت میں کسی کی قبر پر توجہ کرے تو صاحب قبر کا حال منکشف ہو جاتا ہے۔ اور اگر مستقبل کے حالات کے بارے میں جستجو کرے تو بلا کم و کاست معلوم کر لیتا ہے۔ اگر کسی ایسے آدمی کی طرف توجہ کرے جو صاحب استعداد ہو تو وہ اپنے دل میں تاثرات حرارت محسوس کرتا ہے۔ اس سے پہلے روح کا ذکر قدرے میسر تھا، اب وہ بھی اس آواز کے ساتھ مل گیا ہے۔ اب ذکر قلب اور روح میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے:

مرج البحرين يلتقيان (۱۹۲)

(اس نے دو سمندر بہانے جو دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوئے)

تنیسواں مکتوب مسئلہ توحید و جودی کا بیان

برخوردار تمہاری التماس پر وحدت وجود کا مسئلہ لکھا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ کتاب مراتب ستہ (۱۹۳) کی شرح (۱۹۴) میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے علم قدیم میں مکی و جزوی حقائق جانتا ہے۔ کسی چیز کے علم سے اس شے کا وجود علم میں لازم آتا ہے۔ اس لیے چاہیئے کہ تمام موجود احیا علم ازلی میں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کے قائل ہیں کہ ”ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے۔“ اس مرتبہ علم میں جس کا نام صوفیہ کی اصطلاح میں باطن وجود ہے، وجودات احیاء کو زمانے کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر حاصل نہیں، اس کے خلاف وجود خارجی میں تقدیم و تاخیر بدیہی ہے۔ کیونکہ وجود علمی وجود خارجی سے الگ شے ہے۔ اور چاہیئے کہ اس سے مقدم رہے۔ جیسا کہ اصل کو فرع پر اور ظل والی چیز کو ظل پر تقدیم حاصل ہوتا ہے۔ وجود علمی سے خارجی احیاء کے وجود میں آنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی ایسی صورت کو صور علمیہ سے وجود میں لائے جسے وجود منبسط کہتے ہیں اور جسے صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہری وجود کہا جاتا ہے۔ اور اس صورت کے آثار مطلوبہ کو اس صورت سے [۱۳۴] ظاہر کرے تو اس صورت اور اس وجود کے نور کے درمیان ایسا رفتہ پیدا کر دیتا ہے جو ذہن میں تو معلوم ہوتا ہے لیکن از روئے کیفیت معلوم نہیں ہوتا، وجود منبسط کا آئینہ اس صورت کے عکس سے منتقل کرتا ہے، وہ اس طرح کہ نقش اطلاق وجود برہم نہ ہو:

وللہ المثل الاعلیٰ (۱۹۵)

(اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے)

جیسا کہ دیکھنے والے کا عکس آئینہ کے سامنے آکر آئینہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے آئینہ کا نور زائل نہیں ہوتا اور عقل (سلیم) رکھنے والا غور کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ صورت مرئیہ جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں یعنی عقل، رنگ اور مرآتیت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پر نہ دخول ہے اور نہ ارتسام۔ اگرچہ بظاہر اور عوام کی سمجھ کے مطابق صورت مرئیہ اور صفت مرئیہ یکساں ہیں۔ جو مرآت ہوتا ہے۔ درحقیقت

صورت اور مرات آئینہ میں سے ہر ایک ' ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔ تجذب آئینہ صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا جامی مراتبہ میں فرماتے ہیں کہ اگر وجود کو مراتب سمجھیں تو اس میں بظاہر صور علمیہ کے آثار و احکام پائے جاتے ہیں (نہ کہ وہ صور بہ نفسہا) (۱۹۶):

لان الاعیان الثابتة فی العلم ماضت راتحة الوجود فی الخارج (۱۹۷)

(اس لیے کہ اعیان ثابتہ جو حضرت علم میں ہیں انہوں نے خارج میں وجود

کی بوتیک نہیں سونگھی)

اگر صور علمیہ کو مرات قرار دیں تو اس میں اسماء و صفات کی تجلیات اور حضرت وجود کے شیونات ہیں نہ کہ وجود بعینہ (۱۹۸)۔ چنانچہ مرات کوئی خزانہ علم کی طرح ہے جو منقوش صفحے کی مانند ہے۔ اور وجہ منبسط صیقل شدہ آئینہ کی جگہ اس کے مقابل ہے۔ اس صفحہ میں سے نہ کوئی نقش باہر آتا ہے اور نہ کوئی صورت مرات وجود میں آتی ہے۔ کیوں کہ مرتبہ علم سے صورت علمیہ کے خروج سے جہالت لازم آتی ہے۔ اور مرات وجود میں دخول صورت سے قیام حادث قدیم ہوتا ہے اور یہ دونوں محال ہیں۔ اس لیے باطن وجود اور ظاہر وجود کے درمیان طرفین کے آثار و احکام کے عکس میں سے ایک ظلم ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں ویم اور دائرہ امکان کہلاتا ہے کیوں کہ اس میں پانچ مشہور تنزلات میں سے تین تنزلات امکانیہ پائے جاتے ہیں (۱۹۹)۔ یعنی تنزل روحی، مثالی اور جسدی۔ چنانچہ مرتبہ علم واجبی میں دو تنزل وجوبی ہیں۔ یعنی وحدت و واحدیت جو عبارت ہیں مرتبہ علم میں خدا کے شیونات (۲۰۰) صفحات کو اجمالاً اور تفصیلاً ملاحظہ کرنے سے۔ کہتے ہیں کہ خارج میں وجود واحد کے علاوہ کسی شے کی تحقیق اور اس کا ثبوت نہیں اور کثرت مرئیہ مرتبہ ویم میں موجود ہے۔ حکمت بالغہ نے اس (مرتبہ) ویم کو تقویت (۲۰۱) دی ہے اور اس پر آثار ابدی کی بنیاد رکھی ہے۔ نہ کہ اس ویم پر جو رفع ویم کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر اطلاق ویم سے اس قوم کی مراد یہ ہے کہ اس کثرت کی کوئی اور حقیقت نہیں۔ تمام وجود واحد اس مرات [۱۳۵] وجود منبسط میں تجلیات کثرت میں متجلی کر گیا ہے اور تجلیات کی کثرت کا منشا نکثر شیونات ہے۔ جو حضرت وجود میں موجود ہیں۔ اور مرتبہ علم میں منکشف ہوتے ہیں۔ جیسے بیج سے کوئی پودا اگتا ہے۔ اس طرح حقائق ممکنات بن جاتے ہیں۔ اور حقائق کا عکس جب مرات وجود میں منبسط ہوا تو عالم کہلایا۔ چونکہ اشیا کے وہمی

وجود کی اور کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ وجود علمی کا عکس ہے۔ اور نفس الامر میں تمام وجود علمی کے ساتھ موجود ہے۔ مرتبہ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور علم صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور وجودی صوفیہ کے نزدیک صفات عین ذات ہے اس لیے اس تقریر کے مطابق احیا کا وجود عین وجود حق ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر (ابن عربی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ان شئت قلت حق (وان شئت قلت خلق) (۲۰۲)

(اگر تم چاہو تو اسے (ہستی - کون) حق کہو اور اگر تم چاہو تو خلق کہو)

مہات ہوا کہ خارج میں وجود واحد کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وحدت الوجود کے معنی ہیں۔ اور یہی ان حضرات کا مکشوف اور مشہود ہے (۲۰۳)۔

چوبیسواں مکتوب (۲۰۴)

حضرت شیخ عبدالاحد نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کے نام

جو قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ سے منسلک ہونے سے مخصوص ہے۔

اس کا مختصر بیان اس طرح ہے کہ انسان دس اجزا سے مرکب ہے (۲۰۵) جبے طائف عشرہ کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں سے پانچ عالم خلق سے ہیں اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ یعنی وہ عالم جو جسمانی اوصاف اور لوازم سے پاک اور مبرا ہے اور وہ قلب، روح سر، غنی اور اغنی ہے۔ حق تعالیٰ نے انسانی ہیكل تخلیق کرنے کے بعد جو کہ عالم خلق کے اجزا سے مرتب اور مرکب ہوا ہے، عالم امر کے عہد سے ہر ایک کو جو عرش کے اوپر لامکانی سے موصوف ہے، انسانی جسم میں مناسب مقام پر رکھ کر تعلق بخشا تاکہ انسان خلق اور امر کا جامع ہو جائے اور اسم صغیر کا مستحق ہو جائے۔

اس لیے پہلے اس لطیفہ میں مشغول کرتے ہیں جو بائیں پستان کے نیچے گوشت کے لوتھڑے کے نیچے ہے جسے قلب صوبری (۲۰۶) کہتے ہیں۔ اور اس شغل کا طریقہ

یہ ہے کہ سالک کو قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ، اسے اس لو تھڑے کو
 جبرہ کی طرح سمجھنا چاہیے ۔ جس سے اس لطیفے کا تعلق ہے ۔ اور اسم مبارک "اللہ" اس
 پر جاری ہوتا ہے ۔ اس وقت وہ سانس کو زیر ناف روکے اور زبان کو تالو سے لگائے
 اور تمام حواس کو یک سو کر کے قلب صنوبری کی طرف توجہ کرے ۔ (۱۳۶) اور اسم
 مذکور کو " بیچونی " اور " بیچگونی " (۲۰۷) کی صفت سے ملحوظ رکھے ۔ صرف صورت قلب
 اور نفس اللہ کا تصور کرے اور کوئی صف مثلاً سمیع ، بصیر ، حاضر اور ناظر کا تصور نہ
 کرے اور سانس کو اس وقت تک روکے جب تک حضور میں غل اور ففور نہ آ جائے ،
 اس طریقے پر ہمیشہ عمل کرے ، جس سے بیٹھتے اٹھتے ، کھاتے پیتے ، بولتے یا سوتے
 وقت اس کا تصور باقی رہے ۔ اگر اس (عمل) کی نگاہ داشت میں پوری کوشش کی
 جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرارت ، گرمی ، شوق اور ذوق حاصل ہو جاتا ہے ۔
 اس کے آثار و انوار مرتب ہونے لگتے ہیں ۔ قلبی نور کا زرد رنگ مقرر کیا گیا ہے ۔ اس
 عمل میں فنا اور غیبت حاصل ہوتی ہے ۔ اور اس غیبت کے دوران اس پر اس کی
 استعداد کے مطابق کچھ کشف بھی ہوتا ہے ۔ اس لطیفے کی کشائش کا کمال یہ ہے کہ
 وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے فعل میں فنا ہو جاتا ہے اور پھر اسی فعل سے باقی رہتا ہے ۔
 پس اس وقت سالک خود کو مسلوب الفضل اور بے کار محسوس کرتا ہے اور اپنے تمام
 افعال کو حق تعالیٰ کے افعال تصور کرتا ہے ۔ اس کا معلوم اور مشہود فقط حق جل و علا
 رہ جاتا ہے ۔ اور " ماسوا " کے علاوہ سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے ۔ اور یہ فراموشی کسی
 کو تو مدت دراز تک اور کسی کو تمام عمر رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ اگر اسے یاد دلانے
 کی کوشش کی جائے تو بھی اسے یاد نہیں آتا ۔ سالک اس وقت دائرہ ولایت میں
 داخل ہوتا ہے ۔ اس مرتبے کو تجلی فعلی اور فانی قلب کہتے ہیں (۲۰۸) ۔ اس لطیفے
 کی ولایت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ، جو بھی " آدمی
 المشرب " ہوتا ہے اسے اسی لطیفے کے ذریعے وصال ایزدی میسر آتا ہے ۔ اس کی سیر
 تمام طائف پر نہیں ہوگی ۔ مگر مرشد کامل کی ہمت و کش سے (تمام طائف کی سیر
 ممکن ہے) ۔

اس کے بعد لطیفہ روح کا شغل کیا جاتا ہے ۔ یہ وہ مقام ہے جس کا تعلق
 دائیں پستان کے نیچے ہے ۔ یہ لطیفہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی صفات میں سے فنا و
 بقا سے مشرف ہوتا ہے ۔ اس سیر میں سالک اپنی صفات کو اپنے سے مسلوب پاتا

ہے۔ اور اسے حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ خواہ سمع خواہ بصر اور تمام صفات کو اس طرح سمجھتا ہے کہ خود حق تعالیٰ ہی سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی اپنی نہ کوئی سمع ہے نہ بصر۔ اس حالت کے حصول کو تجلی صفات سے تعبیر کرتے ہیں (۲۰۹)۔ اس لطیفے کا نور سرخ ہے۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس لیے جو بھی ابراہیمی المشرب ہوگا وہ لطیفہ قلب طے کرنے کے بعد وصال خداوندی حاصل کرے گا۔

اس کے بعد لطیفہ سر (۲۱۰) کا شغل ہوتا ہے جس کا تعلق سینہ اور قلب کے وسط سے ہے۔ [۱۳۷] اس لطیفے کو شیونات ذاتیہ کی تجلیات سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے (۲۱۱)۔ اس لطیفے کا نور سفید ہے۔ اس لطیفے کی ولایت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے اور موسیٰ المشرب سابقہ طائف طے کرنے کے بعد واصل بحق ہوگا۔

پھر لطیفہ خفی کا شغل کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق روح اور وسط سینہ کے مابین سے ہے۔ اس لطیفے کی فنا صفات سلیبیہ میں ہے۔ اس لطیفے کا سیاہ نور متعین کیا گیا ہے۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اس لطیفے کا سالک جو عیسوی مشرب ہوگا وہ سابقہ درجات طے کرنے کے بعد اس لطیفہ کے ذریعے بارگاہ الہی میں پہنچتا ہے۔

من بعد لطیفہ اخفی کا شغل ہوتا ہے جس کا تعلق وسط سینہ سے ہے۔ اس لطیفے کی فنا مرتبہ برزخیہ میں مرتبہ تنزیہ اور مرتبہ احدیت مجرہ دیں ہے۔ اس لطیفہ کے نور کو "نور سبز" فرمایا ہے۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت افضل المرسلین فاطمہ الزہراء صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ اتھا و اکھما کے زیر قدم ہے جو بھی محمدی المشرب ہوگا، اسی لطیفہ کے وسیع سے بارگاہ قدس و تعالیٰ میں واصل ہوتا ہے۔ سابقہ مراتب طے کرنے کے بعد لطیفہ قلب کو ظلال صفات کی تجلی سے حصہ ملتا ہے۔ اور دائرہ ظلال ولایت صغریٰ جو کہ اولیا کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔ اور لطیفہ نفس تجلی صفات سے بہرہ ور ہے۔ دائرہ صفات ولایت کبریٰ جو کہ انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔

عناصر اربعہ میں سے تین عنصر کو سوانے خاک کے تجلی صفات کے باعتبار "اسم الباطن" سے حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ نفس کو اسم الظاہر کے اعتبار سے تجلی صفات سے حصہ حاصل ہے۔

اس دائرہ ولایت علیا کی سیر ولایت ملائکہ کی سیر ہے ۔ اور عنصر خاک تجلی ذات سے بہرہ ور ہے ، کیوں کہ یہ کمالات نبوت ہیں ۔

کمال طائف عشرہ کے حصول اور فنا کے بعد تجلی وجدانی ہیئت پر پڑتی ہے ۔ جب طائف خمسہ عالم امر سے فارغ ہو جاتے ہیں اور معاملہ طائف عالم خلق سے متعلق ہو جاتا ہے ۔ اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں ۔ پہلے نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے پھر رضا سے مشرف ہوتا ہے اور پھر اسلام حقیقی حاصل کرتا ہے ۔ اس کے بعد عناصر اربعہ کے اصولوں کی سیر ہوتی ہے ۔ اس کے بعد کمالات نبوت ، قرآن کے حروف مقطعات کا کشف ، تشابہات و کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم حاصل ہوتے ہیں [۱۳۸]

جاننا چاہیے کہ فنا طائف حاصل کرنے کے لیے نفی و اجابت کا ذکر کرنا چاہیے ۔ اس طرح کہ ساتھ طریقہ کے مطابق سانس روک کر لفظ " لا " کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک جو کہ لطیف نفس کا مقام ہے ، پہنچاتے ہیں اور " لا " کو دائیں طرف لا کر " لا اللہ " کی ضرب قلب پر ایسے طریقے سے لگاتے ہیں کہ اس کا گزر طائف پر ہوتا ہے جو سینے میں موجود ہوتے ہیں ۔ اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ ذات بیچوں کے سوا کوئی مقصود اور مسمود نہیں ہے ۔ اسے " بازگشت " کہتے ہیں ۔ جب ایک ہی سانس میں ذکر کی تعداد اکیس ہو جائے تو ہر روز اتنا ہی کرے ۔ یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ روزانہ ضرب لگائے ۔ لیکن اسے مقررہ شرائط کے مطابق کیا جائے ، پھر فنا کا پھل مل جائے گا (۲۱۲) :

دادیم تراز گنج مقصود نشان ماگر رسیدیم تو شاید برسی (۲۱۳)

راقم فقیر (شاہ غلام علی) عفی عنہ کہتا ہے کہ اس طریقے کے متاثرین نے سالکوں کی عدم فرصت کے باعث حرکت ذکر کے القا کے بعد طائف عشرہ میں جو ترکیب میں سات ہیں ، لطیف ، نفس کی تہذیب کے بعد لطیف ، قلب کی تہذیب اختیار کی ہے ۔ کیونکہ ان دونوں لطیفوں کی سیر کے ضمن میں عالم امر کے طائف اربعہ کو بھی فنا ، بقا ، عروج اور صعود اپنے اصول سے حاصل ہوتی ہے اور بتدریج اپنے کمال کو پہنچتے ہیں ۔ اسم ذات کے ذکر میں سانس روکنا حضرت ایشاں (میرزا مظهر) اور آپ کے اصحاب سے نہیں سنا حرکت قلبی بھی چنداں لازم نہیں ۔ مقصود تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے ۔ اس (مکتوب) میں چونکہ بہت فوائد تھے ، اس لیے

تبرکات اہل کیا گیا ہے (۲۱۴):

فالحمد لله كما يحب ربنا ويرضى و صلى الله على سيدنا محمد و على
آله و اصحابه و بارک وسلم -

حواشی

- ۱- تاریخ اکبری از عارف قدحاری ، اکبر نامہ اور آئین اکبری میں ان مہمت کی تفصیل موجود ہے نیز دیگر کتب کے حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ "ابداد حضرت مہر"۔
- ۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ دوم "ابداد حضرت مہر" و فصل چہارم در نسب و ولادت حضرت مہر (کتاب ہذا)۔
- ۳- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فصل ذکر نسب و ولادت حضرت مہر۔
- ۴- ایضاً۔
- ۵- ملاحظہ ہو: فصل حضرت مہر کا حاجی محمد افضل سے استفادہ (کتاب حاضر)
- ۶- ملاحظہ ہو: فصل معجم، حضرت مہر کا حضرت سید نور محمد سے استفادہ۔
- ۷- یعنی حضرت خواجہ سیف الدین و حضرت خواجہ محمد معصوم۔
- ۸- دیکھیے فصل ہشتم، حضرت مہر کا شیخ محمد عابد سنائی سے استفادہ۔
- ۹- یعنی حضرت شیخ عبدالاحد مہذب بہ شاہ گل، متخلص بہ وحدت اور حضرت خواجہ محمد سید بن حضرت مجدد
- ۱۰- حضرات نقشبندیہ کی بنیادی کتب خاص طور سے حضرات سرہند کے مجموعہ ہای مکاتیب ان بشارات و مکاشحات سے مملو ہیں خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا مستقل رسالہ مکاشحات حبیبہ موجود ہے۔ نیز اکابر نقشبندی مشائخ کی تصانیف میں بھی مکاشحات پائے جاتے ہیں۔
- ۱۱- تفصیل کے لیے اسی فصل میں مکتوب نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔
- ۱۲- ایضاً۔
- ۱۳- القرآن (آل عمران ۶۰/۲)۔
- ۱۴- عصمت صرف انبیاء نے کرام کا خاصہ ہے۔ عصمت انبیاء پر علماء نے مستقل رسائل لکھے ہیں، حضرت مجدد فرماتے ہیں:
- انبیاء علیہم السلام جو کہ گناہوں سے معصوم و پاک ہیں اور ان حضرات سے گناہ کے صادر ہونے کا امکان بھی سلب کر لیا گیا ہے۔ (مکتوب ۴۴/۲)
- ۱۵- ترجمہ: فیض روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) اگر ہم مدد کرے تو بعد والے بھی وہ کردگنائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا۔
- ۱۶- یعنی یہی موجودگی شرط ہے۔

- کلاباذی، ابو بکر محمد: التعرف لمذهب اہل التصوف، طہارہ ۱۹۶۰ء، ص ۸۶-۸۹۔
- انصاری، خواجہ عبداللہ ہروی: منازل السائرین مرتبہ روان فرہادی، کابل ۱۳۵۵ ش، ص ۱۳۰، ۳۹۳، ۳۹۵۔
- سروردی: مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ (ترجمہ فارسی) نو کشور، باب دوم بیان علوم، ص ۲۳-۵۳۔
- قتیری، امام ابوالقاسم: رسالہ قشیریہ شرح از خواجہ گیسو دراز، دکن ۱۳۶۱ھ، ص ۲۴۱۔
- جویری، علی بن عثمان، گنج بخش لاہوری: کشف المحجوب، ص ۱۹۔
- فتیر اللہ علوی شکار پوری: مکتوبات، ۷/۷۔
- ۲۳- مفتی محمد باقر نے کتر الہدایات میں مکتوبات اور رسائل حضرت مجدد اور مکتوبات مصومیہ کے محکم مندرجات کی روشنی میں ان امور پر بحث کی ہے۔ (کتر الہدایات، مطبوعہ امرتسر، ۸۱-۹۵)۔ نیز نجم الفنی رام پوری نے علم حضوری و حصولی کے تحت مختلف اقوال صوفیہ یک جا کر دیے ہیں، ملاحظہ ہو: تذکرۃ السلوک، مراد آباد ۱۳۱۸ھ، ص ۷۹-۸۰۔
- ۲۵- کلمات طیبات، ص ۱۷ میں منقول اس کتب میں یہ جملہ "کہ سداہل عبادتین ست" مقامات مہری میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔
- ۲۶- امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوبات، جلد اول کتب نمبر ۲۰۹، جلد سوم کتب نمبر ۸۸، ص ۹۲، ۱۲۱۔
- ۲۷- شیخ محمد یحییٰ کے اس رسالے کا نام رد جہات ہے جس کا ایک غلط نسخہ رضا لاہیری رام پور میں ہے (فہرست مخطوطات فارسی رضا لاہیری ص ۱۳۷)۔
- ۲۸- یہ رسالہ ہم نے کئی نسخوں کی مدد سے ایڈ کیا ہے جو تاہل طبع نہیں ہوا۔
- ۲۹- عطیہ الوہاب ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور ماہر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔
- ۳۰- برزنجی نے اس سلسلے کے رد میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احوال و آثار غوثی، ص ۱۵۹-۱۶۱۔
- ۳۱- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصانیف میں سے مکتوبات، اجابت النبوت، رد روافض، رسالہ تہلیب، مبداء و معاد، معارف لدنیہ اور جمل حدیث دریافت ہو کر خائع ہو چکی ہیں۔
- ۳۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: وحدت الوجود تالیف ملا عبدالعلی، بحر العلوم ترجمہ و حواشی مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلی، ۱۹۷۱ء و مقدمہ کتاب حاضر۔

۱۷- ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب ہذا "صوفیہ کی حالت"

۱۸- رجحانات میں ہے:

گاہی نسبت گویند و ازان طریقہ و کیفیت مخصوصہ و ممودہ این طائفہ
علیہ خواہند و گاہی صفت غالب و ملکہ نفس کشی ارادہ کنند و گاہی بار
گویند گرانی و نسبتی خواہند (ص ۱۱۶)۔

۱۹- احمد طاہری عراقی نے رسالہ قدسیہ کے تعلیقات میں اس اصطلاح پر بحث کرتے ہوئے
صوفیہ کے اقوال یک جا کر دیے ہیں (ملاحظہ ہو: قدسیہ مولف حضرت خواجہ محمد پارسا
مرتبہ احمد طاہری عراقی، تہران ۱۹۷۵ء) (ص ۱۱۸-۱۲۰)۔

۲۰- کلمات طیبات میں شامل اس مکتوب کے الفاظ یہاں اس طرح درج ہوئے ہیں:
این کثرت وجودات علی محل وحدت وجود حقیقی اصل نمی تواند شد
ص ۱۵۔

۲۱- وجودی صوفیہ نے اپنی کتب میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ حضرت شیخ
ابن عربی کا مستقل رسالہ "نسب الخرق" موجود ہے، جو انہوں نے دمشق میں ۶۲۳ھ
میں تصنیف کیا (مقالہ محمد تقی دانش پڑوہ: "خرق ہزار معنی" شامل Wisdom of
Persia، تہران ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۹)۔ نیز ملاحظہ ہو: اصطلاحات صوفیہ از عبد الرزاق کاشانی،
اصطلاحات صوفیہ از فخر الدین عراقی، طائف، اشرفی (فصل اصطلاحات صوفیہ)۔

۲۲- کلمات طیبات (ص ۱۵) میں یہ فقرہ موجود ہے: "وجود حق بیط و غیر و حسن محض
است و صین عالم نمی تواند شد" جو مقامات مہمتری کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے۔
شودی صوفیہ نے اس باب میں جو بحثیں کی ہیں ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
پارسا، خواجہ: رسالہ قدسیہ مرتبہ احمد طاہری عراقی، مطبوعہ تہران و مرتبہ ملک محمد اقبال،
مطبوعہ راولپنڈی۔

۲۳- ایضاً: تحقیقات (فصل اصطلاحات صوفیہ)، فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات نمبر ۹/۱-۱۰،
۶/۲۴، ۶/۲۹، ۶/۶۵۔

مجدد الف حنائی، حضرت: مکتوبات ۱۷۷/۱۔

ولی اللہ، شاہ: شفاء العلیل ترجمہ قول الجلیل، مطبوعہ مطبع احمدی، فصل ہفتم، ص ۶۸۔

فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات ۴/۱، شفاء اللہ پانی پتی، کاشانی: ارشاد الطالبین،
ص ۱۲۔

شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ، ص ۶۱۔

۲۴- صوفیہ کرام نے علم کو اصطلاح کے طور پر بیان کرتے ہوئے اس کی کئی اقسام
بتائی ہیں۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

- ۳۲۔ ایضاً۔
- ۳۳۔ ایضاً۔
- ۳۵۔ "مولوی صاحب مہربان سلمہ الرحمن" سے حضرت مہر کے خلیفہ اجل حضرت قاضی عطاء اللہ پانی پتی مراد ہیں۔ حضرت مہر کے مکتوبات کا جو مجموعہ جناب عبدالرزاق قریشی مرحوم نے خالق کیا تھا۔ اس میں اکثر مکاتیب میں انہیں اسی طرح مخاطب کیا گیا ہے۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو باب "خلفائے حضرت مہر" (کتاب حاضر)۔
- ۳۶۔ اکثر محضرین کے رسائل سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے آپ کی اصطلاحات تصوف کو کماحقہ نہیں سمجھا، حضرت مجدد کے نبیرہ مولانا محمد فرخ مجددی نے اصطلاحات صوفیہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جو اس کی کو پورا کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو ہدیہ مجددیہ مولف مولانا وکیل احمد سکندر پوری۔
- ۳۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل ہذا کے حواشی نمبر ۱۹۳ تا ۲۰۲۔
- ۳۸۔ ایک شے کے لیے دوسری شے کا حکم یا اس حکم کا منشاء اگر یہ موت الفاظ (ذو) یا (لہ) یا (نی) کے ذریعہ ہو تو عمل اشتقاقی ہے اور اگر یہ موت بلا واسطہ ہو تو عمل مواظہ ہے۔ (دستور العلماء ۲/۵۷، مصطلحات علوم و فنون عربیہ ص ۱۳۸)۔
- ۳۹۔ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۱۲/۳۔
- ایضاً: مبداء و معاد نمبر ۴۸، پدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۱۲/۲۔
- خواہ ظلام علی دہلوی: رسائل سب سیرہ ص ۵۰۔
- محمد امین بٹشی: المعاضد بین الانسان والکعبہ (سال ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء) قلمی، محزونہ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور۔
- ۴۰۔ اس موضوع پر ہم نے احوال و آثار عبداللہ خویشی میں مہصل بحث کی ہے، ملاحظہ ہو: ص ۱۵۰-۱۵۳۔
- ۴۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل ہذا مکتوب نمبر ۷۔
- ۴۲۔ ترمذی (کتاب الامثال، باب ۶، نمبر ۲۸۶۹) ۵/۱۵۲۔
- ۴۳۔ کھمت طیبات، ص ۱۹ میں منقول اس مکتوب کا یہ فقرہ "و کمالی غیر از کمالات نبوت بالاصلاہ ختم نہ شدہ است" مقامات مہری (مطبوعہ نسخہ) میں نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔
- ۴۴۔ صوفیہ کرام نے ائمہ صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے۔ مشائخ کے اکثر تذکروں میں اس قسم کے اثرات ملتے ہیں، لیکن ہر جگہ تفصیل کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرما کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا قیاس معہدین کے مابین اس وقت پیدا ہوا ہو گا جب

حضرت مجدد کے مکتوبات میں بعض ایسے نکات کاربن کی نظر سے گزرے جن میں آپ نے حضرت شیخ کے بارے میں اہمہار خیال فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر بیلانی غوث اعظم کا قول ہے:

قدمی هذه علی رقبۃ کل ولی اللہ

(میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کی توضیح یوں کی ہے کہ "جاننا چاہیے کہ یہ حکم صرف اس وقت کے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے، اولیائے متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں (مکتوبات ۱/۱۹۳) غور کریں تو اس توضیح سے کسی طرح بھی بے ادبی کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا حضرت مجدد کے علاوہ یہی رائے حضرت شیخ عبداللہی محدث دہلوی کی بھی ہے (دیباچہ شرح فتوح النیب) نیز شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (سیرت غوث اعظم، ص ۱۰۰-۱۰۲)۔ حضرت مجدد نے کئی مقامات پر آپ کے فضائل و مناقب تحریر کیے ہیں۔ لکھا ہے ائمہ اہل عشر کے بعد مقام قطبیت حضرت غوث اعظم کو عطا ہوا اور تا این دم تمام واصلیں کو انہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے اور شیخ مجدد آپ کے نائب ہیں (مکتوبات ۲/۱۲۳)۔ حضرت مجدد اپنے یوم وصال تک حضرت غوث اعظمین کا احترام اسی طرح کرتے رہے انتہائی ضعف اور مرض میں آپ عالم رویا میں لے اور فرمایا کہ میرے اس شعر:

اقتحموس... الخ اور ہمارے قول قدمی هذه... الخ

کی شرح لکھو ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی (بدرالدین سربندی: وصال احمدی، ص ۱۲-۱۳) مزید تفصیل کے لیے حضرت مہر کے معاصر بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کا طویل مکتوب ملاحظہ ہو۔ (مکتوبات ۲۹/۲۰۲-۲۲۱)۔

۴۵۔ (ترجمہ) کی اور پیش کی طرف ہرگز توجہ نہیں دینی چاہیے اور مد سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ تمام کائنات جمال ازلی کا آئینہ ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے اور دم مارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۴۶۔ حضرت مجدد کہتے ہیں "باوجود اس تمیز بے چونی اور وسعت بے کیفی کے اس کے اسماء و صفات غامضہ و اجبی میں تفصیل اور تائید پیدا کر کے منکس ہونے۔ ہر اسم اور صفت متمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے عدم میں علم کا مقابل عدم علم ہے، جس کو جہل کہتے ہیں، اور قدرت کا عدم قدرت ہے جس کو مجر کہتے ہیں، یہی کیفیت تمام صفات کی ہے ان معابلت مدیر نے بھی واجبی میں تفصیل اور تمیز پیدا کی ہے اور وہ اپنے مقابل اسماء و صفات کے لیے آئینے بنے۔ اسماء و صفات واجبی کا ان پر عکس پڑا۔ اس فقیر کے نزدیک مدعی آئینوں پر جو عکس پڑا ہے وہ

حقائق ممکنات ہے۔" (مکتوبات ۱۲۲/۳ رسالہ وحدت الوجود، حواشی مولانا زید)۔

۴۷۔ وحدت الوجود اور شہود میں انطباق ثابت کرنے کا سلسلہ حضرت مہر کے زمانے میں خاصاً زوروں پر تھا جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں وضاحت کی ہے کہ دونوں مکاتب فکر اس کھفی اختلاف کو خلاف کا رنگ دے کر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے پر اتر آئے تھے، حضرت مہر کے قریب الہمد عارف حضرت شیخ محمد مراد فنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء) نے اس تکفیر کی شورش سے متاثر ہو کر ایک کتاب "صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین" تالیف کی تھی۔ (ر۔ ک بہ مقام راقم در نور اسلام اویانے نقشبند نمبر ۱۹۷۹ء، ص ۷۹ - ۸۳) حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اس میدان میں آ کر دونوں نظریات کو منطبق کرنے کی کوشش کی۔ حضرت مہر اس انطباق کو تسلیم نہیں کرتے تھے پنانچہ انہوں نے مولانا غلام سیکی بہاری سے فرمائش کی وہ اس موضوع پر ایک رسالہ لکھیں انہوں نے کلمات الحق کے نام سے انطباق کی نفی میں ایک رسالہ لکھا۔ اسی طرح حضرت مہر کی فرمائش پر رسالہ مہر انور لکھا گیا۔ اول الذکر رسالہ کے رد میں حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی نے ضخیم رسالہ دماغ الباطل کے نام سے تالیف کر ڈالا جس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ انطباق کی پر زور تائید کی۔ گویا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دونوں فریق اس نظریہ کے معاملہ میں (علاوہ علماء مذکورہ) افراط و تفریط کا شکار ہو گئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے جانشینوں نے اپنی خانقاہوں میں اس مسئلہ پر بحث کی ممانعت کر دی تھی۔ خانوادہ مجددیہ کے عالم افراد ابھی تک اپنے اسلاف کے نظریہ کے مطابق اسے نفسی اختلاف نہیں سمجھتے بلکہ واضح قسم کا کھفی اختلاف ثابت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: زید ابوالحسن فاروقی: رسالہ وحدت الوجود از علامہ بحر العلوم۔ بحث خاتمہ، ص ۱۳۰ - ۱۳۶ نیز تحقیقی بحث کے لیے دیکھیے، مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی ۴۶/۱۵۸ - ۱۹۵۔

۴۸۔ یہ قول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، ایک روز آپ کی محفل میں ایک صالح شخص برہان پور سے آیا اور سوال کیا کہ شیخ محمد فضل اللہ نے دریافت کیا ہے کہ آپ نے اپنے مکتوب (۱۱/۱) میں لکھا ہے کہ میرا مرتبہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے بلند ہے؟ اس کے جواب میں حضرت مجدد نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بجمع فضائل کے باوجود غلام مملکت پر فضیلت نہیں دیتا تو اپنے کو ان سے افضل کیوں کر کہہ سکتا ہوں؟ بلکہ معرفت حق اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بہتر سمجھتا ہو:

"معرفت خدا نے بر آنکس حرام کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند" (حضرات القدس

- ۴۹- کتاب ہذا کے حواشی میں مختلف مقامات پر ان حقائق کی تفصیلات درج ہیں۔ نیز مولانا محمد باقر لاہوری نے اس باب میں حضرت مجدد کے معارف بیان کیے ہیں (کثر الہدایات، آخری حصہ)۔
- ۵۰- شیخ منصور حلج کے مکاشفات کو صوفیہ نے بحث کا موضوع بنایا ہے۔ مستقل کتابیں اور مسائل تصوف پر عمومی بحث کے دوران "شیخ حلج" کا ذکر مکرر آیا ہے۔ احوال و مراجع کے لیے دیکھیے، بروکھان: تاریخ الادب العربی ترجمہ سید یعقوب بکر۔ قاہرہ ۱۹۶۶ء، ۲۶/۲۶-۶۹۔
- ۵۱- القرآن (الانبیاء) ۲۱/۸۳۔
- ۵۲- قوسین میں دیا گیا جملہ مقامات مٹھری میں نہیں ہے جب کہ کلمات طیبات (ص ۲۱) میں شامل اس مکتوب میں موجود ہے۔
- ۵۳- القرآن (الانبیاء) ۲۱/۸۳۔
- ۵۴- القرآن (ص) ۲۸/۴۱۔
- ۵۵- القرآن (ص) ۲۸/۴۴۔
- ۵۶- قوسین میں درج فقرہ مقامات مٹھری میں متقول اس مکتوب میں نہیں ہے جب کہ کلمات طیبات ص ۲۲ میں پایا جاتا ہے۔
- ۵۷- قصص الانبیاء کے موضوع پر تالیف ہونے والی کتب میں حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے درج ہے۔ ہمارے پیش نظر امام ثعلبی کی کتب العرائس (مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ ص ۸۶-۹۳) ہے۔
- ۵۸- اس مقام کی تشریح اسی مکتوب کے حواشی میں ملاحظہ کریں۔
- ۵۹- ایضاً۔
- ۶۰- قوسین میں متقول فقرہ مقامات مٹھری میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات میں مندرج اس مکتوب سے لیا گیا ہے ص ۲۲۔
- ۶۱- حضرت محی الدین ابن عربی کے اس قول کی تفصیل کے لیے دیکھیے: خصوص الحکم شرح طاجامی (فصل حکمت حسیۃ فی کلمۃ ایوب) مطبوعہ فیروز پور ۱۹۰۴ء ص ۳۶۴۔
- ۶۲- کسی ولی کا نبی کے مرتبے کو پہنچنا تو درکنار ولی کی ولایت نبی کی انتہائی اتباع پر مبنی ہے۔ اس باب میں حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں خوب دلائل سے بحث کی ہے، ایک مقام ملاحظہ ہو:
- حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے کم درجے کا ہے۔ (مکتوبات ۱/۲۴۸)۔

- متعلق ہے ، تفوق لازم نہیں آتا کیوں کہ " فکر معرفت حق " سے عبارت ہے اور
 اِکلیت "عبادت تامہ" کے حصول سے متعلق ہے۔ (ایضاً، ص ۴)۔
- ۴۱۔ تفسیر مدارک اور تفسیر رؤفی میں اس قسم کی واضح تشریح کی گئی ہے۔ (ایضاً، ص ۴)۔
- ۴۲۔ القرآن (الاعراف) ۵۵/۴۔
- ۴۳۔ فتح القدیر میں اس کی توضیحات ملاحظہ ہوں۔
- ۴۴۔ خارج مکتوب ہذا نے اس نکتے کی وضاحت کے لیے مدارک ، جلالین ، ملا علی قاری
 (بلسلہ شرح حدیث) اور امام نووی کے حوالے دیے ہیں (ص ۵)۔
- ۴۵۔ یعنی یک ضربی ، دو ضربی ، تین ضربی ، چار ضربی اور نفی و اجابت وغیرہ (ایضاً، ص ۵)۔
- ۴۶۔ بخاری (مغازی ۲۸) ، مسلم (ذکر ۴۴) ، دارمی (وتر ۲۶) ، ترمذی (دعوات ۵۴) ، المعجم
 المفہرس ۴۱۵/۳۔
- بخاری و مسلم میں اس حدیث میں "لا" کی بجائے "لیس" ہے لیکن اشعہ اللغات
 (۱۴۸/۲) میں "لا" ہی ہے۔
- ۴۷۔ یعنی مراقبہ حضور و ممیت ، مراقبہ اُقریبیت و محبت عامہ وغیرہ (شرح مکتوب ہذا، ص ۵)۔
- ۴۸۔ مطلقاً دنیا سے سرد دلی ، اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ظہور ، وجدان لذت در بدن ... (ایضاً)۔
- ۴۹۔ اس مضمون کی حدیث معروف کتب حدیث میں ملتی ہے ۔ لیکن دروازہ بند کرنے کا
 ذکر کسی روایت میں ہمیں نہیں مل سکا۔
- ۸۰۔ یہ بات صرف زبان کو حرکت میں لانے بغیر قلب اور حضور قلب کے ساتھ ذکر لسانی
 سے متعلق ہے۔ (شرح مکتوب ہذا، ص ۶)۔
- ۸۱۔ خارج مکتوب ہذا نے امام مالک ، امام احمد بن حنبل ، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد
 کی روشنی میں اس کی تشریح کی ہے (ص ۶-۷)۔
- نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ذکر جہر سے منع فرماتے ہوئے اسے
 بدعت قرار دیا ہے۔ (مکتوبات ۲۳۱/۱)۔
- ذکر کے بارے میں مختلف روایات کو مولانا غلام رسول سمیدی نے اپنے رسالہ ذکر
 بالجہر ، طبع ہزارہ ۱۹۷۱ء میں یک جا کر دیا ہے۔
- ۸۲۔ مسئلہ سماع میں فقہاء و صوفیہ کے اختلاف پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں چند نام
 ملاحظہ ہوں :

- (i) ابن جوزی : رسالہ السماع و الرقص۔
- (ii) ابن جوزی : تكمییس ابلیس ، طبع بیروت ، ص ۲۲۲-۲۵۹۔
- (iii) قرع الاسماع باختلاف احوال المصالح و اقوالہم فی السماع۔ یہ شیخ عبدالحی محدث
 دہلوی کا رسالہ ہے جو اخبار الاخبار کے حاشیہ (ص ۵۱-۷۹) پر چھپ چکا ہے۔

(iv) عبد الغنی نابلسی: ایضاح اللہ لالات فی جواز سماع لآلات۔

ایضاً۔

۸۳۔ سماع کی شرائط کو رفتہ رفتہ نظر انداز کیا جانے لگا یہاں تک کہ سماع کی روح ختم ہو گئی، حضرت مظہر کے معاصر چشتی بزرگ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (ف ۱۱۴۲ھ) نے اپنے دور کے سماع کو مجموعہ "ہانے ہوئے سماع" قرار دیا ہے۔ اس لیے انہوں نے اسے کم کرنے کی تلقین کی ہے، ملاحظہ ہو:

نظامی، ضلیق احمد: تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۰۶، ۳۱۴، ۴۱۹۔

۸۵۔ حضرت مجدد نے سماع پر تنقید کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے "ناز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے صوفیہ کی کثیر جماعت نے اپنی قلبی بے یقینی کا علاج سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں تلاش کیا ہے اس لیے رقص و سرود کو انہوں نے اپنا مسلک بنایا ہے" (مکتوبات ۲۶۱/۱) سماع و رقص فی الحقیقت لب و لب میں داخل ہے... اس زمانے کے غام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین بنایا ہے، اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ (ایضاً ۲۴/۲)۔

۸۶۔ چشتی صوفیہ میں سے حضرت خواجہ گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ) نے سماع پر تحقیقی اور وجدانی بحث کی ہے جس سے اس ذوق کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو:

(ترجمہ و شرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ، ص ۲۰-۴۷)۔

۸۷۔ تفصیل کے لیے فصل ہذا، مکتوب ۱۲ کے حواشی ملاحظہ کریں۔

۸۸۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین (۲۳۶/۲ - ۲۶۹) مطبوعہ مصر اور کیمیای سعادت، ص ۱۴۱ میں سماع پر مفصل بحث کی ہے۔

۸۹۔ شیخ شہاب الدین سروردی نے عوارف المعارف میں سماع پر بحث کی ہے، ملاحظہ ہو، عوارف (حاشیہ احیاء علوم الدین ۲۳۲/۲) اور فارسی ترجمہ عوارف (مصحح الہدایہ، مطبوعہ نوکلشور ۱۸۷۵ء، ص ۱۴۱)۔ نیز شیخ ابونجیب سروردی نے بھی آداب المریدین میں مسئلہ سماع پر گفتگو کی ہے۔ دیکھیے ترجمہ و شرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ، ص ۲۰۔

۴۷

۹۰۔ ذوق سماع کی عملی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مجالس العشاق از سلطان حسین اور نغمہ عشاق از محمد نور اللہ اعظم پوری۔ وغیرہ

۹۱۔ علماء و صوفیہ نے سماع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور تصوف کی ہر معتبر کتاب میں اس موضوع پر اظہار کیا گیا ہے، ان مختصر حواشی میں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے سابقہ حواشی میں محمولہ کتب کے علاوہ پہلی نظر میں یہ مآخذ ذہن میں آتے ہیں:

کشف المحجوب (باب احکام سماع) ، رسالہ فقیر ، معروف کتب سلسلہ چشتیہ ، شیخ ابو عبد الرحمن سلمی (ف ۴۱۸ ھ) کا " رسالہ السماع " (ر - ک - مہدمہ طبقات الصوفیہ سلمی ، ص ۴۰) ، رسالہ سماع از کاظمی مناء اللہ پانی پتی - مولانا فخر الدین زرادہ کا رسالہ اصول السماع ، السماع ، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ ھ - جلال الدین صہبانی مرحوم نے " سماع " پر علماء و صوفیہ کے مختلف اقوال نہایت خوش اسلوبی سے مصباح الہدایہ کے حواشی میں یکجا کر دیے ہیں - ملاحظہ ہو :

مصباح الہدایہ ، طبع تہران ۱۳۳۲ خ ، ص ۱۴۹ - ۱۸۶ -

اس موضوع پر مختلف آراء کے لیے ملاحظہ ہو :

محمد شرف الدین یاقوتیاء : " حیرہ " مقالہ شمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۴ / ۱۰۱ - ۱۰۲ -

Montgomery Watt : جہم بن صفوان - ایضاً ۴ / ۵۵۸ - ۵۵۹ -

ایضاً - جمہیہ - ایضاً ۴ / ۵۵۹ - ۵۶۰ -

محمد ابو زہرہ : حیات امام احمد بن حنبل ، اردو ترجمہ ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ -

نجم الغنی رام پوری : تذکرۃ السلوک ، ص ۸۴ -

۹۳ - تھا و قدر کے مباحث کے دوران حضرت مجدد نے اس موضوع پر بعض نکات بیان کیے ہیں - ملاحظہ ہو : مکتوبات ۱ / ۲۸۹ / ۶ / ۷ وغیرہ -

۹۴ - مذہبی میانہ روی اور رواداری کے نام پر تحقیق کرنے والوں نے حضرت مہم کے اس مکتوب پر غوب عاصیہ چڑھانے ہیں ، ہم نے کتاب ہذا کے مہدمہ میں ان امور پر بحث کی ہے -

۹۵ - جدید دور میں ہندومت پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

Radhakrishnan : " Hinduism ", Cultural History of India,

Ed. by Basham, Oxford, 1975, pp. 60 - 82.

۹۶ - اہل ہند کی قدیم مذہبی کتابوں کی تفصیل اور تخصیص حاشہ کے لیے دیکھیے ، السیرونی کی کتاب السند جلد اول ، ص ۱۶۳ - ۱۷۸ (اردو ترجمہ) و انگریزی ترجمہ زغاؤ - نیز اس موضوع پر کئی کتابیں انگریزی میں ملتی ہیں ، دیکھیے :

Radhakrishnan : The Philosophy of the Upanisads,

London, 1935.

۹۷ - ابو رسحان السیرونی کی تحقیقات کے مطابق ہندو " بید " کو اللہ کا کلام کہتے ہیں جو برہما کے منہ سے نکلا ہے ... بیز (بید) کے معنی ہیں اس چیز کو جان لینا جو معلوم نہ ہو (کتاب السند ۱ / ۱۴۳) -

۹۸ - برہما کا ذکر کئی مقامات پر کتاب السند اور دو سری مستند کتابوں میں آیا ہے -

۹۹- السیرونی کے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اگرچہ نفع احکام کے قائل نہ بھی ہوں وہ اس تنسیخ کو خلاف عقل نہیں سمجھتے تھے (کتاب الہند ۱/۱۳۶)۔

۱۰۰- کتاب الہند میں ہے - دب (دیو) کے سال سے ایک ہزار دو سو سال ایک جگ ہے جس کا نام "تس" ہے اس کا دو گونہ دوا پر ہے - سہ گونہ تریٹ اور چار گونہ کریت ہے ان سب کا مجموعہ بارہ ہزار سال یہی چتر جگ یعنی چار جگ ہے - (۸۶/۲) جگوں کے خواص اور تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الہند، جلد دوم، ص ۸۱، ۸۶، ۱۰۲۔

۱۰۱- السیرونی نے ہندوؤں کی مختلف کتابوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت ان کے اعتقادات بارے میں پورا باب مرتب کیا ہے، دیکھیے: کتاب الہند ۱/۲۳ - ۳۰، جزا و سزا کا بیان باب ششم، ص ۶۶ جلد اول میں ہے۔

۱۰۲- توسین میں مرقوم عبارت معطلات مہری میں منقول اس مکتوب میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات، ص ۲۶ سے لی گئی ہے۔

۱۰۳- نجات کے بارے میں ہندوؤں کے بیانات کو السیرونی نے یکجا کیا ہے (کتاب الہند ۸۸/۱ بہ بعد)۔

۱۰۴- معطلات مہری مطبوعہ مجتہبی، ص ۱۰۰ میں یہاں "معلوم حد کہ دین ہر نبی بودہ است" ہے لیکن مایش نظرتن مطبوعہ مطیع احمدی دہلی میں مرتبی کی بجائے "مرضی" ہے۔

۱۰۵- فرید مان یوحنا نے معطلات کے اس جملہ کو بشارات مہریہ سے مختلف بتایا ہے، ان کے مایش نظر معطلات کا نسخہ مطبوعہ مجتہبی (ص ۱۰۰) ہے - لیکن ہمارے مایش نظر نسخہ معطلات مطبوعہ مطیع احمدی میں یہ عبارت بہت واضح ہے - یعنی "مرضی بود" - دیکھیے:

Yohann Friedmann : Medieval Muslim Views of Indian

Religions, J. A. O. S. Vol. 95. No. 2, p. 219, f. note No. 50.-

۱۰۶- القرآن (فاطر) ۲۴/۲۵۔

۱۰۷- ایضاً: (یونس) ۴۴/۱۰۔

۱۰۸- حضرت مجدد نے اس باب میں اپنا یہ مکاشفہ بیان کیا ہے:

زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ (بہشت) سے دور دکھائی دیتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے مائیںبر مبعوث ہونے ہیں اور صانع جل خانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے، اور ہندوستان کے بعض جہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مٹھلوں کی طرح روشن ہیں اگر ان جہروں کو کوئی متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے... لیکن ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ (مکتوبات ۱/۲۵۹)۔

۱۰۹- توسین کے الفاظ کلمات طیبات، ص ۲۷ سے منقول ہیں۔

۱۱۰۔ ان الفاظ سے حضرت مظهر کے اس مکتوب کا سال تحریر ۱۸۰ھ متعین ہوتا ہے۔

۱۱۱۔ القرآن (المومن) ۴۰/۷۸۔

۱۱۲۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں:

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی تباہی کے بہت آثار پائے جاتے ہیں، یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے... (میں ممبروں کی تکذیب کے باعث) لیکن وہ دعوت کا کلمہ ہم عصروں کے درمیان باقی رہا (مکتوب ۱/۲۵۹)۔ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی حائقی جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں گے اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں گے اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے، کیوں کہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو جہنم کے وسط میں دیکھتے ہیں (ایضاً)۔

۱۱۳۔ السیرونی نے ہندوؤں کی بت پرستی کے دلچسپ حقائق بیان کیے ہیں، ملاحظہ ہو:

کتاب السنہ ۱/۱۴۲ - ۱۴۲۔

۱۱۴۔ کلمات طبیات، ص ۲۷ اضافی لفظ۔

۱۱۵۔ تناسخ، یعنی روح کا قالب بدلا، ایک جسم سے دوسرے جسم میں بلا تحمل زمان در آنا، اس تعلق اور ذاتی تشق کی بنا پر جو روح اور جسم میں ایک دوسرے کے لیے ودیعت ہے۔ ہندو نظریہ کے مطابق جو نفس ناقص رہ جاتے ہیں، وہ تو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو نفوس کامل ہو جاتے ہیں اور ان کے تمام کمالات قوت سے فعل میں آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد دیگر ابدان میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ علانی جسامین سے مہمکارا پا کر عالم قدس میں جا پڑتے ہیں۔ جو نفوس تکمیل نہیں کر پاتے وہ بدن انسانی سے دوسرے انسانی بدن میں بقیہ کمال کی تحصیل کے لیے منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ انتقال انسانی، حیوان اور نباتات کی جانب بھی ہوتا ہے۔ (دستور السنہ ۱/۲۵۴، مصطلحات علوم و فنون عربیہ، ص ۱۰۳-۱۰۴)۔

۱۱۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ کتاب ہذا، بنوان "حضرت مظهر اور ہندومت"۔ یہاں حضرت مظهر کی مراد یہ ہے کہ صرف تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے ہی ہندوؤں کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان کے کفر کے بارے میں دیگر دلائل بھی قابل توجہ ہیں۔ حضرت مجدد، تناسخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ بات (تناسخ) کفر ہے، ان چیزوں کا انکار ہے جو دین سے بہ تواتر

حیات ہیں۔ جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لیے ہے اور سزا کس کے لیے؟ یہ دوزخ اور آخرت کے مذاب کا انکار... یہ عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیوں کہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں... اس فحیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تناسخ کے قول سے بھی گرا ہوا ہے... روح کے منتقل ہونے میں پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زندگی ہے، تو پہلے بدن کو برزخ کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے مذاب و ثواب سے مفرغ ہوگا اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اجابت کرتے ہیں تو اس کے حق میں حشر دنیا میں ہی حیات ہو گیا... افسوس ہزار افسوس کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو جنتی کی سند کے لائق سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے مقتدا بنے ہوئے ہیں (مکتوبات ۵۸/۲) مختصاً۔

۱۱۷۔ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۳۱۲/۱۔

۱۱۸۔ القرآن (الانزاب) ۳۶/۳۳۔

۱۱۹۔ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق ۱۲۱/۱۔

۱۲۰۔ علماء نے رفع سببہ کے اجابت اور نفی میں بہت سے رسائل لکھے ہیں، چند نام ملاحظہ ہوں:

(۱) علی قاری، ملا: تزیین الصبابة فی تحسین الاشارة (قلمی نسخہ بانکی پور نمبر ۱۶۲۲)۔

(۲) برزنجی، سید: الاشارة المصیحة علی مانی الاشارة بالمسبح۔

(۳) رسالہ شیخ ابن علی دین (علامہ حامی) مطبوعہ۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے معاصر بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی رفع سببہ کے اجابت میں اپنی تالیفات میں بحث کی ہے ملاحظہ ہو: شرح سفر السعادة، فارسی، ص ۸۱ اردو ترجمہ، ص ۷۱ - ۷۲ اور شرح مشکوٰۃ۔ حضرت مظہر کے معاصر عالم و عارف حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (ف ۱۱۹۵ھ) نے اجابت رفع سببہ میں ایک نہایت جامع مکتوب تحریر کیا ہے۔ (مکتوبات ۳۸ - ۳/۲)۔

۱۲۱۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ (۱۰۲۷ - ۱۰۹۸ھ / ۱۶۱۸ - ۱۶۸۶ء) نے اپنے برادران بزرگ تحصیل علم کی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کے بھی تمذید رشید تھے، حدیث کی سند شیخ محدث سے ہی لی تھی (روضة القیومیہ ۳۱۱/۱)۔ ارشاد سلوک کے علاوہ درس و تدریس سے گھرا گاؤ تھا، مدرسہ سرہند کی روح و رواں تھے۔ (حضرات القدس ۲/۲۹۵) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: زبدۃ العتبات، ص ۳۲۳، عمدة العتبات، ص ۲۲۲۔ انساب الانجاب،

ص ۱۰۵-۱۰۶ احمدیہ ص ۸۶۔

۱۲۲۔

رسالہ حضرت محمد یحییٰ در اجابت رفع سببہ کا ذکر تذکرہ نویسوں نے نہیں کیا۔ مکتوبات حضرت مجدد کے عربی مترجم شیخ محمد مراد کی نے اس رسالہ اور رسالہ شیخ محمد سعید کے بارے میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ہماری نظر سے نہیں گزرے (عربی ترجمہ ۲۱۲/۱) شیخ محسن تہنی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ شاہ محمد یحییٰ نے اس رسالہ میں اپنے والد اور برادر بزرگ سے اختلاف کیا ہے۔ (ایانہ الجنبی ص ۶۴ ترجمۃ الخواطر ۴۲۵/۵) حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) نے شرح ترمذی میں اس سے استعاذہ کیا ہے (محوالہ رسالہ نفی رفع سببہ از مولانا محمد حسن جان (ف ۱۳۶۵ھ) قلمی بخط مصنف در کتابخانہ مولانا محمد ہاشم جان مرحوم منذو سائیں داد سندھ) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاہ محمد یحییٰ کا رسالہ رفع سببہ رام پور میں غاندان حضرت مجدد کے افراد کے پاس موجود ہوگا۔

مجددی حضرات کے مابین مسئلہ رفع سببہ میں علمی اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے لے کر مولانا محمد حسن جان مذکور تک اس موضوع پر ان حضرات نے رسائل لکھے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد نے رفع سببہ کی نفی میں ایک رسالہ حضرت مجدد کی زندگی میں لکھا جس کا ذکر خود حضرت مجدد نے فرمایا ہے (مکتوبات ۲۱۲/۱) نیز زبدۃ العتبات ص ۳۱۰ حضرت القدس ۷۳۵/۲ روضۃ القیومیہ ۲۸۸/۱ میں بھی اس رسالہ کا ذکر ہے۔

پھر حضرت شاہ محمد یحییٰ نے اس رسالہ کے جواب میں اجابت رفع سببہ کے موضوع پر رسالہ مذکورہ لکھا (ایانہ الجنبی ص ۶۴) اس کے بعد شاہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید نے نفی رفع سببہ میں ایک رسالہ لکھا (ایانہ الجنبی ص ۶۴) مولانا سراج احمد مجددی نے شرح ترمذی میں وضاحت کی ہے کہ حضرت شاہ محمد فرخ کا رسالہ بھی حضرت شاہ یحییٰ کے جواب میں تالیف ہوا ہے (محوالہ رسالہ مذکورہ مولانا محمد حسن جان ورق ۳۸-۱)۔ اس کے بعد اس غانوادہ کے مشہور مصنف اور عظیم کارسی خاں حضرت شیخ عبداللہ وحدت معروف بہ شاہ گل (ف ۱۱۲۶ھ) نے ”منع رفع سببہ“ پر ایک رسالہ تالیف کیا (عمدۃ العتبات ص ۲۴۶)۔ اس غاندان کا آخری رسالہ حضرت خواجہ محمد حسن جان مرحوم کا ہے جو انہوں نے میر علی نواز شکار پوری (ف ۱۹۲۰ء) کے رسالہ بشارہ لالی الاشارہ مطبوعہ لاہور ۱۳۲۳ھ (در رد مکتوبات حضرت مجدد ۲۱۲/۱) کے جواب میں ایک عظیم اور تظہیر کلام میں رسالہ لکھا جس کے ذریعہ موصحات ہیں (سال تالیف ۳۲ ۱۳ھ)۔ یہ رسالہ بخط مصنف مولانا محمد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ منذو سائیں داد سندھ میں موجود ہے۔

یہ وضاحت کرنا لازم ہے کہ اس عظیم خانوادہ کا یہ انہیں کا اختلاف محض فقہی و علمی تھا مخالفت کا رنگ اس میں ملحق نہیں ہے۔

حضرت مجدد کے مکتوبات سے آپ کا حنفی مسلک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

-۱۲۳

اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مکتوب نمبر ۱۴ کے حواشی (فصل ہذا)۔

-۱۲۴

اسلامی ہندوستان میں علم حدیث کی تفصیلات کے لیے دیکھیے:

-۱۲۵

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولفہ ظلیق احمد نظامی (مقدمہ)۔ اور

M. Ishaq : India's Contribution to the study of Hadith

Literature, Dacca, 1955.

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ 'سرمو خلاف شرع امر سے بھی بہت نفرت کرتے تھے ایک مکتوب میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ کھف جو شریعت کے خلاف ہو مردود ہے:

-۱۲۶

"کھف ہرچ مخالف شریعت است مردود است" (مکتوبات ۱/۴۲)۔

چونکہ حضرت مجدد غایت درجہ تابع سنت بزرگ تھے۔ چونکہ اس وقت آپ کو احباب رفع سبابہ میں واضح دلائل نہیں مل سکے اس لیے آپ کمال احتیاط کے طور پر بعض اوقات رفع سبابہ فرمایا کرتے تھے، 'مصارف مافذ زبدۃ المقامات میں ہے:

-۱۲۷

در بعضی نوافل احتیاطاً و احتمال سنت ادا فرمودہ اند (ص ۲۰۹)۔

شیخ محمد حیات سندھی ثم مدنی بن ملا بھلاریہ (ف ۱۱۶۳ھ) عالم، محدث اور نامور علماء کے استاذ تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن کے نام تذکروں میں ملتے ہیں، ان میں "تحفۃ الانام فی الملحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" اور "الایضاف علی سبب الاختلاف" اس مکتوب کے موضوع سے متعلق ہیں، شیخ سندھی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

-۱۲۸

سبحۃ المرجان، ص ۹۵-۹۶، مائتہ الکرام، ص ۱۴۴-۱۴۵، ایضاً الجہن، ص ۲۲، اتحاف النبلا، ص ۴۰۳-۴۰۴، نزہۃ الخواطر ۲/۶، مجمع الموفین ۲۷۵/۹، تذکرہ علماء ہند، ص ۴۲۷، مقالات الصغراء، ص ۲۵۶۔

India's Contribution to the study of Hadith Literature,

p. 239.

اس رسالہ کا نام "تحفۃ الانام فی الملحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" ہے۔ اس کا عملی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ، جامع مسجد یمنی میں موجود ہے، اس کے ناشر و مترجم نے لکھا ہے کہ وہ مجموعہ جواہر الاصول کے ساتھ جملہ ہے لیکن کتب خانہ کی فہرست میں اس مجموعہ کے تحت وضاحت نہیں کی گئی، جواہر الاصول کا نمبر ۲۲۵ ہے

-۱۲۹

(فہرست مدرسہ محمدیہ : ص ۸۶) محمد عبد الجلیل سارودی نے تحفۃ الانام کے اسی نسخہ کو مع اردو ترجمہ ' سارود (سورت ضلع گجرات) سے ۱۳۵۷ھ میں شائع کر دیا تھا ۔ شیخ سندھی کا اس موضوع پر ایک اور رسالہ الائتاف علی سبب الاختلاف بھی اسی اشاعت کے ساتھ بطور ضمیمہ چھپا ہے ۔ نیز اس رسالہ کو مکتبہ سلفیہ لاہور نے ۱۹۵۹ء میں محمد حسین جالوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا ۔

۱۳۰۔ اشۃ العلماء ۱/۱۴۱ میں بھی یہ حدیث پائی جاتی ہے ۔

۱۳۱۔ کتاب الحجۃ کے وجود کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے ۔

۱۳۲۔ روضۃ العلماء ، ابی علی حسین بن یحییٰ بخاری حنفی کی تالیف ہے ۔ (ملاحظہ ہو : کشف

اظنون ۱/۹۲۸ بر وکھان ۴/۸۲) (عربی ترجمہ از سید یعقوب بکر) ، روضۃ العلماء کا ایک خطی نسخہ ، کتب خانہ سندھ یونیورسٹی ، حیدرآباد ، سندھ میں موجود ہے (تعلیقات عبد الرحید نعمانی بر "دراسات اللیب" ص ۱۶۰ حاشیہ) ۔ مقامات مظہری کی گیارہویں فصل میں ہے حضرت مظہر فرماتے تھے " ہم نے اپنے اوقات اور اعمال سنت حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت فقہ کے مطابق درست کلا لیے ہیں جو کوئی ہمیں خلاف شرع عمل کرتے دیکھے اس پر وہ ہمیں منع کرے " (ص ۲۱۸) ۔

۱۳۳۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے اس قول پر کئی اصحاب نے بحث کی ہے ۔ ملاحظہ ہو :

دراسات اللیب تالیف ملا معین سندھی مرتبہ عبد الرحید نعمانی ، حیدرآباد ، سندھ ، ۱۹۵۷ء ، ص ۱۶۰ ۔

۱۳۴۔ حامی علامہ (ابن عابدین) : رد المحتار علی الدر المختار ، طبع ترکی ، ۱۳۰۷ھ ، جلد اول ، ص ۶۳ ۔

۱۳۵۔ یہی سوال حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی خدمت میں بطور استفتاء بھیجا گیا تھا ، جس کے جواب میں آپ نے مستقل رسالہ "الفضل الموبہی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی" تالیف کیا اس رسالے کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مظہر کی عمل حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت ہے (ص ۱۶) یعنی صرف مجتہد فی المذہب ہی قول امام کو ترک کر سکتا ہے (ص ۲۰) تفصیل کے لیے دیکھیے رسالہ مذکورہ مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ ۔ ان امور پر حضرت مظہر کے معاصر حضرت شاہ ولی اللہ نے تفصیلی بحث کی ہے ۔ ملاحظہ ہو :

کشاف ترجمہ انصاف از مولانا محمد احسن نانوتوی ۔ دہلی ۱۹۰۹ء ۔

۱۳۶۔ جزیل المواہب کے کسی خطی یا مطبوعہ نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے ۔ البتہ حاجی

خلیفہ نے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے ۔ (کشف اظنون ، طبع یالتقیا ۱/۵۹۰) جہاں اس کا نام قدرے مختلف ہے یعنی "جزیل المواہب فی اختلاف المذہب" ۔

۱۳۷۔ روضۃ الطالبین و مدۃ المفتین ، امام یحییٰ بن شرف بن مری النووی دمشقی الشافعی

(ف ۶۷۷) کی فقہ حنفی پر مشہور کتاب ہے۔ (ر۔ ک۔ معجم المؤلفین ۲۰۲/۱۳ - ۲۰۳۔ معجم المطبوعات، ص ۱۸۷۸ - ۵۲۴/۲ - ۵۲۵)۔

۱۳۸۔ اسے عام طور پر جامع الفتاویٰ کہا جاتا ہے۔ یہ امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف سرقدی حنفی متوفی ۵۵۶ ھ کی تصنیف ہے۔ (ملاحظہ ہو کشف الظنون ۱/۵۶۵، مفید المفتی، ص ۲۸)۔

۱۳۹۔ امام شعرانی نے المیزان میں اور شاہ ولی اللہ نے الانصاف میں ان امور پر مہصل بحث کی ہے، جس سے اس کتب کی اصل روح کا پتا چل جاتا ہے۔

۱۴۰۔ صحابہ کرام پر طعن کے باطل ہونے کے سلسلے میں بہترین دلائل حضرت کاظمی عناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں دیے ہیں، ص ۲۷۲ - ۲۸۷)۔

۱۴۱۔ اس نزاع نے حضرت امیر معاویہ کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈالا، بلکہ یہ جنگ ان کی ایک اجتہادی خطا تھی۔ دلائل و براہین کے لیے ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص ۳۷۵ - ۳۷۶۔

۱۴۲۔ شاہ معین الدین ندوی نے مستند کتب تاریخ کے حوالے سے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: تاریخ اسلام، طبع دار المصنفین ۱۹۶۶ء، جلد اول، ص ۳۲۳ - ۳۴۱۔

۱۴۳۔ حضرت مجدد و حاحات فرماتے ہیں:

کم و بیش آدمے صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک ہیں۔
میں اگر حضرت امیر (علی) کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق
ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے
ہم تک پہنچا ہے (مکتوبات ۲۵۱/۱) مکتوبات مصومیہ ۲۶/۲ - ۶۸/۲۰۔

۱۴۴۔ صحابہ کے مابین جو تنازعات ہوئے ہیں انہیں نیک عمل پر محمول کرنا چاہیے، تصب سے دور رہنا چاہیے کیوں کہ وہ تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (مکتوبات حضرت مجدد ۲۵۱/۱)۔

۱۴۵۔ حضرت مجدد نے اس باب میں اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت علی کے خلاف لڑنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی کی
طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی تھی اس لیے طاعت سے
دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے... حضرت علی کی خلافت
کے زمانے میں حضرت معاویہ خلافت کے حق دار نہیں تھے...

(مکتوبات ۲۵۱/۱)۔

۱۴۶۔ خطائے اجتہادی سے مراد یہ ہے کہ ایک عالم صالح و حقیقی اپنی پوری کوشش حق بات

کی تلاش میں صرف کر دیتا ہے لیکن اس کی رسائی حق تک نہیں ہوتی بلکہ وہ غلط نتیجے تک پہنچتا ہے۔

۱۴۷۔ حدیث میں آیا ہے:

میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہونے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔۔۔ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔۔۔ میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔ (کتوبات حضرت مجدد ۲۵۱/۱)

۱۴۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، شاہ عبدالعزیز: تحفۃ الہامیہ، قاضی مناء اللہ پانی پتی: السیف المسلول۔

۱۴۹۔ القرآن (الانبیاء) ۱۰۴/۲۱۔

۱۵۰۔ ان موضوعات کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

(۱) مجدد الف ثانی، حضرت: رد ورفض، مطبوعہ، کتوبات ۲۵۲/۱، ۲۰۷۔

(۲) شاہ ولی اللہ محدث، ازالۃ الخفاء، مطبوعہ۔

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث: تحفۃ الہامیہ، مطبوعہ۔

(۴) ایضاً: فضائل صحابہ مرتبہ محمد ایوب قادری، لاہور۔

(۵) قاضی مناء اللہ پانی پتی: السیف المسلول، مطبوعہ۔

۱۵۱۔ یعنی اجمالی طور پر یہ ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ برحق ہے۔

۱۵۲۔ یہ مسئلہ امر ہے کہ دینی عقیدہ پر دنیا کے کسی علم اور نظریات کو ترجیح حاصل نہیں ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مروجہ اکثر کتب تاریخ بنی عباس کے عہد میں

لکھی گئیں ان میں متعدد واقعات اس کثرت سے شامل کر دیے گئے کہ "تاریخ اسلام" محض جنگ اور جدال اور قتل و غارت کی داستان بن کر رہ گئی۔ اس لیے ان کے مطالعہ سے ہیجان پیدا ہونا فطری امر ہے۔

۱۵۳۔ ملاحظہ ہو: ضمیمہ قرہنگ اصطلاحات تصوف۔ (کتاب ہذا)

۱۵۴۔ تفصیل کے لیے سابقہ کتب کے حواشی ملاحظہ کریں۔

۱۵۵۔ امام سیوطی نے مستند کتب حدیث کی روشنی میں خلافت کے قریش سے تعلق کے بارے میں مہصل بحث کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۴-۱۵، عربی، مطبوعہ نور محمد

کراچی ۱۹۵۹ء)۔

۱۵۶۔ امام سیوطی نے ہی احادیث حسن کی بنیاد پر خلفاء قریش کی تعداد بارہ متعین کی ہے

(ایضاً، ص ۱۵-۱۴)۔

- ۱۵۷- تاریخ الخلفاء میں بدرہ خلفاء کی تفصیل بھی دی ہے (ص ۲۱)۔
- ۱۵۸- خلافت امیہ کی مصلحت بحث کا ضیاء اللہ پانی پتی نے السیف السلول میں لکھی ہے۔
 ملاحظہ ہو: ترجمہ از محمد رفیع اثری مطبوعہ مئین ۱۹۶۹ء، ص ۱۹۶-۲۰۰، مطبوعہ سوم۔
- ۱۵۹- تفصیل اگے حواشی میں آ رہی ہے۔
- ۱۶۰- امام سیوطی نے اس مدت خلافت کی احادیث جن سے وجہات کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۵)۔
- ۱۶۱- اس باب میں امام سیوطی کے دلائل کا حوالہ سابقہ حواشی میں ملاحظہ کریں۔
 اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے "دوام العیش فی الاثم من قریش" کے نام سے اس موضوع پر مستقل رسالہ تالیف کیا ہے۔ مطبوعہ بصورت مکس لاہور ۱۹۸۰ء۔
- ۱۶۲- قوسین میں مندرج فقرہ کلمات طہیات (ص ۲۲) میں منقول اس مکتوب سے لیا گیا ہے کیونکہ یہ طہیات منہری میں موجود نہیں ہے۔
- ۱۶۳- صوفیہ کرام میں سے حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری (ف ۸۲۲ھ / ۱۴۲۰ء) نے ائمہ کرام کی قطیعت کے احکام میں سب سے زیادہ قوی دلائل دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: فصل الخطاب، مطبوعہ تاشقند ۱۳۲۱ھ، ص ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۹۵۔
- حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بھی ائمہ کرام کی قطیعت پر ایک مکتوب ملتا ہے۔ (مکتوبات ۱۳۲/۳)
- ۱۶۴- قاضی ضیاء اللہ پانی پتی نے مستند کتب کے حوالے سے امام ہمدی کے بارے میں حقائق کی عمدہ کٹائی کی ہے۔ ملاحظہ ہو: السیف السلول، ص ۵۳۴-۵۳۸۔
- ۱۶۵- تفصیل کے لیے اس مکتوب پر سابقہ حواشی ملاحظہ کریں۔
- ۱۶۶- علامہ سید سلیمان ندوی نے ایک بلند پایہ تحقیقی کتاب سیرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) تالیف کی ہے۔ ملاحظہ ہو، ص ۱۳۳-۱۳۷۔
- ۱۶۷- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جہادت اور خونِ حضرت عثمان کا بدرہ لینے کے لیے جنگ جمل ہوئی تھی، یہ واقعہ ۳۶ھ / ۶۵۶ء میں پیش آیا۔ (ایضاً، ص ۱۳۸ بہ بعد)۔
- ۱۶۸- تفصیل بعد کے حواشی میں ملاحظہ ہو۔
- ۱۶۹- مولانا سید سلیمان ندوی نے کتب حدیث کے حوالے سے لکھا ہے:
- "ایک شخص نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کون تھا، بولیں "عاطلہ" پھر عرض کی مردوں میں فرمایا ان کے شوہر بہت نماز گزار اور بہت روزہ دار تھے۔
- (سیرت عائشہ، ص ۱۳۸)
- ۱۷۰- "اک" کا لفظی مطلب ہے تہمت لگانا اس سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

پر لگائی گئی وہ تہمت ہے جسے منافقین کی بدولت حضرت علی - کاغذہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سفر درمیش ہوتا تھا تو ازواج مطہرات میں سے ایک ہم رکاب ہوتیں۔ سفر مرسیع (زرد نجد) میں حضرت عائشہ ہمراہ تھیں۔ سفر پر جاتے وقت انہوں نے اپنی بہن اسما کا ایک ہار عاریۃ لے کر پہن لیا۔ ایک جگہ کاغذہ نے پڑاؤ کیا تو حضرت عائشہ رفع حاجت کے لیے گئیں تو ہار گھسے کر گیا، نو عمری اور سفر کی نا تجربہ کاری کی وجہ سے وہ کسی کو اطلاع دیے بغیر ہار ڈھونڈنے چلی گئیں۔ جب ہار لے کر لوٹیں تو کاغذہ جا چکا تھا۔ مجبوراً حضرت عائشہ وہیں رک گئیں۔ اور بعد میں آنے والے حفاظتی دستے کے ہمراہ آئیں تو منافقین نے اسے کئی رنگ دیے۔ ابھی غاصی شورش برپا ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی تو حضرت عائشہ بے قصور ثابت ہوئیں۔ (سیرت عائشہ ملخصاً ص ۷۳-۸۵)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ ۱۶۱- تو حضرت علی نے عرض کیا "دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے کی پروا ہو تو طلاق دے دیجیے اور غلامہ سے پوچھ لیجیے وہ سچ بچ بتا دے گی)" (سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ ص ۷۸)۔

مولانا سید سلیمان ندوی کی تحقیق کے مطابق بعض کور باطنوں نے حضرت عائشہ کی ۱۶۲- جنگ بل میں شرکت کو واقعہ الگ کی وجہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس جنگ کے ایک واقعہ کی تفصیل ہمارے سامنے ہے، جو اس کی تردید کرتی ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف کو بنو امیہ نے اپنے مقاصد کے لیے ہوا دی تھی، مستند قدیم کتب تاریخ میں ہے کہ جنگ کے بعد دونوں نے مجمع عام میں اس جنگ کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کے مناقب بیان کیے (ایضاً ص ۱۳۵-۱۳۸) جنگ کے خاتمہ پر حضرت علی کا حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بھی قدیم کتب تاریخ سے ثابت ہے (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ۱/۲۲۳)۔

۱۶۳- مکتوب کے اس حصے کا تعلق فذک کے اس واقعہ سے ہے کہ خیر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ۲۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے ۱۸ حصے اپنے لیے مخصوص کیے۔ وہاں سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لیے وہاں محیضہ بن مسعود انصاری کو بھیجا اہل فذک نے صلح کر لی اور نصف زمین معاہدہ میں دینے کا وعدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ اس وقت سے یہ زمین آپ کے لیے مخصوص ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ و حضرت عباس، حضرت ابوبکر کی خدمت میں آنے اور خیر و فذک

کی زمینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا اس کا بحیثیت وارث مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے " کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم جمہوریں گے وہ صدقہ ہوگا۔ " اس کے بعد حضرت ابو بکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کرتے تھے میں اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ یہ سن کر کبیدہ خاطر واپس چلی گئیں اور جب تک زندہ رہیں حضرت ابو بکر سے کلام نہیں کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض بحوالہ صدیق اکبر مولفہ سمیعہ احمد اکبر آبادی ص ۴۰۹-۴۱۰ ملاحظہ)۔

۱۴۴- مسند امام احمد بن حنبل میں واضح روایت موجود ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی زبان سے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے کے بعد حضرت فاطمہ نے کہا "تو پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں" (صدیق اکبر مولفہ سمیعہ احمد اکبر آبادی ص ۴۱۵) ملاحظہ۔

۱۴۵- مسند مذکورہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے فدک کو سابقہ حالت میں قرار دینے کے بعد فرمایا "جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مجھ کو اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رومی کروں"۔ مزید فرمایا میں نے سنا ہے کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود میں ان سب کی سرپرستی کروں گا جن کی سرپرستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور ان سب پر خرچ کروں گا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۴۱۳)۔

۱۴۶- یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، مسلم (۹۱/۲) اور مسند حنبل ۴۱۳/۲ میں ان الفاظ میں مروی ہے: لانورث ما ترکنا صدقۃ۔

۱۴۷- ملاحظہ ہو اس فصل کا حاشیہ نمبر ۱۴۴۔

۱۴۸- اول تو خود حضرت ابو بکر کا کسی حدیث کو روایت کرنا اس کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور پھر اس کی روایت میں حضرت ابو بکر تنہا نہیں تھے بلکہ ازواج مطہرات، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبد اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ یہ سب حدیث کی صحت کے گواہ تھے (صدیق اکبر ص ۴۱۵) اس لیے حضرت فاطمہ کا اس حدیث کی صحت سے انکار کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۱۴۹- ملاحظہ ہو سابقہ حواشی۔

۱۵۰- اشعۃ اللمعات ۲/۲۵۲-۲۵۳ (کتاب الفتن باب بداء الخلق و ذکر الانبیاء)۔

۱۸۱- حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت طاہرہ رضی اللہ عنہما کے تعلقات کو مخالفین نے اس رنگ سے ہوا دے کر حقائق کو مخ کر دیا ہے۔

فدک کی حیثیت حضرت عمر فاروق کے حمد مبدک میں بھی وہی رہی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے میں تھی (مسند امام احمد بن حنبل بحوالہ صدیق اکبر ۱ ص ۴۱۲) ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے حمد میں بھی فدک مسلمانوں کے لیے صدقہ ہی تھا۔ (صدیق اکبر ۱ ص ۴۱۹)

(صدیق اکبر ۱ ص ۴۱۹)

۱۸۲- حضرت مجدد نے لکھا ہے "خوارق کے تصور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری اور استبداد قہیدی کے کم ہونے کی علامت ہے۔ (مکتوبات ۱۰۴/۱) خوارق و کرامت کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں ہے۔ (ایضاً ۹۲/۲۰)۔

۱۸۳- القرآن (ال عمران ۲۱/۲)

۱۸۴- اتباع کے درجات کی تفصیل کے لیے دیکھیے، مکتوبات حضرت مجدد ۵۴/۲۔

۱۸۵- فتح ابدی شرح صحیح بخاری لائن ۱۳۳/۱ (باب ۲۴)۔

۱۸۶- اسد راج کا لفظ یہاں معنات معمری میں نہیں ہے بلکہ کھلت طہیبت ۰ ص ۲۵ میں منقول اس مکتوب میں موجود ہے۔ اسد راج بمعنی مکر (فرہنگ معارف اسلامی) اسد راج کی وحاحات کے لیے دیکھیے، مکتوبات حضرت مجدد ۹۲/۲ دستور العلماء ۸۶/۱۔

۱۸۷- حضرت مجدد نے اتباع سنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہی وجہ ہے کہ احکام شرمی میں سے ایک حکم کا بجا لانا نفسانی خواہشوں کو دور کرنے کے لیے ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو خود کیے جائیں کئی درجہ بہتر ہے۔ (مکتوبات ۵۲/۱)۔

۱۸۸- صوفیہ کے تمام سلاسل کی بنیاد اتباع سنت پر ہے۔ اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اسے اصول قرب کا سب سے اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ حضرت معمر کا تعلق جس سلسلہ سے ہے یعنی نقشبندیہ طریقہ میں اتباع سنت پر بہت زور دیا گیا ہے، حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے (مکتوبات ۲۴/۱) سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند اور دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنہ کی تابعداری کی جائے (۱۹۰ ۲۳/۲) مزید تفصیل ان مکتوبات

میں ملاحظہ ہو، ۲۴۸/۱، ۱۹/۲، ۲۳۰، ۵۴۳، ۴۱/۳ وغیرہ۔

حضرت خواجہ محمد مصوم نے بھی اپنے مکتوبات میں اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے

مولانا محمد صدیقی کو لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو ایک متروکہ سنت کو زندہ کرے اسے سو عہدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (کتوبت مصومیہ ۲۲۸/۱ حسانت الحرمین کا مقدمہ)۔

۱۸۹۔ حاشیہ ابوالفتح کے نام حضرت معمر کے اس کے علاوہ بھی کتبوت تھے ہیں دیکھیے کلمات طیبات کتبوت نمبر ۲۲ - ۲۴، ممولات معمریہ میں کتبوت نمبر ۲۲ اور ذاکر طلیق انجم نے کتبوت نمبر ۲۴ انیس کے نام درج کیے ہیں (ص ۱۵۳) نیز لوائح غافہ معمریہ میں شامل کتبوت میں کئی مقامات پر ان کا نام آیا ہے ملاحظہ ہو: ص ۴۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۸۲، ۱۹۲، ۱۹۳۔

۱۹۰۔ طائف کی مزید تفصیل حضرت معمر کے کتبوت نمبر ۲۴ فصل ہذا میں ملاحظہ کریں۔ کتبوت نمبر ۲۴ بھی قابل توجہ ہے۔

۱۹۱۔ حضرات مجددیہ کے بیانات کی تفصیل مولانا محمد باقر لاہوری نے کترالہدایات میں دی ہے۔ اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے مناجح السیر و مدارج النیر میں بطریق احسن ان مقامات کو سمجھانے کی سعی کی ہے۔

۱۹۲۔ القرآن (المؤمن) ۱۹/۵۵۔

۱۹۳۔ (رسالہ) مراتب ستہ، مولانا جامی سے منسوب ہے۔ اسی کتبوت میں خود حضرت معمر نے اس رسالہ کو حضرت جامی کی تصنیف بتایا ہے۔ لیکن اس کے چھتے غلطی نئے راقم کی نظر سے گزرے ہیں، کسی کے متن میں بھی مولف کا نام درج نہیں ہے۔ اسی قسم کے مطاب مولانا کی معروف تصنیف فقہ انصوس میں پائے جاتے ہیں ممکن ہے کسی نے بعد میں یک جا کر کے مراتب ستہ نام دے دیا ہو۔ جناب ذاکر غلام مصطفیٰ غلام نے رسائل نقشبندیہ کا جو مجموعہ ”مخطوطات“ کے نام سے حیدرآباد سے ۱۹۵۹ء میں طبع کرایا تھا، میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

۱۹۴۔ مراتب ستہ کی شرح کے کسی غلطی نئے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔

۱۹۵۔ القرآن (النحل) ۶۰/۱۶۔

۱۹۶۔ قوسین میں درج فقرہ مقامات معمری میں ہے لیکن کلمات طیبات، ص ۲۸ میں منقول اس خط میں موجود نہیں۔

۱۹۷۔ اگر وجود حق سبحانہ و تعالیٰ مراتب اعتبار کنی ظاہر در وی احکام و آثار اعیان است نہ اعیان فانہا ماسشت رایحۃ الوجود۔۔۔۔۔

(مراتب ستہ، قلمی، ورق ۱۸۰ اب)

۱۹۸۔ اگر اعیان را مراتب اعتبار کنی ظاہر در وی اسماء و صفات و شیون و تجلیات وجود است نہ وجود من حیث۔ (ایضاً)

”شیونات“ جمع الجمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد ”خان“ ہے اور شیون اس کی جمع ہے۔
خان کے معنی حال اور امر کے ہیں۔ حضرت مجدد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اس کی صفات
شیونات پر متفرع ہیں۔ اور اس کے اسماء جیسے خالق اور رازق صفات پر
متفرع ہیں اور اس کے افعال اسماء پر متفرع ہیں اور تمام موجودات
افعال کے نتائج اور ان پر متفرع ہیں (معارف لدیہ، تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو، رسالہ وحدت الوجود از بحر العلوم حواشی مولانا زید ابوالحسن،
مطبوعہ دہلی، ۱۹۶۱ء، ص ۲۹-۳۰)۔

صفات اور شیونات میں بڑا فرق ہے جو کہ بجز اولیائے محمدی المشرب کے بعض افراد
کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتے۔ (مکتوبات حضرت مجدد ۱/۲۸۶)۔

۲۰۱۔ مقامات مظہری میں یہاں ”اتفاقی دادہ“ ہے جو بے معنی ہے لیکن کلمات طہیت، ص
۲۸ میں ”اتفاقی دادہ“ ہے جو درست ہے۔

۲۰۲۔ توسین میں مقول فقرہ کلمات طہیت، ص ۲۹ سے ماخوذ ہے۔ شیخ اکبر نے نص ہودیہ
(شرح فصوص از جامی، ص ۲۲۰) میں ایک مقام پر فرمایا ہے:

و اذا كان الحق وقاية للعبد بوجه و العبد وقاية للحق بوجه للحق
فقل في الكون ما شئت ان شئت قلت هو الخالق و ان شئت قلت
هو الحق و ان شئت قلت هو الحق الخلق و ان شئت قلت لاحق
من كل وجه... و ان شئت قلت الحيرة في ذالك۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو اسے (کون۔ ہستی) خلق کو
(بہ اعتبار ظاہر) اور اگر چاہو تو اسے حق کو (خلق میں مہرور حق کے
میش نظر)۔

۲۰۳۔ وحدت الوجود اور وحدت العبود دو ایسے متضاد کھنڈی نظریات ہیں جن پر صوفیہ نے
بہت کچھ لکھا ہے۔ مولانا زید ابوالحسن کاروتی نے ملا عبدالحی بحر العلوم کے رسالہ وحدۃ

الوجود کے حواشی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات اور رسائل میں سے
وہ تمام عبارات مختصاً نقل کر دی ہیں جن کا تعلق وحدت العبود سے ہے، اس طرح ان
دونوں مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ آسان ہو گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

جامی، نور الدین عبد الرحمن: رسالہ مراتب ستہ، قلمی۔

محمد بن فضل اللہ برہانپوری: تحفہ مرسلہ، قلمی۔

محمد عزالدین مغربی: جام جہاں نما، طبع حیدر آباد دکن ۱۳۱۳ھ۔ ابراہیم شطاری: شرح

عالم امر کا رخ بے چینی اور اس کی توجہ بے چوگی کی طرف ہے ۔
مکتوبات ۲۴/۱۔

محمد باقر لاہوری: کتر اہدایات ص ۱۳۔

محمد مصوم سرہندی: مکتوبات مصومیہ ۱۳۳/۲۔

جامی نور الدین عبدالرحمن: (رسالہ) طریقہ خواجگان مرتبہ عبدالحمید حبیبی، کابل ۱۳۴۳ ش ص ۱۳۔

و مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، ضمیمہ کتر اہدایات امرتسر ۱۳۳۵ھ۔

۲۰۸۔ حضرت خواجہ محمد مصوم بن حضرت مجدد نے اسے منازل وصول میں سے پہلی منزل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

چندان مداومت بہ ذکر قلبی نایند کہ حضور ملک دل خود و صفت لازمہ او گردد و اختلاص تام دل را از ماسوای حاصل خود و نیان مادیوں او تعلق نایند بحدے کہ اگر بکف ماسوای بہ یاد او ہند یا دلش نیاید این حالت معبر فائے قلبی است و منزل اول ست از منازل وصول۔ (مکتوبات مصومیہ ۱۰/۳)

نیز حضرت مجدد نے فنا و بقا کی بحث میں اس منزل کا ذکر فرمایا ہے۔
(مکتوبات ۸۲/۱)

۲۰۹۔ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۱۹۶/۱۔

۲۱۰۔ محمد پارسا، خواجہ: تحقیقات ص ۳۶۳۔

۲۱۱۔ حضرت مجدد و حیات فرماتے ہیں:

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں، وہ کل سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں... تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ (مکتوبات ۵۸/۱، ۵۵/۳)

۲۱۲۔ حضرت خواجہ محمد مصوم بن حضرت مجدد نے دو مہمل مکتوبات میں ان لطائف و اشغال کے طریقے بیان کیے ہیں، ملاحظہ ہو: مکتوبات مصومیہ ۱۱۳/۲، ۱۱۳۔

نیز مولانا محمد باقر لاہوری نے کتر اہدایات (ص ۱۳ - ۱۴) میں ان مکتوبات کی بنیاد پر قابل توجہ امور سے بحث کی ہے۔ کتر اہدایات پر مولانا نور احمد امرتسری کے حواشی بھی رہنما کا کام دے رہے ہیں۔

چونکہ یہ مکتوب حضرت شیخ عبداللہ وحدت معروف بہ شاہ گل (ف ۱۱۲۶ھ) بن حضرت خواجہ محمد سمیع بن حضرت مجدد کے مریدین کے نام ہے اور انہیں "طائف" سے خاص تعلق تھا۔ اس لیے حضرت وحدت کے اس موضوع پر رسائل بھی ملاحظہ کریں:

(۱) ”رسالہ در بیان طائف عمہ و اصول آئنا“ مضمود رسالہ در حالات شیخ محمد عابد قمی۔

(۲) رسالہ طائف مضمود بیاض مرزا بیدل قمی برائے میوزیم نمبر add.16802۔

۷۱۳۔ (ترجمہ) ہم نے گنج مقصود کی نقاش دی کر دی۔ ہم اگر اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید اسے پا لے۔

۷۱۴۔ اس موضوع پر مولف کتب ہذا حضرت شاہ غلام علی کا مستقل رسالہ موجود ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے استدلال دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: مقدمہ مخطوطات شریعہ (ص ۴۱)۔

www.kitabghar.org

ضمیمہء اول

حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی
مولف مقامات مظہری

نوشہ

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی

تحقیق و تعلیق

محمد اقبال مجددی

www.kitabghar.org

حضرت شاہ عبد الغنی

۱۔ ضمیمہ ہذا کے مولف ، مشہور عالم ، محدث اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبد الغنی بن حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہما کی ولادت شب شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۴ھ / ۱۹ جون ۱۸۱۹ء کو دلی میں ہوئی "مظاہر حلیم" تاریخی نام ہے اور سہ شنبہ ۷ محرم ۱۲۹۶ھ / ۳ دسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ حفظ قرآن مجید کے بعد مولانا حبیب اللہ ملتانی (۱) سے اور باطنی فیض اپنے والد سے پایا ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے ۔ حرمین الشریفین میں شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ) اور شیخ اسماعیل رومی سے حدیث کی سند حاصل کی ۔ اور پھر دلی آ کر حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں ۔ والد کی وفات (۱۲۵۰ھ) کے بعد آپ نے اپنے برادر عزیز حضرت شاہ احمد سعید اور مرزا عبدالغفور غوری (۲) سے راہ سلوک آخر تک طے کیا ۔ اوائل ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں آپ نے حضرت شاہ احمد سعید کے ہمراہ حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کی ۔ اور وہیں مقیم ہو کر درس حدیث میں مشغول ہو گئے جہاں دور دراز سے اہل فضل و کمال آپ کے حلقہ میں آ کر شامل ہونے لگے ۔ آپ کو بہت مقبولیت ہوئی ۔ اور "مسند وقت" کہلائے ۔ علماء نے آپ کی اسناد حدیث کو کتابی شکل میں جمع کیا چنانچہ "ایانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" کے نام سے شیخ محسنی ترہانی نے اور مولانا عبدالستار صدیقی مہاجر مکہ نے "المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی" عربی میں تالیف کیں ۔

حضرت شاہ عبد الغنی کی تصانیف یہ ہیں ۔ "انجاء الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ" ، تبریز

۱۔ حالات کے لیے ضمیمہ ہذا کا حاشیہ نمبر ۱۵۷ ملاحظہ ہو ۔

۲۔ تفصیلی حالات ضمیمہ ہذا میں دیکھیے ۔

المکتوبات فی تخریج احادیث المکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی) ، تحفہ تیموریہ ، شفاء السائل ، اردو ترجمہ نصاب الاعتساب ، "القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی" [جواب رد شفاء السائل] از مولانا زید ابوالحسن فاروقی اور مکتوبات جامع حافظ محمد یعقوب مجددی اور ضمیمہ ہذا [در حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی] - مقامات مظہری کے اولین ناشر عبدالرحمن خان (مالک مطبع احمدی دہلی) ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء میں جب کہ یہ کتاب زیر طبع تھی حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہونے اور ضمیمہ ہذا لکھنے کی درخواست کی گویا ۱۲۶۹ھ میں یہ ضمیمہ تالیف ہوا - یہ ضمیمہ زیادہ تر حضرت شاہ رؤف احمد رافت کی تالیف جواہر علویہ کا خلاصہ ہی ہے لیکن بعض مقامات پر قابل قدر اضافات بھی پائے جاتے ہیں - جن کی نشاندہی ہم نے حواشی میں کر دی ہے - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ، مقامات خیر: ص ۷۴ - ۸۱ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۵ - ذکر السعیدین ، ۳۲ - ۳۵ -

[محمد اقبال مجددی]

حوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ در حالات حضرت

شاہ غلام علی دہلوی

[۱۳۹] حمد و صلوة کے بعد خود بینی اور خود پسندی میں گرفتار درویش دریش
عبدالغنی مجددی (۱) عرض کرتا ہے کہ ان دنوں (۲) معدن الغیرت والايمان برادر
طریقت عبدالرحمن خان (۳) کی حسن سنی سے یہ رسالہ (۴) در حالات و مقامات حضرت
شمس الدین حبیب اللہ جناب میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ بھپ رہا ہے جس
کے مولف حضرت قطب فلک الارشاد غوث الاقطاب والاوتاد مظہر کمالات خفی و جلی مرشدنا
شاہ عبداللہ المستتر بہ شاہ غلام علی (۵) رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ اعمنائے احوال اور انکسار جو
ان کے مزاج شریف میں بہت زیادہ تھا ، انہوں نے حضرت شہید (مظہر) کے دیگر
خطا کا تو ذکر کیا ہے لیکن اپنا حال لکھنا بہت ضروری تھا ، تحریر نہیں فرمایا ہے ، اور
یہ امر بڑا عجیب ہو گا کہ ایسے عظیم الشان خلیفہ کا ذکر اس رسالہ میں نہ ہو ۔ لہذا میں نے
ان کا مختصر حال شریف مع خطا اپنے چچا شاہ رؤف احمد مرحوم (۶) کی تالیف جو اہر
علویہ (۷) سے منتخب کر کے اور جو معلومات میرے علم میں ہیں مختصراً لکھ دیا ہے اور
شاہ صاحب (غلام علی) کی تالیف (رسالہ مذکورہ) بھی ایک گہرے سمندر کا قطرہ ہے :
گر آن جلد را سعدی انشا کند مگر دفتری دیگر اطا کند

یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ (حضرت شاہ غلام علی دہلوی) کا ارشاد آپ کی زندگی
میں ہی اس حد تک (پھیل گیا) تھا کہ گزشتہ مشائخ میں سے چند ایک کا اگر ہو تو تبعد

نہیں۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلفاء اقصائے روم اور شام سے حد چین تک اور پھر مشرق سے مغرب تک پہنچ چکے تھے (۸) یہ سچ ہے کہ :

مشک [۱۴۰] آنت کہ خود بوید نہ آنکہ عطار بگوید (۹)۔

انتخابہ مسنونہ کے بعد میں نے (ایسا) خواب دیکھا جو اس (ضمیمہ ہذا) کی تحریر پر حسن دال تھا میں اسے (کھنا) شروع کر دیا۔ وحوالمستعان۔

فصل

ذکر ولادت شریف [حضرت شاہ غلام علی دہلوی]

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری (۱۰) کو قصبہ جالہ ضلع پنجاب میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت "مطہر جود" (۱۱) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا نسب شریف حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شاہ عبداللطیف (۱۲) صاحب مرتاض و مجاہدہ تھے۔ وہ ابلے ہوئے کرپے کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ ان کے پیر شاہ ناصر الدین قادری (۱۳) تھے۔ شاہ عبداللطیف اور ان کے پیر کا مزار حضرت دہلی میں جیش پورہ عقب عید گاہ محمد شاہی میں واقع ہے (۱۴)۔ انہیں چشتی اور شطاری نسبت کا بھی کچھ حصہ ملا تھا۔ وہ چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے اور رات کو بہت کم کھاتے تھے۔ غرور نفس (کے خطرہ سے) وہ روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے۔

آپ (حضرت شاہ صاحب) کی ولادت سے پہلے انہوں نے خواب میں حضرت اسد اللہ الغالب (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا (چنانچہ) آپ کی ولادت کے بعد علی نام رکھا گیا۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً غلام علی کہلوا یا۔

آپ کی والدہ شریفہ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو فرماتے تھے کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ شاید وہ بزرگ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ آپ (حضرت شاہ صاحب)

کے بچا نے جو ایک بزرگ تھے اور جنہوں نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ رکھا (۱۵)۔

آپ کے والد نے اپنے پیر سے آپ کو بیعت کروانے کے لیے جو کہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے ، آپ کو وطن (بنو) سے (دہلی میں) طلب کیا ۔ لیکن قضائے الہی سے وہ بزرگ (مرشد والد) اسی رات جس شب آپ (دہلی) پہنچے یعنی گیارہ رجب (۱۶) کو انہوں نے انتقال فرمایا ۔ آپ کے والد ماجد فرمانے لگے ، میں نے تو تمہیں (ان سے) بیعت کے لیے طلب کیا تھا لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو وہیں اہل طریقہ کرو ۔ ان دنوں دہلی میں جو حضرات متعین تھے آپ نے ان کی صحبت اختیار کی ان میں حضرت ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل یہ دونوں حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے اور خواجہ میر درد بن خواجہ ناصر مولوی فخر الدین ، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی (۱۷) اور دیگر اعزہ کی صحبت میں رہے ۔

۱۱۸۰ھ میں (۱۸) جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت شہید (میرزا مظہر) کی خانقاہ شریفہ میں پہنچے ۔ یہ (شعر) آپ کے حسب حال ہے :

از برای سجدہ عشق آستانی یا فتم
سر زمینی بود منظور آسمانی یا فتم

[۱۴۱] بیعت کے لیے درخواست کی ۔ فرمانے لگے جہاں ذوق و شوق پاؤ وہاں بیعت کرو ۔ یہاں تو بغیر تک کے ہاتھ پاتھ چاٹنا ہوگا ۔ آپ نے عرض کی مجھے یہی منظور ہے ۔ حضرت نے فرمایا تو مبارک ہو ۔ پس آپ کو بیعت کر لیا (۱۹) ۔ آپ نے اپنے احوال میں خود لکھا ہے کہ مجھے جب علم حدیث اور تفسیر سے مناسبت پیدا ہو گئی تو میں نے حضرت شہید کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی لیکن طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں تلقین فرماتے (۲۰) ۔

پندرہ سال تک آپ کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا ۔ اس کے بعد مجھے آپ نے اجازت مطلقہ سے نوازا ۔ مجھے اس ارادت کے شروع میں مکر تھی کہ وہ شغل جو میں نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا ہے حضرت غوث الاعظم کی اس میں رضامندی ہے یا نہیں ؟ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین ایک مکان میں تشریف فرما ہوئے ہیں ۔ اس کے جوار میں ایک دوسرے مکان میں حضرت شاہ نقشبند بھی تشریف فرما ہیں ۔ میں نے حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں

حاضر ہونا چاہا تو فرمانے لگے 'ہا کی مرضی یہی ہے' جاؤ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲۱)۔

ابتداء میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی جو کچھ تھا وہ بھی بھجوز کر توکل اختیار کر لیا۔ ایک پرانا بوری بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنا لیا۔ ایک مرتبہ حدت ضعف سے میں نے ایک جمرہ میں (داخل ہو کر دروازہ) بند کر لیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی (۲۲)۔

اب مچاس سال سے میں اسی گوشہ قناعت میں بیٹھا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے دروازہ بند کر لیا کہ اگر میں مروں گا تو اسی جمرہ میں۔ آخر اللہ کی مدد بھی ایک شخص آیا اور کہا کہ دروازہ کھولیں 'آپ نے نہ کھولا۔ اس نے پھر کہا مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ کھولو۔ آپ نے پھر بھی نہ کھولا وہ کچھ روپے (بذریعہ) شکاف اندر پھینک کر چلا گیا۔ بس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد صدہا علماء و صلحاء (دور دراز) کے مالک سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ ان میں سے بعض تو آنحضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے۔ مثلاً مولانا خالد رومی، شیخ احمد کردی اور سید اسماعیل مدنی اور بعض نے بزرگوں کے تشویق دلانے سے بیعت کی۔ مثلاً مولانا جان محمد (۲۳) اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھ کر۔

ان میں سے کم و بیش دو سو تو آپ کی خانقاہ شریف میں رہتے تھے 'جن کی آپ بطریق احسن کفالت کرتے تھے۔ اس کمال (فضل) کے باوجود (طبیعت میں) انکسار حد سے زیادہ تھا۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک کتا میرے گھر آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ الہی! میں کون ہوں کہ تیرے دوستوں کا وسیعہ بنوں۔ تو اس مخلوق کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لیے آتا ہے تو میں اسے تقرب کے لیے وسیعہ بناتا ہوں۔

آپ کا عمل اکثر [۱۴۲] حدیث شریف کے مطابق ہوتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے فرزندوں میں سے کسی سے علم حدیث کی سند (۲۴) لی تھی اور اپنے مرشد سے بھی (حدیث کی سند حاصل کی تھی) قرآن مجید حفظ

تھا، لیکن لوگ اس بات سے آگاہ نہیں تھے۔ آپ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خواب غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ اور خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوت کلام اللہ شریف میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس سیپارے پڑھتے مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔

صبح کی نماز اول وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ کرتے۔ پہلے لوگ چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ اس کے بعد طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے، جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا اسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر ان دنوں نگرگور میں مصروف ہے اور اسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔

ایک مرتبہ نواب محمد میر خان (۲۵) جو کہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہما کے نواسے تھے اور آپ اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آکر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ حذر فرما کر رخصت کر دیتے۔ غلبہ محبت کی وجہ سے ان کا دل انھیں کو نہ چاہتا تو آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لا کر نواب صاحب کی نذر کرو کیوں کہ وہ تو اٹھتے نہیں ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں (یہ سن کر وہ) فی الخور اٹھ جاتے۔

زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ امراء کے گھروں کا مکلف کھانا جو آپ کے لیے اکثر آتا تھا، خود بھی نہ کھاتے بلکہ اسے طالبوں کے لیے بھی مکر وہ خیال فرماتے۔ مگر اپنے ہمسایوں اور اس شہر میں اگر کوئی نو وارد ہوتا تو ان میں تقسیم کر دیتے۔ اور کبھی دیگوں کو کھلا پھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیوں کہ فرض کا صدقہ نفی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے، پھر اپنے پیروں خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لیے علوا وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقسیم کرتے، اور اپنے والد کی نیاز بھی دیتے۔

وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ کے فقراء پر خرچ ہوتا، جو کوئی بھی حاجت

مند آتا اسے [۱۴۲] رقم دے دیتے اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو (اسے لیتے ہوئے) دیکھنے کے باوجود آپ اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے (بطور چشم پوشی)۔

بعض لوگ آپ کی کتابیں (چرا کر) لے جاتے اور وہی شیخے کے لیے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اس کتاب کی تعریف فرماتے اور اس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارتاً کوئی کہتا کہ حضرت یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اس پر مہر (علامت) بھی موجود ہے تو ناراض ہو کر منع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔

آمد برس مطلب آپ (دوپہر کا) کھانا کھا کر قبولہ فرماتے اور پھر دینی کتب مثلاً نجات (۲۶) (الانس) اور آداب المریدین (۲۷) وغیرہ کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ نماز ادا کرنے کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھتے مثلاً مکتوبات امام ربانی، عوارف (المعارف) اور رسالہ کشمیریہ، اسی طرح شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے بعد غاص مریدوں کو توجہ دیتے، کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ کبھی چارپائی پر بھی سوتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبھی آپ نے پاؤں بھی دراز کیے ہوں، اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں جو حضرت سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور اولیاء کرام مثلاً حضرت غوث الاعظم سے ثابت ہے۔ مراقبہ میں بیٹھتے۔ اور غایت درجہ حیا کی وجہ سے پاؤں بہت کم پھیلاتے تھے۔ یہاں تک کہ وفات بھی اسی حالت میں ہوئی (۲۸)۔ فتوح (نذر و نیاز) فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ خود مونا (کھدر نا) کھدر نا (لباس پہننے کی عادت تھی) (۲۹)۔ اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے اور اسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے بہ نسبت ایک کے اگر زیادہ لوگ مہین لیں تو بہتر ہے اور اکثر حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادت مبارک تھی کہ مونا لباس زیب تن فرماتے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک موٹی اور تہ بند شریف بوسیدہ تھا نیز فرمایا کہ اسی لباس میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح اقدس نے پرواز فرمائی۔

آپ (حضرت شاہ غلام صلی) اعلیٰ درجے کے مخفی تھے۔ یہ (مخاطبات) مخفی طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے تھے۔ آجنباب پر حیا اس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو درکنار کبھی اپنی شکل بھی آئینہ میں نہیں دیکھی تھی۔

آپ مومنوں پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر اوقات کو (ان کے حق میں) دعا کرتے تھے۔

حکیم قدرت اللہ خان جو کہ آپ کا ہم سایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں [۱۴۴] اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لیے کون سی کوشش نہیں فرمائی۔

دنیا کا ذکر آپ کی مجلس شریف میں نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امراء یا فقراء کا ذکر ہوتا۔ گویا یہ سفیان ثوری (۲۰) کی مجلس تھی۔ اگر کوئی غیبت کرتا تو فرماتے واقعی برائی مجھ میں ہی ہے۔ کسی نے شاہ عالم (۲۱) بادشاہ کی برائی (غیبت) بیان کی آپ روزے سے تھے فرمایا افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ فرمایا صاحب اگرچہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا شیوہ شریف تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اس باب میں آپ کو کسی قسم کا غوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ (۲۲) (ہمانی) پر احتساب کیا ہے وہ آپ کے (مجموعہ) مکتوبات (۲۳) شریف میں موجود ہے۔

سید اسماعیل مدنی (۲۴) آل سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ ہی کے حکم کے مطابق جامع مسجد (دہلی) میں موجود آثار نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (زیارت کے لیے) گئے اور واپس آ کر کہا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں (۲۵)۔

بندیل کھنڈ کا ٹیس ، نواب فمشیر بہادر (۲۵) ایک مرتبہ انگریزی ٹوپی پہنے آپ کی خدمت میں آیا ، آپ طیش میں آ گئے اور اسے منع کرنے لگے ۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا ۔ آپ نے فرمایا ہدایتیں ہمارے ہاں نہ لائے ۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور صفہ دالان کی سیڑھیوں تک گیا ہوگا کہ اپنا کلاہ غلام کو دے کر پھر حاضر خدمت ہوا اور بیعت کی (۲۷) ۔ بعض کو آپ نرمی سے منع فرمادیتے کیوں کہ احتساب پہلے پہل سہل ہونا چاہیے ۔

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے بچا نے داڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی ، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے ، پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ (اسلام میں) جو کچھ ہے وہ آپ ہی کے فائدان سے ہے ۔ ہم تو آپ کے گماشتے ہیں ۔ الغرض وہ چلا گیا اور پھر کبھی داڑھی نہ منڈوائی ۔

آپ کا ترک و تجرید اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور دوسرے امراء یہ تمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ معین کریں ۔ لیکن آپ کی زبان پر اکثر یہی قصہ رہتا (۲۸) :

خاک نشینی است سلیمانیم نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشش کہنہ نقد خلعت عریانیم (۲۹)
نواب امیر خان (۲۰) والئی ٹونک [۱۳۵] و سروخ نے بھی یہی آرزو کی تو آپ نے شاہ رؤف احمد صاحب سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا :

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم

بامیر خان بگویی کہ روزی مقدر است (۳۱)

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں :

و فی السما . رزقکم و ما توعدون (۳۲)

(اور آسمان میں تمہارے لیے رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مہمات سرانجام دیتا تھا ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے اغراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں ۔ اس کے لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے ۔ شکستہ ہاتھ ، شکستہ پاؤں ، صحیح دین اور درست یقین ۔

آخری عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا ، لیکن جب یہ شعر پڑھتے تو

اسی شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے (طالبوں پر) توجہ کرتے، شعر حافظ :

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں خدم
ہر گہ کہ یاد روی تو کردم جواں خدم (۴۲)

آپ کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے بے تاب ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر سایہ ہو، یہ بات سنتے ہی آپ بے تاب ہو گئے اور اس خادم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک ہو؟ اور اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔

مرض موت کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔ اگر حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا پتا چلتا تو اس کے مطابق عمل کرتے۔ بکری کے شانے کا گوشت منگواتے اور اسے پکاتے کیوں کہ وہ مسنون ہے۔ آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔ ادائیں اور تہجد کی نماز میں میرے (مبالغہ ضمیمہ ہذا) والد (حضرت شاہ ابو سعید مجددی) سے ختم قرآن مجید سنتے اور کبھی غلبہ شوق سے زیادہ سنتے اور بے تاب ہو کر فرماتے بس کرو مجھ میں (بے تاب ہونے کی) زیادہ طاقت نہیں ہے۔ اور اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے جس سے آپ کو وجد آ جاتا تھا۔ لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے اس لیے ضبط کر لیتے۔

ابو الحسن نوری محو رقص تھے اور سید الطائفہ جنید بیٹھے تھے، نوری نے فرمایا:

انما يستجيب الذين يسمعون (۴۳)

(مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں)

حضرت جنید نے کہا:

و ترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب (۴۵)

(اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر خیال کرے گا کہ وہ منجمد ہیں لیکن وہ چلتے ہوں گے بادلوں کی طرح)

حضرت جنید نہایت مستقیم تھے۔

راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے کہ طریقہ مجددیہ میں کبھی نسبت چشتیہ کا

بھی ظہور ہوتا ہے جو کہ حضرت مجدد (قدس سرہ) کے والد ماجد سے وراثتاً تھی (۴۶)۔
 نیز کمال تمکین کے باوجود کبھی اچانک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حالت
 ذوق و شوق منقول ہے :

غوبی و حکل و شمائل حرکات و سکنت

آنچہ غوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (۴۷)

سبحان اللہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی :

ع ہر چہ استاد ازل [۱۴۶] گفت بگومی گوئم (۴۸)

آپ کی طبیعت اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمباکو کا دھواں پھوڑتا
 (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دھونی دیتے۔ فرماتے کہ افغانوں نے
 ہماری مسجد کو ہلاک دانی (۴۹) بنا دیا ہے۔

میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے۔ آپ کے مکان شریف سے اچانک خود بخود
 غوش بولنے لگتی تھی۔ اس وقت آپ دوسروں کو باہر بھیج دیتے۔ کیوں کہ اس
 وقت حضرت رسالت صلوات اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیروں کی روح کا ظہور ہوتا تھا۔
 فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہما کی
 صورتیں دیکھی ہیں۔

ایک مرتبہ میرا ایک پہلو مثل ہو گیا تو میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی روح
 سے مدد چاہی اسی وقت آپ کی صورت شریف کو میں نے ہوا میں معلق دیکھا تو ساری
 بیماری سلب ہو گئی۔

فرماتے ہیں کہ حلقہ اکابر چشتیہ جو کہ ذوق محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود
 ان کے دلوں میں رنگا رنگ کے شوق پیدا کرتا اور چہرہ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور
 ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے۔ لیکن اس کے
 متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود اذواق بخشتے ہیں :

ع آن ایشانند من چنینم یارب (۵۰)

اسی طرح جب اسم مبارک بان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور
 کبھی دونوں ہاتھ کشادہ کرتے اور ملتے کہ گویا کسی کو آنکھوں میں لیتے ہیں اور
 مولوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھتے :

موسیا آداب دانان دیگر اند سومتہ جان و روانان دیگر اند (۵۱)

فصل

ملفوظات (۵۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی

آپ فرماتے ہیں - (لفظ) فقیر میں "ف" سے مراد فاقہ، "کاف" سے قناعت، "ی" سے یاد الہی اور "رے" سے ریاضت ہے۔ جو انہیں بجا لائے تو اسے "ف" سے فصل ہوا، "کاف" سے قرب مولیٰ، "ی" سے یاری اور "رے" سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو "ف" سے فضیحت، "کاف" سے قہر، "ی" سے یاس اور "رے" سے رسوائی ملتی ہے (۵۲)۔

فرماتے ہیں کہ ذوق و شوق اور کشف و کرامات کا طالب، خدا کا طالب نہیں ہوتا (۵۳)۔ راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے بقول حافظ:

شرم ما بآد ازین خرقہ آلودہ خود

گر بدین فضل و کرم نام کرامات بریم (۵۵)

[مجھے اس لیے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے۔ اگر اس فضل و کرم کو کرامات کا

نام دیں]

یہ بھی حافظ ہی کا شعر ہے:

با خرابات نشینان ز کرامات طاف

ہر سخن جای (۵۶) و ہر نکتہ مکانی دارد

[دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں کیوں کہ ہر بات اور

ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے]

فرماتے ہیں کہ کمالات میں عربیانی وصل ہوتی ہے اور اس مقام میں رسالک کے نصیب میں ناامیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہیے کہ ناز سے کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے، تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے، درس حدیث اور زبانی شغل تہلیل [۱۴۷] سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ مشکوک لقمہ سے قلمت میں کتنا اضافہ ہوا، اسی طرح دوسرے گناہوں (۵۷)

(کا بھی خیال رکھو)۔

فرماتے ہیں کہ ولایت میں خطرات معر ہوتے ہیں لیکن کمالات نبوت میں معر نہیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اجہز الجیش و انا فی الصلوٰۃ

(نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں)

آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا (۵۸)۔

فرماتے ہیں کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے دوسرے حق نفس، رضائے نفس کی غذا بہت لطیف اور حق نفس یہ ہے کہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے (۵۹)۔

فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات (۶۰)۔

فرماتے ہیں کہ مہینبر ہذا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن فیض مخزن سے ہوا یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنے کا فیض صحابہ کرام میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے کمالات یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرار توحید حضرت بعدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اولیائے امت تک پہنچے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ، نفس کے کمالات جو نسبت باطن میں اضمحلال و استہلاک سے عبارت ہیں، حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر ہویدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے سے مکشوف ہوا (۶۱)۔

فرماتے ہیں کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے اسی طرح ترک حلال بھی عارفوں پر فرض ہے (۶۲) راقم کہتا ہے کہ صدقہ کا عمل عزیمت پر ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انے عزیز جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی چیز کا غلام رہے گا (۶۳)۔

فرماتے ہیں کہ بھوک کی رات درویشوں کے لیے حب معراج ہے (۶۳)۔
 فرماتے ہیں کہ صوفی کو دنیا و آخرت میں ہمت ڈال کر مولیٰ کی طرف متوجہ
 ہو جانا چاہیے (۶۵)۔ بقول مولانا روم:

ملت عشقی ز ملتہا جداست

عاشقان را مذہب و ملت جداست (۶۶)

فرماتے ہیں کہ دعا کے وقت انوار فائض ہوتے ہیں (لیکن) اجابت (دعا) کے
 اثر کی برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر دونوں ہاتھ
 بوجھل محسوس ہوں تو یہ قبولیت دعا کی علامت ہے۔ لیکن میں (حضرت شاہ غلام علی)
 کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) انشراح صدر حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے
 (۶۷)۔

فرماتے ہیں کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے۔ [۱۴۸] اول برائے توسل پیران
 کبار 'دوم گناہوں سے توبہ اور سوم (باطنی) نسبت حاصل کرنے کے لیے (۶۸)۔
 فرماتے ہیں کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نامرد 'مرد' 'جواں مرد اور فرد۔
 ان میں سے دنیا کے طالب نامرد 'طالب آخرت مرد' 'طالب آخرت و مولیٰ جواں مرد اور
 طالب مولیٰ فرد ہوتے ہیں (۶۹)۔

فرماتے ہیں کہ خطرہ بھی چار قسم کا ہے۔ شیطانی، نفسانی، ملکی اور حقانی۔ ان
 میں (خطرہ) شیطانی بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی داغ سے، ملکی دائیں طرف
 سے اور حقانی فوق الفوق سے آتا ہے (۷۰)۔

فرماتے ہیں کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے
 ہیں، کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہ) میں ہوا (۷۱):

رباعی

ہر طافت کہ نہاں بود پس پردہ غیب

ہمہ در صورت غوب تو عیاں سامتہ اند

ہر چہ بر صفحہ اندیشہ کشد کلک خیال

ہکل مطبوعہ تو زیبا تر ازاں سامتہ اند (۷۲)

فرماتے ہیں کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی ہونا چاہے تو —

نازعشاء کے بعد اپنے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے :

یا رسول با یعتک علی خمس شهادة ان لا اله الا الله و اقام
الصلوة و ایتا الزکوۃ و صوم رمضان و حج البيت ان
استطعت الیه سبیلا

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت ہوتا ہوں (۱) کلمہ
(۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) بشرط استطاعت
(ج)

چند راتیں وہ یہ عمل کرے ۔ اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی بننا چاہے تو وہ
خلوت میں بیٹھ کر دو گانہ نفل اس کے لیے پڑھے اور اس بزرگ کی روح کی طرف
متوجہ ہو کر بیٹھے ۔

فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب
کا حکم رکھتا ہے ۔ چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں مجھے ان کی نسبت معلوم ہو
جاتی ہے (۴۳)۔

فرماتے ہیں کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں قرآن شریف ، صحیح بخاری اور شنی
مولوی روم (۴۴)۔

فرماتے ہیں کہ اولیاء تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ ارباب کشف ، ارباب ادراک اور
ارباب جہل (۴۵)۔

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد قدس سرہ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل
کیے ہوں اگر حضرت تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہ شود پر آجائیں ۔
فرماتے ہیں کہ سعدی شیرازی سروردی طریقہ میں عقل مند آدمی تھے انہوں
نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کر دیا ہے :

مرا میر دانانی مرشد شباب دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ برغوش خود بین مباش دگر آنکہ برغیر بد بین مباش (۴۶)
فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اسے چاہیے کہ) وہ
ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار اختیار کرے :

رباعی

یا مرو با یار ازرق پیرہن یا بکش بر غاناں انگشت نیل
 یا مکن با پیلانان دوستی یا بنا کن خانہ در خورد پیل (۷۷)
 فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے [۱۴۹] لیکن
 فاصل کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

درکوی تو عاشقان چناں جان بدہند
 کانجا ملک الموت نہ گنجہ ہرگز (۷۸)
 راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ شاید:
 اللہ یتوفی الانفس حین موتھا (۷۹)
 (اللہ جانوں کو فوت کرتا ہے جب ان کی موت کا وقت ہو)

اور

قل یتوفکم ملک الموت (۸۰)
 (تم فرماؤ کہ تمہیں موت کا فرشتہ موت دیتا ہے)
 کا اشارہ اسی طرف ہو۔ واللہ اعلم۔
 فرماتے ہیں کہ درویشوں کی معاش دی ہے جسے شیخ ابن یمن کبروی (۸۱)
 نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین و خرقة پشمین و آب شور
 سیپارہ کلام و حدیث میمبری
 ہم نسخہ دو چار ز علی کہ نافع است
 در دین نہ لغو بو علی و ژاژ عنصری
 تاریک کلبہ کہ پی روشنی آن
 بے ہودہ منشی نبرد جمع طاوری
 بایک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
 در پیش چشم ہمت شاں ملک سنجر
 این آن سعادت است کہ حسرت برد براں
 جویانے تخت قیصر و ملک سکندری (۸۲)

نیز مولانا جہاں کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

رباعی

لنگی زیر لنگی بالا نی غم دزدنی غم کالا
کزک بوریا و پوسکی دگی پر ز درد دوسکی
ایر قدر بس بود جمالی را عاشق رند لا اہلی را (۸۳)

راقم کہتا ہے کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی آپ کے حسب حال ہیں :

دو یار زیرک و از باجرہ کن دومی
فراختی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ندیم
اگرچہ در میم افتند ہر دم انجمنی
ہر آنکہ کنج قناعت بہ کنج دنیا داد
فروخت یوسف مصری بہ کمترین قمنی (۸۴)

فرماتے ہیں کہ نورانی عقل وہ ہوتی ہے جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے اور
نسانی وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہ راست پر آئے۔

فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے :

این مشرب عاشقی ست خسرو بے خون جگر چشید توان (۸۵)
فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ اور یہی اصل گناہان کفر
ہے :

اہل دنیا کافران مطلق اند

روز و شب در بق بق و در زق زق اند (۸۶)

فرماتے ہیں کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ سالک "انا" نہ کہہ سکے۔
چنانچہ خواجہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے انا الحق کہنا آسان ہے لیکن انا کو
زائل کرنا مشکل ہے (۸۷)۔

(حکیم) سنی کے اس شعر کے یہ معنی آپ نے بیان فرمائے :

ہر چہ از دوست دمانی چہ کفران حرف چہ ایمان

ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا

[یعنی ہر وہ چیز جو تجھے دوست سے دور کر دے اس میں کفر و ایمان کا امتیاز

نہیں۔ ہر وہ بات جو تجھے محبوب کے وصال سے روک دے اس میں لہجائی اور برائی

کا امتیاز نہیں]

سالک کا دل ابتداء میں نوافل پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ فرائض و سنن موکدہ پر اکتفا کرتا ہے (۸۸)

فرماتے ہیں کہ طریقہ مجددیہ میں چار فیض ہیں یعنی نسبت نقشبندی ، قادری ، چشتی اور سہروردی لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے (۸۹)۔
فرماتے ہیں کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے [۱۵۰] اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج کہتے ہیں :

کفرت بدین الله و الکفر واجب لدی و عند المسلمین
قیح (۹۰)۔

فرماتے ہیں کہ جو مخدوم بننا چاہے وہ مرشد کی خدمت کرے :
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد (۹۱)
[جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہو گیا]

فرماتے ہیں کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن اس سے پہلے شاہ جہاں آباد کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پر کرکلام مجید کے دس سیپارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی و احبات کرتا۔ میری باطنی نسبت اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہو جاتا) اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت ہست ہو جاتی (لیکن) میں بھی خود کو پست کر دیتا اور اس بزرگ (صاحب مزار) کی تواضع کرتا (۹۲)۔
فرماتے ہیں :

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
کہ از رخس نتوانم کہ دیدہ بر دارم (۹۳)

فصل

آپ کے مکاشفات اور الہامات (۹۴)

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بے تابی (کے عالم میں) میں نے (سر پر) خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شرع میں لچھا نہیں ہے اس لیے (میرے باطن میں) ظلمت پیدا ہو گئی۔ (اسی اثنا میں) میں نے خواب میں میری روح اللہ (۹۵) کو جو کہ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مخلص تھے، دیکھا کہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔ میں نہایت شوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمایا۔ معافہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محل شریف میں رہے اس کے بعد سید میر کلل (۹۶) رحمۃ اللہ علیہ کی محل اختیار کر لی۔

ایک روز میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر ہی سو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے اور منع فرمایا اور (اس فعل کی) مذمت بیان فرمائی۔ ایک بار خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

من رانی فقد رای الحق (۹۷)

(جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی حدیث ہے؟ فرمایا ہاں۔

(میرا معمول تھا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح و تہجد پڑھا کرتا تھا۔ لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہو سکا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی محل میں جو شامل ترمذی میں مذکور ہے، تشریف لانے اور شکایت فرمائی۔

ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لانے میں اور فرما رہے ہیں کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ایک بار میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فرمایا کہ تیرا نام

عبداللہ اور عبدالمہسن ہے ۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے چہرے کا گوشت دو انگلیوں کے برابر حضرت سلطان المشائخ (۹۸) کے چہرہ مبارک کا سا ہو گیا ہے جو بدنام معلوم نہیں ہوتا ہے ۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کا پیرہن لایا اور کہا کہ وہ تیرے پیر ہیں میں نے جواب دیا کہ میرے پیر تو میرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ اس نے چند مرتبہ یہی تکرار کی ۔ آخر کہا کہ سلطان المشائخ آپ کے پیر صحبت ہیں ۔

ایک مرتبہ حضرت مجدد قدس سرہ تشریف لائے [۱۵۱] اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے ۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند (۹۹) تشریف لائے اور میرے پیراہن میں داخل ہو گئے ۔

ایک روز ایک بزرگ آنے اور میرے پاس بیٹھ گئے ۔ میں نے نام پوچھا تو فرمایا کہ "ہاء الدین" ۔

ایک بار ایک شخص ایک خلعت لایا اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عنایت کیا ہے ۔ مولانا خالد (۱۱۰) نے عرض کی کہ یہ خلعت قطیبت ہوگا ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے انکسار کے طور پر اس مقام کا نام نہ لیا ۔

ایک روز میں حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۰۱) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا اور توجہ کی درخواست کی ۔ حضرت مزار سے باہر آنے توجہ فرمائی ۔ دوپہر کا وقت تھا اس لیے میں جلدی اٹھ کھڑا ہوا پھر حسرت ہی رہی کہ جلدی کیوں کی ؟ (اس توجہ کی ایسی) کیفیت تھی جو بیان سے باہر ہے ۔

ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین (۱۰۲) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا میں نے کہا " شنی للہ شنی للہ " (اللہ کے لیے کچھ دیجیے ، اللہ کے لیے کچھ دیجیے) میں نے پانی سے بھرا ہوا ایک حوض دیکھا جس کے کنارے سے پانی باہر آ رہا تھا (اس وقت) القا ہوا کہ تیرا سینہ نسبت مجددیہ سے پر ہے اس میں مزید گنجائش نہیں ہے ۔

ایک روز میں سلطان المشائخ کے مزار پر گیا میں نے توجہ کی درخواست کی ، فرمایا تمہیں کمالات احمدی حاصل ہیں میں نے عرض کی اپنی نسبت بھی عطا کریں ۔

انہوں نے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان کا ہجرہ میری طرح ہو گیا ہے اور میرا ہجرہ ان کی مانند 'میں اس سے بہت محفوظ ہوا۔

ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ محمد زبیر (۱۰۲) رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہوا حضرت خواجہ تشریف لائے اور فرمایا کہ عبادت کثرت سے کیا کرو اس راہ (طریقت) میں عبادت کرنی چاہیے تاکہ درتصرف کھل جائے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے فرمایا (صرف) کثرت عبادت سے۔

ایک بار میرا مکان مظر ہو گیا۔ اوپر نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر (ایک) مظر اور منور روح جلوہ نما ہے اور اس کے گرد آفتاب کی سی شامیں ہیں۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیا (ماجرا) ہے؟ پھر خیال آیا کہ یہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے یا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح ہے۔

ایک مرتبہ اہل خانقاہ کے درمیان لفظی نزاع ہوا حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جو کوئی جھگڑا کرے اسے خانقاہ سے نکال دو۔

ایک مرتبہ میرے مکان میں سیدۃ النساء (۱۰۴) رضی اللہ عنہا تشریف لائیں فرمایا کہ میں تمہارے لیے زندہ ہوں۔

ایک مرتبہ میں نے مشکوک کھانا کھا لیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شہید (میرزا مظهر) نے الٹی کی ہے اور فرمایا کہ ہر جگہ کا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

ایک مرتبہ اہام ہوا کہ منصب قومیت تمہیں عطا کیا گیا ہے۔

ایک روز اہام ہوا کہ تجھ سے ایک نیا طریقہ جاری ہو گا۔

ایک روز میں نے اپنے مکان کی کھادگی کے لیے عرض کی تو اہام ہوا کہ تو اہل و عیال نہیں رکھتا پھر کیا ضرورت ہے؟

ایک روز میں نے ہمسائے کا مکان طلب کیا تو اہام ہوا کہ تم نے ہمسائے کو کیوں تکلیف پہنچائی اور اسے مکان سے باہر نکالا۔

ایک روز میں حرمین الشریفین کی زیارت [۱۵۲] کا قصد کر کے نیم قد اٹھا تو یہ اہام ہوا کہ تیرا یہیں رہنا بہتر ہے۔

ایک روز میں نے کہا "یا شیخ عبدالقادر شینا للہ" تو اہام ہوا کہ کہو "یا ارحم الراحمین شینا للہ"۔

ایک روز اہام ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خلفاء دکن بھیجے تھے تم

اپنے خلفاء کابل اور بخارا بھیجو۔ اللہ تعالیٰ کا کلام صوت اور لکھن سے مبرا ہے۔ میں نے تین بار سنا ایک مرتبہ مدرسہ میں، دو مرتبہ سکونت مکان میں جس میں کہ ان دنوں مقیم ہوں یعنی خانقاہ شریف۔

ایک رات میں نے کہا "یا رسول اللہ" آواز آئی "لبیک یا عبد صالح"۔

فصل

آپ کی چند کرامات (۱۰۶)

ساکان راہ الہی اور طالبان فیض ناقتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سید انبیاء علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے اور یہ دونوں امر آپ کے "وجود باجود" میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور ان کے سینوں میں حضرت سبحانہ کے فیض و برکات کا القا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لیے دفتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ڈاکر کیے اور سیکڑوں جذبات و واردات الہیہ کو پہنچے۔ اور بہت سے لوگوں کو مقامات و حالات عالیہ پر فائز کیا۔ لیکن کائنات میں تصرف اور غیب کی خبریں نفس امر کے مطابق الہام ہونیں اور آپ کی دعا سے حل مشکلات اور حاجت برآری کے اس قدر واقعات ہوئے کہ لوگوں کے اکثر کام آپ کی دعا سے ہو گئے۔ اور بہت سے عقدے حل ہوئے اور جیسا فرمایا ویسا بارہا ہوا۔ حقیقت اس کے مصداق ہے:

مطلق آن آواز خود از شہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود (۱۰۶)

آپ کا کلام کرامت نظام سراسر الہام، خوارق اولیاء اور یتیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا پرتو (تھا) بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا۔ اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر

پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق و فاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کرامت :

ایک محبوب شکل اور مرغوب صورت ہندو لڑکا برہمن زادہ آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ تمام اہل محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظر عنایت [۱۵۳] ڈالی اسی وقت اس نے زنا رکھنا شروع کر خلعیت ایمان پہنا اور فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور حسن کو نور اسلام سے جلادے کر اٹھا:

ہنشین بہ گدایاں در دوست کہ ہر کس
ہنشت باین طائفہ شاہی شد برخواست (۱۰۴)

کرامت :

مولوی کرامت اللہ (۱۰۸) جو کہ آپ کے خادم تھے ایک روز ان کے پہلو میں شدید درد ہوا آپ نے اپنا دست مبارک وہاں رکھ کر ہمت فرمائی تو اسی وقت (درد) رفع ہو گیا۔

کرامت :

ایک مرتبہ چلتی ہوئی کشتی پر توجہ کی تو وہ رک گئی۔

کرامت :

میاں احمد یار (۱۰۹) جو کہ آپ کے اجل اصحاب میں سے تھے، کہتے ہیں کہ میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اٹھائے راہ میں صحرا میں میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور گاڑی (بہل) کے قریب کھڑے ہیں فرمایا کہ گاڑی کو تیز کرو اور دوڑاؤ اور اس قافلہ سے جدا ہو جاؤ کیوں کہ ڈاکو آ گئے ہیں اور اس قافلے کو لوٹنا چاہتے

ہیں۔ یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ میں نے گاڑی کو دوڑایا اور قافلہ سے جدا ہو گیا۔
قضائے الہی سے سارا قافلہ ڈاکوؤں نے غارت کر دیا اور میں بخیر و خوبی منزل مقصود
کو پہنچ گیا۔

کرامت :

میاں زلف شاہ جو کہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے، کہتے ہیں جب میں اوائل
حال میں آپ کی خدمت میں آیا تو صحرا میں راستہ کھو بیٹھا اچانک ایک بزرگ نمودار
ہونے اور مجھے راستہ دکھایا میں نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا تم جس کے پاس بیعت
ہونے کے لیے جا رہے ہو میں وہی ہوں۔ دو مرتبہ میرے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا۔

کرامت :

نیز میاں احمد یار سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ ایک صالحہ جو
کہ آپ کی مرید تھی، کے ہاں تعزیت کے لیے گیا، کیوں کہ اس کی بڑی لڑکی فوت
ہو گئی تھی۔ آپ نے اس ضعیفہ (بڑھیا) سے خطاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس دختر
کے نعم البدل لڑکا عطا کرے گا۔ اس عمر رسیدہ عورت نے گستاخانہ کہا کہ حضرت اب
تو میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان
حالات میں اولاد پیدا ہونا عقل کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔
اس کے بعد آپ اور میں اس کے گھر سے باہر آگئے اور ایک مسجد میں جو اس بوڑھی
کے گھر کے سامنے ہی تھی آپ تشریف لے گئے، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور
اس عورت کے ہاں پیدائش فرزند کی دعا کی اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں نے
اس کی اولاد کے لیے جناب الہی میں عرض کی ہے [۱۵۴] قبولیت دعا کا اثر ظاہر
ہوگا (اور) ان شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی تولد ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمانے
کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عنایت فرمایا اور جو ان ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

کرامت :

ایک عورت آئی اور ایک بیمار کی شفاء کے لیے عرض کی آپ نے اسے
دسترخوان سے تبرک دیا جو نان اور کباب تھا، جب وہ گھر آئی تو وہ صلوہ میں تبدیل

ہو چکا تھا۔ (جس سے) معلوم ہوا کہ بیمار کا وقت اجل آ پہنچا ہے۔ چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا۔

کرامت : میرا کبر علی (۱۱۰) صاحب جو کہ آپ کے مخلص نیاز مندوں میں سے ہیں ، انہوں نے اپنے عزیزوں کی ایک عورت کی بیماری کے بارے میں عرض کی ۔ چونکہ انہوں نے بار بار سوال کیا تھا آپ نے فرمایا کبر علی اس کی زندگی پندرہ روز سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی اور تقدیر الہی سے وہ پندرہویں روز وفات پا گئی لیکن بیماری کے دنوں میں میرا صاحب موصوف (کبر علی) اس عورت کو توجہ دیتے رہے جب آپ اس عورت کے جنازہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کبر علی شاید تم اسے توجہ دیتے رہے ہو اسی لیے اس میں برکات معلوم ہوتی ہیں ۔

کرامت :

آپ کی خانقاہ کے قریب ایک راضی کا مکان تھا ۔ آپ کی خانقاہ کی تنگی کے لیے اس مکان کی ضرورت تھی وہ عورت جس کی ملکیت میں وہ مکان تھا آپ نے اس سے مکان کی خواہش کی اس عورت نے انکار کر دیا ۔ آخر ایک بار آپ نے حکیم شریف خان کو جو کہ دہلی کے معززین میں سے تھے اس عورت کو سمجھانے کے لیے بھیجا ۔ کہ اگر تمہیں اس کی فروخت میں کچھ عار ہے تو ہم اس کی قیمت خضیہ طور پر بیچ دیتے ہیں ۔ تم اسے بطور نظر پیش کر دو اس بد بخت نے جو اہل اللہ سے عداوت رکھتی تھی حکیم موصوف کا قول قبول نہ کیا بلکہ اس نے آپ کے بارے میں بیہودہ بکا ۔ کیونکہ بزرگوں کو گالیاں (سب و شتم) اس فرقہ طعنہ کی عادت ہے ۔ حکیم صاحب وہاں سے چلے آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا ۔ آپ نے چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کی کہ صاحب اس کا کلام (آپ نے) سن لیا ہے ۔ اب میں اس وقت تک اس کا مکان نہیں لوں گا جب تک وہ خود آ کر التجا نہ کرے ۔ تقدیر الہی سے اس کے خاندان پر (پے در پے) موت وارد ہوئی ابھی ایک بچہ باقی تھا جب وہ بھی بیمار پڑ گیا تو وہ پھر سمجھ گئی کہ یہ میرے اس برے عمل کا نتیجہ ہے وہ اس بچہ کو لائی اور اس مکان کی بھی پیش کش کی ۔

کرامت :

حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم سے ایک عزیز کی سفارش کی تو اس نے اس امر پر توجہ نہ کی جس سے آپ کو ملال ہوا۔ وہ چند روز کے بعد معزول کر دیا گیا پھر وہ کبھی اس منصب پر فائز نہ ہو سکا۔

کرامت :

آپ دہلی کے صوبہ (دار) شاہ نظام الدین (۱۱۱) سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔

[۱۵۵] کرامت : ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آئے۔ وہ راستے ہی میں کہنے لگے، کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت آپ تبرک عنایت کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ بھلی کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب (کا خیال کیا) جب وہ حضور پر نور میں پہنچے۔ تو ہر ایک کو اس کی تمنا کے مطابق عنایت کیا اور اس قسم کے اکثر واقعات آپ سے ظہور پذیر ہوتے۔ بارہا آپ کا کلام دلی تمناؤں کے مطابق ہوتا۔

کرامت :

ایک روز حکیم نامدار خان کی عیادت کے لیے گئے۔ حکیم مذکور نزع کی حالت میں تھے ان کی آنکھیں بند اور بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے اقربا نے آپ سے سب مرض کے لیے درخواست کی۔ آپ ایک لمحہ متوجہ رہے پھر انہیں فی الفور ہوش آ گیا۔ اور آنکھیں کھول دیں آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ جونہی آپ نے ان کے گھر سے قدم باہر نکالا اسی وقت جان دے دی۔

کرامت :

ایک شخص بخارا سے براہ دیار کابل ہندوستان آ رہا تھا کہ دریائے انک عبور کرتے وقت اسی کا اونٹ مع سامان تجارت پانی میں غرق ہو گیا۔ اس نے کہا اگر میرا

اونٹ مع اسباب زندہ باہر آ جائے تو میں آپ کی نیاز دوں گا۔ اللہ سبحانہ کے حکم سے وہ دریا سے باہر آگیا جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نیاز دے دی ہے؟ اس نے کہا ہاں دے دی۔

کرامت :

میاں احمد یار صاحب کے مچھا کو رقم لینے (کے جرم میں) بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔ میاں احمد یار آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔ آنجناب نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اسے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں موصوف نے کہا کہ قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لیے متعین ہے اس لیے ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ۔ وہ گئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر اسے قید خانہ سے زندہ لے آئے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

کرامت :

مولوی فضل امام (۱۱۲) کا لڑکا بہت علیل تھا، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لانے ہیں اور اسے کچھ پلایا ہے جب صبح ہوئی تو اسے شفا ہو گئی۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور نیاز رقم لانے تو فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے؟

کرامت : ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ آ جائے۔ فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ دل میں حیران ہوا [۱۵۶] کہ میں تو ابھی گھر سے آ رہا ہوں لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے وہ آپ کے فرمانے کے مطابق گھر گیا اور دیکھا کہ لڑکا واقعی گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔

کرامت :

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کہ کہ میرا لڑکا فوج میں نوکر تھا اس کی نوکری جاتی رہی ہے اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پہن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ کر ملنگ ہو گیا ہے اور بھنگ پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھو وہ بیٹھ گئی۔ جس سے اس کے تمام طائف ذکر جاری ہو گئے۔ اس کے بعد اس کے لڑکے کے حال پر توجہ کی وہ فرقہ ملائیہ کو پھوڑ کر راہ راست پر آگیا۔

کرامت :

غریب اللہ رحمہ جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں سکونت پذیر تھا ایک روز بیماری کی شدت سے نزع کی حالت ہو گئی۔ رات کے آخری حصہ میں اس کے رشتہ دار آپ کو اس کے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ فرمائی اسے عنایت الہی سے صحت کامل نصیب ہوئی۔

کرامت :

مولوی کرامت اللہ صاحب فرماتے ہیں ان ایام میں جب کہ میں آپ کے پاس تھا میں نے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد جو کہ مراقبہ اور ذکر کا وقت تھا میں بغل میں کتاب دہانے پڑھنے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ آپ کی نظر شریف مجھ پر پڑ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا۔ میں چونکہ گستاخ تھا بولا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ کچھ بغیر محنت کے مل جائے (ورنہ محنت کرنے سے تو ہر جگہ مل ہی جاتا ہے فرمایا میں تمہیں بحق بہاء الدین بغیر محنت کے ہی دوں ' بیٹھ جاؤ۔ اسی وقت توجہ دی میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ مدت کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت حلقہ سے فارغ ہو چکے اور مجھ پر دھوپ آگئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً شاہ ابو سعید صاحب حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا فرمایا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی نیند کا غلبہ ہو گیا تھا ' آپ تبسم فرمانے لگے۔

فصل

آپ کی وفات کا حال (۱۱۳)

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی۔ لیکن فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا فطرتاً مسلط رہا جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا وہ حیطہ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس لیے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں۔ راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے :

لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ قَتْلِ نَفْسٍ مُؤْمِنٍ

اور کہا تھا صلی اللہ علیہ وسلم (۱۱۴)

(تحقیق دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے) جل ، صفین ، حرہ اور کربلا کی کئی سو سالہ جنگیں اور پھر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے مابین لڑائیوں کا بڑا سبب [۱۵۷] امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی تھا۔

حضرت شاہ غلام علی کو آخر (عمر) میں بوا سیر اور عارض کے امراض لاحق ہو گئے تھے ان ایام میں میرے والد (شاہ ابوسعید) بلدہ لکھنؤ میں تھے اس تھوڑی مدت میں آپ نے بہت سے خطوط انہیں لکھے۔ تقدیر یہی تھی کہ میرے بعد میرے قائم مقام وہی ہوں (۱۱۵) ان شاء اللہ اپنے والد علیہ الرحمۃ کے ذکر میں ایک دو مکتوب نقل کروں گا۔ غرض انہوں نے سراپسنگی کے عالم میں اپنے اہل و عیال کو لکھنؤ ہی میں بھوڑا اور آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملتے وقت میں بہت روؤں لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔ اور ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی۔

آپ کی دائمی عادت یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر ، شغل نسبت ، اخلاق حسنہ ، مل کر رہنا ، قضائے الہی پر چوں و چرا کیے بغیر (رضا) ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد ، فقر و قناعت ، تسلیم و رضا اور توکل سے بافراغت رہنا :

و من اصدق من الله حديثاً (۱۱۶)

(اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی)

نیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آمار شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ جامع مسجد (دہلی) میں ہیں، لے جائیں۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شفاعت کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد میں پڑھی گئی، آمار شریف کے پاس لے گئے۔ وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ انہیں تربت کے سرہانے پھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمہ طیبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے (اس لیے) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مطلبنا یم آمدہ در کوی تو شئی اللہ از جمال روی تو
دست بکشا جانب زبیل ما آفریں بردست و بر پہلوی تو (۱۱۷)

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں نیز دو عربی اشعار بھی خوش الحانی سے پڑھیں:

و فدت علی الکریم بغیر زاد من الحسنات و القلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شئی اذا کان الوفود علی الکریم (۱۱۸)

شعبہ کے دن مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میں صاحب کو جلد بلاؤ یعنی شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو (طلب فرمایا) بہت دقت کے ساتھ اپنا یہ مضمون ادا کر سکے۔ مولوی صاحب جلدی گئے اور میرے والد صاحب کو بلا لئے جب وہ دروازے میں داخل ہوئے تو ان کی طرف توجہ فرمائی اور اسی حال میں ۲۲ صفر بعد اشراق بیت احتباء (۱۱۹) [۱۵۸] میں ۱۲۴۰ ہجری کو عین مشاہدہ حق کے استغراق میں اس دار پر طلال سے انتقال فرمایا۔

اس وحشت انگیز خبر کو سن کر ہزار ہا لوگ جمع ہو گئے اور نماز (جنازہ) جامع مسجد جا کر پڑھی اس نماز کی امامت حضرت شاہ ابو سعید صاحب نے کی۔ خانقاہ شریف میں حضرت شہید (میرزا مظہر) کے دائیں جانب دفن کیا گیا۔ اب اس احاطہ میں تین (۱۲۰) مرقد ہیں۔

کیونکہ حضرت شاہ ابو سعید علیہ الرحمۃ جب حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے

تو ٹونک میں آکر ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ بھی وہاں سے لا کر آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا، اس وقت ان کا مزار درمیان میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔
 آپ (حضرت شاہ غلام علی) کی تاریخ وفات "نور اللہ مضجع" [۱۲۴۰ھ] اور اس مصراع فارسی (سب برآمد ہوتی ہے):

"جاں بحق نقشبند ثانی داد" [۱۲۴۰ھ]

نیر شاہ رؤف احمد صاحب نے (اس موقع پر) نہایت زیبا رباعی کہی ہے:

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زمان
 ز این جہاں فرمود رعت سوئے جناب کریم
 سال او با حال او جستم چو اسے رافت ز دل
 گھٹ "فی روح و ریحان و جنات النعیم"

[۱۲۴۰ھ]

فصل

آپ کے چند خلفاء کا تذکرہ

[مولانا شاہ ابو سعید مجددی]

جامع کمالات رب حمید حافظ الشرع والقرآن المجید مرشدنا و مولانا حضرت شاہ ابو سمید (۱۲۱) بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت محمد حبیب بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کی ولادت شریف دوم ذی قعد ۱۱۹۶ ہجری کو بلدہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی۔

ابتدائی عمر سے ہی ان کا حال صلاح ماثورہ پر رہا۔ فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں اتفاقاً میاں ضیاء النبی (۱۲۲) صاحب جو کہ میرے اقارب میں سے تھے، کے ساتھ بلدہ لکھنؤ سے گزر ہوا۔ میں ایک مکان میں فروکش تھا۔ ناز کے لیے مسجد آتے جاتے وقت راستے میں ایک درویش بھی (ملا) تھا۔ وہ اکثر بنگا رہتا۔ لیکن میرے آنے جانے کے وقت وہ ستر ڈھانپ لیتا تھا کسی نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہ تو جب بھی انہیں (شاہ ابو سمید) کو دیکھتا ہے ستر ڈھانپ لیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ

وقت بھی آنے کا جب انہیں ایک ایسا منصب حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اقارب کے مرجع بنیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا اس نے کہا۔

دس سال (۱۲۳) کی عمر میں تقریباً (سارا) قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد قاری نسیم علیہ الرحمۃ سے تجوید سیکھی۔ اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لیے رونق افزا ہوئے۔ جو کوئی بھی آپ سے قرآن سنتا محو ہو جاتا۔

فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن لچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی [۱۵۹] کیوں کہ مجھے اہل علم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہیں تھا۔

الغرض قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علوم عقلیہ و نقلیہ میں بہرہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین (۱۲۴) اور بعض (کتب) شاہ ولی اللہ محدث کے فرزند حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث (۱۲۵) سے پڑھیں۔ فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح مسلم انہی سے پڑھی ہے۔ نیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور اپنے مرشد (حضرت شاہ غلام علی) اپنے ماموں حضرت سراج احمد (۱۲۶) بن حضرت محمد مرشد (۱۲۷) اور حضرت شاہ عبدالغزیز (۱۲۸) سے بھی علم حدیث پڑھا۔

تحصیل علم کے دوران ہی خدا طلبی کی ارادت پیدا ہو گئی۔ پہلے اپنے والد ماجد ہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ وہ اپنے آباء و اجداد کے طریقہ پر عامل تھے، ان پر ترک دنیا اور قطع تعلق کا غلبہ تھا۔ یہاں تک کہ نواب نصر اللہ خاں (۱۲۹) نے آرزو کی کہ بخشی گیری کا عمدہ قبول کر لیں لیکن قبول نہ کیا اور اپنے اشغال و اواراد میں ہمیشہ مصروف رہے۔ انہیں علم حدیث کا بھی ذوق تھا، فاسق اور فاجر لوگوں سے ہمیشہ رو گردانی کرتے تھے۔ ان (حضرت شاہ صفی القدر (۱۳۰)) کی وفات دو شنبہ ۲۹ شعبان ۱۲۳۶ ہجری کو بلدہ، لکھنؤ میں ہوئی ان کی تاریخ وفات "فاز رضوان المودود" ہے۔ سید احمد (۱۳۱) صاحب اور مولوی اسماعیل (۱۳۲) شہید اور دوسرے عزیزوں نے خود ان کی تجہیز و تکفین کی۔ راستے میں کسی نے پھیر (عریش) جلا رکھا تھا ان کی نش شریف کو آگ کے اوپر سے لے کر گزر گئے کسی کو گزند نہ پہنچی۔

الغرض آتش شوق مشتعل تھی، اپنے والد کی صحبت اور ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی (۱۳۳) کی خدمت میں پہنچا۔ جو کہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ محمد زبیر (۱۳۴) قدس اللہ سرہ سے بیعت تھے، انہیں انتہائی استغراق حاصل تھا صرف نماز

کے وقت لوگ انہیں اگاہ کرتے (تو ہوش آتا) اور ان میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر ایک وقت میں سے لوگوں پر توجہ کریں تو وہ بے ہوش ہو جائیں۔
ایک بار نماز کی حالت میں شوق الہی سے ان کا بدن حرکت میں آیا تو سب سے پہلے امام، تمام مقتدی اور پھر سارے محلے پر وجد طاری ہو گیا اور وہ (سب) رقص کرنے لگے۔

حضرت شاہ درگاہی مادر زاد ولی تھے۔ تخت ہزارہ ضلع پنجاب میں ۱۱۶۲ ہجری (۱۳۵) کو پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ ولادت "معدن فیض حق" (۱۳۲) سے برآمد ہوتی ہے۔
انہیں بچپن میں یہ جذبہ میسر آیا تھا اور وطن سے نکل کر صحرا میں گشت کرتے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے تو قدرے افاقہ حاصل ہوا تو کسی سے قرآن شریف کے ایک جز کا چوتھا حصہ پڑھا۔ اور نماز صحیح کی پھر مغلوب الحال ہو گئے اور درختوں کے پتوں پر قناعت کرنے لگے۔ مگر نماز کے وقت [۱۶۰] انہیں افاقہ ہو جاتا۔ پھر بے ہوش ہو جاتے، آخر بلدہ، بدایوں کے صحرا میں سلطان التارکین (۱۳۷) کے مزار پر پہنچے۔

طریقہ قادریہ میں حافظ جمال اللہ (۱۳۸) رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ امراء سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اگر سوتے وقت کوئی ان کی چادر میں روپیہ باندھ جاتا تو انہیں نجاست کی بو آتی۔ پھر جا کر اسے دریا میں اس طریقہ سے ڈال دیتے تھے کہ اسے ہاتھ نہ لگے۔

کرامت :

ان کے ایک مخلص کو شیر کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے انہیں یاد کیا انہوں نے شیر کو طمانچہ مار کر بھگا دیا۔

کرامت :

نواب احمد یار خان (۱۳۹) کی بیوی بانجھ تھی انہوں نے دعا کی تو تقریباً بیس لڑکے پیدا ہوئے۔

کرامت :

ایک مرتبہ ایک بنیا آیا اور قدموں پر گر پڑا۔ اس نے کہا میں نے خود دیکھا ہے کہ جب مکان کا دروازہ گرا تو انہوں (شاہ درگاہی) نے اسے اٹھا کر دوسری طرف کر دیا جس سے میں بچ گیا۔

کرامت :

ایک شخص سے کہا کہ تیرا مکان جل جائے۔ چنانچہ وہ جل گیا۔

حضرت شاہ درگاہی کی تاریخ وفات "مات قطب الوری عن امر اللہ" (۱۴۰) (سے برآمد ہوتی ہے) ان کا مزار بلدہ ۱۰ رام پور میں واقع ہے۔ (۱۴۱)
الغرض شاہ مذکور ان کے حال پر بہت عنایت کرتے تھے۔ اور چند ہی دنوں میں اجازت و خلافت دے دی ان میں کمال درجے کی شورش پیدا ہو گئی اور بہت سے مرید جمع ہو گئے اور حلقہ میں بے ہوشی اور وجد بہت ہوتا۔ آپیں اور بلند نعرے پیدا ہوتے۔ چونکہ مجددی نسبت میں یہ امور ممنوع ہیں اور اس نسبت کو رقص سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی اتباع میں کمال افسردگی و آسودگی میں عمر بسر کرتے ہیں ان کا سماع قرآن، نماز ان کا حضور اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کا شیوہ ہے۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) علیہ الرحمۃ اسی بیچ کے تھے۔ نیز انہوں (شاہ ابو سعید) نے حضرت (شاہ غلام علی) کو رام پور میں دیکھا تھا جب کہ دہلی میں شاہ نظام الدین (۱۴۲) کی صوبہ داری تھی اور آپ شاہ نظام الدین سے ناراض ہو کر دہلی سے رام پور چلے گئے تھے۔ (۱۴۳)

حضرت شاہ ابو سعید آپ کے پاس دہلی پہنچے ان ایام میں دہلی اہل علم و صلح سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز، رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر طہیم الرحمۃ بھی زندہ تھے۔ اور حضرت کاظمی مناء اللہ پانی پتی بھی زندہ تھے۔ انہوں نے حد اطلبی کے سلسلہ میں ایک مکتوب بھی کاظمی صاحب کو لکھا جس کا انہوں نے بہت تعظیم سے جواب دیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی نہیں ہے تو شاہ صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے [۱۶۱] اور مقبول درگاہ ہونے ان دنوں حضرت شاہ درگاہی بھی زندہ تھے۔

فرماتے ہیں کہ اگر حضرت شاہ غلام علی جیسا مرشد نہ ملتا تو مجھے پہلے مرشد کی طرف سے بہت خوف تھا۔ لیکن حضرت نے میری اس طرح حمایت کی کہ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اگر طالب کسی دوسرے کے پاس اپنی ہدایت محسوس کرے تو پہلے مرشد کا انکار کیے بغیر دوسرے کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

ان (شاہ ابوسعید) میں اپنے پہلے میر (شاہ درگاہی) کی محبت راسخ تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت شاہ غلام علی کی مجلس میں حضرت شاہ ابوسعید کی موجودگی میں شاہ درگاہی کی اس خیال سے غیبت کی۔ کہ وہ شاہ درگاہ کے منکر ہو کر اس مجلس میں آگئے ہیں، انہیں اس بات پر غصہ آیا اور اسے طمانچہ دے مارا، آپ بھی اس پر ناراض ہونے لگے کہ تو ہمارے طریقہ کے بزرگوں کی غیبت کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلے تو شاہ درگاہی کو مجھ سے کہ ورت تھی لیکن جب میں آخری بار (قریب وفات شاہ درگاہی) رام پور گیا تو وہ زائل ہو چکی تھی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں کی استدعا پر میں (شاہ ابوسعید) نے راہ سلوک پر ایک رسالہ (۱۴۲) لکھا اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اس کی بہت تعریف کی اور رسالے کے آخر میں چند سطور رسالے کی تعریف میں لکھیں۔ جو اس رسالے کے آخر میں درج ہیں (۱۴۵) وہ رسالہ ان دنوں طریقہ مظہریہ مجددیہ کا گویا دستور العمل ہے۔ ہر ملک میں جہاں بھی اس طریقہ کا فیض یافتہ پہنچا ہے۔ اس کے پاس یہ رسالہ موجود ہے۔ مکہ معظمہ میں بعض بزرگوں نے اس رسالے کا عربی ترجمہ (۱۴۶) کیا ہے۔ اور عرب میں یہی مروج ہے اور یہ بھی غالب گمان ہے کہ بلذہ روم میں اس کا ترکی ترجمہ (۱۴۷) بھی ہو چکا ہے۔

کرامت :

میاں عظیم اللہ صاحب سے منقول ہے کہ میں نواب محمد امیر خان (۱۴۸) کے ہاں نوکر تھا کہ انہوں نے کسی شخص کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا (لیکن) اتفاق سے میں گھر میں نہیں تھا۔ اور نہ ہی گھر آنے کے بعد میرے گھر والوں نے مجھے اطلاع دی۔ آپ نے دوسرے کو بھیجا میں حاضر خدمت ہوا تو غصے سے فرمایا کہ میں نے

تمہیں طلب کیا تھا تم کیوں نہیں آئے؟ اگر تمہارا نواب طلب کرتا تو چلا جاتا۔ میں نے مذر کیا کہ مجھے ہرگز اطلاع نہیں ملی کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے۔ الغرض اس دن سے مجھے روزانہ حاضری کا حکم ہوا۔ اور توجہات میں بڑے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا۔ جب تک رات کو نچلے مقام کے وصول کا مجھے یقین نہ ہو جاتا مقام فوق کی کبھی توجہ نہ دیتے۔ جب مجھے یقیناً "وصول" حاصل ہو جاتا تو صبح دوسرے مقام کی توجہ دیتے، یہ دائمی عمل تھا۔ اگر نوکری پر جانے سے گھر میں ہی دیر ہو جاتی اور میں گھر سے (اس ارادے سے) نکلتا کہ جلدی [۱۶۲] نوکری پر چلا جاؤں اور آج ان کی خدمت میں نہ جاؤں لیکن جب میں اس جگہ پہنچتا جہاں سے یہ راستہ غانقاہ کو جاتا ہے تو وہاں محسوس ہوتا کہ کوئی مجھے کھینچ رہا ہے۔ اور میں چار و ناچار آپ کی خدمت میں پہنچ جاتا اور یہ آپ کا بڑا تصرف تھا۔

کرامت :

ایک مرتبہ رام پور سے سنبھل جا رہے تھے۔ پہلی منزل میں دریا کے کنارے پہنچے تو ناز عشاء کا وقت دریا میں ہی آگیا لیکن ملج نہیں تھا۔ آپ سوار تھے، کشتی کا مالک مشرک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کشتی دریا میں ڈال دو۔ اس نے آپ کی ہیت سے اسے دریا میں ڈال دیا۔ اللہ کی عنایت سے دریا میں سے صحیح و سالم گزر گئے۔ وہ مشرک آپ کی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

کرامت :

مرزا طہماس نے قلم میں (آپ کی) دعوت کی 'بہت سے شہزادے جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے نعرہ مارا تو سب گر پڑے اور مقصد ہو گئے۔

کرامت :

حکیم فرخ حسین نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی کے مصاحبوں میں سے تھا، انہی خان کے خلاف بات کی۔ انہیں بہت غصہ آیا۔ فرمایا کہ اس کی سزا تمہیں ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس پر تہمت لگی اور وہ حاضیہ طور پر فرار ہو گیا۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کا ایک قدیم مرید شیخ احمد بخش دہلی میں آپ کے مزار کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ' اسے خواب میں فرمایا کہ وہ نیک نامی کا کاغذ جو تم نے فرنگی سے لیا ہے وہ تمہاری گھڑی میں ہے اسے پھاڑ ڈالو کیوں کہ یہ اسلام کے لیے مناسب نہیں۔ شیخ مذکور نے کہا کہ مجھے ہرگز یاد نہیں تھا کہ وہ سند میرے ہمراہ ہے۔ جب تلاش کی تو وہ سند وہیں سے برآمد ہوئی جس کی نشان دہی حضرت نے کی تھی ' میں نے اسے اسی وقت پھاڑ دیا۔ اور کافروں کی محبت میرے دل سے نکل گئی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

کرامت :

میاں محمد اصغر صاحب سے منقول ہے کہ میری نماز تہجد بعض اوقات فوت ہو جاتی تھی۔ ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا کہ یہ ہمارے غلام سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت (تمہارے بارے میں) مجھے یاد کروا دیا کرے۔ میں تمہیں اٹھا دیا کروں گا۔ میں تو صرف اتنا ہی ذمہ لے سکتا ہوں باقی تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی مجھے اٹھا دیتا تھا۔

کرامت :

سفر حجاز مقدس کے سلسلے میں جب آپ بلدہ سورت میں پہنچے وہاں ایک مسجد میں بوعلی خان نام کا ایک امیر جو کہ زمرہ فقراء میں داخل تھا اور تہ بند باندھے مسجد میں بیٹھا کرتا تھا جب اس نے آپ (کے آنے کی) خبر سنی تو اس نے مسجد میں آنا بند کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ نہایت نیازمندی سے حاضر خدمت ہوا اور سو روپے نذر کیا۔ مجھے (راقم شاہ عبدالغنی) اور حضرت کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کو بیعت کروایا جس سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس شخص نے تو کمال انحراف سے مسجد میں آنا ہی ترک کر دیا تھا لیکن (اب اسے) کیا ہوا ہے کہ نذر [۱۶۳] پیش کر رہا ہے بلکہ وہ آپ کے راسخ الاعتقاد مخلصوں میں سے ہو گیا۔

کرامت :

جب ہم بمبئی پہنچے تو جہاز کا کرایہ ادا کیا۔ بعض دوسرے لوگ بھی آپ کی صحبت غنیمت جانتے ہوئے اسی جہاز پر سوار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جہاز پر بیٹھنا مصلحت کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے کرایہ واپس لے لیا۔ کیوں کہ اس قسم کا وعدہ طلح سے پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ آخر آپ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے۔ پہلا جہاز حج کے بعد وہاں پہنچا۔ اور دوسرا جہاز حج کے موقع پر — اور حاجیوں کا پہلا جہاز ایک سال تک راہ میں ہی رکا رہا۔

جب آپ (شاہ غلام علی) کو آخری مرض (مرض الموت) لاحق ہوا تو میرے حضرت والد (شاہ ابو سعید) لکھنؤ میں تھے۔ ان کی طلبی کے لیے آپ نے انہیں مسلسل خطوط لکھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کو اپنا جانشین بنائیں۔ ان میں سے ایک مکتوب (یہاں) نقل کیا جا رہا ہے اور دوسرا مختصر مکتوب جو آپ نے طریقہ کے فوائد پر لکھا ہے طالبوں کے فائدے کے لیے ضمنتاً یہاں درج کروں گا۔ آپ کے دوسرے مکتوبات جو (صرف) آپ (شاہ ابو سعید) ہی کے نام ہیں انہیں جمع کرنا پوری کتاب کا مقتضی ہے۔

مکتوب اول :

بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابو سعید صاحب سلمکم ربکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ان ایام میں مجھے عارض، ضعف اور شدت تنفس کے امراض لاحق ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ اس کے علاوہ کمر کا درد بھی ایسا ظاہر ہوا ہے کہ بیٹھ کر نماز ادا کرنا محال ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اشخاص کا آپ کے پاس یکے بعد دیگرے ہونا لازم ہے۔ پس ان دونوں امراض کی شدت حد سے بڑھ چکی ہے۔ کہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی اور سستہ ضروریہ (کی ادائیگی میں) انتہائی سستی آگئی ہے اس لیے اس وقت تمہارا آنا بہت مناسب ہے۔ بہت جلد آجائیں۔

مولوی بشارت صاحب اپنے اہل خانہ کی بیمار داری کے لیے رخصت لے گئے ہیں۔ ان کے آنے کا علم نہیں۔ اس سے پیشتر تمہاری طلب کے لیے میں متواتر

خلوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں - تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے - ظاہر ا مجھے اب صحت ملنا محال ہے - اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے :

ع غوبان درین معاملہ تاخیر می کنند (۱۴۹)

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالی شان کے مقامات کا آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے - اس سے پہلے بھی میں نے پہلی بیماری کے دوران دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور قومیت تمہیں عطا ہوئی ہے - ان عجیب و غریب توجہات کے لیے تمہارے سوا کوئی نہیں ہے - اس خط کے ملتے ہی تم اکیلے یہاں چلے آؤ اور برغوردار احمد سعید کو [۱۶۴] وہاں اپنی جگہ پر چھوڑ آؤ اور دعائے حسن خاتمہ ' درود و استغفار ' غم کلمہ طیبہ و قرآن مجید ' غم میران کبار ' لقائے جان فزا ' اور اتباع حبیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مدد فرمائیں - والسلام -

مکتوب ثانی :

بعد حمد و صلوة معلوم ہونا چاہیے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے طریقہ علیہ میں مقامات و اصطلاحات مقرر ہیں - اور ہر درجہ میں جو کیفیات و حالات و انوار و اسرار پیش آتے ہیں ان (اصطلاحات) کو جانے بغیر طریقہ اختیار کرنا بے کار ہے - عمر کیوں ضائع کی جائے - اگر توبہ سے رضا تک مقامات عشرہ باطن میں نہ ہو تو اس طریقہ کا کیا فائدہ ؟ لطائف عالم امر کی سیر میں کیفیات بہت ہوتی ہیں - لطیفہ قلبی کی سیر میں مریض احدیت صرف کے بعد مراقبہ معیت دیکھتا ہے - جس سے بے غودی ، استغراق ، قطع تعلقات اور قطع آرزو حاصل ہوتا ہے - لطیفہ نفس کی سیر میں مراقبہ ، قربیت اور محبت معمول ہے - جس سے استہلاک و اضمحلال اور فنا نے انا وغیرہ اصل ہوتی ہے - لطائف عالم خلق کی سیر میں عنصر خاک کے سوا عناصر ثلاثہ کا فیض ملتا ہے اور (مانند) تجلیات سعی الباطن ، ملا اعلیٰ علیم السلام اور لطیفہ تقالیبی کی تہذیب حاصل ہوتی ہے - کمالات ثلاثہ میں بیہنگی اور نسبت باطن کی لطافت (پیدا ہوتی ہے) - حقائق سبہ میں وسعت انوار ، بداہت ، حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت اور محبت ذاتیہ کے اذواق کا حصول ثابت ہے :

ع۔ تیار کرنا خواہد میلش بکہ باہد
[محبوب کس کو چاہتا ہے اور اس کی طبیعت کس طرف مائل ہے]

نہ سلطان خریدار ہر بندہ ایست

نہ در زیر ہر ژندہ زندہ ایست (۱۵۰)

اس طریقہ کا سالک اگر اس قسم کے علوم و معارف کا ادراک کر سکے تو مبارک ہے ورنہ (اس نے) غرور اور خودی کا کسب کیا ہے۔ پس اس کے لیے ہلاکت ہے۔

جس کی صحبت سے اس قسم کے حالات (مذکورہ) حاصل ہوں وہ بہتر ہے ورنہ طریقہ بدنام ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے مشائخ کو ندامت آتی ہے۔ یہ عجیب مرید ہیں جو طریقہ کو بدنام کرتے اور خود کو پیر کہلاتے ہیں:

ہدایہم اللہ سبحانہ الیٰ رضانہ و اشتیاق لقانہ آمین

(اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا اور ملاقات کے شوق کی ہدایت فرمائے)

الحمد للہ حضرت مولوی بشارت اللہ (۱۵۱) صاحب اور حضرت حافظ ابو سعید صاحب سلم اللہ تعالیٰ نے اشاعت طریقہ میں ان مقامات سے مناسبت پیدا کر لی ہے نیز اللہ تعالیٰ دوسرے عزیزوں کو بھی استقامت، اتباع سنت، محبت مشائخ، ترک اور گوشہ نشینی، غیر سے ناامیدی اور خدا سبحانہ و تعالیٰ سے امید کی توفیق عطا فرمائے، ان کو، میرے تمام دوستوں کو اور مجھ خاک افتادہ اور عمر برباد کیے ہوئے بوڑھے کو یہ حالات عطا فرمائے۔

[۱۶۵] میں بڑی ندامت سے یہ لکھ رہا ہوں کہ مرحدوں کے اجازت ناموں کی تحریر میں ہر دو لفظ لکھیں۔ (اسی لیے) میں کہتا ہوں کہ ان کا ہاتھ جو میرے ہاتھ سے بہتر ہے (وہ) میرا ہی ہاتھ ہے۔ ان کی بیعت کرنا میری ہی بیعت ہے جو سعادت اور نجات کا قوی ترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ (اس صورت میں) مبارک کرے کہ اگر وہ (مرحد و طالب) اہل دنیا سے روگردانی اور درحق پر، شکستہ پا ہو کر وعدہ کریم مطلق جل سلطانہ صدق (دل) سے بیٹھے، وہ میرے طریقے کے ارکان ہیں اور میری ساہا سال کی توجہ کا حاصل ہے:

اللہم وفقنی و ایاہم لمرضاتک و مرضات حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم

و اجعل آخرتنا خیرا من الاولی۔ آمین۔ آمین۔ آمین

(اے اللہ! مجھے اور انہیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی توفیق عطا

فرما اور ہماری آخرت کو پہلے سے بہتر بنا۔ آمین آمین آمین)

دونوں مکاتیب کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

الغرض حضرت شاہ ابو سعید آپ کے حکم سے آپ کے جانشین بنے۔ تقریباً (۱۵۲) نو سال تک طالبوں کو ہدایت فرماتے رہے۔ 'تعلی و سختی' فقر و فاقہ جو کہ اس طریقہ انیقہ کا مرغوب شیوہ ہے، کا خوب لطف اٹھایا۔ جس کا بیان تفصیل طلب ہے۔

جب (۱۲۴۹ھ میں انہوں نے حرمین الشریفین کا عزم کیا تو اہل دہلی کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید (۱۵۳) سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ہر شہر والے ان کی تشریف آوری کو غنیمت جانتے اور بسر و چشم حاضر ہوتے۔ (سفر حرمین الشریفین کے دوران) ماہ رمضان شریف بمبئی میں ہی آیا اور وہیں تراویح میں آپ نے پورا قرآن شریف ختم کیا۔ شوال میں جہاز کو سوار ہونے ذی الحج کی ابتداء میں آپ جدہ پہنچ گئے۔

اس وقت کے شیخ الحرم مولانا محمد جان علیہ الرحمۃ والفران جن کا ذکر ان (شاہ ابو سعید) کے خلفاء میں ان شاء اللہ تعالیٰ آنے کا، ان کے استقبال کے لیے آئے۔ ماہ مذکورہ کی دو یا تین تاریخ کو بلدہ حرام (مکہ معظمہ) میں داخل ہوئے۔ اہل حرمین (جن میں) قاضی، مفتی، امراء اور علماء (بھی شامل ہیں) نہایت تعظیم سے پیش آئے۔

شیخ عبد اللہ السراج، شیخ عمر مفتی شافعیہ، مفتی سید عبد اللہ، میر غنی حنفی، ان کے بچا شیخ یسین حنفی اور شیخ محمد عابد سندھی (۱۵۴) اور دوسرے عزیز ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔

اسی ماہ مبارک اور بلدہ حرام میں انہیں اسہال اور بخار کا مرض لاحق ہوا۔ صین مرض اور بے ہوشی کے عالم میں مدینہ منورہ (کی زیارت) کے حقوق کا حد سے زیادہ غلبہ ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ ربیع الاول کے مولد شریف کے دنوں میں آپ وہیں تھے۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام آپ کے مکان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور یہ کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی سب پیادہ ہیں [۱۶۶] اور حضرت عمر گھوڑے پر سوار۔ کسی نے اس کی تعبیر یہ کی کہ شاید امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو یہ امتیاز اس لیے دیا گیا آپ (شاہ ابو سعید) ان کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کے طالبوں کے حلقے میں اس قدر (ہجوم ہوتا) کہ مکان بھر جاتا۔ شیخ

الحرم نے دعوت دی اور کہا کہ یہ دعوت جناب آکسر و صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ کی بیماری میں اس قدر کمی آگئی تھی کہ تقریباً آدھا کوس پیدل چل سکتے تھے۔ زیارت حرمین الشریفین سے فراغت کے بعد اپنے وطن کی طرف رجوع کیا۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ رمضان کا پہلا روزہ رکھا کہ اگر نقصان نہ ہوا تو باقی سارے روزے رکھیں گے۔ اس روز سے حدت (مرض) بڑھ گئی تو فدیہ کا حکم دیا۔ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مریض اور مسافر کے لیے فدیہ لازم نہیں لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ فدیہ دیا جائے۔

بائیس رمضان کو بلدہ ٹونک میں داخل ہوئے، نواب وزیر الدولہ (۱۵۵) نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ عید کے دن سے سکرات موت کا آغاز ہوا۔ اس نالائق (راقم شاہ عبدالغنی) کو وصیت دہیزر فرمائی کہ اتباع سنت لازم ہے، اور اہل دنیا سے اجتناب کرنا۔ فرمایا کہ اگر اہل دنیا کے در پر جاؤ گے تو ذلیل و غوار ہو گے۔ نہیں تو وہ کتوں کی طرح تیرے دروازے پر لوٹیں گے۔

نیز فرمایا کہ وہ احوال و اوراد جو مجھے ملے ہیں میں تمہیں بلکہ عبدالغنی (۱۵۶) کو بھی ان کی اجازت دیتا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ اب کون سی ناز کا وقت ہے؟ مولوی حبیب اللہ (۱۵۷) صاحب نے عرض کی کہ حضرت آپ جو ناز بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں فرمایا کہ آج کی ساری رات میں نے ناز میں بسر کی ہے۔ صبح کی ناز کے بعد حافظ کو حکم دیا کہ وہ تین بار سورہ یسین کی قراءت کرے۔ تیسری مرتبہ سن کر فرمایا۔ بس کرو اب وقت کم ہے۔ فرمایا آج نواب ہمارے گھر نہ آئے۔ اس سے پہلے کوئی اہل دنیا آیا تھا فرماتے ہیں کہ امراء کی آمد و رفت سے قلمت پیدا ہوتی ہے۔

قلم اور عصر کے درمیان عبدالظہر کے دن بروز شنبہ انتقال کیا [اس کے بعد] نواب (وزیر الدولہ) اور اہل شہر حاضر ہوئے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب اور دیگر اہل تافلہ غسل کے متکفل ہوئے۔ شہر کے قاضی مولوی ظلیل الرحمن (۱۵۸) نے ناز جنازہ کی امامت کی۔ آپ کا تابوت شریف دہلی منتقل کیا گیا۔ چالیس روز کے بعد نش مبارک صندوق سے نکال کر لحد میں رکھی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ روٹی جو (نش مبارک کے) نیچے تھی بہت خوش بو دے رہی تھی۔ جسے لوگ بطور تبرک لے گئے۔ حضرت شاہ غلام علی کی

تربت کے قریب دفن کیا گیا۔ لوگوں نے وفات کی بہت سی تاریخیں کہیں۔ ان میں سے ایک عربی اور دوسری فارسی کی نقل کی جاتی ہیں :

ینور اللہ مضجعہ [۱۲۵۰ھ]

مولوی غلیل احمد (۱۵۹) صاحب نے فارسی تاریخ اس طرح کہی :

امام و مرشد ما شاہ ابو سعید سعید
[۱۶۴] بروز سعید چو شد واصل جناب خدا
دل شکستہ و مضموم گفت تاریخش
"ستون محمد دین نبی قتادہ ز پا" (۱۶۰)

[۱۲۵۰ھ]

حضرت شاہ احمد سعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ (شاہ ابو سعید) کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کی ولادت ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت "مظہر یزدان" (سے برآمد ہوئی ہے) اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولوی فضل امام (۱۶۱) اور مفتی شریف الدین (۱۶۲) وغیرہا سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذہ مثلاً رشید الدین غان (۱۶۳) وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی اور اپنے والد سے حاصل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ لوگوں کو ظاہری و باطنی علم سے بہرہ ور کیا۔

حضرت (شاہ غلام علی) نے اپنے رسالہ (۱۶۴) میں ان (شاہ احمد سعید) کا حال اس طرح لکھا ہے : "حضرت ابو سعید کے فرزند احمد سعید علم و عمل اور حفظ قرآن مجید اور نسبت شریفہ کے احوال میں اپنے والد ماجد کے قریب ہیں" (۱۶۵)۔ انتہی کلام الشریف۔

نیز حضرت (شاہ غلام علی) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ تم چاروں کو سلامت رکھے۔ محبت کے روابط قربت سے بہتر ہیں۔ حضرت ابو سعید اسعدہم اللہ سبحانہ ' احمد سعید جملہ اللہ تعالیٰ محموداً ' رؤف احمد راف اللہ بہ اور بشارت اللہ جملہ اللہ مبشر القبولہ۔ اللہ تعالیٰ ان چار بزرگوں کی عمر میں برکت عطا کرے اور انہیں

طریقہ کی ترویج کا موجب بنائے۔ اور ان کی امثال زیادہ کرے۔ آمین (۱۶۶)۔ انتہا۔
 حضرت شاہ احمد سمیع حضرتین (شاہ غلام علی و شاہ ابو سمیع) کی وفات کے بعد
 ان کے قائم مقام ہوئے۔ اور طالبان حق ہندوستان (سے) خراسان (تک) ان کی خدمت
 میں آئے۔ اپنے حوصلوں کے مطابق فوائد حاصل کیے۔ ان کے خلفاء قندھار اور غزنی
 میں بہت شہرت یافتہ (۱۶۷) ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ و بقاہ و جعل اخرتہ خیر من اولاہ۔
 کاتب (۱۶۸) (شاہ عبدالغنی) ان (شاہ ابو سمیع) کا دوسرا لڑکا ہے (۱۶۹)۔

حافظ عبدالغنی

حضرت شاہ ابو سمیع کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ فقہ و حدیث سے مناسبت
 پیدا کر کے اخلاقِ سمیہ سے متصف ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی تاریخ ولادت "ضیاء
 الرحمن" (۱۷۰) (سے برآمد ہوتی ہے)۔

[حضرت شاہ ابو سمیع کے چند خلفاء کے حالات] :

مولوی محمد شریف

رام پور میں تحصیل علم کر کے خدمت میں حاضر ہوئے ان کے حال پر بہت
 عنایت فرمائی۔ سلوک کے مقامات طے کر کے خلافت حاصل کی اور رخصت ہوئے۔
 ضلع پنجاب اور کشمیر میں بہت مشہور ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ان سے فوائد حاصل
 کیے۔ ہوشیار پور میں فوت ہوئے۔ ان کا تابوت سرہند شقل کیا گیا۔ حضرت خواجہ
 محمد معصوم کے روضہ کے قریب دفن [۱۶۸] کیے گئے (۱۷۱)۔

ملاحدا بردی ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کے صین حیات شاہ ابو سمیع سے لکھنؤ میں تعلیم سلوک
 حاصل کی۔ ان سے بلغار (۱۷۲) وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے (۱۷۳)۔

ملا علاء الدین

حضرت شاہ ابو سمیع سے تعلیم طریقہ حاصل کی اور پشاور چلے گئے۔ وہاں کے

حاکم کو ان سے اخلاص پیدا ہو گیا۔ لیکن (انہوں نے) اس کی طرف توجہ نہ کی۔
لوگوں کو ان سے بہت فوائد حاصل ہونے (۱۴۳)۔

شاہ سعد اللہ صاحب

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا اس کے بعد شاہ
ابو سعید سے توجہات لیں۔ پھر اجازت و خلافت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے۔
وہاں سے شرف اندوز ہو کر حیدرآباد دکن میں مقیم ہو گئے (۱۴۵)۔ ارشاد میں کامل
تھے۔ وہاں (دکن) کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا۔ ان کی خانقاہ میں ایک سو
پچاس طلبہ وظیفہ نوار ہیں۔ حضرتین (شاہ غلام علی و شاہ ابو سعید) کا عرس بڑے
تکلف سے کرتے ہیں۔ دنیا سے قطع تعلق اور سخاوت بے حد کرتے ہیں (۱۴۶)۔

ملا عبد الکریم ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آنے 'نسبت حاصل کی اس کے بعد شاہ ابو
سعید سے توجہات لیں۔ اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ شہر سبز میں ان کا طریقہ
خوب مروج ہے۔ ہزارہا طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ عظیم خانقاہ 'دیہات [زمین
متعلق بہ خانقاہ] اور لنگر خانہ بھی ہے۔ شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص ہے
(۱۴۷)۔

ملا غلام محمد

ضلع انک سے آنے اور حضرت شاہ غلام علی کے حین حیات شاہ ابو سعید سے
نسبت حاصل کی اور وطن (جاگر) لوگوں کو نفع پہنچانے لگے (پھر) حرمین الشریفین
چلے گئے۔ وہاں سے مشرف ہو کر (وطن آتے ہوئے) اسے میں وفات پائی (۱۴۸)۔

حضرت مرزا عبد الغفور خوجوی

ایام جوانی سے ہی حضرت شاہ غلام علی کی خدمت شریف میں حاضر رہنے لگے
اور بہت ہی عنایت حاصل کیں۔ ان کی توجہ شریف سب امراض میں اکسیر تھی۔

آپ مریض اکثر انہیں کی خدمت میں بھیجتے تھے (۱۷۹)۔ کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سب کر لیتے ، ایک شخص جو آپ کے طریقہ میں داخل ہوا فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دیکھتے ہی معنوم کر لیا۔ ان کے مریدوں کو کشف حاصل تھا۔ اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ انہیں روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ ان کی لڑکی نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال غفلت جگہ موجود ہے۔ ان کے بعض غلام ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔ "شیخ زمن" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے سلخ شوال یا غرہ ذیقعدہ کو بلدہ غورجہ (۱۸۰) میں وفات پائی۔ فرماتے تھے کہ حضرت کے اکثر مریدوں کو (جن میں) میاں محمد اصغر (۱۸۱) اور میاں احمد یار (۱۸۲) (کے علاوہ) غالباً مولوی محمد جان (۱۸۳) نے بھی توجہات [۱۶۹] مجھ سے لی ہیں (۱۸۴)۔

حضرت شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ

(میرے) حضرت والد (شاہ ابوسعید) کے غلام زاد بھائی ہیں پہلے پہلے میرے والد کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں گئے۔ جب انہوں نے حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کیا تو انہوں (شاہ رؤف احمد) نے بھی اس کا اتباع کیا۔ اور خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا۔

(حضرت شاہ رؤف احمد) [حضرت شاہ غلام علی] کے ملفوظات (۱۸۵) ، مکتوبات (۱۸۶) اور مقامات (۱۸۷) کے جامع ہیں۔ نیز فقہ وغیرہ پر دیگر تصانیف بھی ہیں (۱۸۸)۔ ان کے ہندی اور فارسی کے اشعار (۱۸۹) بھی (خاصی) شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت [نسب] حضرت شیخ محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ کے توسط سے حضرت مجدد قدس سرہ تک پہنچتی ہے (۱۹۰)۔ (شیخ محمد یحییٰ) حضرت مجدد کے فرزند اصغر تھے۔

خلافت حاصل کرنے کے بعد (شاہ رؤف احمد) بلدہ بھوپال چلے گئے۔ وہاں انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امراء و فقرا ان کے حلقہ میں حاضر ہوتے ، میرے والد ماجد کی وفات کے ایک یا دو سال (۱۹۱) بعد تک ہندوستان میں رہے پھر حرمین الشریفین (کے سفر کا) قصد کیا۔ یلملم میں سمندر (جہاز) میں ہی وفات (۱۹۲) پائی اور بیر علی کے قریب جس کا لقب یلملم ہے ، دفن کیے گئے۔

حضرت شاہ خطیب احمد مرحوم

حضرت شاہ رؤف احمد کے فرزند ، اطلاقِ حمیدہ سے متصف تھے ۔ حلیم اور سخی تھے اور ظلم کو برداشت کرنا ان کا شیوہ تھا ۔ اپنے والد سے نسبت کا کسب کیا ۔ سفر حج میں والد کے ہمراہ تھے ۔ والد کی وفات کے بعد اپنے آبا کرام کی مجلس کو رونق بخشی ۔ بلکہ بھوپال میں ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ کو وفات پائی ۔ "ہو اذا لمن المقربین" سے تاریخ وفات (نکلتی ہے) جب قبر میں اتارا گیا تو انہوں نے آنکھیں کھول لیں (۱۹۳) رمتہ اللہ علیہ ۔

شاہ عبد الرحمن مجددی جالندھری

ان کی نسبت (اور نسب) حضرت شیخ سیف الدین کے واسطہ سے حضرت مجدد الف ثانی رمتہ اللہ علیہما کے ساتھ ملتی ہوتا ہے (۱۹۲) ۔ ان کے والد شاہ سیف الرحمن (۱۹۵) حضرت شہید (مرزا مظهر) کے مرید تھے ۔ انہوں (شاہ عبد الرحمن) نے حضرت (شاہ غلام علی) سے بیعت اور کسب نسبت کی تھی ۔ تہذیبِ اخلاق میں بے نظیر تھے ۔ پنجاب کے لوگ ان کے اخلاق پر شفیقہ ہیں ۔ بہت سے مرید بھی تھے ۔ ایک بار حج کے لیے بھی گئے تھے ۔ وطن واپس آنے پھر (حج) کے اشتیاق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشریفین چلے گئے ۔ واپس آتے وقت سندھ (۱۹۶) پہنچ کر [راہ میں] ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی (۱۹۷)

مولوی بشارت اللہ صاحب

پہلے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی (۱۹۸) سے بیعت کی ۔ اس کے بعد (غالباً بعد وفات مولانا مذکور) حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضرت کی ان کے حال پر خاص عنایت تھی ۔ جو آپ کے مکتوبات (۱۹۹) سے عیاں ہے ۔ نیز لکھتے ہیں [۱۷۰] :

مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں ۔ ان کی نسبت (نسب) حضرت شیخ بدھن بہرائچی (۲۰۰) رمتہ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے (۲۰۱) ۔

مولوی کرم اللہ محدث

ان کے والد (۲۰۲) مشرف بہ اسلام ہوئے جو مولوی فخر الدین (۲۰۳) کے مرید تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی انہیں (مولانا عبداللہ) کے لیے تصنیف (۲۰۴) کی ہے۔ مولوی کرم اللہ اب (شاہ غلام علی) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔ اکثر اہل دہلی با واسطہ یا بلا واسطہ فن قرأت اور وجوہات سبہ میں ان کے شاگرد ہیں۔ حرمین الشریفین کے راستے میں ہی جب کہ انہوں نے دوسری مرتبہ (سفر حج) کیا تھا، وفات پائی (۲۰۵)۔

حضرت مولانا خالد شہر زوری کردی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور عالم تھے ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔ حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز کی تعریف کرتے تھے (۲۰۶)۔

حضرت شاہ غلام علی ان کے اشعار کو عارف جامی کے (کلام) سے مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے آپ کی مدح میں جو عربی و فارسی قصائد (۲۰۷) لکھے وہ خسرو اور جامی کی ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو انہوں نے سلطان المشاغ اور خواجہ احرار (رحمۃ اللہ علیہما) کی مدح میں لکھی ہیں۔

تحصیل علوم کے بعد کسی مدرسے میں درس کا شغل اختیار کیا۔ خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجود تھا۔ اتحاق سے مرزا رحیم اللہ بیگ (۲۰۸) کی جو کہ جہاں گشت تھے ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان سے (کامل) مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ مرزا صاحب (رحیم اللہ بیگ) کی رہنمائی پر حضرت دہلی پہنچے (۲۰۹)۔ اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں نو ماہ تک رہے۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام علی کے بارے میں بد گوئی کرتے وہ مولانا خالد کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے جس سے ان کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ (خانقاہ کے لیے) پانی مہیا کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ (حضرت کے حلقہ میں) جو توں کی قطار کے پیچھے اور گردن بھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت ان پر بہت عنایت مبذول کرتے تھے۔ ان عنایات کے بعد انہیں

خلافت سے بہرہ ور کیا۔ (روانگی کے وقت) انہیں حضرت شیخ محمد عابد (۲۱۰) کے مزار تک وداع کرنے گئے، اور ہذا کے سپرد کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے رخصت کے وقت انہیں اس (اپنے) دیار کی قطبیت عنایت کی تھی۔ یہاں سے جا کر انہوں نے بہت ریاضتیں کی۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا سلطنت انہی سے متعلق ہے۔ ان کے خلفاء (اور پھر) خلفاء کے خلفاء ہزار ہاتھے (۲۱۱)۔ [۱۴۱] جب مولانا حضرت غوث الثقلین کی روح کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ نقشبند کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو۔ شاید کسی نے لکھا ہے کہ ان کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ الغرض ان سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بعد اذ کے والی سے ناراض ہو کر اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کا نام لیا تو بے ہوش ہو گئے۔

شیخ عبدالوہاب جو ان کے خلیفہ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے، ان سے مخبر ہو گئے۔ ان کی نسبت سب ہو گئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ میرے والد (حضرت شاہ ابوسعید) جب حج کے لیے گئے تو وہ ہزار عجز و انکسار پیش آئے اور حضرت نے توجہات از سر نو دیں۔ میں نے سنا ہے اس کے بعد انہیں پھر مقبولیت حاصل ہو گئی۔ چند سالوں کے بعد انہوں نے وفات پائی۔

مولانا مرحوم (خالد کردی) نے اپنے اکثر مریدوں کو میرے والد ماجد کی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے جو مرید عرب سے آتے وہ کہتے کہ مولانا آپ (حضرت شاہ ابوسعید) کو مقدم سمجھتے ہیں۔ وہ مکتوب جو مولانا نے میرے والد کے نام لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

مکتوب :

مرکز دائرہ غربت و معجوری خالد کردی شہر زوری، عالی محدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آپ کے آباء و اجداد کرام کے فیوض حضرت قبہ عالم روحی فداہ (حضرت شاہ غلام علی) کی ہمت سے، جو اس مقصد اور گم نام کو طے ہیں وہ احاطہ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہے۔ لیکن :

بفحوائی مالایدرک کله لایترک کله

(اس قول کے مطابق کہ جو چیز پلاری حاصل نہ کی جاسکے اسے بالکل

بھونڈنا بھی نہ چاہیے)

شکرگزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم ، عربستان ، دیار حجاز ، عراق اور قلم روم کے مالک اور تمام کردستان یک قلم طریقہ علیہ (مجددیہ) کے جذبات و تاثیرات سے سرشار اور حضرت امام ربانی مجدد و منور الف مانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل ، مجالس ، مساجد اور مدارس میں شب و روز اس طرح زبان زد خاص و عام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی رغبت اور اجتماع دیکھا ہے (۲۱۲) ۔ چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی) کی بہت رغبت اس مجبور مسکین کے دل میں تھی اس لیے گستاخی کرتے ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی ہے ۔ ہر چند اس قسم کے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے [۱۴۲] میں اس سے شرمندہ ہوں ۔ لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جاتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے ۔ ورنہ ان امور کو تحریر میں لانا مجھ نالائق سے بعید از قیاس تھا ۔

امیدوار ہوں کہ آپ (حضرت سے) عند الملاقات یا بذریعہ مکتوب جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے اس مسکین و ذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور حضرت بافر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی) سے کوتاہی نہیں فرمائیں گے ۔ اور کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں جو غوش قسمت اور صادقین کے لیے مخصوص ہے ، یاد فرمائیں گے (۲۱۳) ۔ اور خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی کا زنگ دور فرمائیں گے ۔ اور کیا لکھوں کہیں منم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی پناہ اور پیران کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے ، منم ، انشا

نیز وہ عربی قصیدہ جو مولانا خالد نے حضرت شاہ غلام علی کی مدح (حق) میں لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اس سے حظ وافر حاصل کر سکیں (۲۱۴) ۔

[۱۴۸] حضرت شاہ غلام علی (کی وفات) کے بعد مولانا خالد ایک یا دو سال زندہ رہے — (وباء) طاعون میں درجہ شہادت پایا (۲۱۵) ۔ کہتے ہیں کہ اپنے بعد انہوں نے چار اشخاص کو یکے بعد دیگرے (بہ تعاقب) اپنا جانشین نامزد کیا کہ میرے بعد

خلل اور خلل کے بعد خلل ہو - ان چاروں اشخاص نے اسی طاعون میں یکے بعد دیگرے وفات پائی - ان دنوں فتح عبداللہ (۲۱۶) سلمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ) نہایت "مرد" بزرگ سنے گئے ہیں ان کے قائم مقام ہیں -

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غزوہ موتہ میں بہ تعاقب تین صحابہ کرام یعنی زید بن حارثہ ، جعفر طیار [۱۷۹] اور عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا - یہ تینوں بزرگ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے - ان کے بعد خالد بن ولید نے بہ حکم علم تھا اور فتح ہوئی اور سیف اللہ عطاء پایا - رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۲۱۷) -

مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری سلمہ اللہ تعالیٰ

بہت سے بزرگوں کے پاس گئے کچھ حاصل نہ ہو سکا - آخر حضرت شاہ غلام صلی کی خدمت میں آنے - سلوک کے بعد خلعت خلافت پایا - اہل دنیا سے عجب قسم کی خلوت اور بے تعلقی رکھتے ہیں کہ ان کی طرف کسی قسم کا التفات نہیں ہے - فرخ آباد کے نواب (۲۱۸) نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا لیکن ان کی طرف سے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ ہوا - ان سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح ہے - ضلع فرخ آباد اور شاہ جہان پور میں ان کا طریقہ بہت مروج ہے - اللہ تعالیٰ انہیں طالبوں کے سر پر قائم رکھے -

میر طالب صلی مشہر بہ مولوی عبدالغفار

ظاہری علم پڑھ کر آپ (حضرت شاہ غلام صلی) سے نسبت قلبی کا کسب کیا - پھر حرمین الشریفین چلے گئے - (ان کے طریقہ کو) ملک ستمن کے بلکہ زبید میں رواج ہوا - کہتے ہیں کہ وہ اس ملک کے قاضی بھی تھے (۲۱۹) - اللہ اعلم -

سید اسماعیل مدنی علیہ الرحمۃ

پہلے مولانا خالد سے بیعت ہو کر نقشبندی نسبت حاصل کی - ایک روز خواب میں حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام صلی سے نسبت مجددی کا کسب کرو - آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حاضر خدمت

ہونے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور وطن چلے گئے۔ ان کا کشف و وجدان صحیح تھا۔ ان کے اہل بیت کی زیارت کے لیے جانے اور وہاں (تصاویر کی موجودگی سے) ظلمت کے ادراک کرنے کا ذکر گزر چکا ہے (۲۲۰)

مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ روزگار ترک کر کے حضرت کی خدمت میں آنے اور نسبت حاصل کی۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاحہ گدڑی میں کر حضرت خواجہ نقشبند (کے مزار) کی زیارت کے لیے گئے۔ اکثر اسلامی شہر (ومالک) مثلًا روم، حام، حجاز، عراق، مغرب، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے (کہیں) نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروا لیے تھے۔ [۱۸۰] امر معروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں انہیں کوئی خوف نہیں تھا۔ "والی، ہرات شہزادہ کلبران ان کے مخلصوں میں سے تھا۔ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا دالی بھی ان کا مقتصد ہو گیا تھا۔ شرعی امور (میں احتساب کی وجہ سے) ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آتے۔ قشقند کے بادشاہ سے بھی جو کہ ان کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ اگر شہر سبز میں قرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں ان کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لی اس لیے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لیے بخارا وغیرہ میں ان کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے۔ انہیں (مرزا رحیم اللہ بیگ) کو مضیہ طور پر قتل کر دیا۔ اس طرح انہوں نے شہرت شہادت پیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" (۲۲۱)۔

حضرت اخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

علم حاصل کر کے حضرت کی آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے۔ نسبت کے کب کی اجازت ملی۔ حضرت اخوند آپ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہو گیا تھا کہ مجھے علم نحو کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر

آتی تھی۔ پھر میں نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا۔ ایسا نہ ہو کہ تلف ہو جائے۔ پھر ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا اور اپنے شاگردوں کو وہ تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ ان کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی ضیبت کرتا تو وہ اسے جرم مانہ کرتے۔ آخر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس و تدریس ترک کر دیا۔ اور انہیں گویا تلاوت قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا (۲۲۲)۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو جو کہ دارالحرب (۲۲۳) ہو چکا تھا مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے (لیکن) بلدہ مٹان میں پہنچ کر وفات پائی۔

مولانا محمد جان شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ

علم حاصل کرنے کے بعد آپ (شاہ غلام علی) کی خدمت میں آئے۔ اور بہت ریاضت کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے جو (وہاں سے) سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رستے 'صبح [۱۸۱] وہاں سے حضرت کے لیے ایک گھڑا پانی لاتے (کیوں کہ) وہاں کا پانی نہایت زود ہضم ہوتا ہے۔ ایک غلام سے منقول ہے کہ میرا لڑکا قریب مرگ تھا۔ میں رات کو اسے حضرت قطب الاقطاب (خواجہ قطب الدین) کی درگاہ میں لایا۔ مولانا مراقبہ میں تھے 'میں بچہ ان کے پاس لے گیا۔ دعا اور سب مرض کے لیے درخواست کی۔ انہوں نے اس کا مرض سب کر لیا۔ اسے شفا ہو گئی۔ ایک اور شخص سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کی محبت میں ایسا گرفتار ہوا کہ قریب تھا کہ زنا کا مرتکب ہو جاتا۔ میں نے ان سے عرض کی اور کہا کہ اب زنا کے سوا چارہ نہیں رہا اگر میں اس کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا نام لوں گا کہ انہوں نے میرے حال پر توجہ نہیں کی۔ انہوں نے مجھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تعلیم دی۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں تو ہمیشہ یہی پڑھتا ہوں۔ انہوں نے کہا اب میرے کہنے پر پڑھو۔ میں نے پڑھا تو گویا میرے اور اس عورت کے مابین سکندری دیوار کھڑی ہو گئی اور دو تین سال تک مجھ میں قوت شہوت پیدا نہ ہوئی۔

"مولانا جان محمد" حضرت سے خلافت و رخصت لے کر حرم محترم چلے گئے۔

شروع میں بہت تکلیفیں اٹھائیں آخر فتوح کا سلسلہ شروع ہوا۔ سلاطین ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان کے خلفا استنبول تک اور روم کے ضلعوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سلطان روم کی طرف سے مشاہرہ مقرر ہوا۔ سلطان (مذکور) کی والدہ ان کے معتقدین میں سے تھی۔ خانقاہ بنائی تھی اور مسافروں کی خدمت کرتے یہاں تک کہ حدود سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو عین مکہ معظمہ میں فوت ہوئے" (۲۲۳)۔

سید احمد کردی

بعد ازاں مولانا خالد سے طریقہ اخذ کیا۔ پھر آسٹور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دہلی آ کر حضرت (شاہ غلام علی) سے طریقہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہو گئے تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہابی کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی تو انہیں شفا ہو گئی۔

سید عبداللہ مغربی

انہوں نے بھی پہلے مولانا خالد علیہ الرحمۃ سے اخذ فیض کیا اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت حاصل کی (۲۲۵)۔

ملا پیر محمد

سلوک (کی تعلیم) حضرت کی خدمت میں رہ کر حاصل کی انہیں عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مزار پر بیٹھتے، کہتے ہیں کہ ساری رات (اس طرح) گزر جاتی اور اگر بارش بھی آ جاتی تو انہیں اس کی پروا نہ ہوتی۔ ضلع کشمیر میں انہیں بہت شہرت حاصل ہے (۲۲۶)۔

ملا گل محمد علیہ الرحمۃ

غزنی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت کا کسب کیا۔ خلافت سے مشرف ہوئے۔ ولایت کے لوگوں کو بہت فواید پہنچائے ان میں سے چند ایک کو اجازت بھی دی ہے۔ حج کے لیے گئے اور فوت ہو گئے (۲۲۷)۔

مولوی ہراتی المصنوع بہ مولوی جان محمد علیہ الرحمۃ

حضرت سے کسب فیض کر کے خلافت سے ممتاز ہوئے وہاں کے لوگ ان کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ قندھار کے ہزاروں لوگوں کو ہدایت دی (۲۲۸)۔

مولانا محمد عظیم علیہ الرحمۃ

عجیب مہذب الاطلاق مرد تھے گویا اطلاق حمیدہ ان کی جہت تھی۔ حضرت کی اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ (شاہ غلام صلی) کی وفات کے بعد حرمین الشریفین چلے گئے۔ اور (وہیں) انتقال کیا (۲۲۹)۔

مولوی نور محمد علیہ الرحمۃ

بہت ریاضتوں کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اشغال اور مراقبات میں مصروف رہ کر اجازت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ چار اشخاص میرے غاندان کے لیے مقابل فرمیں یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد۔ یہ چاروں ہم پیالہ و ہم نواہ تھے اور یہ چاروں ہی مقبر عالم تھے (۲۳۰)۔

مرزا مراد بیگ علیہ الرحمۃ

کہتے ہیں کہ حضرت ان کے کمال زہد کی وجہ سے انہیں جنید وقت کہا کرتے تھے۔ ان کی نسبت قوی تھی۔ لوگوں کو ان سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔ حضرت سے اجازت یافتہ تھے۔ حضرت کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ حضرت شہید (مرزا مظہر) کے پائیں میں دفن ہوئے۔

محمد منور امام مسجد اکبر آبادی

آپ کے خلفاء میں سے قوی نسبت رکھتے تھے اور فیوض حاصل کیے تھے۔

میال محمد اصغر صاحب

نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت کے حکم سے میرے والد (شاہ ابو سعید) کی خدمت میں بیٹھتے اور میرے والد کی ان پر بہت عنایت تھی۔ خانقاہ شریف کا نظم و نسق انہی کے ذمہ ہے۔ لوگوں کو ان کی توجہات سے بہت حظ ملتا ہے۔ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آنے اور وہ پھر میرے والد ماجد کے ہمراہ بھی گئے۔ پھر دہلی آ گئے۔ ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ اسی خانقاہ میں دفن ہیں۔

میر نقش علی

آپ سے نسبت حاصل کر کے لکھنو [۱۸۲] چلے گئے۔

میال احمد یار علیہ الرحمۃ

سودا کرتے تھے۔ تمام نسبت مجددی، حضرت سے حاصل کی تھی ان کی قبر بھی خانقاہ (حضرت مظہر) میں ہے۔

میال قمر الدین

سلسلہ نقادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے آپ کی خدمت میں آ کر حلقہ بگوش ہوئے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

محمد شیر خاں

افغانوں کی ولایت سے آنے نسبت کا کسب کیا اور چلے گئے۔

شیخ جلیل الرحمن علیہ الرحمۃ

حضرت کے خاص خادم تھے۔ قوی نسبت کے مالک تھے حضرت کی ان پر خاص عنایت تھی۔ ایک شخص نے حلقہ، ذکر میں جب کہ وہ حضرت کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے۔ ان پر تلوار ماری تو وہ آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور فوراً شہید ہو گئے۔ حضرت

کے مرض کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس شہید کی قبر بھی حضرت شہید
(میرزا مظہر) کی تربت کے پائیں میں ہے (۲۳۱)۔ اللہ اعلم۔

ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا سبحان ربك رب العزت عما
يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

[یادداشت ناشر]

الحمد لله والمنته ، تکلمہ مولفہ و مرتبہ مولانا و بالفضل اولینا فخر الافاضل مجد الامثل
ہادی مراحل مقصود مورد مرام رب ودود مجمع الحسنات منبع البرکات و آتھ علوم خفی و
جلی ۔ یعنی مولانا مولوی شاہ عبدالغنی محدث دہلوی نقشبندی مجددی دامت فیوضہم و
افاض اللہ علینا برکاتہم :

ہزار بار بشویم زبان ز مشک و کلاب

ہنوز نام تو گلشن کمال بے ادبی است

بتاریخ ۸ ذیقعدہ ۱۳۶۹ ہجری کو مطبع احمدی میں طبع ہوا۔

حواشی

- ۱۔ حالات کے لیے دیکھیے، کتاب ہذا۔
- ۲۔ ان دنوں سے مراد کتاب حاضر مقامات مطہری کا سال طباعت ۱۲۶۹ ھ ہے۔ گویا یہ ضمیمہ حضرت شاہ عبدالغنی نے ۱۲۶۹ ھ / ۱۸۵۲ء میں تالیف کیا۔
- ۳۔ مولوی عبدالرحمن خان، مطبع احمدی، دہلی (محلہ شاہدرہ) کے مالک تھے۔ تصوف کی نادر و بلند پایہ کتابیں اپنے اسی مطبع سے خائع کی تھیں۔ مقامات مطہری پہلی مرتبہ انہی کے مطبع سے طبع ہوئی۔ انہوں نے یہ مطبع ۱۸۳۸ء میں قائم کیا تھا (محمد اشرف نقوی: اختر شمشای، لکھنؤ، ۱۸۸۸ء، ص ۱۶)۔ مولوی عبدالرحمن خان حضرت شاہ غلام علی کے مرید تھے (تاریخ ندوۃ العلماء، ۲/۲۴)۔
- ۴۔ رسالہ سے مراد مقامات مطہری ہے۔
- ۵۔ حضرت شاہ غلام علی کے مزید حالات کے لیے ضمیمہ ہذا کے علاوہ مقدمہ کتاب حاضر بھی ملاحظہ کریں۔
- ۶۔ حالات کے لیے دیکھیے یہی ضمیمہ، فصل احوال غلام۔
- ۷۔ جواہر طویہ — حضرت شاہ رؤف احمد رات مجددی کی تالیف ہے جو حدود ۱۲۳۴ ھ - ۱۲۴۰ ھ میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات کے لیے ناگزیر مافذ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ابتدائی نقشبندی مشائخ کے مختصر حالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ کتاب کے کل دس ابواب ہیں۔ یہ کتاب اب تک خائع نہیں ہوئی ہے۔ فقط ایک غیر مربوط سا اردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے لاہور سے خائع کیا تھا۔ مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کا جوہر (در احوال حضرت مجدد) کنز الہدایات کے ساتھ خائع کیا تھا۔ اسی جوہر کا عربی ترجمہ محمد مراد منزوی نے کیا جو انہی کے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد کے حواشی پر حال ہی میں ترکی سے دوبارہ چھپ گیا ہے۔
- ۸۔ آپ کے معتمدین کا مکتع اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ ھ میں جب کہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے مٹھوالت جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے مکتع بگوش تھے۔ سرقدہ، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، کابل وغیرہ میں آپ کے غلام، سرگرم عمل تھے (در المعارف، ص ۶۵)۔
- ۹۔ یعنی مشک وہ ہے جو اپنے آپ کو خود ظاہر کرے نہ کہ عطار بتائے۔

- ۱۰۔ آپ کے سال ولادت میں اختلاف ہے 'شاہ رؤف احمد نے جواہر طویہ' ص ۱۳۹ - اور در المعارف ' ص ۱۵۲ میں ۱۱۵۶ھ لکھا ہے - یعنی جس کتب (جواہر طویہ) کا یہ ضمیمہ منقص ہے اسی میں سن ولادت ۱۱۵۶ھ ہے لہذا ہم اسی سن کو ترجیح دیتے ہیں -
- ۱۱۔ "مقہر جود" سے ۱۱۵۸ھ برآمد ہوتے ہیں - اس لیے یہ مادہ تاریخ محل نظر ہے -
- ۱۲۔ شاہ عبداللطیف کبرائے حصر میں سے تھے - بناد (مخجاب) کے رہنے والے تھے - اور تنہا اپنے مہر و مرہ (شاہ ناصر الدین) کی خدمت کے لیے دہلی میں رہتے تھے (جواہر طویہ ' ص ۱۲۰) - حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی - (ارحاد المسترشدین ' ص ۱۸ - ۱۳۴) -
- ۱۳۔ شاہ ناصر الدین قادری ' دہلی کے نامور مشائخ میں سے تھے - ۱۱۴۴ھ / ۱۷۶۱ء کو انتقال کیا (در المعارف ' ص ۹۷ - مہرہ موقوفات شریفہ ' ص ۱۵) -
- ۱۴۔ اس مقام کا نام اب حیدی پورہ عقب حید گاہ پنجابیاں ہے - (مزارات ادویانے دہلی ' ص ۱۱) -
- ۱۵۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام "فقیر عبداللہ عرف غلام علی" لکھتے ہیں (ایضاح الطریقہ ' ص ۲) -
- ۱۶۔ روزشنبہ ۱۱ رجب (در المعارف ' ص ۹۷) ۱۱۴۴ھ / ۱۷۶۱ء (جواہر طویہ ' ص ۱۴۰) -
- ۱۷۔ ان حضرات کے حالات کے لیے دیکھیے مہرہ کتب حاضرہ -
- ۱۸۔ ۱۱۸۰ھ اس وقت تسلیم کیا جانے لگا جب کہ آپ کی ولادت ۱۱۵۸ھ مانی جانے لگی لیکن ہم نے ماضیہ نمبر ۱۰ میں ۱۱۵۶ھ سال ولادت درست ثابت کیا ہے اس اعتبار سے یہاں ۱۱۴۸ھ ہونا چاہیے -
- ۱۹۔ رافت ' رؤف احمد مجددی: جواہر طویہ ' اردو ترجمہ ' مطبوعہ لاہور ۱۹۱۹ء ' ص ۱۴۱ -
- ۲۰۔ ایضاً -
- ۲۱۔ ایضاً -
- ۲۲۔ رافت: جواہر طویہ ' ص ۱۴۱ -
- ۲۳۔ ان مستفیدین کے حالات کے لیے دیکھیے فصل "غناء" ضمیمہ ہذا -
- ۲۴۔ آپ نے علم حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث سے پڑھا اور سند لی تھی - (ترہتہ الخواطر ۳۵۶/۷ - در المعارف ' ص ۷۵ - ۷۶) -
- ۲۵۔ نواب محمد میر خان حضرت خواجہ باقی باللہ کی دختر اولاد سے تھے - شجرہ اس طرح ہے:
- نواب محمد میر خان بن شاہ نظام الدین بن امت الباقی بیگم بنت خواجہ علی مسر بن خواجہ خسرو بن حضرت خواجہ باقی باللہ (ماخوذ از شجرہ اولاد خاں مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ ' اردو ترجمہ طبع لاہور - س - ن) - نواب

میرغلان کے غلامان میں سے سید الہدیٰ خواجہ احمد حسنی کلادری، عالم گیر جانی کے حمد میں ہندوستان آنے، حضرت خواجہ باقی باللہ کی پڑپوتی امت الہاتی سے ان کا نکاح ہوا۔ جن سے نظام الدین اور سید محمد، دو فرزند متولد ہوئے۔ نظام الدین کے فرزند محمد میرغلان، اکبر شاہ جانی کے حمد میں معروف تھے۔ غلامانی تذکروں میں اعظم الدولہ معین الملک تنور جنگ جیسے ان کے خطاب بتائے گئے ہیں۔ (ابراہیم بیگ مرزا: تذکرہ چنگین، ص ۸-۱۳) ان کے والد شاہ نظام الدین کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: حاشیہ نمبر ۳۲۲، ضمیمہ ۱۔

- ۳۶۔ نجات الانس تالیف مولوی عبدالرحمن جامی۔
- ۳۷۔ آداب الہدیین، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالعظیم سہروردی کی تالیف ہے، صوفیہ میں یہ کتاب بہت ہی مقبول اور متداول ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔
- ۳۸۔ راف: جواہر طلویہ، ص ۱۳۳-۱۳۴۔
- ۳۹۔ ایضاً۔
- ۴۰۔ امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوئی (ف ۱۶۱ ہ ۱۷۷۷ء) کی تفسیر القرآن مرتبہ مرثی، مطبوعہ رام پور کا مقدمہ ملاحظہ کریں۔
- ۴۱۔ شاہ عالم کا ذکر مقدمہ کتاب حاضر میں کیا جا چکا ہے۔
- ۴۲۔ محمد اکبر شاہ جانی (۱۸۰۶-۱۸۳۷ء) بن شاہ عالم جانی۔
- ۴۳۔ شاہ غلام علی: مکتیب شریف مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی، مکتوب ۶، ص ۴۴۔
- ۴۴۔ دیکھیے فصل غلامی حضرت شاہ غلام علی (ضمیمہ ۱)۔
- ۴۵۔ راف: رؤف احمد: جواہر طلویہ، ص ۱۳۱-۱۳۲۔
- ۴۶۔ نواب حمید غلام بہادر آپ کے تخلص میں شامل تھا، چنانچہ ان مکتیب میں اس کے نام ایک مکتوب (۱۰۳/۱۳۶-۱۳۸) بھی قابل مطالعہ ہے۔
- ۴۷۔ ایضاً۔
- ۴۸۔ راف: جواہر طلویہ، ص ۱۳۶۔
- ۴۹۔ ہماری خاک نشینی ہی باذخابت ہے۔ اور مجھے باذخابت طاکر کرنے والا بہت ہی قادر و کریم ہے، چالیس سال ہو گئے ہیں مجھے لباس پہنے ہوئے جو ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوا۔
- ۴۰۔ نواب امیر غلام (متولد ۱۱۸۲ ہ ۱۷۶۸ء، متوفی ۱۸۳۴ء) مسلمانوں کے دور زوال میں اہم کردار کے مالک تھے۔ بعض ریاستی مہلت میں سرگرم عمل رہے۔ ٹونک کے والی کی

حیثیت سے ان کا نام خاصی شہرت رکھتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱/ ۱۰۰-۱۰۱۔

Buckland : Dictionary of Indian Biography, p . 12.

۴۱۔ ہم فقر و قناعت کی آبرو کو آج نہیں آنے دیں گے۔ امیر غان سے کہہ دو روزی مقرر ہے۔

۴۲۔ القرآن (الذریٰۃ) ۵۱/۲۲۔

۴۳۔ اگرچہ ہم بوزے، دل شکستہ اور ضعیف ہو چکے ہیں۔ مگر جب بھی یار کے مہرے کا تصور کرتے ہیں تو جوان ہو جاتے ہیں۔

۴۴۔ القرآن (الانعام) ۶/۲۶۔

۴۵۔ ایضاً، (النحل) ۲۷/۸۸۔

۴۶۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ چشتی سلسلے میں حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ممتاز غلیفہ تھے۔

۴۷۔ خصائص و عادات اور صورت و سیرت کی غوییاں جو دوسرے محبوبوں میں پائی جاتی ہیں، تم ان کے جامع ہو۔

۴۸۔ استاذ ازل جو کچھ کہتا ہے، میں کہہ دیتا ہوں۔

۴۹۔ ہلاس (ہندی، مونث) ناس نوار، ہلاس (مونث) نوار رکھنے کا مہموںا ظرف (جامع اللغات ۴/۸۶۱)۔

۵۰۔ الہی! وہ کیسے عظیم لوگ تھے اور میں کیا ہوں۔

۵۱۔ اے موسیٰ علیہ السلام! ساکلوں کے آداب اور ہیں اور مجاذیب کے آداب اور۔

۵۲۔ حضرت شاہ غلام علی کے مخطوطات کے دو مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں ایک بہت مشہور مجموعہ درالصارف ہے جس کے جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددی تھے۔ دوسرا مجموعہ مخطوطات شریفہ جامع حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ہے جو ہمارے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد نے آپ کے بعض مخطوطات جواہرطلویہ میں بھی شامل کیے ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو درالصارف میں آچکے تھے۔

۵۳۔ رافت، رؤف احمد: جواہرطلویہ، ص ۱۳۸-۱۳۹۔

۵۴۔ ایضاً۔

۵۵۔ حافظ: دیوان، ص ۱۷۴ میں یہ شعر اس طرح ہے:

شرم می آید از غرقہ آلودہ خویش

کہ بدین فضل و ہنر نام کرامت برہم

۵۶۔ دیوان حافظ ، ص ۱۰۱ طبع بمبئی ۔ لیکن متن مغلط معمری میں یہاں "جای" کی بجائے "وقت" ہے۔

۵۷۔ رافت : ایضاً ص ۱۳۹۔

۵۸۔ ایضاً۔

۵۹۔ ایضاً۔

۶۰۔ ایضاً۔

۶۱۔ ایضاً ص ۱۵۰-۱۵۱۔

۶۲۔ ایضاً۔

۶۳۔ ایضاً۔

۶۴۔ ایضاً۔

۶۵۔ ایضاً۔

۶۶۔ (ترجمہ) عشق کی ملت تمام ملتوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت رحمانے خدا ہے۔

۶۷۔ رافت : ایضاً ص ۱۵۱۔

۶۸۔ ایضاً۔

۶۹۔ ایضاً۔

۷۰۔ ایضاً۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ جو چیزیں طافت و حسن کے پردہ خیب میں بھی ہوئی تھیں وہ تمام و کمال تیری اچھی صورت میں عیاں کر دی گئی ہیں۔ جو کچھ صفو فکر پر خیال کے قلم نے تصویر بنائی ہے تیری پسندیدہ صورت اس سے بھی زیبا تر ہے۔

۷۳۔ رافت : ایضاً ص ۱۵۲۔

۷۴۔ ایضاً۔

۷۵۔ ایضاً۔

۷۶۔ سعدی کے یہ اشعار اکثر سہ کروں میں اس طرح پائے جاتے ہیں :

مرا شیخ دانای مرہد شہب

دو اندرز فرمود بر روی آب

یکی آنکہ در جمع بہ بین مہاش

دگر آنکہ در نفس خود بین مہاش

(ترجمہ) میرے بھروسے و مرید شیخ شہاب الدین سروردی نے جب کہ وہ کشتی میں سوار تھے، دو نصیحتیں فرمائیں، ایک یہ کہ خود بینی ترک کر دو، دوم یہ کہ دوسرے کو برا مت سمجھو۔

۷۷۔ یا نبیل قمیص والے دوست کے ساتھ نہ جایا اپنے غائبانہ پر نیل کی انگلی پھیر دے۔
یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر یا اپنے گھر کو اس طرح بنا کہ ہاتھی اس میں سما سکے۔

۷۸۔ عاشق تیری گلی میں اس طرح جان دے دیتے ہیں کہ وہاں موت کے فرشتے کو اپنا فریضہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔

۷۹۔ القرآن (الزمر) ۲۹/۴۲۔

۸۰۔ ایضاً، (۳۴) ۱۱/۲۲۔

۸۱۔ شیخ ابن سینا فارسی کے معہور شاعر تھے۔ ان کا دیوان ایران سے طبع ہو چکا ہے۔

۸۲۔ ایک مسلمان کے لیے کھانے پینے، خوراک، پوٹاک اور قرآن پاک اور حدیث کے ساتھ چند نفع بخش علمی کتابوں کی ضرورت ہے۔ نہ کہ بوملی سینا کی لغویات اور عصری کی فضیلت۔

۸۳۔ ایک چادر سچے ایک اوپر یہ ہے میرے تن کا لباس، اس لیے نہ چور کا خم ہے اور نہ ڈاکا کا خطرہ۔ مقلد احباب، بویا، پوسٹین اور کدڑی جو دوستوں کے درد سے پر ہے، عاشق رند لاابالی یعنی جہلی کے لیے یہی کافی ہے۔

۸۴۔ دیوان حافظ طبع ممبئی، ص ۲۳۹۔

(ترجمہ) دو حقل مند دوست اور کثیر مہار میں پرانی شراب ہو، فراغت، کتاب اور گوشہ، مہمن ہو تو میں اس کو دیا و آخرت کے بدلے میں نہیں دوں گا اگرچہ بہت سے لوگ تقاضا کریں تو مہر بھی میں یہ مقام نہیں دوں گا۔ جس شخص نے گوشہ، قنات کو دنیا کے خزانے کے عوض دے دیا گویا اس نے یوسف مصری کو کھوٹے داموں پر دیا۔

۸۵۔ اے خسرو شربت عاشقی خون جگر کی آمیزش کے بعد نہیں پیا جاتا۔

۸۶۔ محض دنیا کے طالب مطلقہ کافر ہیں۔ اور وہ رات دن جی جی کرتے ہیں۔

۸۷۔ رافت: جو اہر طویہ، ص ۱۵۴۔

۸۸۔ ایضاً۔

۸۹۔ ایضاً، ص ۱۵۵۔

۹۰۔ ایضاً۔

(ترجمہ) میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب ہے۔ جب

کہ مسلمانوں کے نزدیک میوب ہے۔

۹۱۔ ایضاً، ص ۱۵۶۔

۹۲۔ ایضاً: رافت۔

۹۳۔ ایضاً۔

(ترجمہ) میں اپنی کمزوری کو اس قدر بیان کر سکتا ہوں کہ یار کے حجرے سے اپنی آنکھیں بھی نہیں ہٹا سکتا۔

۹۴۔ یہ فصل جواہر ملویہ کے جوہر مخم و ششم سے مخصصاً ماخوذ ہے، ص ۱۵۷-۱۶۱۔

۹۵۔ حضرت میرزا مہر کے غلام میں میر روح اللہ کا نام نہیں ملتا البتہ میر روح الامین کا ذکر آتا ہے۔ (مقامات مہری، ص ۴۲۲) ممکن ہے یہاں سو کاتب سے روح الامین کی بجائے روح اللہ لکھا گیا ہو۔

۹۶۔ حضرت سید امیر کلل رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۷۲ھ / ۱۳۷۰ء) اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔

۹۷۔ مشکوٰۃ شریف (باب رفا)، ص ۳۹۴، طبع سیدی، کراچی۔

۹۸۔ سلطان المشائخ یعنی حضرت نظام الدین اولیاء (ف ۷۲۵ھ)۔

۹۹۔ حضرت خواجہ نقشبند یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند (ف ۷۹۱ھ)۔

۱۰۰۔ مولانا خالد کردی رومی کے حالات ضمیرہ بذراصل فصل غلاما میں ملاحظہ کریں۔

۱۰۱۔ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ)۔

۱۰۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ف ۷۳۳ھ)۔

۱۰۳۔ حضرت خواجہ محمد زبیر کے حالات مقامات مہری کی فصل ششم، حاشیہ نمبر ۲-۲ میں ملاحظہ کریں۔

۱۰۴۔ سیدۃ النساء یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۱۰۵۔ یہ فصل جواہر ملویہ کے جوہر ششم سے مخصصاً ماخوذ ہے، ص ۱۶۱-۱۶۵۔

۱۰۶۔ اولیاء اللہ کا کہنا، اللہ کا کہنا ہے۔ اگرچہ وہ بات اللہ کے بندے کے منہ سے نکلتی ہے۔

۱۰۷۔ در دوست کے منگتوں میں شامل ہو جا، جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بادشاہ بن کر اٹھتا ہے۔

۱۰۸۔ مولوی کرامت اللہ کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۰۹۔ میاں احمد یار کے احوال ضمیرہ بذراصل فصل غلاما میں ملاحظہ کریں۔

۱۱۰۔ میر اکبر علی کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۱۱۔ شاہ نظام الدین کے حالات کے لیے دیکھیے ضمیرہ بذراصل حاشیہ نمبر ۳۲ اور ۲۵۔

- ۱۱۲۔ مولانا فضل امام خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء) نامور عالم، مصنف اور مدرس تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کے زمانے کے مقبول ترین مدرسین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ صہبائے ہند، ص ۲۷۶-۲۷۸۔
- ۱۱۳۔ یہ فصل جو اہرطویہ کے جوہر نم، ص ۲۳۶-۲۳۸ سے مختصاً ماخوذ ہے۔
- ۱۱۴۔ ابن ماجہ، ص ۱۸۸ (طبع نور محمد، کراچی) میں یہ روایت قدرے مختلف ہے۔ یعنی: لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق۔ گویا متن مقامات مظہری میں "علی اللہ" کی بجائے "عند اللہ"، "مومن" کی بجائے "نفس مومن" اور "بغیر حق" تو موجود ہی نہیں ہے۔
- ۱۱۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، ضمیر ہذا الفصل غلام۔
- ۱۱۶۔ القرآن (النساء) ۸۴/۴۔
- ۱۱۷۔ (ترجمہ) ہم مجلس تیری کمی میں آنے ہیں۔ اللہ کے لیے اپنے چہرہ انور کی کچھ حیرات دیجیے۔ ہماری کفکول کی طرف دست کرم بڑھائیے، آپ کے دست عطا اور سخاوت پر اقرین۔
- ۱۱۸۔ اس کا پہلا شعر مکتوبات مصومیہ (۱/۱۴۲/۲۲۴) میں بھی نقل ہوا ہے۔ (ترجمہ) میں قلب سلیم کے ساتھ صاحب لطف و کرم کے پاس گیا کہ نیکیوں کے زاد سے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جب کسی کے پاس جانا ہو تو اپنے ساتھ کچھ لے کر جانا بہت بری بات ہے۔
- ۱۱۹۔ "امتبہ" کا مطلب ہے اکڑوں بیٹھنا، یعنی پاؤں کے بل بیٹھنا۔ چونکہ حضرت شاہ غلام علی کو "دائمی حضور" کا مرتبہ حاصل تھا، اس لیے ادب سے پاؤں نہیں پھیلاتے تھے اور اسی حالت میں وصال ہوا تھا۔
- ۱۲۰۔ احاطہ سے مراد وہ خاص چہوتہ ہے جہاں اب ان چار بزرگوں کے مزارات ہیں:
- (۱) حضرت میرزا مظہر۔
 - (۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (مؤلف مقامات مظہری)۔
 - (۳) حضرت شاہ ابوسعید۔
 - (۴) حضرت شاہ ابوالخیر مجددی۔ (دیکھیے، تذکرہ ترین مکس مزارات، خاں کتب ہذا)۔
- ۱۲۱۔ حضرت شاہ ابوسعید کا اسم گرامی زکی القدر تھا (مقامات خیر، ص ۷۰)۔
- ۱۲۲۔ مولوی منیا، النبی بن عنایت النبی، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ ولادت سرہند میں ۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء - ۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۶ء کے درمیان ہوئی۔ سکھوں کے تیسرے حملہ سرہند کے وقت اپنے شیخ محمد ارشد کے ہمراہ رام پور چلے گئے اور وہیں زہد و ورع میں زندگی گزار دی۔ ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: علم و عمل از

- عبد القادر ص ۷۹، ۸۳، ۸۶۔ بعد جلد اول۔ تذکرہ کاظمی رام پور از شوق ص ۱۷۷-۱۷۸۔
- ۱۲۲۔ مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ میں عمر گیرہ سال تحریر ہے ص ۵۹۔
- ۱۲۳۔ مفتی شرف الدین حسنی رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ) اس دور میں رام پور کے مشہور ترین علماء و مدرسین میں سے تھے۔ نامور علماء نے ان سے تحصیل علم کی (ترہتہ الخواطر ۲۰۷/۷-۲۰۸)۔
- ۱۲۵۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث (ف ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷)۔
- ۱۲۶۔ حضرت شاہ سراج احمد مجددی (ولادت ۱۱۷۶ھ - وفات ۱۲۳۰ھ) علم حدیث پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ غلامان مجددیہ کے انبیا پر ایک کتب سیرالمرہین تالیف کی تھی۔ کثیر العالیف عالم تھے۔ کتب غانہ رضا، رام پور، ہندوستان میں شرح جامع ترمذی کا ان کے ہاتھ کا کما ہوا نسخہ موجود ہے۔ (عرشی: فہرست مخطوطات عربی کتب غانہ رضا ۳۳۶/۱)۔
- ملاحظہ ہو: تذکرہ کاظمی رام پور ص ۱۳۷-۱۳۹۔
- ۱۲۷۔ مولانا محمد مرشد بن مولانا محمد ارشد بن علامہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔ (ولادت ۱۱۱۷ھ وفات ۱۲۰۱ھ)۔ ۱۱۷۷ھ میں سرہند پر سکھوں کے تیسرے حملہ کے دوران سرہند سے ہجرت کی اور رام پور (ہندوستان) میں سکونت اختیار کر لی۔ علوم صوفی و فقہی میں کامل، محدث و مفسر تھے۔ (تذکرہ کاظمی رام پور ص ۳۸۸-۳۹۱)۔
- ۱۲۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ر۔ ک مقدمہ کتب ہذا ص ۸۷-۱۱۸۔
- ۱۲۹۔ نواب نصر اللہ خان بن نواب عبداللہ خان (ص ۱۱۶۱-۱۲۲۵ھ/۱۷۴۷-۱۸۱۰ء) رئیس اوجھیلی، نواب فیض اللہ خان کے غاص ساتھی تھے۔ حاکم بھی تھے، سلطان قلعہ تھا۔ (علم و عمل ۶۸/۱)۔
- ۱۳۰۔ حضرت شاہ محمد صفی القادر بن حضرت عزیز القادر، مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ ص ۵۹ میں ان کی تاریخ وفات ۲۵ شعبان درج ہے۔
- ۱۳۱۔ (وفات ۱۲۳۶ھ/۱۸۳۱ء)۔
- ۱۳۲۔ ایضاً۔
- ۱۳۳۔ شیخ فیض بخش درگاہی نخبندی۔ ولادت تحت ہزارہ پنجاب میں ہوئی۔ بڑایوں میں شیخ جمال اللہ رام پوری سے بیعت ہو کر سلوک کا کسب کیا۔ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے بھی اوائل حال میں ان سے استفادہ کیا۔ (جوابہ طویہ ص ۲۷۱)۔ شاہ درگاہی کا انتقال رام پور میں ۱۲۳۶ھ/۱۸۱۱ء کو ہوا۔ (ترہتہ الخواطر ۱۶۵/۷ رخصت منبریہ حواشی)۔
- امام الدین رام پوری: مجمع الکلامت (قلمی)

- ۱۳۳- ملاحظہ ہو: حواشی مخطوطات مغربی، ص ۲۹۱۔
- ۱۳۵- جواہرطلویہ، ص ۲۷۲۔ تہذیب الخواطر ۱۶۶/۷ میں سال وکالت ۱۱۶۰ھ ہے جو زیادہ معتبر ہے۔
- ۱۳۶- ”معدن فیض حق“ سے ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔
- ۱۳۷- جواہرطلویہ، ص ۲۷۲ میں یہ لقب سلطان الدین کا تھا ہوا ہے۔ جو درست ہے کیوں کہ سلطان التارکین تو خود شاہ درگاہی کا لقب تھا۔ ایضاً ص ۲۷۲۔
- ۱۳۸- سید حافظ جمال اللہ، سید قطب الدین محمد اشرف حسین (موف و بہ زبیر) بن عنایت اللہ کے جانشین تھے۔ وکالت رام پور میں ۲ صفر ۱۲۰۹ھ کو ہوئی، کثیر الارسل تھے۔ رام پور میں دفن ہیں۔ (جواہرطلویہ، ص ۲۷۲-۲۷۷ مسالک السالکین ۱/۲۷۹-۲۸۵)۔
- ۱۳۹- نواب احمد یار خان بن نواب محمد یار خان (علم و عمل ۱/۵۲)۔
- ۱۴۰- اس سے ۱۲۲۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یعنی شاہ درگاہی کا سال وکالت ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء ہے۔
- ۱۴۱- محمد مظہر مجددی مناقب احمدیہ و مخطوطات مسیدیہ، ص ۶۰۔ ایضاً رشتہ عثمانیہ، ص ۴۱ (تعلیقات)۔
- ۱۴۲- شاہ نظام الدین، حضرت شیخ عبدالنادر جیلانی کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی کی دھڑی اولاد میں سے تھے۔ (شجرہ کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ ہذا ضمیمہ نمبر ۷۵ جہاں ان کے ایک فرزند نواب میر خان کا ذکر بھی کیا گیا ہے)۔
- مہور مرہٹہ سردار سندھیا (۱۷۵۹-۱۷۹۳ء) نے انہیں اگست ۱۷۸۹ء کو دہلی میں اپنا گورنر مقرر کیا۔ بادشاہ عالم علی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ سندھیا نے ایک مرتبہ پہلے بھی انہیں سیاسی مقاصد کے لیے اپنا فائدہ بنا کر دربار میں بھیجا تھا۔ سندھیا بخوبی جانتا تھا کہ شاہ جی (شاہ نظام الدین) کی موثر شخصیت سندھیا کے دہلی میں عمل دہل کے بارے میں نہ صرف رائے عامہ کو ہموار کرے گی بلکہ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس قسم کے مقدس لوگوں کا بہت ہی احترام کرتا ہے۔ معاصر دستاویزات میں بادشاہ کی حدیث مندی کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔ گویا مرہٹوں کے ساتھ ان کے سیاسی تعلقات تھے۔ مرہٹہ ریکارڈز میں ان کا ذکر مرہٹہ اسبخت کی حیثیت سے بھی آیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

Poona Residency Correspondence, vol. I, (Mahadji

Sindhia and North Indian affairs, 1785--1797),

ed by J.N. Sarkar, Bombay, 1936 (پہلا اضافہ)

vol II, (Malet's Embassy 1786--1797) ed, by

Sardesai, No. 209. Michael Edwards : King of the

World, pp. 215, 216, 230. . .

ان کے علاوہ جلاو ناتھ سرکار نے اپنے ایک خط میں شاہ نظام الدین کے حالات کے
تأخذ کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ دیکھیے 'ابراہیم بیگ'، 'مرزا'، 'تذکرہ جمکین'، 'مطبوعہ
گوالیار' ۱۳۳۸ھ، ص ۱۲۲-۱۲۰-۱۳۔

نیز ملاحظہ ہو: 'کاشی عبدالودود: جمکین دہلوی'، 'برہان'۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء، 'مسود احمد: حضرت
جمکین اور غالب'، 'معارف'۔ مئی ۱۹۶۱ء۔ ذکر میر مرتبہ مدار احمد فاروقی ۲۲۶

۱۳۲- ہمارے خیال میں حضرت شاہ غلام علی کی ان سے ندامت کی سبب یہی ہوگا کہ وہ اپنے
مشائخ کے علاوہ کے خلاف اس پر آکٹوب دور میں مسلمانوں کی دشمن طاقت مرہٹوں
کی نہ صرف حمایت کر رہے تھے بلکہ دہلی پر سندھیا کے قبضہ کے لیے راستہ ہموار کرنے
میں مصروف تھے۔

۱۳۳- یہاں رسالہ سے مراد ہدایت الطالبین ہے۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چمپا چکا ہے۔ متعدد خطی
نسخے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے نہایت
اہتمام سے اس کا متن مرتب فرمایا اور مع اردو ترجمہ امرتسر سے ۱۳۴۲ھ میں شائع
کیا۔

۱۳۵- ان تعریضی طور کا مفہوم یہ ہے:

فقیر عبداللہ عرف غلام علی نے اس رسالے کا مطالعہ کیا، اور اس کے
مندرجات سے بہت ہی مسرور و محظوظ ہوا صاحب رسالہ کے حق میں
دعائے خیر کی، اس رسالہ میں جو کچھ انہوں نے درج کیا ہے، وہ تمام
حضرت مجدد کے علوم و معارف کے موافق ہے، اس ناچیز بندہ کا
تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہیں تھا، ہاں البتہ نعمت کا اہتمام اور ختم
کا شکر تو واجب و لازم ہے۔

۱۳۶- مناقب احمدیہ و معارف مسیدیہ میں بھی یہی عبارت ہے:

بعضی از بزرگان در مکہ معظمہ آن را عربی نیز کرده اند، ص ۶۳۔
لیکن مترجم کا نام درج نہیں کیا گیا۔

۱۳۷- ہدایت الطالبین کے ترکی ترجمہ کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

۱۳۸- نواب امیر خان کے حالات حاشیہ نمبر ۴۰ میں ملاحظہ کریں۔

۱۳۹- مشوق اس معاملے میں تاخیر کیا کرتے ہیں۔

۱۴۰- سلطان ہر غلام کا خریدار نہیں ہوتا اور نہ ہر گدڑی والا بزرگ ہوتا ہے۔

۱۴۱- مولوی بشارت اللہ کے حالات اسی فصل میں ملاحظہ کریں۔

۱۴۲- مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی تحقیق کے مطابق حضرت شاہ ابو سعید نو سال تین ماہ

مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ معارف غیر، ص ۷۲۔

- ۱۵۳- حالات کے لیے ملاحظہ ہو: فصل غنائے حضرت شاہ غلام علی حمید ہذا۔
- ۱۵۴- شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء) ديار عرب میں غامی شہرت کے مالک تھے شیخ الاسلام لقب اسی ديار متبرک کی یادگار ہے۔ ملاحظہ ہو:
- (۱) ایانغ الجہنی، ص ۴۰، ۴۱، ۶۹۔
- (۲) ترہتہ الخواطر ۴/ ۴۴۶-۴۴۹۔
- (۳) تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۴۹۔
- ۱۵۵- نواب وزیر الدولہ بن امیر خان (ر۔ ک بکن) اکبر شاہ جہانی کے عہد میں ٹونک کے نواب تھے۔ ان کی ولادت ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء، مسند نفیسی ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء اور وفات ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ ذی علم اور پابند شرع تھے، "حقیق کتب" و "مابیا الوزير علی الطریقہ التذیر والبشیر" (طبع ٹونک ۱۲۸۵ء) انہی کی تصنیف ہے۔
- (ملاحظہ ہو: کاروان، ایمن و عزیمت از ابوالحسن علی ندوی، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۶-۱۳۰)۔
- ۱۵۶- شاہ عبدالغنی، حضرت شاہ ابوسعید کے تیسرے فرزند تھے، ولادت بمقام لکنو ۱۲۲۹ھ (تاریخی نام فضل الرحمن) میں ہوئی اور ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ ملاحظہ ہو: مناقب احمدیہ و مناقب سیدیہ، ص ۶۶۔ مناقب خیر، ص ۸۱۔
- ۸۲۔
- ۱۵۷- مولوی صیب اللہ ملتانوی حضرت شاہ احمد سید کے غلام میں سے تھے، علوم مقبول و مقبول کے جامع، اولاد حضرت مجدد کے استاذ، حضرت شاہ ابوسعید سے طریقہ کی تعلیم پائی اور حضرت شاہ ابوسعید کے ہمراہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ (مناقب احمدیہ و مناقب سیدیہ، ص ۶۲۰)۔
- ذکر السیدین فی سیرۃ الوالدین، ص ۴۲-۴۳)۔
- ۱۵۸- قاضی غلیل الرحمن رام پوری بن حرقان بن عمران بن عبدالکظیم ولادت رام پور میں ہوئی۔ ٹونک میں حرمہ تک قیام رہا۔ نواب امیر خان اور وزیر الدولہ کے عہد میں ٹونک کے قاضی تھے۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو، علم و عمل ۷/ ۷۰۱۔ ترہتہ الخواطر ۴/ ۴۴۱-۴۴۱۔
- ۱۵۹- "مولوی غلیل احمد مجددی کہ از مقربان آفتاب بودہ و بحضرت والدی (شاہ احمد سید) کمال خصوصیت داشتہ"۔ (مناقب احمدیہ و مناقب سیدیہ، ص ۶۴)
- ۲۰- قن میں "قدا" ہے اگر پورے مصرعہ کے اہماد جمع کیے جائیں تو پانچ عدد کی کمی رہتی ہے۔ یعنی ۱۲۲۵ برآمد ہوتے ہیں اور اگر اسے "قداہ" پڑھا جائے تو صحیح سال وفات یعنی ۱۲۵۰ھ نکل آتا ہے۔ اس صحیح سے شعر کے وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

- ۳۱۔ مولانا فضل امام غیر آبادی کے حالات کے لیے حاشیہ نمبر ۱۱۲ ملاحظہ کریں۔
- ۳۲۔ حالات کے لیے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۲۴۔
- ۳۳۔ مولانا رحید الدین خان دہلوی (ف ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء) بن امین الدین، علم کلام میں دسترس قوی، بیت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ کئی اہم علمی کتابوں کے مصنف تھے ملاحظہ ہو: علم و عمل ۲۵۱/۱ - ۲۵۲، تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۹۱ - تہذیب النواظر ۱۷۷/۷ - ۱۷۸، بشیر الدین احمد: واقعات دارالحکومت دہلی ۴۰۹/۲ - ۴۱۰۔
- ۳۴۔ یہاں رسالہ سے مراد حضرت شاہ غلام علی کی تالیف کلمات مطہریہ ہے۔ جو مدود ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۱ء میں لکھی گئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب حاضر۔
- ۳۵۔ "حضرت احمد سید فرزند حضرت ابو سید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوال نسبت شریف قریب است بوالد ماجد خود" (مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۷۴)۔
- ۳۶۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۵۴ - ۵۵۔
- ۳۷۔ حضرت شاہ احمد سید کے خلفاء کے ناموں کے ساتھ وطنی نسبتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پورے عالم اسلام سے ان کا رابطہ تھا۔ حضرت شاہ محمد مظہر نے خلفاء کی تعداد اسی بتائی ہے، (مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۲۱۳ - ۲۳۸)۔
- ۳۸۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے حالات ضمیمہ ہذا کے ابتدائیہ میں ملاحظہ کریں۔
- ۳۹۔ حضرت شاہ احمد سید کا انتقال ۱۲۷۷ھ / ۱۸۷۰ء کو مدینہ منورہ میں ہوا، ۱۲۷۷ھ / ۱۸۵۷ء میں، حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہونے اور ۱۸۵۸ء کو وہاں حاضر ہوئے۔ (رحمت حنبریہ، ص ۱۳)۔
- ۴۰۔ یہاں سو ہوا ہے حافظ عبدالغنی کا تبارخی نام فضل الرحمن تھا جس سے ۱۲۳۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ (مقامات غیر، ص ۸۲) ان کی ولادت ۱۷ ربیع الاخریٰ سنہ مذکور کو بمقام کھنؤ ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ان کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں یعنی محمد (مصباح الغنی) اور ابراہیم۔ باقی نام معلوم نہیں ہو سکے۔ مقامات غیر، ص ۸۱ - ۸۲)۔
- ۴۱۔ حضرت شاہ محمد مظہر مجددی نے بعض نکات کا احاطہ کیا ہے۔ ملاحظہ حضرت شاہ ابو سید کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ بعض طلب کو خلافت بھی دی تھی۔ اور حضرت شاہ احمد سید سے بھی فیض پایا۔ (مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۷۷ - ۷۸)۔
- ۴۲۔ یاقوت حموی نے بھار کا تفصیلی تعارف کروایا ہے۔ معجم البلدان ۳۸۵/۱ - ۳۸۸۔
- ۴۳۔ مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۷۸۔
- ۴۴۔ ایضاً۔
- ۴۵۔ شاہ سعد اللہ براہ کرنول ۱۲۴۵ھ / ۱۸۲۹ء میں حیدر آباد دکن پہنچے (احوال العارفین، ص ۷)۔

حضرت شیخ سعد اللہ کا مولد موضع اجڑی، علاقہ ہنگی (پنجاب) ہے۔ قوم تاجیک سے تھے (ایضاً، ص ۴) اپنے بڑے بھائی مولوی اخوند شیر محمد نے تحصیل مسلم کی (ص ۶) ۱۲۳۵ھ میں حیدر آباد دکن پہنچے وہاں دو سال قیام کے بعد گونکنڈہ چلے گئے (ص ۸) بخاری، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء و فضلاء ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے، ذریعہ دو سو کا مجمع اہل حق ان کے پاس ہوتا تھا (ص ۹) 'نواب افضل الدولہ مظفر مکان انہی کے متعلق تھے (ص ۱۴)۔ حضرت شاہ سعد اللہ کا وصال ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ میں ہوا (ص ۱۴)۔ ان کے خلفاء کے نام یہ ہیں مولوی محمد عثمان پشاور، میر اشرف علی حیدر آبادی، مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی، مولوی محمد عبدالقوی برادر مولوی عبدالرحیم مذکور، مولوی محمد سید، مولوی محمد حسین بخاری، مولوی محمد افضل اللہ عرف فیض اللہ، مولوی محمد حسن، مولوی فضل علی، میر رشت علی، نبیرہ نواب فتح الدولہ، پیر عبدالوہاب، مولوی اسماعیل بخاری، مولوی نیاز محمد بدشہانی، علیم میر آصف علی، مولوی محمد نواز، مولوی سید سید الدین حسین (مصنف مناظرہ طریقت، مطبوعہ)، مولوی محمد نسیم المعروف بہ مسکین شاہ - [ماخوذ از احوال العارفین از محمد قطب الدین و محمد غلیل الرحمن، مطبوعہ دکن ۱۳۱۴ھ] شاہ سعد اللہ دونوں پاؤں سے سے معذور تھے، ان کے مزار پر جو گنبد ہے وہ افضل الدولہ مذکور کے استاد محمد حسین مذکور نے تعمیر کرایا۔ (کتوب جناب محمد اکبر الدین صدیقی بنام محمد اقبال مجددی مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء)۔

۱۷۷۔ مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ، ص ۶۸۔

۱۷۸۔ ایضاً۔

۱۷۹۔ حضرت شاہ غلام علی، میر حقی (سرسید احمد خان کے والد) کے خاندان میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو سب مرض کے لیے مرزا عبدالغفور کو بھیجا کرتے تھے۔ کہا ہے "جب میر حقی اور ان کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو مرزا غفور بیگ صاحب غوری کو... سب مرض کے لیے ان کے مکان پر بھیجتے اور وہ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی برابر آتے تھے۔ (حالی، اطاف حسین: حیات جاوید، کانپور، ۱۹۰۱ء، ص ۱۸)۔

۱۸۰۔ متن میں ان کی نسبت غروی تحریر ہے جو سو کتابت ہے یا اس کا قدیم تلفظ تھا۔ ان ایام میں یہ نسبت غوری مستعمل ہے جس سے مراد ہے قصبہ غورجہ کا باشندہ۔ قصبہ غورجہ بلند شہر سے بجانب جنوب دس میل، علی گڑھ سے بطرف شمال تیس میل اور دہلی سے جنوب مشرق میں چھاس میل کے فاصلے پر ہے۔

(Storey : Persian Literature, vol. I, p. 756).

Imperial Gazetteer of India, vol. XV, pp. 296-97,

vol. III, p. 245.

۱۸۱۔ احوال کے لیے ملاحظہ ہو، حمید ماحر فصل ہذا۔

۱۸۲۔ ایضاً۔

۱۸۳۔ ایضاً۔

۱۸۴۔ مرزا عبدالغفور نے حضرت میرزا معمر جان جانان سے بھی کب سلوک کیا تھا (حیات جاوید، ص ۱۸)۔

۱۸۵۔ مخطوطات سے مراد درالعارف ہے جو ۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء کے سخنان پر مضمحل ہے۔ درالعارف دہلی، سخنان اور ترکی سے محض مکی ہے (مقدمہ کتاب ہذا)۔

۱۸۶۔ یہ مجموعہ مکاتیب ۱۲۳۱ھ میں مرتب ہوا "معمر مجاہد" سے سال ترتیب برآمد ہوتا ہے جو مکاتیب شریف کے نام سے مدراس (ہندوستان) لاہور اور ترکی سے خائع ہو چکا ہے۔ (مقدمہ کتاب ہذا، ص ۱۴۵)۔

۱۸۷۔ مقامات حضرت شاہ غلام علی سے مراد جواہر طویہ ہے۔ جو دیگر نقشبندی مشائخ کے محل حالات کے علاوہ حضرت شاہ غلام علی کے محصل مقامات، سخنان، مخطوطات وغیرہ پر مضمحل ہے۔ اس کا آغاز ۱۲۳۴ھ میں ہوا۔ متن فارسی ایسی تک طبع نہیں ہوا خط اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۹ء میں چھپا تھا۔ ر۔ ک حاشیہ نمبر ۷،

۱۸۸۔ قرمیں ان کے کئی رسائل ہیں ان میں سے ارکان الاسلام مطبع نظامی کانپور (اردو) طبع ہو چکا ہے۔ تفسیر رؤفی کے علاوہ ایک رسالہ تفسیر تبارک الذی کا خطی نسخہ کتب خانہ راجہ رام پور میں ہے (حشری: فہرست مخطوطات اردو، ص ۲۷)۔

۱۸۹۔ اردو و فارسی میں حضرت رافت کی کئی اہم مکتوم تصانیف موجود ہیں۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو خوب سراہا ہے۔ بقول نسخ فارسی میں ایک دیوان اور رسختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں ان کے ایک دو رسالے یادگار ہیں، جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔ (سخن شعراء، ص ۱۸۷)

۱۹۰۔ یعنی شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین ابن خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۹۱۔ وفات حضرت شاہ ابوسعید مجددی ۱۲۵۰ھ مراد ہے۔

۱۹۲۔ حضرت شاہ رؤف احمد کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور نسخ نے ۱۲۳۹ھ لکھا ہے۔ (سخن شعراء، ص ۱۸۷)۔

شاہ رؤف احمد، عالم، مفسر، فقیہ، مدرس، شاعر اور کثیر التصانیف تھے۔ ملاحظہ ہو: اردو

ادب میں بھوپال کا حصہ مولانا سلیم حامد رضوی - جواہر ملویہ (خود نوشت حالات) ص ۲۳۴-۲۰۹۔ سخن شعراء ص ۱۸۷۔ تذکرہ کاظمی رام پور ص ۱۳۳-۱۳۷۔ تربہ الخواطر ۱۸۸/۷۔ مناقب احمدیہ و مقامات سیدیہ ص ۵۴۔ یلملم کے محل وقوع کے لیے دیکھیے 'معجم البلدان' ۴/۵۱-۴۴۱۔

۱۹۳۔ شاہ خطیب احمد کی ولادت ۱۲۲۲ھ میں بمقام بھوپال ہوئی ان کے دو بیٹے محمد ابوالبرکات (ف ۱۲۸۶ھ) عبداللہ عرف ابو احمد - انہی کی اولاد میں سے حافظ عبداللہ عرف حضرت ابو احمد اپنی آبائی خانقاہ بھوپال میں سجادہ نشین تھے (انساب الانجاب ص ۱۱۳)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: خزینۃ الاصفیاء ۱/۷۰۷-۷۰۸۔ تربہ الخواطر ۱۵۹/۷۔ ابوالحسن علی ندوی: صحبتہ بالہ دل۔

۱۹۴۔ یعنی شاہ عبدالرحمن بن شاہ سیف الرحمن بن شیخ سیف اللہ بن شیخ کلمۃ اللہ بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد مصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اسرارہم - (ہدیہ احمدیہ ص ۸۳۔ انساب الانجاب ص ۴۱) حضرت شاہ سیف الرحمن ۳۶۶-۱۲۵۱ھ (ایضاً)۔

۱۹۵۔ سندھ پاکستان کا بلوہ اکوڑہ مراد ہے جو ان دنوں خیرپور سندھ میں کوڑہ کے نام سے مشہور ہے۔ (انساب الانجاب ص ۴۱) ۱۹۶۔

۱۹۷۔ حضرت شاہ عبدالرحمن کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی (ایضاً ص ۱۳)۔ (ہدیہ احمدیہ ص ۸۳)۔ علوم صحی و فہمی، فقہ و حدیث، تفسیر اور تصوف کے جامع تھے۔ جالندھر (پنجاب) میں صاحب ارشاد تھے جہاں ان کے بکثرت مریدین تھے انہیں دو آجہ جالندھر میں قبول عام حاصل تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ۴/۷۰۴) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) رافت، رؤف احمد: جواہر ملویہ ص ۲۳۸۔

(۲) غلام سرور مفتی: خزینۃ الاصفیاء ۱/۷۰۴۔

(۳) احمد کی: ہدیہ احمدیہ ص ۸۳۔

(۴) محمد حسن جان مجددی: انساب الانجاب ص ۴۱۔

۱۹۸۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو فصل غلطائے حضرت مظهر۔

(مقامات مظهری ص ۲۲۰-۲۲۱)

۱۹۹۔ حضرت شاہ غلام علی کے دو مکاتیب ان کے نام ہیں۔ مکتوب نمبر ۸۱ اور ۱۰۵ اور آپ کا ایک مکتوب (نمبر ۲۷) ان کی والدہ محترمہ کے نام بھی ہے۔ (مکاتیب شریفہ ص ۳۶، ۷۰، ۱۳۸)

۲۰۰۔ شیخ بزمین، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے۔ بزرگ میں مولانا نسیم اللہ مذکور کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ (آئینہ اودھ ص ۱۳۵)

- ۲۰۱۔ مولوی بشارت اللہ کے ایک صاحبزادے ابوالحسن، آئینہ اودھ کی تالیف ۱۳۰۵ھ کے وقت بقید حیات اور مولوی نسیم اللہ مذکور کے مزار کے متولی تھے۔ (ایضاً ص ۱۳۵)
- ۲۰۲۔ مولوی کرم اللہ کے والد کا نام عبد اللہ تھا (تہذیب الخواطر ۳۹۴/۴)۔
- ۲۰۳۔ مولوی فخر الدین سے مراد غالباً حضرت فخر جہاں شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ) ہیں۔
- ۲۰۴۔ مولوی کرم اللہ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ مدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۸ھ لکھا ہے جو بے سند ہے۔ تہذیب الخواطر (۳۹۴/۴) نے بحوالہ حدیقۃ الامدیہ ۱۲۵۲ھ دیا ہے جسے ہم نے ترجیح دی ہے۔

- ان کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی علوم ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ سے کی اور شاہ رفیع الدین سے بھی تلمذ تھا۔ ۴۳ سال کی عمر میں حج سے واپس آکر غلط فہمی کو فیض یاب کیا۔ سورت میں دفن ہیں۔ (تہذیب الخواطر ۳۹۴/۴)
- ۲۰۵۔ مولوی کرم اللہ کے والد مولانا عبد اللہ بھی ذی صم اور اس درجہ کی شخصیت کے مالک تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی کے دیباچہ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”۱۲۰۸ھ میں فخر اہل سنت والدین شیخ صدق الدین عبد اللہ کے جذب شوق کے نتیجہ میں میں نے سورۃ فاتحہ اور اخیر کے دو پاروں کی تفسیر املا کرانی اور انہوں نے قلم بند کیا۔“ (تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ۶۱/۱) ہم نے مخطوطات شریفہ کے حاشی (ص ۱۰۰) میں خود مولوی کرم اللہ کو اس تفسیر کا محرک لکھ دیا ہے جو صریحاً غلط ہے۔

- ۲۰۶۔ مولانا خالد نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔ (محمد بن عبد اللہ: البیہ السنیہ ص ۸۲)
- ۲۰۷۔ بعض قصائد ضمیمہ ہذا کی اسی فصل میں شامل ہیں نیز مولانا خالد کا فارسی دیوان ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔
- ۲۰۸۔ حالات کے لیے اسی فصل کا صفحہ ۶۱۹ ملاحظہ کریں۔
- ۲۰۹۔ مولانا خالد ۱۲۳۴ھ میں درس و تدریس ترک کر کے وطن سے روانہ ہوئے اور ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں دہلی پہنچے۔ (البیہ السنیہ ص ۸۰)۔
- ۲۱۰۔ حضرت شیخ محمد عابد سنائی کے حالات مقامات مظہری (ص ۲۴۸ - ۲۵۲) میں ملاحظہ کریں۔
- ۲۱۱۔ ۱۲۳۱ھ تک مولانا خالد کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے ایک ہزار مقبر عالم ان سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ (در المعارف ص ۶۵)

۲۱۲۔ مولانا غلام کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ / ۱۸۱۳ء) کے دوران ان کی مقبویت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء ان کے عقدِ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ (عریضہ مولانا خالد مشہودہ در المعارف، ص ۷۰)۔

ایک اور عریضے میں مولانا کہتے ہیں ایک ہزار مقبر عالم داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ "مردمان" مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں۔ (ایضاً، ص ۱۰۸)

۲۱۳۔ مولانا غلام اور حضرت شاہ غلام علی کے مابین مراسلت بھی تھی حضرت شاہ غلام علی کے ان کے نام تین مکاتیب ملتے ہیں۔ (مکاتیب شریفہ نمبر ۲۳، ۲۸، ۱۱۰)

۲۱۴۔ مولانا غلام نے حضرت شاہ غلام علی کی مدح میں عربی و فارسی میں طویل قصائد لکھے تھے، جو اس ضمیمہ کے علاوہ اس سلسلہ کے مناقب کی کتابوں میں بھی مل جاتے ہیں ہیں۔ اور مولانا غلام کے دیوان مطبوعہ استنبول، ترکی ۱۹۵۵ء (ص ۲-۷، ۲۰-۲۳) میں یہ دونوں قصائد موجود ہیں۔ انہیں ہم نے طوالت کے خوف سے اس ضمیمہ سے نکال دیا ہے۔ عربی قصیدہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

ککت مسافہ ککتہ اللہ
محمد المہدی قدس بلا کمال
یہ قصائد ضمیمہ مقامات معمری فارسی، ص ۱۷۲-۱۷۸ میں منقول ہیں۔

۲۱۵۔ ۱۲۳۲ھ / ۱۸۲۶ء میں شہادت پائی۔

۲۱۶۔ شیخ محمد مراد قرانی کی تحقیق کے مطابق یہاں شیخ سے مراد "شیخ عبداللہ ہروی" ہیں، جانشینی کے واقعہ کی پوری تفصیل اور ان چاروں کے ناموں کے لیے ملاحظہ ہو: قرانی: بحمدہ رحمت، ص ۱۷۷۔

محمد غانی: بہجت السنین، طبع مصر ۱۳۱۹ھ۔

۲۱۷۔ حضرت مولانا خالد کثیر التعانیف شیخ تھے ان کا فارسی دیوان ترکی سے ۱۹۵۵ء میں خائج ہوا۔ اس کے علاوہ ان فارسی رسائل کا سراغ ملتا ہے:

رسالہ احتقادیہ، قلمی محزونہ کتاب خانہ عارف حکمت مدرنہ منورہ، دیگر رسالہ تصوف، محزونہ مکتبہ عارف حکمت، شہرات منظوم طریقہ نقشبندیہ، قلمی، کتاب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران، سلسلہ طریقہ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ، کتب درسیہ کی شروح بھی لکھی تھیں۔

(ملاحظہ ہو: مخطوطات شریفہ، مقدمہ، ص ۲۸-۲۹ اور مولانا خالد نقشبندی و بعد ان طریقت او مولفہ مہینہ خست مہتری)۔

۱۸۹۲ء میں جبکہ مولانا شبلی نعمانی قسطنطنیہ آئے تو وہاں ان کی ملاقات مولانا خالد کے

بھتیجے شیخ عبدالفتح سے ہوئی نیز مولانا شبلی نے مولانا غلام کو حضرت مہر کا مرید لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (سفرنامہ روم و مصر و حاکم، ص ۲۳)

۲۱۸۔ فرخ آباد کے نواب اس دور میں بدلتے رہے۔ مولوی عبدالرحمن کے زمانہ حیات میں

غالباً نواب غلام حسین خان شوکت جنگ (۱۸۱۳-۱۸۲۳ء) تھے، عہد جنگ، ص ۲۳۵)

۲۱۹۔ مولانا غلام کردی رومی سے انہوں نے حدیث کی مجلس کتب کی سند لی۔ خواب میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تھے۔ (جواہر ملویہ، ص ۲۴۰) عبدالغفار شاہ ۱۲۶۴ھ کو مدراس گئے اور اپنے آخری

ایام حیات میں حرمین جا کر بس گئے اور مکہ مکرمہ میں ۹ حوال ۱۲۸۳ھ کو انتقال ہوا (خانوادہ کاظمی بدرالدولہ ۳۳۶)

۲۲۰۔ جواہر ملویہ، ص ۱۴۱-۱۴۲۔

۲۲۱۔ جواہر ملویہ، ص ۲۴۲، مولف ضمیر ہذا شاہ عبدالغنی نے جواہر ملویہ کے مندرجات میں

یہاں غلطی احماد کیا ہے۔

شیخ محمد درویش کے تین رسائل تصوف کا ایک مخطوطہ جناب غلیل الرحمن داودی، لاہور کے پاس ہے۔

۲۲۲۔ ایضاً، ص ۲۴۳۔

۲۲۳۔ دارالہرب کی بحث کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ کتب حاضر — ہم نے مقدمہ میں مختلف

عنوانات کے تحت دارالہرب کے نکات پر بحث کی ہے۔ "طلبہ مرہنہ"، "آکھوب سکھاں"

اور "طلبہ ہند" کے باعث ہندوستان کے کئی علاقوں کو علماء نے دارالہرب قرار دیا تھا

اور انہوں میں پاک و ہند کی مختلف اسلامی ریاستوں پر انگریزوں کے قبضہ کے باعث

اس کے دارالہرب ہونے یا نہ ہونے کے موضوع پر علماء نے کئی مستقل رسائل تالیف

کیے تھے۔

۲۲۴۔ جواہر ملویہ، ص ۲۴۳-۲۴۴۔ اس ضمیر میں ان کے حالات میں غلطی احماد کیا گیا

ہے۔ مولانا محمد جان نے ۱۶ صفر ۱۲۶۷ھ ۲۲ دسمبر ۱۸۵۰ء کو مکہ مکرمہ میں ولادت پائی

(خانوادہ کاظمی بدرالدولہ ۳۶۶)

۲۲۵۔ جواہر ملویہ، ص ۲۴۲-۲۴۳۔

۲۲۶۔ ایضاً۔

۲۲۷۔ ایضاً۔

۲۲۸۔ ایضاً، ص ۲۴۳۔

۲۲۹۔ ایضاً۔

۲۳۰۔ ایضاً۔

۲۳۱۔ حضرت شاہ غلام علی کے لاتعداد خلفاء تھے۔ اگرچہ مولف ضمیمہ ہذا نے جواہر طلویہ میں شامل خلفاء کی فہرست میں ان حضرات مولوی عبدالرحمن شاہ جہاں پوری، سید احمد کردی، محمد منور، میاں اصغر، میاں قمر الدین پشاوروی، اور محمد شیر خان کے ناموں کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کے علاوہ بھی تذکروں میں کئی ایسے اصحاب کے اسماء ملتے ہیں جو حضرت شاہ غلام علی سے فیض یافتہ تھے اور عرب و عجم میں مصروف تحقیق و ارشاد تھے۔ مولانا سید ابوالقاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ) مولف مائت الابرار اور ان کے لڑکے شاہ عبدالسلام ہسوی، حضرت شاہ احمد سمید کے خلیفہ تھے (مشت نامہ ہسویہ، ص ۹، نزہۃ الخواطر ۱۹/۷) ہم نے اپنی زیر تالیف کتاب احوال و افکار حضرت مہر میں ان کی فہرست دی ہے۔

ضمیمہ جات

مرتبہ

محمد اقبال مجددی

- ضمیمہ دوم : آبا و اجداد حضرت مظہر
 سوم : حضرت مظہر کے معاصر سلاطین مغلیہ
 چہارم : فرہنگ اصطلاحات تصوف شامل مقامات مظہری

www.kitabghar.org

ضمیمہ دوم

اجداد حضرت مظہر :

حضرت مظہر نے اپنے مختصر حالات زندگی ایک مکتوب میں لکھے تھے جو مقامات متہری میں شامل ہے (۱)۔ ان میں سے امیر مجنوں خان قاقشال اور بابا خان قاقشال جو دونوں بھائی اور مظلیہ حکومت کے معزز عہدیدار تھے ، کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے جا رہے ہیں۔ حضرت مظہر بابا خان کی اولاد میں سے تھے۔

امیر مجنوں خان قاقشال :

امیر مجنوں خان ، علوی سادات میں سے تھے چونکہ انھوں صدی ہجری میں اس خاندان کے ایک فرد کا سلسلہ ازدواج ترکستان کے قبیلہ قاققلن (۲) سے ہو گیا تھا اور یہ اس علاقے کے حاکم بھی بن گئے تھے (۳) اس لیے اس کے بعد انہیں "خانان قاقشال" کہا جانے لگا۔

جب ہمایوں بادشاہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت شاہ ایران کی مدد سے واپس لینے کے لیے ہندوستان آیا تو ان دونوں بھائیوں (مجنوں اور بابا خان) کو ہمراہ ہندوستان لے آیا۔ والدہ کی طرف سے ان بھائیوں کا سلسلہ نسب امیر تیمور پر ختم ہو جاتا ہے۔

ہمایوں کی وفات کے بعد اکبر کے زمانے میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ عارف قدحاری نے مجنوں خان کو عہدۃ الامراء لکھا ہے :

عہدۃ الامراء فی الدوران مجنوں خان کہ ہمراہ نواب خان خانان در
بکسر بود (۴)۔۔۔۔

ہمایوں کے عہد میں نارنول کی جاگیرداری پر مقرر ہوئے ، اکبر کے عہد میں

مالک پور کی جاگیر ملی۔ خان زمان کی بغاوت فرو کرنے کے دوران وہ اکبر بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ اور "شائستہ خدمات" انجام دیں۔ چودھویں سال جلوس اکبر (۱۵۶۸ء) میں شاہی حکم کے مطابق وہ کاننجر کے قلعہ کے محاصرہ پر مقرر ہوئے، اس فتح کے بعد وہاں کی حکومت بھی مجنون خان کو سونپ دی گئی۔ سترھویں سال جلوس اکبری (۱۵۷۱ء) میں وہ گورکھپور کی فتح کے لیے خان خانان کے ہمراہ بھیجے گئے۔

۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء میں تسخیر بنگال کے دوران وہ خان خانان کے ساتھ تھے۔ مجنون خان نے علاقہ گھوڑا گھاٹ (۵) (بنگال) میں بہت لڑائیاں لڑیں اور بہادری دکھائی۔ حدود ۹۸۳ھ / ۱۵۷۶ء میں مجنون کا انتقال ہوا۔ طبقات اکبری میں ہے کہ ان کا منصب پانچ ہزاری تھا اور ماتر الامراء میں ہے کہ تین ہزاری اور پانچ ہزار سوار ان کے ملازم تھے (۶)۔

مجنون خان کا لڑکا جباری بیگ تھا جس کی شادی سلیمان خان منگل کی لڑکی سے ہوئی تھی (۷) جباری خان کے ایک پوتے محمد براری امی بن محمد جمشید بن جباری خان بن مجنون خان کی ایک کتاب عقول عشرہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے کتب خانہ (حیدرآباد، سندھ) میں موجود ہے (۹)۔ دوسرا نسخہ ذخیرہ عبدالسلام، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے جو ایک دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب کا سال تصنیف ۱۰۸۳ - ۱۰۸۴ھ ہے۔ نیز امی نے فارسی نثر میں تاریخ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کی پہلی جلد کا نام مجمل مفصل ہے اس میں ابتدائے عالم سے لے کر شاہ جہان کی تخت نشینی (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء) تک حالات درج ہیں۔ یہ جلد ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۵ء کو مکمل ہوئی۔ اس کی دوسری جلد کا نام طبقات تیموری ہے، جس میں ایران اور ہندوستان کے تیموری سلاطین کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ جلد ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء کو مکمل ہوئی پہلی جلد کا مصلی نسخہ حدائق پبلک لائبریری بانکپور پٹنہ میں ہے اور دوسری جلد کا قلمی نسخہ باڈلین لائبریری آکسفورڈ میں محفوظ ہے۔ (فارسی ادب بہمد اور نگ زیب ۵۴۱-۵۴۸) مجنون خان کے حالات اور مہمات کا تذکرہ عہد اکبری کی دیگر کتب تاریخ میں بھی ملتا ہے (۹)۔

بابا خان :

اپنے بھائی مجنوں خان کی طرح بابا خان بھی عہد اکبری کی مہمات میں پیش پیش رہے۔ حتیٰ کہ اکبر بادشاہ کے ہمراہ بعض معرکوں میں شرکت بھی کی (۱۰)۔
جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ گھوڑا گھاٹ (شمالی بنگال) کا قتلوں کو جاگیر میں دیا گیا تھا۔ اور بھائی کے انتقال کے بعد اس خانوادہ کے کارکن بابا خان ہی تھے۔ جب گھوڑوں کو داغنے کا قانون رائج ہوا تو پیش کاروں نے للچ اور ہوس کا مظاہرہ کیا، چنانچہ بابا خان نے بنگالہ کے صوبیدار مظہر خان سے کہا کہ میں ستر ہزار روپے بطور نذر کار پردازوں کو دے چکا ہوں اور ابھی تک سو سواروں کے داغ نہیں ہوا ہے، اس نے اس کا کوئی تدارک نہیں کیا۔

جب چوبیسویں سال جلوس اکبری میں اسی وجہ سے معصوم خان کاہلی نے ہمارے چند جاگیرداروں کے ساتھ مل کر بغاوت کی تو بابا خان نے بھی، جو پہلے سے موقع کی تلاش میں تھے، بنگالہ کے کچھ جاگیرداروں کے ہمراہ آگے بڑھ کر بغاوت کا اظہار کیا۔ باغیوں نے بہت تباہی مچائی۔ اگلے سال باغیوں نے مظفر خان مذکور کو قتل کر ڈالا اور پورے علاقہ پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ ملحقہ انہیں میں تقسیم ہونے، عہدے اور خطاب بھی تجویز کیے گئے۔ بابا خان نے "خان خانان" اپنا خطاب مقرر کر کے صوبہ بنگالہ کی حکومت خود سنبھال لی۔ اور اسی سال سرطان کی بیماری میں انتقال کیا (۱۱) لیکن مولوی نعیم اللہ بھڑانجی نے بابا خان کی بغاوت کا یہ سبب بتایا ہے کہ چونکہ اکبر نے اپنے چوبیسویں سال جلوس میں دین و اسلام سے انحراف کیا تھا اس لیے بابا خان نے بغاوت کر دی (۱۲)۔ ان کا یہ بیان کتب تاریخ کی روشنی میں صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا (۱۳)۔

اس بغاوت کے جرم میں اس خاندان کے لیے اصلی مناصب کے دروازے بند ہو گئے (۱۳) لیکن یہاں یہ سمجھنا غلط فہمی ہوگی کہ انہیں سرکاری ملازمت ہی نہیں ملتی تھی، بعض تذکرہ نویسوں مثلاً غوش گو کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے (۱۵)۔ خود حضرت مظہر کا بیان ہے کہ "سلاطین گورگانیہ کی خدمت و رفاقت اس خاندان کا شعار تھا (۱۶)۔" بقول مولوی نعیم اللہ بھڑانجی، حضرت مظہر کے پردادا میرزا محمد امان کی شادی اکبر بادشاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی (۱۷) صاحب مقامات مظہری نے اسی لیے امیر

عبدالسمان کو دو واسطوں سے اکبر کا نواسہ بتایا ہے (۱۸)۔ اس طرح مرزا عبدالسمان
 بھی شاہی منصب پر فائز تھے۔ خود حضرت مغل کے والد اورنگ زیب کے منصب دار
 تھے (۱۹)۔

حواشی

- ۱۔ مہلت معمری فصل مکاتیب (کتوب اول، ص ۴۴) وصل چہدام در سلسلہ نسب، ص ۲۵۹-۲۶۹۔
- ۲۔ یہ ترکستان کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ بقول بلوغلان:
"Name of a Turkish Clan, Like the Usbaks." Ain-i-Akbari,
vol. I, p. 399, f.n
فرشتہ نے اس قبیلہ کا نام فاکشیل لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: تاریخ فرشتہ کا انگریزی ترجمہ
Briggs: History of the Rise of the Muhammadan Power in India,
Lahore, 1977, vol. VI, p. 585
- ۳۔ معمر: کتوب اول شامل مہلت معمری۔ لیکن غوگلو نے "سفینہ غوگلو" میں لکھا ہے کہ حضرت معمر مجنون غلان کی اولاد سے تھے۔ حضرت معمر کے اپنے بیان کی موجودگی میں غوگلو کی تحریر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (قریشی: میرزا معمر، ص ۲۳)۔
- ۴۔ قدحادی، مدعی محمد عارف: تاریخ اکبری مرتبہ امتیاز علی عرشی، رام پور، ۱۹۶۲ء، ص ۸۶۔
- ۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے غلام حسین سلیم: ریاض السلاطین، مطبوعہ ایضائیک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۹۰ء، ص ۴۷، ۵۶، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴۔
- ۶۔ مصمصام الدولہ: مآثر الامراء، ترجمہ محمد ایوب قادری، لاہور، ۱۹۶۰ء، ۱۶۹/۳-۱۷۲۔
- ۷۔ ایضاً، ۱۸۱/۳۔
- ۸۔ سراج احمد غلان: مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت - حیدرآباد، سندھ، ۱۹۷۷ء، ص ۳۶۷۔ سراج البیان، ۱۶۹-۱۸۲۔
- ۹۔ ملاحظہ ہو: اکبر نامہ، ۱۳۱/۲۔ طبقات اکبری، ۴۴/۲، آئین اکبری، ۲۸۱/۱، انگریزی ترجمہ بلوغلان، ۳۳۹/۱ (بہاداد اٹاریہ)۔ تاریخ اکبری از عارف قدحادی (بہاداد اٹاریہ) خجبت التواریخ، ۹۵/۲۔ بہ بعد (و انگریزی ترجمہ بہاداد اٹاریہ)۔ مآثر الامراء، ۱۶۹/۳-۱۸۲۔ ذخیرۃ النوائین، ۲۱۸/۱۔ تذکرہ ہمایوں و اکبر (بہاداد اٹاریہ)۔ ایلٹ: تاریخ ہند، جلد ہفتم، ص ۲۹۷-۲۹۸ (بہاداد اٹاریہ)، سمستہ: اکبر دی گریٹ، ص ۷۲۔
- ۱۰۔ ابوالفضل: اکبر نامہ، جلد سوم، مکتبہ (بہاداد اٹاریہ)، نیز مآثر الامراء، ۲۸۹/۱-۲۸۹۔
- ۱۱۔ مصمصام الدولہ: مآثر الامراء، ۱۸۹/۱-۲۸۹ (اردو ترجمہ)۔ تذکرہ ہمایوں و اکبر، ص ۲۹۲۔
- ۱۲۔ ۳۴۱ تاریخ اکبری، ص ۱۸۹-۱۹۴ (تعلیق، ص ۲۶۵)۔ خجبت التواریخ، ۲۸۰/۲۔

(و انگریزی ترجمہ 'جلد دوم'، بلند اد احادیہ) اور آئین اکبری جلد اول انگریزی ترجمہ بلو خان (ف نوٹ 'ص ۳۹۹)۔ جباری خان بن مجنون خان نے بھی ۹۹۰ (۲۷ جلوس اکبری) میں صوبہ بہار میں بغاوت کی اور حاجی پور پر تصرف کر لیا۔ (اکبر نامہ ۳/۳۸۴) لیکن جلد ہی گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۰۰۲ھ (۳۹ سال جلوس اکبر) میں اسے رہائی ہوئی اور نواذات بھی کی گئیں (ایضاً ۳/۶۵۰)۔

۱۲۔ نسیم اللہ بہرائچی: بشارات مہرہ، ورق ۱۳ب۔

۱۳۔ قریشی: میرزا مہر اور ان کا کلام، ص ۲۵۔

۱۴۔ مہر: مکاتیب، مکتوب حامل مقامات مہری، ص ۴۴۔

۱۵۔ غوگلو: سفینہ غوگلو، ص ۳۰۱۔

۱۶۔ بہرائچی: معمولات، ص ۱۳۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ مقامات مہری، ص ۲۵۹۔

۱۹۔ مقامات مہری فصل چہارم کے حواشی میں والد حضرت مہر کے مہمل حالات ص

۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲ پر ملاحظہ ہوں۔

ضمیمہ سوم

حضرت مظہر کے معاصر سلاطین مغلیہ

حضرت مظہر کی ولادت ۱۱۱۱ھ / ۱۷۰۰ء اور وفات ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء میں ہوئی تھی۔ اس دور میں حسب ذیل سلاطین مغلیہ تخت نشین ہوئے :

(۱) اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ - ۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸ - ۱۷۰۷ء

(۲) بہادر شاہ اول ۱۱۱۸ - ۱۱۳۵ھ / ۱۷۰۷ - ۱۷۱۲ء

(۳) چاند ار شاہ (معز الدین) ۱۱۳۲ - ۱۱۳۵ھ / ۱۷۱۲ - ۱۷۱۳ء

(۴) فرخ سیر ۱۱۲۵ - ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۳ - ۱۷۱۹ء

(۵) نکوسیر ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء

(۶) رفیع الدرجات ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء [سوائے تین ماہ]

(۷) محمد شاہ ۱۱۳۱ - ۱۱۶۱ھ / ۱۷۱۹ - ۱۷۴۸ء

(۸) احمد شاہ ۱۱۶۱ - ۱۱۶۷ھ / ۱۷۴۸ - ۱۷۵۴ء

(۹) عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ - ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۴ - ۱۷۵۹ء

(۱۰) شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ - ۱۲۲۱ھ / ۱۷۵۹ - ۱۸۰۶ء

ضمیمہ چہارم

اصطلاحات تصوف شامل مقامات مظہری

مخلفات :

اس فرہنگ کی تیاری کے لیے مفصلہ ذیل کتابیں ہمیش نظر رہی ہیں :

اعمیری = مصطلحات علوم و فنون عربیہ از محی الدین نازی اعمیری
کراچی ۱۹۷۸ء

دستور = دستور العلماء از قاضی عبدالنبی احمد نگری، بیروت ۱۹۷۵ء، (۴ جلد)۔

دکاحیات = رسالہ حکوی الغریب از صین القضاۃ ہمدانی، ترجمہ قاسم انصاری،
تہران ۱۳۶۵ ش۔

رسالہ قدسیہ = قدسیہ [ملفوظات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند] از خواجہ محمد
پارسا بخاری، مرتبہ احمد طاہری عراقی، تہران ۱۹۷۰ء، و مرتبہ ملک
محمد اقبال، راولپنڈی۔

ر۔ ک = رجوع کنید بآن۔

سینکاس = فرہنگ فارسی بہ انگریزی، طبع لاہور ۱۹۸۱ء۔

سجادی = فرہنگ لغات و اصطلاحات و تعبیرات عرفانی از جعفر سجادی،
تہران ۱۳۵۴ ش۔

سردلبران = سردلبران [اصطلاحات تصوف] از سید محمد ذوقی کراچی ۱۴۰۰ھ

نوٹ : اس فہرست میں شامل بعض کتابوں کی تفصیل " ماخذ مقدمہ و حواشی " میں
ملاحظہ کریں۔

شرح منازل = شرح منازل السائرین از عبد الرزاق کاشانی، تہران ۱۳۱۵ ش
 صراح = صراح از جمال القرشی (لغت عربی بخاری)، نوکلشور، کلمنو، ۱۸۹۸ء

کاشانی = اصطلاحات الصوفیہ مرتبہ سپرنگر، لاہور ۱۹۷۴ء
 کشاف تھانوی = کشاف الاصطلاحات الفنون از محمد علی تھانوی، بیروت، خیاط، ۱۹۶۶ء

لسان العرب = لسان العرب از ابن منظور، مکتبہ اصطلاحات علمیہ از مجلس محققین، بیروت - [اس کی جلد چہارم بطور مکتبہ ہے یہ جلد اصطلاحات کی ایک دائرۃ المعارف ہے]۔

متن = بعض ایسے الفاظ جن کے معانی مروجہ کتب اصطلاحات میں نہیں مل سکے۔ ہم نے مقامات مظہری کے "متن سے ان کا مفہوم اخذ کیا ہے۔"

مکتوبات = مکتوبات امام ربانی مجددی الف مانی مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، طبع عکسی، استانبول ۱۹۷۷ء

فتہی = فتہی الارب (لغت عربی بخاری) از عبد الرحیم صفی پوری، چار جلد، لاہور ۱۹۲۵ء

نفاٹس = نفاٹس الفنون فی عرایس المیون از حسن الدین آملی، ترتیب و تخصیص بہروز ثروتیان، تبریز ۱۹۷۴ء

فرہنگ اصطلاحات

الف

- آدمی المشرب - تجلی فعلی (ر - ک بآن) اور فائے قلب کا عمل - اس لطیف کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے -
(مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)
- ابراہیمی المشرب - اس میں سالک اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے - اس حالت کو تجلی صفات کہتے ہیں -
اس لطیف کی ولایت زیر قدم حضرت ابراہیم ہے -
(مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)
- اتصال بے کیف - محبوب اور محب کے وصال اور فائے محب کے بعد مشاہدہ -
یہاں اتصال شہودی مراد ہے -
(شرح منازل السائرین ۲۰۶)
- اہبات غیریت - نفی حق و اہبات غیر -
(رسالہ قدسیہ ، طبع ملک اقبال ۱۴۹)
- اثر - اسماء و صفات کے جمال و کمال کے مظاہر -
(سر دلبر ال ۴۲)
- احدیت صرف - مرتبہ لا تعین ، مرتبہ سلب صفات ، خالص ذات وجود بحت ،
اول لا نہایت ، آخر لا بدایت -
(سجادئی : فرہنگ لغات و تعبیرات عرفانی ۱۷)
- سر دلبر ال ۲۰۰ ، ۲۴۹ ، ۳۴۷ ، ۳۴۹)

- احسان - وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسماء و صفات کے آثار دیکھتا ہے۔ (سر دلبراں ۴۲)
- احوال تازہ - مواہب کا لفظ بندے پر رب کی طرف سے یا بہ جزائے اعمال نیک بہ سبب تزکیہ نفس و تصفیہ قلب یا محض اقتنان۔
- اذواق - وہ حالت جو کلام محبوب سن کر طالب میں پیدا ہوتی ہے۔ مشاہدہ حق کا پہلا اثر ذوق ہے۔ صوفیہ نے درجہ اول کے شود کو ذوق کا نام دیا ہے۔
- (سر دلبران ۱۴۰، مجادی ۲۲۲)
- ارباب کشف - وہ اصحاب جو مشاہدہ حق اور اس کی تجلی میں تکرار نہیں کرتے۔ (مجادی ۲۲)
- ارباب جہل - طالبوں کی وہ قسم جو طلب میں مردہ دل اور ادراک حقائق سے ماری ہو۔ (ر۔ ک جہل)
- استغراق - ذکر حق میں حصول فنا کا نام۔ (مجادی ۳۷-۳۸)
- استہلاک - ہر وقت مشاہدہ جمال الہی میں ڈوبے رہنا، اپنی ذات کو ذات حق میں مہلک پانا۔ (لسان العرب ۸۲۱/۳)
- (ر۔ ک غیب)
- استیلائی غیب - وحدانیت کا علم مع اقسام توحید۔
- (مجادی ۱۴۱، لسان العرب ۸۸۹/۳)
- اسماء و صفات - اسم اس لفظ کو کہتے ہیں، جس سے حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا جائے اور وہ اشارہ اس کی ذات سے ہو یا صفت سے۔ (مجادی ۴۱-سر دلبراں ۴۷)
- اسماع نفس - ذکر قلبی مع ذکر لسانی کی قسم اول یعنی ذکر خفی۔
- اسم الباطن - بطون حق کو اسم الباطن کہتے ہیں، از اسم ذات۔
- (مجادی ۴۱)
- اسم صغیر - انسان کا خلق اور امر کا جامع ہو کر اسم کا مستحق ہونا۔
- اسم الظاہر - ظہور حق کو اسم الظاہر سے تعبیر کرتے ہیں۔
- (از اسم ذات)

- اشراف خواطر - دلوں کے بھید جاننا ، کشف قلوب - (سجادی ۲۹)
- اصطفا - ایک مقام سے دفعتاً دوسرے مقام پر کاڑ ہونا ، منتخب کر لینا - (سجادی ۴۷)
- احمال - فنا ہونا ، نیستی ، وارفتگی - (لسان العرب ۵۴۶/۲)
- احدام - اعیانِ مجانبہ جو علم حق تعالیٰ میں تو موجود ہیں لیکن غارِ جاہِ محدود ہیں -

- (سر دلبراں ۲۵۳ ، سینگاس ، فارسی ۷۴)
- احدام اضافیہ - جن پر آثار و احکام کا تحقق ہو - جو فیضانِ وجود کے بعد وجود کا صالح ہو - (ایمیری ۱۹۹) -
- اعیانِ مجانبہ فی العلم - حقائقِ ممکنات جو علم حق تعالیٰ میں ہیں -
- (قول سید شریف - دستور ۱۳۸/۱)
- اعیانِ غارجیہ - موجوداتِ ذہنی کے مقابلے میں موجوداتِ غارجی مراد ہیں اور صورِ علمیہ جو کہ اعیانِ مجانبہ ہیں ر - ک اعیانِ مجانبہ (فرہنگ معارف اسلامی از سجادی ۲۵۰)
- الحاضہ کمالات - متابعت کا ایک درجہ جو صرف محبت سے متعلق ہے -
- الحاقہ - حالتِ صحو -
- الحاقہ - وارداتِ ربانی سے عبارت ہے - (سجادی ۵۶)
- امراتزاعی - وجودِ معنی کون اور حصول بھی ہے جسے امراتزاعی کہتے ہیں -

- (دستور ۱۶۳/۱ - ۱۷۷ - سر دلبراں ۷۶)
- امکان - موصوف کے لیے کسی صفت کی نسبت کا غیر ضروری ہونا - (ایمیری ۵۹ - ۶۰ ، دستور ۱۶۳/۱)
- انا - اشارہ ہے مرتبہ وحدت اور حقیقتِ محمدی کی طرف کہ برزخ اور جامع ہے - اس کو علمِ مجمل اور تعینِ اول بھی کہتے ہیں - (سر دلبراں ۷۸)
- انا الشمس - صوفی کی نظر اپنی جہت اور اپنے انوارِ مستعار پر پڑے تو وہ انا الشمس کا دعویٰ کرتا ہے -

- انوار جمعیت - ہمت کو مجتمع کرنا اور اپنی توجہ سونے حق کرنے سے
جو انوار حاصل ہوں (سجادی ۱۵۷ء، ۷۱)
- اول الاوائل - مضموناً لاہوت ہی اول الاوائل ہے۔ (حقیقت)
- اولیائے عزت - ایسے افراد جنہوں نے انتظام از ماسوا کر لیا ہو۔
- اولیائے مستور (سر دلبراں ۱۷۳)
- اولیائے عشرت - اولیائے ظاہر - حالت شور میں لذت حق حاصل ہونا۔
- اوتاد (سر دلبراں ۱۷۳، ۲۵۴)
- رجال اللہ کی بارہ اقسام میں سے ایک قسم - اوتاد چار ہوتے ہیں۔ (سر دلبراں ۱۷۵)

- بازگشت - طالب ہوت ذکر اپنے دل میں یہ دعا کرے "الہی میرا
مقصود تو اور تیری رضا ہے ... "مشائخ نقشبندیہ کی شرائط
میں سے پہلی شرط ہے۔
(رسالہ قدسیہ، طبع عراقی)
- باطن وجود - "ہر چیز کا وجود صم میں ثابت ہے" - اس مرتبہ کو صوفیہ
کی اصطلاح میں باطن وجود کہتے ہیں۔
- بط - واردات قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور کھل جانے کو
بط کہتے ہیں۔ (نفاث ۲۱۹)
- بسیط حقیقی - وجود خداوندی۔ (انجیری ۷۷، دستور ۴۴۸/۱)
- بعد الجمع - نفس کو حقیقت فنا ملنے کے بعد اسے دعوت و ارشاد کا حق
مل جاتا ہے اس مقام کو بعد الجمع کہتے ہیں۔

- بے خطرگی - خطرہ، ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔
بے خطرگی ایسا مقام ہے جب طالب کو نفس مطمئنہ
حاصل ہو جائے تو وہ ان خطرات شیطانی سے محفوظ ہو جاتا
ہے۔ (سر دلبراں ۱۵۶، سجادی ۱۹۴، دعاغیات ۹۰)

- بے عودی - مرملہ فنا - حالت سکر - (سجادی ۱۵۸)
- بے رنگی - وحدانیت کا مہر (متن)
- بیعت مع اقسام - اپنی جان و مال کو خدا یعنی مالک حقیقی کے حوالے کر دینا - احکام شرع کی پیروی کے لیے کسی رہنما کے ساتھ پابندی احکام کا عہد کرنا - اس کی اقسام کا متن میں ذکر کیا گیا ہے -

ت

- تجلی - ذات و اسماء و صفات و افعال الہی کا کسی پر پڑنے کا نام تجلی ہے - اس کی بہت سی اقسام ہیں -

(نفاث ۶۴)

- تجلی افعال - اللہ تعالیٰ صفات افعالی اور صفات ربوبیت سے سالک پر ظاہر ہوتا ہے - تجلی افعالی کے وقت بندہ افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا -

- تجلی ذات - جب ذات کی تجلی سالک پر ہوتی ہے تو سالک کافی مطلق ہو کر اپنے علم و شعور سے بے تعلق ہو جاتا ہے ، تجلی ذاتی میں اس فنایت عہد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں -

- تجلی ذات بحت - بحت کہتے ہیں غاص کو تجلی ذات (ر - ک باں) کی تعریف کے پیش نظر اسے فنایت حاصل کہہ سکتے ہیں -

- تجلی صفاتی - اس میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے -

- تجلی صوری - رویت الہی -
- تجلی فعلی - اس میں سالک صفات فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو متجلی پاتا ہے - اس میں بندے سے قول و فعل و ارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کو دیکھتا ہے -

(سجادی ۱۱۸، نفائس ۶۴، اممیری ۸۶)

تنزلات

- وجود نے مرتبہ وراء الراء سے جن منازل سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں گھٹن آرائی کی انہیں تنزلات سے موسوم کرتے ہیں۔ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے ہیں۔ (سر دلبراں ۲۴۲، اممیری ۱۰۴) مقامات مظہری میں کئی مقامات پر تنزل وجوبی، روحی، مثالی اور جسدی استعمال ہوا ہے۔

تنزیہ

- ذات حق تعالیٰ کا صفات نفی یا صفات ممکنات سے پاک و منزہ ہونا۔ (اممیری ۱۰۴، سجادی ۱۳۶)

تعدد و تکثر

- دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو "شیونات"۔

تصین

- حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔

(سر دلبراں ۱۲۰، سجادی ۱۳۰، نفائس ۴۲، دستور ۲۲۵/۱)

تصین امر

- وہ عالم ہو کہ جو ہر امر سے دفعتاً بے مادہ و مدت کے موجود ہو گیا، عالم امر ہے۔ (سر دلبراں ۲۵۱)۔

تمکین و حیات

- وہ مقام ہے جس میں مالک مظلوم الحال نہیں ہوتا، تلوین کا متضاد ہے۔ (نفائس ۷۹)۔

توجہ

- تمام ماسوئی اللہ سے روگردان ہو کر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔ (سر دلبراں ۱۲۲، سجادی ۱۳۱)

ج

جمیعت قلبی

- ہمت کو مجتمع کر کے اپنی توجہ سونے حق کرنا اور دل کو ماسوئی سے کندن کرنا۔ (سجادی ۱۵۷)

جمل

- "مرگ دل" کو صوفی کنایتاً جمل سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواہ سالک نے ساہا سال تک علم حاصل کیا ہو۔ (سجادی

(۱۴۱، اممیری ۱۱۷)

خاص لحاظ میں "طلبہ احوال" سے اتفاق ہوتا ہے۔ خصوصاً
 ناز کے اوقات میں ایسی حالت کو جو غیر استقراری ہو،
 حقیقت حال کہتے ہیں۔ (متن)

خ

ملت دوستی ' مراد ہے حق تعالیٰ کا بندہ کا دوست بننا، خصوصاً
 حضرت ابراہیم طلیل اللہ کی طرف اشارہ۔ (مکتوبات حضرت
 مجدد میں کئی مقامات پر تشریح)
 خیر محض - علامہ وجود کو "خیر محض" تصور کرتے ہیں۔ اور وہ وجود
 صوفیہ کے نزدیک ذات مطلق اور مقام جمع الجمع احدیت
 مطلقہ ہے۔ (سجادی)

ان دوائر کی تفصیل سے صوفیہ کی کتابیں بصری
 پڑی ہیں۔

ملاحظہ ہو: سر دلبر الہاں ۳۰۰

دائرہ صفات کبریٰ
 دائرہ قلل و ولایت صغریٰ
 دائرہ قلل اسماء و صفات
 دائرہ ولایت
 دائرہ ولایت علیہ
 دائمی حضور
 دائمی حضوری

ر - ک حضور - حضور میں دوام حاصل ہونا۔
 ایضاً۔

ذ

ذکر - یاد الہی میں مبینغ غیر اللہ کو دل سے فراموش
 کر کے حضور قرب کے ساتھ قرب و معیت حق تعالیٰ کا
 انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ صوفیہ
 نے اس کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں۔ (ر - ک مکتوب
 حضرت مظہر نمبر ۱۱ شامل مقامات مظہری)
 چنانچہ ذکر خفی، ذکر جلی، ذکر رابطہ، ذکر قلبی، ذکر لسانی

کے معانی اس کتاب میں متعدد مرتبہ بیان ہوئے ہیں۔

رابطہ کلیت

صوفیہ اضافی موجودات کو ظل قرار دیتے ہیں۔ یہ اضافی موجودات اعیان ممکنہ ہیں۔ جو درحقیقت معدومات ہیں۔ لیکن وجود حقیقی کے نور اور فیضان کے طفیل ان کی کلیت حد میت، قلی وجود اختیار کر گئی ہے۔
(دستور ۲/۲۸۷، ۱۰ جمیری ۱۹۲)

ربودگی

شیفگی۔ (متن)
محبت خدا میں کسی حالت میں بھی فرق نہ ڈالنا، غوشی، غم اور تکلیف میں رہنے والی پر شاکر رہنا۔ (متن۔ سردلبرائیں ۱۷۸)

رویت

کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا نہ کہ بصیرت سے معلوم کرنا۔
رویت حق و لقاء خدا۔

(نفاۃ ۱۳۶، سجاد ۲۳۹)

رویت الہی

ر۔ ک تجلی صوری۔

زوال صین

صین سے مراد صین ثابت ہے جو کہ عالم کے اس آئینہ کو کہتے ہیں جو علم حق تعالیٰ میں قبل تخلیق عالم موجود تھا اور اب بھی ہے۔ اسے مقام واحدیت بھی کہتے ہیں۔
(سجاد ۳۴۷، نفاۃ ۲۰۵)

س

بے خودی، تطل عقل جو مشاہدہ جمال مشوق حقیقی کا نتیجہ ہو۔ یہ وہ حالت ہے جو فیض سے تقویت پاتی ہے۔

(سر دلبراں ۱۹۸، نفائس ۱۶۰، سجادى ۲۶۷)

- سیر علمی - سیر کا مطلب ہے سالک کا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک فعل سے دوسرے فعل، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا۔ (متن مکتوب ۴) ر۔ ک۔ علم۔

ش

- شرط محاذات - مقامات سلوک کے لیے مرحلہ کی موجودگی لازم ہے۔ (متن)
- شود - رویت حق بحق شہود - حق تعالیٰ کا اس طرح مشاہدہ کہ سالک مراتب تعینات عبور کر کے توحید عیانی کے مقام میں پہنچ جائے۔ غیریت کو دور کرے۔ (سر دلبراں ۲۳۷، مکتوبات حضرت مجدد نفائس ۱۷۶)
- شود یہ - نظریہ وحدت الہود (ر۔ ک۔ بآن) کو ماننے والے۔
- شیونات - مرتبہ علم میں تعینات وجود حق - شیونات الہی خاص ذات الہی کی قسم ہیں۔ اور صفات الہی ان شیونات کی فرع ہیں۔۔۔۔

(معارف لدنیہ از حضرت مجدد)

ص

- صانع - افعال الہی کے مراتب میں سے تیسرا مرتبہ صفت ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اسم صانع۔ بندے اور خدا کے درمیان مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ جب بندہ کوئی چیز بنانے کا تو اسے خالق نہیں کہا جائے گا بلکہ صانع ہو گا۔

(سر دلبراں ۶۲)

وجود منصب - (ر۔ ک۔ بآن)

- صادر اول - سکھ (ر۔ ک۔ بآن) کا متفاد ہے۔ عارف کا غیبت سے احساس

کی جانب واپس آنا۔

پاکیزگی ، خلوص ، دل کو خطرات اغیار سے پاک کرنا ۔

صفا

(سر دلبر ال ۱۳۹)

واجب تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں : اول صفت سلبی ۔ دوم

صفت ثبوتی حقیقی محض ۔ سوم صفت حقیقی مضاف ۔

چہارم صفت اضافی محض ۔ صفت سلبی جیسے کہ اللہ

بشر نہیں ، شجر نہیں جسم نہیں ۔ صفت ثبوتی حقیقی محض ،

جیسے واجب تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے پائندہ ہے ذات کا عالم

ہے ۔ صفت حقیقی مضاف جیسے ہذا موجودات کی پیدائش

پر قادر ہے ۔ صفت اضافی محض ، مانند وصف علیت جو

معلولیت کے مقابل ہے ۔ اللہ پر اطلاق ہوتا ہے ۔ صفت

اصطلاح میں ظہور ذات حق کو کہتے ہیں ۔ (صوفیہ کے ہاں

صفت کی مختلف اقسام ہیں ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ،

سجادۃ ۲۰۵ ، نفائس ۱۸۱ ، سر دلبر ال ۱۱۳)

اسماء الہی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں ، انہیں مظاہر

اسماء کہتے ہیں ۔ وہ صورتیں جن میں اسمائے الہی علم الہی

میں ظاہر ہوتے ہیں ، اعیان ہماۃ اور صور علمی کے نام

سے موسوم ہیں ۔ (سر دلبر ال ۵۱)

صفت حقیقہ

صفت سلبیہ

صفت مرئیہ

صور علمیہ

ط

سلاسل تصوف میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی وہ شاخ جس کو

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ترقی دی اور

انہی کے نام سے طریقہ یا سلسلہ احمدیہ کہلاتا ہے اسے سلسلہ

مجددیہ بھی کہتے ہیں ۔ (متن)

ادنیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا ۔ (صراح)

مالک کے قلب و نفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون و قرار

پانا ۔ (سر دلبر ال ۲۴۵)

طریقہ احمدیہ

ظفرہ

طمائیت

(سجادی ۳۲۷)

- عالم مثال - یہ عالم برزخ ہے - درمیان عالم ملکوت اور عالم ناسوت کے -
اس کا نام عالم مثال اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ عالم
جسمانی کی صورتوں پر مشتمل ہے -

(سجادی ۳۲۸)

- عبودیت - ثروج از اختیار - عبودیت کی نہایت حریت ہے -

(سجادی ۳۲۹)

- عدم - معدوم ، ناپید ، سلب محض ، نفی محض -

(امیری ۱۹۸)

- عدم اضافی - یہ وجود کی ضد نہیں ہے - (سجادی ۳۳۰)

- عدم القدرت - مجز - ر - ک عدم -

- عدم العلم - جمل - ر - ک عدم -

- عدم محض - وجود کا تنقیض ہے - جیسے کہ شریک باری تعالیٰ -

(تن)

- عروج - اجسام سے احدیت تک پہنچنا - مالک اپنے جسم کو محو

کر کے عالم مثال میں اور عالم مثال کو گم کرنے کے بعد

عالم ارواح میں ، اسی طرح عالم اعیان میں اور وہاں سے

وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں -

(سر دلہراں ۲۰۰ - ۲۰۱)

- علم - کسی چیز کو کماحقہ جاننا ، حیات جس طرح ذات کے اقرب

اوصاف میں سے ہے - صوفیہ نے اس کی (باطنی علوم)

بہت سی اقسام بتائی ہیں - ان میں سے بعض قسموں پر

حضرت مظہر نے اپنے مکتوب (نمبر ۴ شامل مقامات مظہری)

میں بحث کی ہے - جیسے علم حصولی ، علم حضوری ، علم

ازلی وغیرہ -

- صوفیہ نے چار عناصر کو "چهار نفس" سے تشبیہ دی ہے -

عناصر اربعہ

یعنی آتش کو نفس امارہ ، ہوا کو نفس لوامہ ، پانی کو نفس

- ملہ اور خاک کو نفس مطمئنہ سے - (سجادی)
- عیسوی المشرب - لطیفہ طیفی کا شغل جس کی ولایت حضرت عیسیٰ کے زیر قدم ہے اس لطیفہ کا سالک عیسوی المشرب ہو گا -
- (مکتوب حضرت مظهر نمبر ۲۴ شامل مقامات نظری)
- عین - ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد 'ہستی حق میں گم ہونا' سالک کا ذات حق میں محو ہو جانا - (سجادی)
- عنیت و اتحاد - وصال پانا 'مقام بقا میں پہنچنا' - (ر - ک عین)

غ

- ظلمہ - وہ حالت مغلوبی جس میں سالک کے لیے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو -
- (سر دلبر ال ۲۴۱ 'سجادی ۳۵۰)
- غیبت - اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقام کثرت کو اور کبھی اللہ سے محبوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غیبت کہتے ہیں -
- (سجادی ۳۵۲)
- غیرت - شرم کرنا - یہ دو طرح سے ہے ایک خلق سے اور دوسری حق سے -
- (سجادی ۲۵۳ 'سر دلبر ال ۲۶۵ '۲۴۳)
- غیرت از خلق - سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کرے - (سر دلبر ال ۲۴۳)

ف

- فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں - ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے - اس کے کئی مدارج بیان کیے گئے ہیں -

- فنائے افعالی - اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعال حق میں فنا کر دینا - اسی طرح دیگر اقسام فنائے صفاتی ' فنائے ذاتی ' فنائے قلب (ر - ک بہ قلب) فنا و بقا - (ر - ک بہ بقا - سر دلبراں ۲۷۷ ' سجادى ۳۶۶ ' نفائس ۲۱۶)

ق

- قبض - واردات قلبی کے بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں -
(نیزر - ک بہ بط)
- قلب - قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح اور نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے -
(سر دلبراں ' سجادى نے اس سے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ' ص ۳۸۰ - ۳۸۲)
- قلب صوبری - گوشت کا لوتھڑا ' صوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے اس کا نور زرد ہے سرسوں کے پھل جیسا - (متن)
- قناعت - ملاقات طبع کے معدوم ہونے کی صورت میں سکون قلب کا ہونا - (سر دلبراں ۲۸۳ ' سجادى ۳۸۳)

ک

- کثرت تلی - مخلوقات اور کثرت ظہور اسماء -
- کسب - بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کے تعلق سے عبارت ہے جس کے کرنے کی اسے قدرت حاصل ہے - اس میں عموماً کسب خیر اور کسب شر کی انواع کے ساتھ استعمال کرتے ہیں - (سجادى ۳۹۰)
- کشف - امور غیبی اور معانی حقیقی پر سے مجاہبات (ر - ک بآن) کا اٹھنا اور حقیقت ورائے مجاہد پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے - اس کی دو اقسام ہیں کشف صوری اور کشف

معنوی - (سجادی ۳۹۰، سر دلبر ال)

کشف صوری میں وہ معاملت جو خواب میں پیش آتے ہیں وہ بیداری میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ کشف صوری کی وہ قسم جس سے مغیبات دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔ اسے کشف کوئی کہتے ہیں۔ (رک بہ کشف)

کشف کوئی

صفات اور آثار مادہ سے منزہ ہونے کا نام کمال ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اول کمال ذاتی جس کا تعلق ظہور حق تعالیٰ سے ہے۔ دوم کمال اسائی ظہور حق کا بنفس خود اور شہود ذات خود سے تعلق ہے۔ (کشاف تھانوی، سجادی)۔ چنانچہ صوفیہ کے ہاں کمالات النبیہ، کمالات اولوالعزم، کمالات ثلاثہ وغیرہ کا استعمال اسی ضمن میں آیا ہے۔

کمال

ل

جسم انسانی کے مختلف مواضع جن پر فیوض و انوار و برکات الہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس کی صوفیہ نے عموماً چھ اقسام گنوائی ہیں لیکن حضرات مجددیہ نے بتایا ہے کہ انسان دس طائف سے مرکب ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، مکتوب حضرت

طائف

منظر نمبر ۲۲ شامل مقامات مظہری)

اشارہ دقیق جو بآسانی سمجھ نہ آ سکے۔ مختلف واردات کا نزول اس کی مختلف اقسام جیسے لطیفہ، دماغی، لطیفہ روح، سر، عفی، افعی، نفس، سر کی تشریحات مذکورہ بالا مکتوب میں درج ہیں۔ (ر۔ ک طائف)

لطیفہ

م

جانے ظہور، سالک کی ابتداء چونکہ اسانے کھی کوئی (ر۔ ک

مبداء

بائن (ک) راہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اسے مبداء کہتے ہیں صوفیہ نے مبداء و معاد کے موضوع پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔ چنانچہ مقامات مظہری میں مبداء فیاض اور مبداء المبادی کا استعمال بھی ہوا ہے۔

محمدی المشرب (ر۔ ک بائن) کا شغل جس کی ولایت حضرت نبی اکرم الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اس لیے ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ ک مکتوب نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

محویت کا وہ مقام محویت کہلاتا ہے جہاں پہنچ کر کشف و کرامات بند ہو جاتے ہیں اور لذت حضوری سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ (سر دلبراں)

مرآت علم الہی کو کہتے ہیں۔
مرآت کوئی وجود (ر۔ ک بائن) مضاف وحدانی سے عبارت ہے، کیوں کہ تمام اکوان، اوصاف، مظاہر اور احکام کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔ (سجادی ۴۲۳)

مرآت الوجود تعینات شیون (ر۔ ک بائن) باطنی سے عبارت ہے۔
(ر۔ ک بہ وجود)

مراقبہ دل کی ماسویٰ سے نگہبانی، مراقبہ، لفظ ترقب سے لیا گیا ہے جس کے معنی انتظار کے ہیں۔ یعنی انتظار فیض الہی۔
مراقبہ میں دو شرائط ہیں: اول ملاحظہ ذات احدیت، دوم اپنا دل۔

(شام غلام علی: ملفوظات شریف، ص ۴۳، سجادی ۴۲۴)

مرتبہ جس پر احیاء کا ترتیب ہو سکے۔
مراتب جمع مرتبہ کی۔

مرج البحرین یلتقیان (ر۔ ک بائن) اور امکان کے دونوں دریا ملتے ہیں۔
مگر یہ برزخ ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔

- مستی - حیرت اور ولولہ جو سالک صاحب شود کو جمال دوست میں پیدا ہو - (سر دلبرال ۳۰۵ 'سجادی ۴۳۲)
- مضہود - ر - ک بہ شود -
- مصنوع - ر - ک بہ صانع -
- مقام رضا - ر - ک بہ رضا -
- مقام - جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملک واضح ہو جائے تو اسے مقام کہتے ہیں - (سجادی ۴۴۴)
- ملک - اعمال کا محنت ہونا، نیک اعمال کا عادی ہونا -
- (سر دلبرال ۳۰۷)
- ملک، حضوری - ر - ک بہ حضور اور حضوری -
- مواجید - وہ حالات جو صوفیہ پر بطریق کشف و وجد ظاہر ہوں -
- (سجادی ۴۵۵)
- موسیٰ المشرب - لطیفہ سر کا شغل - جس کی ولایت زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے اس لیے ایسے سالک کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں -
- (ر - ک مکتوب حضرت عظیم نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

ن

- نسبت - وہ تعلق جو خدا اور بندہ کے درمیان ہوتا ہے - صوفیہ نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں - چنانچہ نسبت بقائی، نسبت محاذات اور نسبت فنا کی تفصیلات حضرت مظہر کے مکتوب نمبر ۳ (شامل مقامات مظہری) میں ملاحظہ کریں -
- نفس - بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں - (سر دلبرال ۳۲۳ 'سجادی ۴۲۷)
- نفس امارہ - جب نفس حیوانی کا قوت روحانی پر غلبہ ہو جائے تو اسے نفس امارہ کہتے ہیں -
- (سر دلبرال 'سجادی' مقامات مذکور)

نفس الامر - بعض صوفیہ کے نزدیک عقل اول یہی ہے - (سجادی) محل
اعیان حابۃ (ر - ک بآن) اور صور علیہ (ر - ک بآن) سے
بھی اس کی تعبیر کی گئی ہے -

نفس مطمئنہ - نفس کا خود کو برے اعمال پر ملامت کرتے رہنا کے عمل
کو نفس لواہ کہتے ہیں - جب قلبی انوار نفس میں قوت
میوانی پر غالب آ جاتے ہیں تو اس سے نفس کو اطمینان
حاصل ہوتا ہے جسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے - (سجادی
(۴۴۱)

نفسی واجبات - توحید کی دو جہتیں ہیں - نفی اور اثبات - کلمہ طیبہ ان کا
مرکب ہے - نفی سے ذات باری تعالیٰ ان اوصاف ناقص
سے منزہ ہے ، انہی اوصاف ناقصہ سے اس کی نفی کی جاتی
ہے - اور ان اسمائے حسنہ سے جن کو اس نے خود اپنی
شمال میں بیان کیا ہے اس کا اثبات کیا جاتا ہے - لیکن
حقیقت حد اوحد تعالیٰ نفی اور اثبات دونوں سے منزہ ہے -
(سر دلبر ال ۳۲۴ ، سجادی ۴۴۱)

نورانی عقل - جو بلا واسطہ مفقود پر دلالت کرے -
(نیز ر - ک بہ ثلثانی عقل)

نور منبسط - وہ نور جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو - (من)
نیستی کے مقابلہ میں ہستی ، ہستی کی تعبیر تحقق اور یافت
سے کی جاتی ہے - کیوں کہ ہستی ہی پائی جاتی ہے ، نیستی
کے لیے نہ یافت ہے نہ تحقق -

(سجادی ۴۴۵)

واردات - قسم معانی میں سے جو چیز بلا کوشش دل پر صادر ہو ، خواطر
محمودہ - وہ بات جو بندہ خیر آواز کے ہی سمجھ جائے -
(واحد ، وارد ، سر دلبر ال ۳۲۱)

وجوب - ذات واجب تعالیٰ کا اپنے وجود کا مقتضی ہونا - کبھی وجوب سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں -

(سر دلبرائ ۳۵۳)

وجود - ہستی 'ذات بحت (ر - ک - بآن) ہستی مطلق 'واحدیت' ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں - صوفیہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس اصطلاح کی تعبیرات کی ہیں -

(سر دلبرائ ۳۳۱ 'سجادی ۴۸۱)

وجود منبسط عام - یہ ظل و سایہ وجود ہے - رحمت واسعہ حق وجود خارجی اور وجود ذہنی ظل اسی سایہ کا ظل ہیں -

(سجادی ۴۸۲ بحوالہ شرح فصوص داؤد قیصری)

وجود خارجی - احکام ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں اسم نور سے ظاہر ہوئے - اس لیے اس ظہور کو وجود اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں -

(انجمیری ۲۸۳ 'سر دلبرائ ۳۳۱)

وحدت الوجود - ر - ک بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۳ (شامل مقامات مظہری) -

وحدت الشہود - ر - ک بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ (شامل مقامات مظہری)

وصل - محبوب سے ملنا جو ہجر کے بعد کی لذت ہے - وداع اور وصل صوفیہ کے نزدیک دونوں ہی لذت ہیں -

(سجادی ۴۸۴ 'سر دلبرائ ۳۳۴)

وقوف قلبی - ذا کر کا حق تعالیٰ سے واہم و آگاہ رہنا -

(دستور ۳/۳۴۳ 'سجادی ۴۹۲)

ولایت - وہ مقام ہے جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکان طریقت کو مقامات قرب تک پہنچایا جاتا ہے - ولایت کی مختلف اقسام

کے لیے ملاحظہ ہو :

(سردلبرائ ۳۱۶ - ۳۱۷)

- ولایت علیا - ملائکہ کی ولایت -
 ولایت صغریٰ - جب ذکر کثیر اتہا کو پہنچتا ہے تو ولایت صغریٰ یعنی وحدت الوجود کی ابتداء ہوتی ہے -

(معیار السلوک ۱۰۸)

اس ولایت کا مقام لطیفہ قلب ہے -

(سردلبرائ ۳۱۸)

- ولایت کبریٰ - سالک کا انانیت کبریٰ میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنا ہی ولایت کبریٰ ہے -

۵

- ہبا - تنزلات وجود (ر - ک بان) کا وہ مرتبہ جس میں اجسام عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے - یہ مرتبہ عینی نہیں بلکہ عتقا ہے - یہ عقل اول کے بعد چوتھا مرتبہ ہے - (سردلبرائ ۳۳۶، ۳۳۷)
 (سجاد ۴۸۵)

- ہجوم - کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا - اس میں کوشش کو دخل نہیں ہوتا - (سردلبرائ ۳۳۶)

مآخذ

(مقدمه و حواشی)

www.kitabgnaar.org

www.kitabghar.org

ماخذ

(مقدمہ و حواشی)

مخطوطات :

- ۱۔ امام بخش لاہوری : مراۃ المفوریہ [در حالات مشائخ پنجاب خصوصاً رجال نوشاہیہ] بسال ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۷ء ، رونوگراف ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی ، ساہن پال ، گجرات ۔
- ۲۔ امام الدین کھوگی : مقامات طیبین [بسال ۱۳۰۸ھ] ، مخزنہ کتب خانہ خانقاہ مولانا غلام نبی لہی ، لہہ شریف ، ضلع بہلم - [دور حاضر میں اس نادر مخطوطہ سے پہلی مرتبہ استفادہ کیا گیا ہے] ۔
- ۳۔ امام الدین رامپوری : مجمع الکرامات (در حالات شاہ درگاہی) قلمی ، مملوکہ محمد اقبال مجددی - لاہور
- ۴۔ منہا اللہ پانی پتی ، قاضی : رسالہ در احوال اولاد حضرت مجدد الف ثانی ، مخزنہ کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سمیدیہ ، موسیٰ زئی شریف ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۔
- ۵۔ جامی ، مولانا عبدالرحمن : مراتب ستہ ، مخزنہ کتب خانہ مولوی شمس الدین مرحوم ، تاجر کتب نادریہ ، لاہور ۔
- ۶۔ شرافت ، شریف احمد نوشاہی : شریف التواریخ ، جلد سوم ، حصہ دوم و چہارم ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی (مؤلف خود) ۔
- ۷۔ ایضاً : تاریخ عباسی - مملوکہ مؤلف خود سید شرافت ۔
- ۸۔ ایضاً : انوار السیادت فی آجاء السمعات (مملوکہ ایضاً) ۔
- ۹۔ ایضاً : سیادت ملویہ (مملوکہ ایضاً) ۔
- ۱۰۔ صداقت ، محمد ماہ کنجہای : ثواب المناقب ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی - نیز اورینٹل کالج میگزین (فروری ، مئی ، اگست ، ۱۹۶۰ء اور فروری ۱۹۶۱ء) میں باہتمام ڈاکٹر وحید قریشی اس کا کچھ حصہ طبع ہوا تھا ۔
- ۱۱۔ صفر احمد مصومی : مقامات مصومیہ [احوال حضرت خواجہ محمد مصوم سربندی] ، مرتبہ محمد اقبال مجددی ۔
- ۱۲۔ عبدالباقی ، میر : مآل اکمال [مسائل تصوف مع معارف حضرت مظہر] مخزنہ خانقاہ ، نسیم نور محل ، دیر (ریاست اوج) [سلسلہ شہریہ کی تاریخ میں اس ماخذ سے پہلی بار

استفادہ کیا گیا ہے۔

- ۱۳- عبید اللہ، خواجہ: زاد المعاد، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی (زیر طبع)
- ۱۴- غلام علی دہلوی، شاہ: احوال بزرگان (رسالہ در...) مملوکہ جناب جی معین الدین، لاہور۔
- ۱۵- غلام یحییٰ بہاری: کلمات الحق [رد نظریہ انطباق وحدت الوجود و الشہود] بسال ۱۱۸۴ھ۔
مخرونہ کتب خانہ خانقاہ احمدیہ مدنیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
- ۱۶- محمد امین بدیشی: المعاضد بین الانسان و الکعبہ، مخرونہ کتب خانہ اسلامیہ کالج، پشاور۔
- ۱۷- محمد ایوب محمادی: اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ [شمالی ہندوستان میں ۱۸۵۷ء تک] امتحانہ برائے حصول درجہ ڈاکٹری، کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۸۰ء۔
- ۱۸- محمد بن فضل اللہ برہانپوری: تحفہ مرشد، مخرونہ کتب خانہ مولوی شمس الدین مرحوم، تاجر کتب نادہ، لاہور۔
- ۱۹- محمد حسن جان مجددی سندھی: رسالہ در نفی رفع سبابہ، بخط مصنف، مخرونہ کتب خانہ مولانا محمد ہاشم جان مرحوم، ندو سائین داد، سندھ۔
- ۲۰- محمد صالح کنجاہی: سلسلۃ الاولیاء، بخط مصنف، مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد، گجرات، پاکستان۔
- ۲۱- محمد میر جان اہلی نقشبندی: حارر الشعراء، مخرونہ کتب خانہ انڈیا انس، نمبر ۱۰.3899، روناگراف، مملوکہ جناب مشتق خواجہ، کراچی۔
- ۲۲- موسیٰ خان دہ بیدی: نوادر المعارف، مملوکہ ملا حاجی عبدالغنی قندھاری، تاجر کتب قدحار، افغانستان [اس مافذ سے پہلی مرتبہ استفادہ کیا جا رہا ہے]۔
- ۲۳- نجم الدین بن محمد ہاشم غونبدی: فیوض (بمکمل فواخ العرفان)، قلمی ذخیرہ انجمن ترقی اردو، مخرونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی نمبر ۱ ق ف ۸۴۔
- ۲۴- نسیم اللہ بہرائچی: بشارات مطہریہ - برٹش میوزیم نمبر 220 or (مخطوطات فارسی) - مانیکروفلم، مملوکہ محمد اقبال مجددی۔
- ۲۵- ایضاً: رسالہ در احوال خود (مولوی نسیم اللہ بہرائچی)، مخرونہ کتب خانہ انڈیا انس، لندن - [سلسلہ مطہریہ کی تاریخ میں اس مافذ سے پہلی بار استفادہ کیا جا رہا ہے]۔
- ۲۶- وحدت سرہندی، عبداللہ: لطائف (رسالہ)، مضمونہ، بیاض مرزا عبدالقادر بیدل، مخرونہ برٹش میوزیم لندن، نمبر 23 - 12 - 16802، ff. B. M. Ms. Add. No.

مطبوعات عربی:

- ۲۷- آزاد بلگرامی، غلام علی: سبحة المرجان فی آثار ہندوستان، بمبئی ۱۳۰۳ھ۔

- ۲۸- ابن العربی، محی الدین (شیخ الاکبر) : رسائل ابن العربی، تحت ادارۃ دائرۃ المعارف
السیاحیہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۸ء، طبع جدید، دار احیاء التراث العربی، لبنان، بیروت۔
- ۲۹- احمد نگر، عبدالنبی : دستور العلماء (جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون) ۴ جلدیں،
بیروت، ۱۹۶۵ء۔
- ۳۰- بروکلمان، کارل : تاریخ الادب العربی، ترجمہ از عبدالکیم النجار و یعقوب بکر (محمد صہ)
قاہرہ، دار المعارف، ۱۹۶۸ء-۱۹۶۶ء۔
- ۳۱- بعدادی، اسامیل پاشا : ایضاح الکنون فی الذیل علی کشف الظنون مرتبہ محمد شرف الدین
یانتقیا، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، (طبع مکمل)۔
- ۳۲- ایضاً : برج المارین (اسماء الموفین و آثار المصنفین، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ۔
- ۳۳- البیرونی، ابوسعید محمد بن احمد : تحقیق مالمسند، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۷ء۔
- ۳۴- ثعلبی، امام : کتاب العرائس، مصر، ۱۳۱۵ھ۔
- ۳۵- منہا، اللہ پانی پتی، کاشی : تفسیر مہری، دہلی، اشاعت العلوم، دس جلدیں۔
- ۳۶- جامی، عبدالرحمن : شرح لصوص الحکم، فیروز پور، ۱۹۰۷ء۔
- ۳۷- حاجی غلیف، مصطفیٰ : کشف الظنون عن اسمی اکتب و الفنون - مرتبہ محمد شرف الدین
یانتقیا، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، (طبع مکمل از ترکی ایڈیشن)۔
- ۳۸- زہلول، محمد سمیع : موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، بیروت، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۹- ذہبی، خمس الدین محمد : سیر اعلام النبلاء، مرتبہ شیب الارنؤوط، بیروت، ۱۹۸۱ء۔
- (۲۵ جلد)
- ۴۰- سرکیس، یوسف یان : معجم المطبوعات العربیہ و العربیہ - مصر، ۱۹۲۸ء، (طبع جدید،
بغداد، مکتبۃ المثنیٰ)۔
- ۴۱- السطی، عبدالرحمن : طبقات الصوفیہ، مرتبہ نور الدین شریہ، مصر، ۱۹۵۳ء۔
- ۴۲- سروردی، شہاب الدین : محارف المعارف - مطبوعہ برعاشیہ احیاء العلوم، مصر،
۱۳۵۲ھ۔
- ۴۳- سیوطی، امام جلال الدین : شرح الصدور، مصر، ۱۹۶۰ء۔
- ۴۴- ایضاً : تاریخ الخلفاء، طبع کراچی، نور محمد، تاجر کتب، ۱۹۵۹ء۔
- ۴۵- حامی، علامہ : سل الحسام ہندی نصرة مولانا غلام الشیخندہ، مشمولہ رسائل ابن عابدین،
لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء۔
- ۴۶- عبدالحی حسنی : التعلیقات الاسلامیہ فی الهند، دمشق، مجمع السطی، ۱۹۵۸ء۔
- ۴۷- ایضاً : ترجمہ بخواطر ۸ جلد، حیدر آباد دکن، دائرۃ المعارف عثمانیہ، ۱۹۶۲ء-۱۹۶۰ء۔
- ۴۸- عبدالرزاق کاشی سرقدی : اصطلاحات الصوفیہ، مرتبہ اشپرنگر، لاہور، ۱۹۶۴ء، (طبع

(عکس)۔

- ۴۹۔ علی نواز شکارپوری، میر: بشارہ لیل الاחרۃ، لاہور، ۱۳۲۳ھ۔
- ۵۰۔ خزانی، امام: احیاء علوم الدین، ۴ جلد، مصر، ۱۳۵۲ھ۔
- ۵۱۔ فقیر اللہ ملوی شکارپوری: قلب الارصاد، کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ۔
- ۵۲۔ قرانی، محمد مراد مکی: نفائس السامعات فی تنذیل الباقیات الصالحات (معروف بہ بحمدہ رحمت)، بکر، ترکی (س۔ن)۔
- ۵۳۔ قشیری، امام ابوالقاسم: رسالہ قشیریہ، مصر، ۱۹۵۹ء۔
- ۵۴۔ کتانی، عبدالحی العالی: فہرس المدارس - قامن، مغرب، جلد اول، ۱۳۴۶ھ، دوم، ۱۳۴۷ھ۔
- ۵۵۔ کمال، عمر رضا: معجم المولفین (۱۵ جلدیں)، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، (طبع عکس جدید)۔
- ۵۶۔ الکلبادی، ابو بکر محمد: التعرف لہذب الی التصوف، مرتبہ عبدالحلیم محمود، قاہرہ، ۱۹۶۰ء۔
- ۵۷۔ حکیم اللہ جیلان آبادی، شاہ: تنک عشرہ کلمہ مع اردو ترجمہ، دہلی، (س۔ن)۔
- ۵۸۔ محبی، محمد بن فضل اللہ: خلاصۃ الاثر، ۴ جلد، بیروت، (طبع عکس)۔
- ۵۹۔ محسن تربتی: ایانہ البیہ، دیوبند، ۱۳۴۹ھ (برہانہ کشف الاستار عن رجال معانی الآثار)۔
- ۶۰۔ محمد حیات سندھی: تحفۃ الانام فی الملل، محدث النبی علیہ السلام، مرتبہ و مترجمہ محمد عبدالحلیم سارودی، ساہرود، سورت، ۱۳۵۷ھ۔
- ۶۱۔ محمد بن عبد اللہ فلان علادی: البیہ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخلدیہ، مصر، ۱۳۱۹ھ۔
- ۶۲۔ محمد بیگ برہانپوری: حلیۃ الوہاب العاصمہ بین الخطاء والصواب (طبع برہانہ عربی ترجمہ مکتوب حضرت مجدد مترجمہ محمد مراد قرانی، جلد سوم)، ترکی، (مطبوعہ عکس از طبع مکہ، ۱۳۱۷ھ)۔
- ۶۳۔ ایضاً: مطبع خلاصۃ السیر، مرتبہ حضور احمد اظہر، لاہور، ۱۹۷۰ء۔
- *— محمد مراد مکی = قرانی، محمد مراد مکی۔
- ۶۴۔ محمد مظہر مجددی مہاجر مدنی: المناقب الاممہ و المظاہر السیدیہ، قرآن، ۱۸۹۶ء۔
- ۶۵۔ ایضاً: رحمت حنبریہ، مرتبہ محمد اقبال مجددی، استنبول، ۱۹۷۹ء۔
- ۶۶۔ مرادی، محمد فہیل: سلک الدرر، بغداد، مکتبۃ المثنیٰ، (طبع عکس جدید)۔
- ۶۷۔ بہانی، یوسف بن اسمعیل: جامع کرامت الاولیاء، مصر، ۱۳۲۹ھ۔
- ۶۸۔ نور الدین، ابی الحسن حنفوی: بیہ الاسرار و معدن الانوار، مصر، ۱۳۰۴ھ۔
- ۶۹۔ ولی اللہ، شاہ: اتحاف النبیہ، مرتبہ عطاء اللہ حنیف، لاہور، ۱۹۶۹ء۔

- ۷۰- و نسک : المعجم المفهرس للاعطاء الحديث النبوی ، لائیدن ، بریل ، ۱۹۲۶ - ۱۹۶۹ .
(سات جلد) -
۷۱- یا قوت المموی : معجم البلدان ، (۵ جلد) ، بیروت ، (طبع مکی از احاطت قدیم) -

مطبوعات فارسی :

- ۷۲- آزاد بلگرامی ، غلام علی : مآثر الکرام ، لاہور ، مکتبہ احیاء العلوم العربیہ ، ۱۹۷۱ -
۷۳- ایضاً : سر و آزاد ، مرتبہ عبد اللہ خان و عبدالحق ، حیدر آباد دکن ، کتب خانہ آصفیہ ۱۹۱۳ -
۷۴- ایضاً : غزانه عامره ، نوکلشور ، ۱۸۷۱ -
۷۵- ابو سعید مجددی : ہدایت الطالبین ، مرتبہ و مترجمہ نور احمد امرتسری ، ۱۳۴۴ھ -
۷۶- ابو طالب ندنی : توضیح العاقلین ، مرتبہ عبد رحابیدار ، رام پور ، ۱۹۶۵ -
۷۷- ابو طاہر سمرقندی : سمریہ (احوال و فوئین سمرقند) ، مرتبہ ایرج افشار ، تہران ، ۱۳۳۳خ -
۷۸- ابو الفضل ، علای : آئین اکبری ، ۳ جلد کلکتہ ، ۱۸۶۷ - ۱۸۷۷ - و انگریزی ترجمہ از بلو خان ، جلد اول ، طبع مکی ، لاہور ، ۱۹۷۵ -
۷۹- ایضاً : اکبر نامہ ، جلد سوم ، طبع ، کلکتہ ، ایچ اینک سوسائٹی آف بنگال ، ۱۸۸۶ -
۸۰- ابن طولان : تذکرہ شعراء ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، پٹنہ ، ۱۹۵۴ -
۸۱- احمد مکی ، ابوالخیر ، دہدہ احمدیہ [انساب اولاد حضرت محمد الف جلی] ، کانپور ، ۱۳۱۳ھ -
۸۲- احمد سعید مجددی : اربع انہار [اشغال و معارف سلسلہ نقشبندیہ] ، دہلی ، ۱۸۹۳ھ -
۸۳- ایضاً : اجبت مولد و القیام ، (عربی و فارسی) ، مرتبہ محمد اقبال مجددی ، مکی منی برنود نبوت نسخہ مصنف - طبع ترکی ، ۱۹۷۹ -
۸۴- ایضاً : مکتوبات ، جامع حضرت حاجی دوست محمد قدحاری ، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان ، کراچی ، ۱۳۷۲ھ (تجدد زواریہ) -
۸۵- اغلاص ، کشن چند : ہمیشہ بہار ، [تذکرہ شعراء فارسی] ، مرتبہ وحید قریشی ، کراچی ، ۱۹۷۳ -
۸۶- اشرف جہانگیر سمنانی : طائف اشرفی ، جامع نظام غریب سمنی ، دہلی ، نصرۃ الطالبین ، ۱۳۹۵ھ -
۸۷- ایضاً : مکتوبات اشرفیہ ، جامع عبدالرزاق مکتومحموی ، کھنؤ ، مطبع دہدہ احمدی ، ۱۳۰۹ھ -
۸۸- اکبر حسینی بن خواجہ کیسودوراز : تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ ، مرتبہ سید عطاء حسین ، گبرگہ ، ۱۳۶۵ھ -

- ۸۹- اکبر علی نقشبندی: نواب محمد حنیف، مکتب ۱۳۸۲ھ
- ۹۰- الہدیہ چشمی: سیر الاقطاب [تراجم مشائخ سلسلہ چشتیہ صابریہ] گھنٹو، نو لکھنؤ، ۱۹۳۳ء۔
- ۹۱- امداد علی قلندر: انوار محمد، حیدر آباد دکن، ۱۳۱۹ھ۔
- ۹۲- امیر احمد، ابوالحسن: تذکرہ مسرت افزا، مرتبہ کاظمی عبدالودود، مشہور رسالہ معاصر، پٹنہ، ۱۹۵۳ء۔
- ۹۳- انصاری ہروی، عبداللہ: منازل السائرین [مختلف شروٹ و اقوال انصاری سے تقابل]، مرتبہ روان فرہادی، کابل، ۱۳۵۵خ۔
- ۹۴- ایضاً: طبقات الصوفیہ، مرتبہ عبدالرحمن حبیبی، کابل، ۱۳۴۱خ۔
- ۹۵- ایمان، رحم علی خان: منتخب الطائف، (تذکرہ شعرا)، مرتبہ امیر حسن عابدی و محمد رضا جلالی نائینی، تہران، ۱۳۳۹خ۔
- ۹۶- بایزید بیات: تذکرہ ہمایوں و اکبر، مرتبہ ہدایت حسین، کلکتہ، ۱۹۴۱ء۔
- ۹۷- بدایونی، ملا عبدالقادر: منتخب التواریخ، ۲۰ جلد، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۸-۱۸۶۹ء۔
- ۹۸- بدر الدین سرہندی: حضرات القدس، دفتر دوم، مرتبہ محبوب الہی، لاہور، ۱۹۶۱ء۔
- ۹۹- ہناء اللہ پانی پتی، کاظمی: ارشاد الطالبین، دہلی، مطبع مجتہبی، ۱۹۱۵ء۔
- ۱۰۰- ایضاً: رسالہ در مسئلہ سماع، دہلی، مطبع مجتہبی۔
- ۱۰۱- جامی، عبدالرحمن: نجات الانس، لکھنؤ، ۱۳۱۷ھ۔
- ۱۰۲- ایضاً: سررہ طریقہ خواجگان (نقشبندیہ) باہتمام عبدالرحمن حبیبی، کابل، ۱۹۶۴ء۔
- ۱۰۳- جلال الدین قانیسری: ارشاد الطالبین، مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۲۷ھ۔
- ۱۰۴- حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی، مرتبہ امتیاز علی زل، سرشی، علی گڑھ، ۱۹۰۰ء۔
- ۱۰۵- حاکم، عبدالکحیم لاہوری: تذکرہ مردم دیدہ، مرتبہ سید عبداللہ لاہوری، لاہور، ۱۹۱۱ء۔
- ۱۰۶- حجۃ اللہ، محمد نقشبند جانی: وسیعہ القبول الی اللہ والرسول [مجموعہ مکتوبات خواجہ محمد نقشبند جانی]، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، حیدر آباد سندھ، ۱۹۶۳ء۔
- ۱۰۷- حمید اورنگ آبادی، خواجہ خان: گلشن گفتار [تذکرہ شعرا]، مرتبہ سید محمد، حیدر آباد دکن، ۱۳۳۹ھ۔
- ۱۰۸- حنفی خان، محمد ہاشم: منتخب السباب، جلد دوم، حصہ دوم، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۸۷۴ء۔
- ۱۰۹- خوشگو، بندر ابن داس: سفینہ، خوش گو [تذکرہ شعرائی فارسی]، مرتبہ حلال الرحمن کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۹ء۔
- ۱۱۰- دارالکھو: سر اکبر (ترجمہ اونیشید)، مرتبہ سید احمد و محمد رضا جلالی نائینی، تہران، ۱۹۶۱ء۔
- ۱۱۱- ایضاً: بیکلود گیتا، طبع نائینی، تہران، ۱۹۸۰ء۔

- ۱۱۲- ایضاً: سکیه الاولیا، [در حالات حضرت میاں میر لاہوری] مرتبہ تہا چند و جلی نائینی،
 تہران ۱۹۶۵ء۔
- ۱۱۳- ایضاً: سکیه الاولیا، مطبوعہ نو لکشور ۱۹۰۰ء۔
- ۱۱۴- دانش پڑوہ، محمد تقی: " غرقہ ہزار مہمی "۔ مقالہ، حاصل مجموعہ سن رائیسا و مقام دربارہ،
 فلسفہ و عرفان اسلامی، باہتمام مہدی محقق و ہرمان لندت، تہران ۱۳۷۹خ (وزڈم اک
 پدھیا سیریز)
- ۱۱۵- ایضاً: فہرست نسخہ ہای خطی دانش گاہ، تہران، جلد ۱۳، دانفکاء تہران۔
- ۱۱۶- درد، خواجہ میر: رسائل اربعہ درد، بموہل ۱۱۲۰ء۔
- ۱۱۷- درگاہ، نواب ذوالقدر جنگ: مرقع دہلی بامہمدہ عکیم سید مظہر حسین، حیدرآباد دکن
 (س۔ن)۔
- ۱۱۸- دوست محمد قہرمداری، حاجی: کتبوت، جامع محمد عادل کاکسری، ملتان ۱۳۸۳ء۔
- ۱۱۹- رافت، روف احمد مجددی: درالعارف [خطوط حضرت شاہ غلام علی دہلوی]، استنبول،
 ۱۹۷۴ء۔
- ۱۲۰- رحمن علی مولوی: تذکرہ مہمای ہند، لکھنؤ، نو لکشور ۱۹۳۳ء۔
- ۱۲۱- رجا شہبانی (مرتب) : " حدیث نادر شاہی " [مجموعہ پانچ مختصر معاصر اور غیر مطبوعہ
 رسائل دربارہ نادر شاہ یعنی مشعل بر رسالہ احوال نادر شاہ، حادثہ نادر شاہی، فتح نامہ نادر شاہ
 نامہ ہای منظوم احمد شاہ درانی و نادر شاہ بہ یکدیگر، رسالہ واقعہ غزانی نادر شاہ]، ایران،
 انتشارات دانفکاء علی ۲۵۳۶ ش۔
- ۱۲۲- رخت جنگ، محمد بدرالدین خان: شجرہ آصفیہ، مرتبہ عکیم سید جمس اللہ کلادری، حیدرآباد
 دکن ۱۹۳۸ء۔
- ۱۲۳- رفیع الدین دہلوی: دمع الباطل [در رد کلمات الحق تالیف مولانا غلام سبکی، بہاری]،
 مرتبہ عبد الحمید سواتی، گوجرانوالہ ۱۹۷۶ء۔
- ۱۲۴- سجادی، سید جعفر: فرہنگ لغات و اصطلاحات و تعبیرات عرفانی، تہران ۱۳۵۳خ۔
- ۱۲۵- سرور، میر محمد خان بہادر: عمدہ منتخبہ (تذکرہ شعراء)، مرتبہ خواجہ احمد کاروقی، دہلی
 یونیورسٹی ۱۹۶۱ء۔
- ۱۲۶- سلیم، غلام حسین: ریاض السلاطین، مکتبہ، ایبیا نیک سوسائٹی اک بجلال ۱۸۹۱ء۔
- ۱۲۷- سیف الدین مجددی سرہندی، خواجہ: کتبوت سیقیہ، طبع ذاکر غلام مصطفیٰ خان، کراچی
 (س۔ن)۔
- ۱۲۸- عشق، محمدی نراق: خام خریبان (تذکرہ شعراء)، مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی، کراچی،
 ۱۹۷۷ء۔

- ۱۲۹- خورش، میر غلام حسین: تذکرہ خورش (خابل دو تذکرے) مرتبہ کلیم الدین احمد،
ہمنہ ۱۹۵۹ء۔
- ۱۳۰- حوق، قدرت اللہ: طبقات الشعراء، مرتبہ مختار احمد فاروقی، لاہور ۱۹۶۸ء۔
- ۱۳۱- شیعہ، غلام مصطفیٰ خان: گلشن بے غار، مطبع نوگلشور، ۱۸۷۳ء۔
- ۱۳۲- شیو داس گھنٹو: شاہ نامہ منور کلام مرتبہ حسن عسکری، ہمنہ ۱۹۶۸ء۔
- ۱۳۳- صبا، محمد مظفر حسین: روز روشن (تذکرہ شعراء)، تہران ۱۳۳۳خ۔
- ۱۳۴- طباطبائی، غلام حسین: سیر المتأخرین، کلکتہ ۱۳۲۸ھ/۱۸۳۲ء۔
- ۱۳۵- طور حسن: ارشاد المسترشدین، آگرہ، مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء۔
- ۱۳۶- عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار، میرٹھ ۱۲۷۸ھ و طبع مجتہبی،
ایضاً: شرح سفر السعادت، گھنٹو ۱۹۰۳ء۔
- ۱۳۸- ایضاً: قرع الاسامع باختلاف احوال المشائخ و اقوالہم فی السماع۔ طبع برعایہ اخبار الاخیار،
احیاء مجتہبی (دہلی)۔
- ۱۳۹- عبد الرحمن سلسی: سیف الارباب، استنبول ۱۹۷۷ء۔
- ۱۴۰- عبد الغفری دہلوی، شاہ: متحدہ بیاض شریہ، طبع ۱۲۶۹ھ۔
- ۱۴۱- حق، تذکرہ حق، مرتبہ کلیم الدین احمد، (خابل دو تذکرے) ہمنہ ۱۹۵۹ء۔
- ۱۴۲- محمد الدین محمد چشتی: معاصد العارفین مرتبہ مختار احمد فاروقی، ٹونک ۱۹۸۳ء۔
- ۱۴۳- نجدوانی، خواجہ عبدالحق: وصایا - مشہورہ مجموعہ، وصایا، مرتبہ نواب صدیق حسن خان -
بہاول۔
- ۱۴۴- غلام سرور لاہوری، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، گھنٹو، مطبع فرہند ۱۸۷۳ء۔
- ۱۴۵- غلام علی دہلوی (مؤلف مقامات مظہری): ایضاح الطریقۃ، لاہور ۱۲۷۹ھ۔
- ۱۴۶- ایضاً: مکاتیب شریف، جامع شاہ رؤف احمد رافت مجددی، لاہور ۱۳۷۱ھ۔
- ۱۴۷- ایضاً: رسائل سبب سیارہ، مطبع علوی، ۱۲۸۳ھ۔
- ۱۴۸- غلام علی نقوی: عمادات السعادت، گھنٹو ۱۲۸۱ھ۔
- ۱۴۹- غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر (مرتب): لوانغ خانقاہ مظہریہ، ۱ مجموعہ مکاتیب حضرت مظہر و
مراسلت مابین حضرات سلسلہ، حیدر آباد سندھ ۱۹۷۵ء۔
- ۱۵۰- غلام نبی لہی: القول القوی فی ذکر الخلفی و الخلی، لاہور، مطبع محمدی، ۱۳۰۰ء، شرح
مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ در ذکر خفی و جلی۔
- ۱۵۱- غلام محی الدین قصوری: طغولات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، تحقیق و تعلق
محمد اقبال مجددی، ترجمہ اقبال احمد فاروقی، مع متن، لاہور ۱۹۷۸ء۔
- ۱۵۲- فراقی، کنور پریم کشور: وقائع عالم خاں، مرتبہ احتیاز علی خان عرشی، رام پور، کتب

- خانہ رضا ۱۹۴۹ء۔
- ۱۵۳۔ فرید بکری: ذخیرۃ الخواص، مرتبہ معین الحق، ۳ جلد۔ کراچی ۱۹۶۸ء۔ ۱۹۷۰ء۔
- ۱۵۴۔ فضل اللہ مجددی قدحاری: حمدۃ المصلات [حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ]، نندو سائیں داد، سندھ ۱۳۵۵ھ۔
- ۱۵۵۔ قائم چاند پوری: مخزن نکات، مرتبہ اقتداء حسن، لاہور ۱۹۶۶ء۔
- ۱۵۶۔ قانع، میر علی شیر: مقالات الشعراء [تراجم شعرائ سندھ]، مرتبہ حسام الدین راشدی، حیدر آباد سندھ، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۷ء۔
- ۱۵۷۔ ایضاً: تحفۃ الکرام، طبع بمبئی، ۱۳۰۴ھ، و جلد سوم حصہ اول، مرتبہ حسام الدین راشدی، حیدر آباد سندھ، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۷۱ء۔
- ۱۵۸۔ قشیری، امام ابو القاسم: رسالہ قشیریہ، شرح از خواجہ کیسو دراز، گبرگہ ۱۳۶۱ھ۔
- ۱۵۹۔ کاشانی، عزالدین محمود بن علی: مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ، مرتبہ جلال الدین ہمانی، تہران ۱۳۲۲خ۔
- ۱۶۰۔ کاشفی، فخر الدین علی: رشتات صلیب النبیات، مطبع نو لکھنور ۱۹۱۳ء۔
- ۱۶۱۔ کامور خان، محمد ہادی: تذکرۃ السلاطین جنتا، مرتبہ مظفر عالم، بمبئی ۱۹۸۰ء۔
- ۱۶۲۔ گردیزی، فتح علی حسینی: تذکرہ ریختہ گوین، مرتبہ عبدالحق، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء۔
- ۱۶۳۔ کاسم، قدرت اللہ: مجموعہ نفیر، مرتبہ حافظ محمود شیرانی، طبع لاہور، دانفکاء پنجاب، ۱۹۳۳ء۔
- ۱۶۴۔ قمر الدین نقشبندی اور نگ آبادی: نور الطور، حیدر آباد دکن، مطبع انصاریہ (س۔ن)۔
- ۱۶۵۔ قدحاری، حاجی محمد عارف: تاریخ اکبری، مرتبین اہمر علی، حاجی معین الدین، امتیاز علی عرشی، رام پور ۱۹۶۲ء۔
- ۱۶۶۔ *۔ قدحاری، دوست محمد حاجی: دوست محمد قدحاری، حاجی۔
- ۱۶۷۔ گوپاموی، قدرت اللہ: نتائج الافکار، بمبئی ۱۳۳۶خ۔
- ۱۶۸۔ کیسو دراز، محمد حسینی: خاتمہ (ترجمہ و شرح آداب الیریدین)، گبرگہ ۱۳۵۷ھ۔
- ۱۶۹۔ لاری، طاہرۃ النظور: تکملہ نجات الانس، کابل ۱۳۴۳خ۔
- ۱۷۰۔ مبتلا، مردان علی خان: گلشن سخن، مرتبہ مسعود حسن رضوی، ادیب، علی گڑھ ۱۹۶۵ء۔
- ۱۷۱۔ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی: مکتوبات، تین جلد، مسیح نور احمد امرتسری، کراچی ۱۳۹۲ھ۔
- ۱۷۲۔ ایضاً: مسکاتحات عینیہ مجددیہ، طابع غلام مصطفیٰ خان، کراچی ۱۹۶۵ء۔
- ۱۷۳۔ ایضاً: معارف لدیہ، پنجور ۱۳۵۱ھ۔
- ۱۷۴۔ ایضاً: مبداء و معاد، لاہور ۱۳۷۶ھ۔

- ۱۴۴- ایضاً: رد ورفض، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، استانبول، ۱۹۷۷ء۔
- ۱۴۵- ایضاً: رسالہ تبلیغ، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، کراچی، (س-ن)۔
- ۱۴۶- ایضاً: اجابت النبوة، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان، استانبول، ۱۹۷۲ء۔
- ۱۴۷- محب اللہ الہ آبادی: تسویم، مع شرح از حضرت ہندریہ، طبع، خانقاہ کاکوری۔
- ۱۴۸- محمد اعظم دیدہ مری: تاریخ کشمیر احسنی، مقبوضہ کشمیر، ۱۳۵۵ھ۔
- ۱۴۹- محمد اکرم براسوی: اقتباس الانوار (حالات مشیخ چشتیہ / صابریہ)، لاہور، ۱۹۹۵ء۔
- ۱۵۰- محمد باقر لاہوری، مفتی: کنز الہدایات، مرتبہ نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۳۵ھ۔
- ۱۵۱- محمد پارسا بخاری، خواجہ: فصل الخطاب، تاشقند، ۱۳۳۱ھ۔
- ۱۵۲- ایضاً: تحقیقات (تحدۃ السالکین)، دہلی، الملتانی دار الکتب، ۱۳۹۱ھ۔
- ۱۵۳- ایضاً: رسالہ قدسیہ (مطوولات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری)، مرتبہ احمد طاہری عراقی، تہران، ۱۹۷۵ء، و طبع دیگر مرتبہ ملک محمد اقبال، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی، ۱۹۷۵ء۔
- ۱۵۴- محمد حسن جان مجددی: انساب الانجاب (انساب اولاد حضرت مجدد)، نندو سائیں داد، سندھ، ۱۳۴۰ھ۔
- ۱۵۵- محمد حسین مراد آبادی: انوار العارفین، بریلی، ۱۲۹۰ھ۔
- ۱۵۶- محمد عالم صدیقی علوی: لمحات من لمحات القدس (حالات مشیخ نقشبندیہ)، تاشقند، ۱۳۲۷ھ۔
- ۱۵۷- شاہ محمد غوث لاہوری (ف ۱۱۵۳ھ): "رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت" پشاور، ۱۲۸۳ھ۔
- ۱۵۸- محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سمیعیہ، دہلی، اکمل الطابع، ۱۲۸۲ھ۔
- ۱۵۹- محمد مصوم سربندی بن حضرت مجدد: مکتوبات، مرتبہ جلد اول و دوم غلام مصطفیٰ خان و مرتبہ جلد سوم نور احمد امرتسری، حیدر آباد سندھ، ۱۹۷۶ء۔
- ۱۶۰- ایضاً: حسنات الحرمین (مطوولات و مکاتبات حضرت خواجہ محمد مصوم سربندی)، جامع خواجہ عبید اللہ، مرتبہ محمد اقبال مجددی، موسیٰ زئی، پاکستان، ۱۹۸۱ء۔
- ۱۶۱- محمد نظام الدین قادری: حنیفۃ الطالبین (در حالات شاہ رحمت اللہ نقشبندی، ف ۱۱۹۵ھ)، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۵ھ۔
- ۱۶۲- محمد ہاشم کشمیری: زبدۃ المطالبات، نوکلشور، ۱۳۰۷ھ۔
- ۱۶۳- محمود: مطوولات نقشبندیہ (مطوولات بابا شاہ مسافر اورنگ آبادی، ف ۱۱۲۶ھ)، اورنگ آباد، ۱۳۵۲ھ۔
- ۱۶۴- مخلص، اتھدرام: بدائع وکائنات (مشمورہ مقامات مولوی محمد شعیب جلد ہفتم)، لاہور۔

- ۱۹۵- ایضاً: سفرنامہ مخلص مرتبہ سید اظہر علی، رام پور ۱۹۴۶ء۔
- ۱۹۶- ایضاً: مرقع مخلص مرتبہ عبادت بریلوی، مضمونہ اور نیل کالج میگزین لاہور، ج ۵۱، ش ۱۰۰-۱۰۱، مارچ-جون ۱۹۷۵ء۔
- ۱۹۷- مست، ذوالفقار علی: ریاض الوفاق، تکفیس از عبد الرسول خیام پور، تبریز ۱۳۴۳ھ۔
- ۱۹۸- مصحفی: تذکرہ ہندی، مرتبہ عبدالحق، اورنگ آباد ۱۹۳۳ء۔
- ۱۹۹- ایضاً: ریاض النصار، مرتبہ عبدالحق، اورنگ آباد ۱۹۳۴ء۔
- ۲۰۰- ایضاً: سحر ثریا، مرتبہ عبدالحق، کراچی ۱۹۷۸ء۔
- ۲۰۱- مظہر جان جاناں شہید: دیوان مع خریطہ جواہر، کانپور، مطبع مصطفائی، ۱۲۷۱ھ۔
- ۲۰۲- ایضاً: رقعات کرامت سعادت خمس الذین صیب اللہ مظہر، کول، مطبع فتح الاخبار، ۱۲۷۱ھ۔
- ۲۰۳- ایضاً: مکاتیب میرزا مظہر، مرتبہ عبدالرزاق قریشی، ممبئی ۱۹۶۶ء۔
- ۲۰۴- ایضاً: مکاتیب (خاتل کلمات طیبات)، دہلی، مجتہبی، ۱۳۰۹ھ۔
- ۲۰۵- ایضاً: لواغ خانقاہ مظہریہ (مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر و مکاتیب مابین حضرات سلسلہ)
- ۲۰۶- مہینہ خشت ممندی: مولانا خالد نقشبندی و پیر وان طریقت او، تہران ۱۳۶۸ھ۔
- ۲۰۷- میر تقی میر: نکات الشعراء، اورنگ آباد ۱۹۳۵ء۔
- ۲۰۸- ایضاً: ذکر میر، تحقیق و ترجمہ بخار احمد فاروقی، لاہور ۱۹۹۶ء۔
- ۲۰۹- نامعلوم: تاریخ عالمگیر خانی، مرتب علی عباس حسینی، (حصہ اول بطور مقالہ خاتل جرنل پنجاب یونیورسٹی ہسٹاریکل سوسائٹی، لاہور، جلد ۱۹، جنوری-اپریل ۱۹۶۶ء)۔
- ۲۱۰- نامعلوم: جنگ نامہ احمد شاہ درانی، (درانی کے پہلے حملہ لاہور کی روداد، منظوم فارسی)، مرتبہ محمد اقبال مجددی، خاتل مجلہ تحقیق، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۲-۲، ش ۲۔
- ۲۱۱- نظام الدین سہاوی: مناقب رزاقیہ (در حالات شاہ عبدالرزاق بانسوی)، لکھنؤ ۱۳۱۳ھ۔
- ۲۱۲- نظام الدین احمد نیشی: طبقات اکبری، کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۱۳-۱۹۳۱ء، جلد ۳۔
- ۲۱۳- نظام الدین بلخی مزاری: تحفۃ المرشد (در حالات حاجی فضل احمد محسومی پشاور)، لاہور، ۱۹۱۲ء۔
- ۲۱۴- نظام، حماد الملک خازی الدین خان: مناقب فخریہ (حالات و طغولت حضرت شاہ فخر دہلوی)، دہلی، مطبع احمدی، ۱۳۱۵ھ۔
- ۲۱۵- نظامی، خلیق احمد: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، (فارسی مع اردو ترجمہ)، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۹ء۔
- ۲۱۶- نسیم اللہ ہزارمی: انھاس الاکابر و انوار السائر، لکھنؤ، مطبع اسدی، ۱۳۹۱ھ۔
- ۲۱۷- ایضاً: معمولات مظہریہ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۲۷۵ھ و طبع دوم، ۱۳۸۴ھ و لاہور،

مطبع محمدی -

- ۲۱۸- نور الدین حسین فہری : فہرست الطبعین [حالات و موقوفات شاہ فہر جہان دہلوی] ' دہلی ' ۱۳۱۵ھ -
- ۲۱۹- نور محمد ' قاضی : جنگ نامہ [درانی کے ساتویں صد ہند کے واقعات] مرتبہ گنڈا سنگھ ' امرتسر ۱۹۳۹ء -
- ۲۲۰- وارد ' محمد شجاع تہرانی : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) ' مرتبہ رضا شیبانی ' تہران ' ۱۳۳۹خ -
- ۲۲۱- وحدت ' عبداللہ : گلشن وحدت (مکتوبات حضرت وحدت) جامع شیخ محمد مراد فنگ کشمیری ' مرتبہ عبداللہ جان فاروقی ' کراچی ۱۹۶۶ء -
- ۲۲۲- وکیل احمد سکندر پوری : ہدیہ مجددیہ (رد اعتراضات حضرت شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد) ' دہلی ' مطبع مجتہبی ۱۳۰۹ھ -
- ۲۲۳- ایضاً : انوار احمدیہ ' دہلی ' مجتہبی ۱۳۰۹ھ -
- ۲۲۴- وکیل ' عزیز الدین فوغزنی : تیمور شاہ درانی ' طبع دوم ' دو جلد ' کابل ۱۳۴۶خ -
- ۲۲۵- ولی اللہ دہلوی ' شاہ : الطاف القدس ' مرتبہ عبدالحمید سواتی ' گوجرانوالہ ۱۹۶۴ء ' و اردو ترجمہ فاروق القادری ' لاہور ۱۹۷۵ء -
- ۲۲۶- ایضاً : انھاس العارفین ' دہلی ' مجتہبی ۱۳۳۵ھ -
- ۲۲۷- ہندی ' بھگوان داس : سفینہ ہندی (تذکرہ شعرائے فارسی) ' مرتبہ عطاء الرحمن کاکوی ' مہنہ ۱۹۵۸ء -
- ۲۲۸- یکتا ' احمد علی : دستور الصاحت ' مرتبہ امتیاز علی خان عرشی ' رام پور ۱۹۳۲ء -
- ۲۲۹- جعفر زئی : کلیات ' مرتبہ نسیم احمد علی گدھ ۱۹۷۹ء -

مطبوعات اردو :

- ۲۳۰- آزاد ' محمد حسین : آب حیات ' طبع لاہور -
- ۲۳۱- آکب ' شاہ عالم خانی : نادرات شاہی (آکب کا اردو ' فارسی ' ہندی کلام) مرتبہ امتیاز علی عرشی ' رام پور ۱۹۴۴ء -
- ۲۳۲- ابوالحسن ' سید : آئینہ اودھ ' کانپور ' مطبع نظامی ۱۳۰۵ھ -
- ۲۳۳- ابوالحسن علی ندوی : سیرت سید احمد شہید ' جلد اول ' طبع لاہور (س - ن) -
- ۲۳۴- ایضاً : تذکرہ شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی ' لکھنؤ ' ندوۃ العلماء ۱۳۷۷ھ -
- ۲۳۵- ایضاً : تاریخ دعوت و عزیمت ' جلد چہارم (حالات و کمالات حضرت مجدد الف ثانی)

کراچی ۱۹۸۰ء۔

- ۲۳۶۔ ابوالبیان، محمد داؤد امرتسری: سیرت غوث الاعظم، موسیٰ زئی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، ۱۹۷۹ء۔
- ۲۳۷۔ ابو زہرہ مصری: حیات امام احمد بن حنبل، اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، لاہور، ۱۹۹۱ء۔
- ۲۳۸۔ احمد خان، سرسید: آثار الصنادید، دہلی، ۱۹۶۵ء۔
- ۲۳۹۔ احمد رضا خان بریلوی: حرمت سجدہ تطہیمی، لاہور، ۱۹۷۷ء۔
- ۲۴۰۔ ایضاً: الفضل الموبہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی، لاہور، ۱۳۲۵ھ۔
- ۲۴۱۔ ادریس احمد: سرہند میں فارسی ادب، دہلی، ۱۹۸۸ء۔
- ۲۴۲۔ ادیب، مسعود حسن رضوی: آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ، ۱۹۶۴ء۔
- ۲۴۳۔ اقبال احمد: تاریخ شیراز ہند جوہور، جوہور، ۱۹۶۳ء۔
- ۲۴۴۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی: "جنگ پانی پت" مقالہ مشمولہ رسالہ عبرت، نجیب آباد، مئی ۱۹۱۶ء۔
- ۲۴۵۔ اکرام چغتائی، محمد: "فتوحات کبیر" مقالہ، مشمولہ رسالہ "معاصر" لاہور، شمارہ اول، ۱۹۷۹ء۔
- ۲۴۶۔ الطاف علی بریلوی: حیات حافظ رحمت خان، کراچی، ۱۹۶۳ء۔
- * — انجم = خلیق انجم۔
- ۲۴۷۔ بحر العلوم، طاہر عبدالملی: وحدت الوجود (رسالہ)، ترجمہ و حواشی زید ابوالحسن فاروقی، دہلی، ۱۹۷۱ء۔
- ۲۴۸۔ السیرونی، ابورسحان: کتاب الہند، اردو ترجمہ از اصغر علی، دہلی، (دو جلد) ۱۹۴۱ء - ۱۹۴۲ء۔
- ۲۴۹۔ پولیر: شاہ عالم خانی کے عہد کا دہلی دربار ترجمہ از نصیب اختر، کراچی، ۱۹۶۷ء۔
- ۲۵۰۔ تباہان، عبدالحی: دیوان تباہان، مرتبہ عبدالحی، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء۔
- ۲۵۱۔ تصوف جعفری میں (تصوف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی سمینار منصفہ ۱۹۸۵ء، علی گڑھ) پینڈ: خدائش لائبریری، ۱۹۹۲ء۔
- ۲۵۲۔ تبارک علی: مرزا مظہر جان جاناں، افکار عہد اور اردو شاعری، دہلی، ۱۹۸۸ء۔
- ۲۵۳۔ مناء اللہ پانی پتی، قاضی: السیف المسلول، اردو ترجمہ از محمد رفیق اثری، ملتان، ۱۹۷۹ء۔
- ۲۵۴۔ جمیل، محمد فاور: شاہ عالم خانی اکباب (احوال و ادبی خدمات)، لاہور، ۱۹۹۷ء۔
- ۲۵۵۔ جملی، فقیر محمد: حدائق الحقیقہ، مطبع نو کشور، ۱۹۰۶ء۔
- ۲۵۶۔ جہاندار شاہ: دیوان مرتبہ وحید قریشی، لاہور۔
- ۲۵۷۔ حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور، ۱۹۰۱ء۔

- ۲۵۸- جہاز، طاحسین کشمیری: بہشت شرائط خواجگان نقشبندیہ، لاہور، (س۔ن) اردو ترجمہ۔
- ۲۵۹- ظلیق انجم: مرزا مظہر جان جاتان کے خطوط، دہلی، مکتبہ برہان، ۱۹۶۲ء۔
- ۲۶۰- ایضاً: مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ، ۱۹۶۶ء۔
- *— ظلیق احمد نظامی = نظامی، ظلیق احمد۔
- ۲۶۱- غورخید حسن، بخنوری: عہرن برکت (حالات شیخ محمد کھنوی ف ۱۰۸۵ھ)، کھنوی، ۱۱۳۰ھ۔
- ۲۶۲- درد، خواجہ میر: دیوان درد (اردو)، مترجمہ طلیل الرحمن داؤدی، لاہور، ۱۹۶۲ء۔
- ۲۶۳- ذکاء اللہ دہلوی: تاریخ ہندوستان، جلد نہم، علی گڑھ، ۱۹۶۹ء۔
- ۲۶۴- ذوالفقار، غلام حسین: اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۶ء۔
- ۲۶۵- ذوقی، سید محمد شاہ: سر دلبر ال (اصطلاحات تصوف)، کراچی، ۱۹۸۰ء۔
- ۲۶۶- رات، رؤف احمد مجددی: جواہر ملویہ (حالات مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلوی)، لاہور، ۱۹۶۹ء۔
- ۲۶۷- رحمن علی، مولوی: تذکرہ علما نے ہند، ترجمہ و تحقیق محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۱ء۔
- ۲۶۸- رفیع الدین مراد آبادی: سفرنامہ، مجاز، ترجمہ از نسیم احمد فریدی، کھنوی، مکتبہ الفرقان، ۱۳۸۰ھ۔
- ۲۶۹- زید، ابوالحسن کاروقی: حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، دہلی، ۱۹۷۷ء۔
- ۲۷۰- ایضاً: مقامات غیر (حالات حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی)، دہلی، ۱۳۹۲ھ۔
- ۲۷۱- ایضاً: ہندوستانی قدیم مذاہب اور میرزا مظہر، دہلی، ۱۹۹۰ء۔
- ۲۷۲- سراج احمد خان: "مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی دینی و معاشرتی اہمیت"، حیدر آباد سندھ، ۱۹۷۷ء۔
- ۲۷۳- سمید احمد اکبر آبادی: صدیق اکبر، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۷ء۔
- ۲۷۴- سلیمان ندوی، سید: سیرت عائشہ اعظمؓ، گڑھ، ۱۹۵۳ء۔
- ۲۷۵- شبلی نعمانی: مقالات شبلی، جلد ہفتم، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۵۵ء۔
- ۲۷۶- ایضاً: سفرنامہ روم و مصر و حاکم، اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۳۰ء۔
- ۲۷۷- شیر شاہ: انوار محی الدین (در حالات حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری)، لاہل پور، ۱۹۶۶ء۔
- ۲۷۸- شمس تبریز خان: تاریخ ندوۃ العلماء، گڑھ، ۱۹۸۲ء۔
- ۲۷۹- شوق، احمد علی رام: تذکرہ کاظمی رام پور، دہلی، ۱۹۶۶ء۔
- ۲۸۰- شیرانی، حافظ محمد: منتخب میں اردو، لاہور، (س۔ن)۔

- ۲۸۱- صلیح الدین عبدالرحمن: "ہندوستان کے سلاطین" ص ۱۰۰ اور مغلخ کے تعلقات پر ایک نظر ۱۰۰، احکم حمزہ، دارالکتاب، ۱۹۹۳ء۔
- ۲۸۲- مصمم الدولہ شاہ نواز خان: "ماکر الامراء" ترجمہ از محمد ایوب قادری، تین جلد، لاہور، ۱۹۶۰-۱۹۶۸ء۔
- ۲۸۳- حیا، محمد یعقوب: "اکل التاریخ" (رجال و احیان ہدایوں) ہدایوں، مطبع قادری، ۱۳۳۳ھ۔
- ۲۸۴- طرب، رحیم الدین احمد دہلوی: "عزیز حقیقت" (ترجمہ ممولات مطہریہ) دہلی، رضوی پریس، ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء۔
- ۲۸۵- عارف، محمود الحسن: "تذکرہ قاضی محمد عطاء اللہ پانی پتی" لاہور، ۱۹۹۵ء۔
- ۲۸۶- حیات بریلوی: "مرزا مظہر جان جاناں" مقالہ مشورہ اور نیشنل کالج میگزین، اگست، ۱۹۵۹ء۔
- ۲۸۷- عبدالاول جوہوری: "منہ الملتی، لکھنؤ، مطبع آسی، ۱۳۲۶ھ۔
- ۲۸۸- عبدالحق: "اردو شاعری میں ایہام گوئی" مقالہ مشورہ، "مجموعہ تحقیقات صلیہ" جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، جلد دوم، ۱۹۳۴ء۔
- ۲۸۹- عبدالحی حسنی: "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" (العلوم الاسلامیہ فی الهند کا ترجمہ) مترجم ابوالعزیز دہلوی، احکم حمزہ، دارالکتاب، ۱۹۷۰ء۔
- ۲۹۰- ایضاً: دہلی اور اس کے اطراف، دہلی، ۱۹۵۸ء۔
- ۲۹۱- عبدالستار قاضی: "اردو شاعری میں قوطیت" (۱۹۵۸ء) علی گڑھ، (س۔ن)۔
- ۲۹۲- عبدالعزیز دہلوی، شاہ: "فیصل شاہ صاحب دہلوی (دربارہ وحدت الوجود)" ترجمہ از مشتاق احمد انیسٹروی، (مع متن)، حیدرآباد دکن، (س۔ن)۔
- ۲۹۳- ایضاً: "مخطوطات حریزی"، ترجمہ محمد علی طغی، کراچی، ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۶۰ء۔
- ۲۹۴- عبدالقادر رام پوری: "علم و عمل"، ترجمہ معین الدین افضل گزنی، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۱ء۔
- ۲۹۵- غلام سرور لاہوری، مفتی: "حدیث الاولیاء" (حالات اولیائے منجانب) تحقیق و حواشی محمد اقبال مجددی، لاہور، ۱۹۷۶ء۔
- ۲۹۶- غلام مصطفیٰ خان: "حضرت مجدد الف ثانی — ایک تحقیقی جائزہ"، حیدرآباد سندھ، ۱۹۶۵ء۔
- ۲۹۷- غلام مصطفیٰ خان: "چند فارسی شعراء"، حیدرآباد، سندھ، ۱۹۸۹ء۔
- ۲۹۸- ایضاً: "سراج البیان"، کراچی، ۱۹۹۲ء۔
- ۲۹۹- فریدی، محمد عالم: "مزارات اولیائے دہلی"، طبع دوم، دہلی، ۱۳۴۶ھ۔

- ۳۰۰۔ فریدی، نسیم احمد، مروہوی: تجلیات ربانی، تخصیص مکتوبات امام ربانی، موسیٰ زئی، ضلع ذیرہ اسماعیل خان، ۱۹۷۸ء۔
- ۳۰۱۔ ایضاً: خواجہ باقی باللہ اور صاحب زادگان و علماء، لکھنؤ، مکتبہ الفرقان، ۱۹۷۸ء۔
- ۳۰۲۔ ایضاً: علامہ، اہل دل (سوانح شاہ غلام علی دہلوی)، لکھنؤ، ۱۹۸۹ء۔
- ۳۰۳۔ قدیر احمد: خواجہ میر درد (ذکر و فکر)، دہلی، ۱۹۶۳ء۔
- ۳۰۴۔ قدوائی، صدیقی الرحمن: ماسٹر رام چندر، دہلی، ۱۹۶۱ء۔
- ۳۰۵۔ قریشی، عبدالرزاق: میرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام، بمبئی، ۱۹۶۱ء، طبع علی، احکم کھڑہ، دارالمصنفین، ۱۹۷۹ء۔
- ۳۰۶۔ ایضاً: اشادات مظہریہ، "تعارفی مقالہ"، مضمونہ معارف، احکم کھڑہ، دارالمصنفین، ممبئی، ۱۹۶۸ء۔
- ۳۰۷۔ قر، نصر اللہ خان خویلی: گلشن ہمیشہ بہار (تذکرہ، شعراء)، مرتبہ اسلم فرخی، کراچی، ۱۹۶۷ء۔
- ۳۰۸۔ قیصر، محمود حسن: فہرست مخطوطات ذخیرہ احسن مارہروی، محزونہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی کھڑہ، ۱۹۶۳ء۔
- ۳۰۹۔ کریم الدین: طبقات الشعراء، (طبقات سوم)، مرتبہ علامہ الرحمن کا کوی، ماہنامہ، ۱۹۶۷ء۔
- ۳۱۰۔ کوکن، محمد یوسف حمیری: خانوادہ قاضی بدرالدولہ، مدراس، ۱۹۶۱ء۔
- ۳۱۱۔ کین، ایچ۔ جی: ملا حوجی سندھیا، ترجمہ از محمد عبدالسلام، جامعہ محتایہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۳ء۔
- ۳۱۲۔ گل حسن: تذکرہ خوجہ (حالات و مخطوطات سید غوث علی شاہ گندہ پانی علی)، لاہور، (س۔ن۔)۔
- ۳۱۳۔ لطف، میرزا علی: گلشن ہند، مرتبہ حبیبی نعمانی و عبدالحق، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۶ء۔
- ۳۱۴۔ محمد احسان، کمال الدین ابوالعزیز: روحۃ القیومیہ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)، لاہور، ۱۳۳۵ھ۔
- ۳۱۵۔ محمد اسلم مارہروی: فرحت الانظرین (باب تراجم اعیان)، ترجمہ از محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۶ء۔
- ۳۱۶۔ محمد اشرف نقوی: اہتر شہنشاہی (مطالع و اخبارات ہند کی تاریخ)، لکھنؤ، ۱۸۸۸ء۔
- ۳۱۷۔ محمد اقبال، علامہ ذاکر: مکتوبات اقبال، مرتبہ نذیر نیازی، لاہور، ۱۹۵۷ء۔
- ۳۱۸۔ محمد اقبال مجددی: احوال و آثار عبداللہ خویلی قصوری، لاہور، ۱۹۷۶ء۔
- ۳۱۹۔ ایضاً: "حضرت مجدد کے دلائل میں لگی جانے والی کتابیں"، مقالہ مضمونہ، نور اسلام، حضرت مجدد نمبر، شرق پور۔

- ۳۲۰- ایضاً: شیخ محمد مراد رنگ نقشبندی کشمیری، مقالہ مشمولہ، نور اسلام، "اویانے نقشبند نمبر"، شر قیور، ۱۹۷۹ء۔
- ۳۲۱- محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور، ۱۹۷۰ء۔
- ۳۲۲- محمد ایوب قادری: جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء، کراچی، ۱۹۷۶ء۔
- ۳۲۳- محمد حسن، غلیفہ، سید: تاریخ پیدائش، امرتسر، ۱۸۷۸ء۔
- ۳۲۴- محمد حیات سندھی: الایضاف علی سبب الاختلاف، مع ترجمہ محمد حسین بناوی، لاہور، ۱۹۵۹ء۔
- ۳۲۵- محمد ظفر الدین: تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، جلد دوم، ۱۹۷۳ء۔
- ۳۲۶- محمد عمر: "ہندو تہذیب اور مسلمان"، مقالہ مشمولہ، برہان، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۰ء، (بالاقساط)۔
- ۳۲۷- ایضاً: "تیسرے سیاسی و سماجی ماحول"، مقالہ مشمولہ، برہان، ۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۰ء، (بالاقساط)۔
- ۳۲۸- ایضاً: انصار حویلی، صدی میں ہندوستانی معاشرت (میر کا عہد)، دہلی، ۱۹۷۳ء۔
- ۳۲۹- محمد قطب الدین و محمد غلیل الرحمن: احوال العارفین (حالات شاہ سعد اللہ نقشبندی)، حیدر آباد دکن، ۱۳۱۷ھ۔
- ۳۳۰- محمد قمر الدین: احوال و افکار و آثار علامہ الملک نظام، بھاگپور، ۱۹۸۵ء۔
- ۳۳۱- محمد محبوب جنیدی: حیات آصف (نظام الملک آصف جاہ اول)، حیدر آباد دکن، ۱۳۶۵ھ۔
- ۳۳۲- محمد مصحوم رام پوری: ذکر السیدین فی سیرۃ الاولادین، رام پور، مطبع مہر العلوم، ۱۳۰۸ھ۔
- ۳۳۳- محمد عظیم حباسی، غلیفہ: جنگ نامہ آصف الدولہ و نواب رام پور (۱۷۹۴ء)، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۸۰ء۔
- ۳۳۴- محمد ہاشم خوندوی: مناقب الحسن رسول نا (ترجمہ فوارخ العرکان)، از عمر بخش، لاہور، ۱۹۲۱ء۔
- ۳۳۵- مسعود انور طوی کا کوروی: دو معاصرین (شاہ ولی اللہ و حضرت مہر) کے باہمی روابط، مقالہ مشمولہ، برہان، دہلی، مارچ، ۱۹۸۴ء۔
- ۳۳۶- مراد اللہ عرف غلام کاکی: تفسیر مرادیہ، بمبئی، ۱۳۷۱ھ۔
- ۳۳۷- معین الدین ندوی، شاہ: تاریخ اسلام، جلد اول، احکم محمد، دار المصنفین، ۱۹۶۶ء۔
- ۳۳۸- طاہر پوری، عبد الجبار: محبوب الزمن (تذکرہ شہرائی دکن)، حیدر آباد دکن، ۱۳۶۹ھ۔
- ۳۳۹- مناظر احسن گیلانی: "حضرت شاہ ولی اللہ"، مقالہ مشمولہ، العرکان، شاہ ولی اللہ نمبر، کھنہ، ۱۹۳۱ء۔

- ۳۴۰۔ منظور الحق صدیقی: مائت الابداد، لاہور، ۱۹۶۴ء۔
- ۳۴۱۔ ناصر، سعادت خان: تہذکرہ خوش معرکہ زیبا، مرتبہ عشق خواجہ، ۲ جلد، لاہور، ۱۹۶۰ء۔
- ۳۴۲۔ نجم الاسلام (مرتب): مکتوبات، ہزارنج (مشموعہ تحقیق، حیدرآباد، سہ ماہی ۶، ۱۹۹۲ء)۔
- ۳۴۳۔ نجم الحسنی رام پوری: تہذکرۃ السلوک، مراد آباد، ۱۳۱۸ھ۔
- ۳۴۴۔ نساخ، عبد الغفور: سخن شعراء، نوکلشور، ۱۳۹۱ھ۔
- * نسیم احمد فریدی = فریدی، نسیم احمد امروہوی۔
- ۳۴۵۔ نظامی، ظہیر احمد: تاریخ مشائخ چشت، جلد چہارم، (طبع علی لاہور، ۱۹۷۵ء)، جلد اول، طبع دہلی، ۱۹۸۰ء۔
- ۳۴۶۔ ایضاً: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی، ۱۹۵۴ء۔
- ۳۴۷۔ ایضاً: تاریخی مقالات، دہلی، ۱۹۶۶ء۔
- ۳۴۸۔ ایضاً: اوراق مصور (عہد وسطیٰ کی دہلی)، دہلی، دہلی یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء۔
- ۳۴۹۔ نور الحسن انصاری: فارسی ادب بعد اورنگ زیب، دہلی، ۱۹۶۹ء۔
- ۳۵۰۔ وحید اختر: میر درد (تصوف و شاعری)، علی گڑھ، ۱۹۷۱ء۔
- ۳۵۱۔ وسید، واحد علی: بہشت نامہ ہمنو، ہزارنج، ۱۹۶۹ء۔
- ۳۵۲۔ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: انصاف ترجمہ باسم "کشف" از محمد احسن نانوتوی، دہلی، ۱۹۰۹ء۔
- ۳۵۳۔ ایضاً: شفاء العلیل، ترجمہ قول الجلیل، مطبع احمدی، (س۔ن۔)۔
- ۳۵۴۔ ولی اللہ فرخ آبادی: عہد بنگش، ترجمہ شریف الزمان شریف، مرتبہ محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۷۵ء۔
- ۳۵۵۔ ولی اللہ دہلوی، شاہ: نادر مکتوبات، ترجمہ نسیم احمد فریدی، لاہور، ۱۹۹۹ء۔

مطبوعات انگریزی:

- 356- Abdul Majid Khan : The transition in Bengal (1756-75, A study of Saiyid Muhammad Reza Khan), Cambridge, 1969.
- 357- Arshi, Intiaz Ali : Catalogue of Arabic Manuscripts in Raza Library Rampur, Rampur, 6 vols. 1963-77.

- 358- Ashraf, K. M : Life and Conditions of the People of Hindustan, Dehli, 1970.
- 359- Basham, A. L, (ed) : Cultural History of India, Oxford, 1975.
- 360- Bernier, F : Travels in the Mughal Empire London, 1891.
- 361- Buckland, C. E : Dictionary of Indian Biography, Lahore, 1975.
- 362- Buehler, A. F : Sufi Heirs of the Prophet (The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh), Columbia, University of South Carolina Press, 1998.
- 363- Calender of Persian Correspondence, x vols. Calcutta, Dehli, 1911-59.
- 364- Cambridge History of India, vol. v. (ed) Dodwell, Cambridge, 1929.
- 365- Chandra, Satish : Parties and Politics at the Mughal Court, (1707-1740), Aligarh, 1959.
- 366- Ibid : Medieval India, Society, The Jagirdari Crisis and the Village, Dehli, 1982.
- 367- Chatterji, Nandalal : Mir Qasim, Allahabad, 1935.
- 368- Datta, K. : Alivardi and his times, Calcutta, 1939.

- 369- Dwivedi, g.c : The Jats (Their Role in Mughal Empire),
Dehli, 1989.
- 370- Dodwell, H : Dupleix and Clive, London, 1920.
- 371- Duff, J. : History of the Marhathas, Calcutta, 1912.
- 372- Eaton, Richard, M : Sufis of Bijapur, Princeton, 1978.
- 373- Edwards, Michael : King of the World (Life and Times
of Shah Alam II.), London, 1970.
- 374- Elliot and Dowson : History of India as told by its own
Historians, 8, vols. Lahore, 1976. (rept.).
- 375- Ethe, H : Catalogue of Persian Manuscripts in the Library
of India Office, 2 vols. Oxford, 1903-37.
- 376- Fakhri, Nuruddin Hussain : An Account of Najibuddaulah,
(trans) Sh. Abdur Rashid, Aligarh, 1952.
- 377- Fisher, M : Indirect Rule in India (1764-1858), Delhi,
1991.
- 378- Floor, W : Dutch East India Company (Voc) and Diewel-
Sind, Karachi, 1994.
- 379- Forrest, G. Life of Lord Clive, London, 1918.
- 380- Franklin, W : The History of the Reign of Shah Aulum,
London, 1798.
- 381- Friedmann, Yohanan : Shaykh Ahmad Sirhindi, (An out-

line of his Thought and Study of his image in the eyes of Posterity). Montreal, McGill University, 1971.

- 382- Ibid : Medieval Muslim Views of Indian Religions, Journal of American Oriental Society, vol. 95, No.2 (1975).
- 383- Fauja Singh (ed.) : Sirhind Through the Ages, Patiala, Panjabi University, 1972.
- 384- Ganda Singh : Banda Singh Bahadur (Life of ..), Amritsar, 1935.
- 385- Ibid : Ahmad Shah Durrani, Quetta, 1977.
- 386- Ibid : Sirhind in the eighteenth Century, (Sirhind Through the ages, pp. 91-114).
- 387- Ghulam Mustafa Khan : Persian Literature in Indo-Pak, Lahore, 1972.
- 388- Gupta, H. R : Later Mughal History of the Panjab, Lahore. 1976.

Ibid : Marathas and Panipat, Chandigarh, Panjabi University, 1961.

- 389- Imperial Gazetteer of India, (25.vols), Oxford, 1909.
- 390- Irfan Habib : The Agrarian System of Mughal India,

Bombay, 1963.

- 391- Iqbal Nama by an anonymous Contemporary Writer,
trans. by S. H. Askari, Patna, 1983.
- 392- Irvine, W : Later Mughals (ed. by) J. N. Sarkar, Calcutta,
1922.
- 393- Kashi Raj : An Account of the Last Battle of Panipat,
(tr.) J. Brown, (ed. by) Rawilson, Bombay,
1926.
- 394- Keene, H. G. : Sindhia (Madhoji Patel), Oxford, 1916.
- 395- Khushwant Singh : History of the Sikhs (1469-1974)
Delhi, 1977.
- 396- Kirpal Singh : Life of Maharaja Ala Singh of Patiala,
Amritsar, 1954.
- 397- Kumar, D, (ed. by) : Cambridge Economic History of
India, Delhi, 1984.
- 398- Lockhart, L : Nadir Shah, Lahore, 1976 (reprint).
- 399- Malik, Zahir Uddin : The Reign of Muammad Shah,
Bombay, 1977.
- 400- Ibid : Khan-i-Dauran, Bombay, 1973.
- 401- Muhammad Yasin : A Social History of Islamic India,
Lucknow, 1958.

- 402- Muhammad Ishaq : India's Contribution to the Study
of Hadith Literature, Dacca University, 1955.
- 403- Muhammad Saeed : The Sharqi Sultanate of Jaunpur,
Karachi, 1972.
- 404- Muhammad Mujeeb : The Indian Muslims, London, 1967.
- 405- Muhammad Umar : Islam in Northern India (During eighteenth Century), Delhi, 1993.
- 406- Ibid : Mirza Mazhar Jan-i-Janan, (Studies in Islam, vol. vi.
J. I. I. S. Hyderabad,) Delhi, pp. 118-154).
- 407- Muzaffar Alam : The Crisis of Empire in Mughal North
India (Awadh and the Panjab, 1707-1748),
Delhi, 1986.
- 408- Naqvi, H. K. Urbanistan and Urban Centres under the
Great Mughals, Simla, 1972,
- 409- Ibid : Urban Centres and Industries in Upper India,
Bombay, 1968.
- 410- Nizami, K. A : Akbar and Religion, Delhi, 1989.
- 411- Ibid : Naqshbandi Influence on Mughal Rulers and
Politics, Islamic Culture, Hyderabad,
Deccan, vol. xxxix, No. 1, January, 1965.
- 412- Ibid : On sources and Source Material, Delhi, 1995.

- 413- Nijjar, B. S : Panjab Under the Later Mughals, Lahore, 1980.
- 414- Poona Residency Correspondence, vol. I. ed. J. N. Sarkar, vol. II. ed. Sardesai, Bombay, 1936.
- 415- Pearson, J. D : Index Islamicus, London, 1974-76.
- 416- Qureshi, I. H : Ullema in Politics, Karachi, 1974.
- 417- Radhakrishnan : The Philosophy of the Upanisads, London, 1935.
- 418- Rieu, Charles : Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum, 3 vols. London, 1879-95.
- 419- Rizvi, S. A. A : Shah Wali-Allah and His times. Australia, 1980.
- 420- Ibid : Shah Abdul Aziz Dehlavi, Australia.
- 421- Sarkar, J. N : History of Aurangzeb, (5 vols.) Calcutta, 1912-24.
- 422- Ibid : Fall of the Mughal Empire, (4 vols), Calcutta, 1932-50.
- 423- Schimmel, A : Pain and Grace (A Study of Mystical writers, Kh. Mir Dard and Sh. Abdul Latif of Bait), Leiden, 1976.

- 424- Shiv Das Lakhnawi, : Shahnama Munawwar Kalam
trans. by S. H. Askari, Patna, 1980.
- 425- Siddiqi, N. A : Land Revenue Administration Under the
Mughals (1700-1750), Dehli, 1989.
- 426- Sinha, J. C : Economic Annals of Bengal, London, 1927.
- 427- Srivastava, A. L : Shuja-ud Daula, vol. I, Calcutta, 1939.
vol. II, Lahore, 1945.
- 428- Ibid : Marathas and Najibuddaulah, Islamic Culture,
Hyderabad, Deccan, January, 1946.
- 429- Srivastava, M. P : Social Life Under the Great Mugals,
(1526 - 1700), Allahabad, 1978.
- 430- Ibid : Social and Cultural Trends in Islamic India
(1206-1719), Allahabad, 1989.
- 431- Sorley, H. T : Shah Abdul Latif of Bhit. Karachi, 1966.
- 432- Storey, C. A : Persian Literature, London, 1970-72.
- 433- Spear, P : Twilight of the Mughals, Oxford, 1973.
- 434- Tara Chand : Society and State in the Mughal Period,
Lahore, 1979.
- 435- Ibid : Influence of Islam on Indian Culture, Lahore,
1979.
- 436- Trimingham, J. S : The Sufi Orders in Islam, Oxford,
1971.

- 437- Tripathi, A : Trade and Finance in the Bengal Presidency
(1793 - 1833), Calcutta, 1979.
- 438- Trotter, L. J : Waren Hastings, London, 1910.
- 439- Pant, : Economic History of India. Under the Mughals,
Delhi, 1990.
- 440- Vansittart, H : A Narrative of the transactions in Bengal
(1760-1764) ed. by A. C. Banerjee, Calcutta,
1976.
- 441- Yusuf Hussain Khan : Glimpses of Medieval Indian
Culture, Bombay, 1962.

www.kitabghar.org

اشاریہ

- 1- رجال
- 2- اقوام، قبائل، جماعتیں، فرقے، سلاسل
- 3- اماکن
- 4- کتب
- 5- مطالع و ناشرین

رجال

[illegible]

ابراہیم بن مخدوم جلال ۴۰۰
 ابراہیم بن خواجہ عبد المنفی ۴۰۴
 ابراہیم بیگ مرزا = مرزا
 ابراہیم بیگ
 ابراہیم چمکنی پشوری ۳۶
 ابراہیم خطاری ۳۱۴
 ابراہیم عٹوہ عوض ۱۵۸
 ابراہیم کردی ۱۶۰
 ابراہیم ملا ۱۱۸
 ابن تیمیہ ۵۰۳
 ابن جوزی ۴۰۷
 ابن حجر ۳۴۰
 ابن طوقان (مواف تذکرہ شعراء) ۶۲۷
 ابن عابدین = شامی، علامہ
 ابن عربی، محی الدین غنی اکبر
 ۲۱۳۳، ۲۲۳۱، ۲۳۸۱، ۲۴۵۰، ۲۸۸۱

۴۹۳، ۴۸۸
ابن منظور (مؤلف لسان العرب) ۵۹۹
ابن نمیر ۳۲۲

آدم عليه السلام ۲۰۴
 آدم بنوزی شیخ ۱۹۱
 آدینیک ۶۲
 آزاد غلام علی بگرامی ۴۴
 آزاد محمد حسین ۴۳، ۱۳۱
 آختینی بلال الدین ۵۵
 آصف جاہ اول ۲۸، ۴۲
 ۲۹۸، ۲۹۹
 آصف الدولہ نواب ۸۳
 آصف علی میر ۵۰۹
 آکب رائے کنوی ۳۵۳
 آل محمد ۱۰۴
 آملی خمس الدین ۵۹۹

الف

ابراہیم علیہ السلام ۲۴۶
ابراہیم ادہم ۲۲۲

- ابو اسحاق چشتی شامی ۱۸۲
 ابو بکر 'نوابہ' ۲۲۴
 ابو بکر شبلی ۲۲۲
 ابو بکر صدیق 'امیر المومنین' ۲۲۳
 ۱۶۳ ۲۲۲ ۳۱۹ ۳۴۸ ۴۶۴ ۵۰۲
 ابو البیان 'محمد داؤد' ۶۲۵
 ابو احمد چشتی ۲۲۲
 ابو احمد عبد اللہ ۲۲۳
 ابو الحسن خان ۱۳۴
 ابو الحسن خرقانی ۲۲۲
 ابو الحسن 'سید' ۱۳۴
 ابو الحسن 'قرشی' ۲۲۳
 ابو الحسن (متولی مرزا نسیم اللہ بہرائچی) ۴۰۹
 ابو الحسن (مولف آئینہ اودھ) ۶۳۴
 ابو الحسن علی ندوی ۶۳۴
 ابو الحسن نصیر آبادی ۴۰۶
 ابو الحیات ۲۴۱
 ابو الخیر مجددی 'شاہ' دہلوی ۱۵۴ ۵۴۶
 ابو الخیر 'محمد بن احمد' ۱۳۸ ۱۶۱ ۲۶۴
 ابو العرفان ندوی ۶۳۴
 ابو الفتح (مکتوب ایہ حضرت مہر نیز دیکھیے
 فتح خان) ۸۰ ۸۴ ۴۴۰ ۴۴۲
 ابو الفرج طرطوسی ۱۶۲
 ابو الفضل علامی ۲۲۳
 ابو القاسم اصفہانی ۴۵۸
 ابو القاسم بخوری 'سید' ۳۶۱
 ابو القاسم خان (برادر محمد الود) ۴۱ ۴۲
 ابو القاسم گرگانی ۲۲۳
 ابو القاسم نسوی ۵۸۸
 ابو منیر 'مہم' اعظم ۴۹۶ ۵۱۴
 ابو زہرہ مصری ۶۳۵
 ابو سعید حسنی 'شاہ' ۶۲۴
 ابو سعید مجددی دہلوی ۱۳۴ ۱۵۲ ۱۵۴
 ۱۵۴ ۱۵۸ ۱۶۹ ۵۱۱ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۵
 ۵۴۶ ۵۵۱ ۵۴۹ ۵۴۶
 ابو سعید محمد محمود ۴۲۴
 ابو سعید عمری ۲۲۳
 ابو سفیان ۱۳۵
 ابو صالح خان ۱۳۶
 ابو صالح 'سید' ۲۲۳
 ابو طالب لدنی ۶۲۴
 ابو طاہر سرقدی ۲۴۲
 ابو عثمان مغربی ۲۲۳
 ابو علی رودباری ۲۲۲
 ابو علی فارمدی ۲۲۲
 ابو علی کاتب ۲۲۳
 ابو محمد چشتی ۲۲۲
 ابو النجیب = سروردی 'ابو النجیب
 ابو یوسف چشتی ۲۲۲
 ابی الحسن بن یحییٰ بخاری
 ابی صالح موسیٰ جنگی دوست ۲۲۳
 ابی عبد اللہ بن یحییٰ ۲۲۳
 اثری 'محمد رفیق' ۶۳۵
 ابعلی 'محمد میرن جان' (مولف غارن الشعراء)
 ۶۲۴
 اجمیری 'محمی الدین غازی' ۶۳۵
 اجنبی 'میر' ۱۴۲
 احرار 'نوابہ عبید اللہ' ۱۶۴ ۲۲۰ ۲۴۱ ۳۸۳
 احسن مارہروی ۱۴۶
 احمد 'عابدی' (شیخ اندیش)

الہی بخش ۸۱

ام الصوفیہ = محمد مراد میاں

امام الدین کھوگی ۶۲۳

امام بخش لاہوری ۶۲۳

امہ الباقی ۵۷۰

اعتیاز محل = لال کنور

امداد علی قلندر ۶۲۸

امرداس، گرو ۱۸۳

امید، فیض اللہ خان ۳۹۹

امیر احمد ابوالحسن ۶۲۸

امیر خان، نواب (والی ٹونک) ۱۵۶، ۳۴۲، ۵۲۰

۵۲۰

امیر خان = انجام، عمدۃ الملک

امیر الامراء، نجف خان

امیر الغزاة = نجیب الدولہ

امیر کمال ۲۲۲

امیر کلو ۳۰۱

امین اللہ علوی

امین الدولہ، امین الدین خان، نواب ۶۴، ۸۹

امین الدین خان دیہوی

امین الدین، سید ۱۹۸

انتظام الدولہ ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۸۰

انجام، عمدۃ الملک امیر خان ۳۱، ۳۴۶

انس (صحابی) ۳۰۴

انشاء، انشاء اللہ خان ۱۰۲

انصاری، خواجہ عبد اللہ ہروی ۶۲۸

اوحہ الدین کرمانی ۲۴۷

اورنگ زیب عالمگیر ۲۳، ۲۷، ۲۹، ۴۲، ۸۹

۱۰۳، ۱۲۱، ۱۸۳

اولیاء، ملا ۳۲۲

اصالت خان ۳۵۱

اصہانی، حافظ ابونیم ۲۴۱

اصغر علی (مترجم کتاب الهند) ۶۳۵

اصغر، میاں (مرید حضرت شاہ غلام علی)

۵۴۵

اصمعی ۲۲۶

اظہر، قطور احمد ۳۳۴

اظہر علی ۶۲۳

اعتقاد الدولہ = ارشاد خان، نواب

اعتقاد الدولہ = امین الدین، امین الدولہ

اعتقاد الدولہ قمر الدین خان ۲۹۸

اعز الدین، میر ۳۳۸

اعظم الدولہ = ابوالقاسم خان

اعظم الدولہ = محمد میر خان، نواب

اعظم خان بن فدوی خان ۹۹

افراسیاب خان ۶۹

افضل الدولہ، افضل خان، نواب ۶۵، ۱۱۵

افضل الدولہ مغفرت مکان ۵۸۲

اقبال، علامہ محمد اقبال ۶۳۸

اقبال، احمد جونپوری ۶۳۵

اقبال، احمد فاروقی ۶۳۰

اقبال، بھستانی ۳۱۲

اکبر بادشاہ ۱۰۲، ۱۲۵، ۲۵۳، ۳۳۳

اکبر شاہ مانی، بادشاہ ۵۸۰

اکبر حسین، سید ۶۲۷

اکبر شاہ خان، نجیب آبادی

اکبر علی، میر ۵۲۰

اکرام چغتائی ۱۸، ۶۳۵

الطاف علی بریلوی = بریلوی، الطاف علی

الہدیہ چشتی ۶۲۸

برجز (مترجم تاریخ فرخندہ) ۶۵۱
برکت اللہ از آبادی ۳۶۱
برزنجی سید محمد ۲۲۲ ۳۳۵ ۳۳۸
برنیر (سیاح) ۱۲۱
برو کمان کارل ۶۲۵
برہما ۳۹۰ ۳۲۰
بریال غلام احمد ۲۵۵
بریرہ (لونڈی) ۱۹۱ ۱۹۲
بریوی اطاف علی سید ۱۸۳
برنی ضیاء الدین ۹۴
بشارت اللہ ہزارچی ۱۵۲ ۱۵۴ ۵۵۱ ۵۵۸
بشیر الدین احمد دہلوی ۵۸۱
بغدادی اسماعیل پاشا ۶۲۵
بک لینڈ ۶۵۲
بلاس رائے راجہ ۹۱
بلو خان ۶۵۳
بندہ سنگھ ۴۲ ۴۸ ۳۹ ۱۸۳
بو علی سینا ۵۳۵
بو علی خان ۵۰۱
بہادر شاہ بن اورنگ زیب ۲۸
بہاء الدین نقشبند بخاری خواجہ
۱۱۱ ۱۴۳ ۱۴۵ ۲۲۱ ۲۲۲ ۳۱۸ ۳۲۸ ۵۱۴
بہاء الدین (مرید مولوی نعیم اللہ ہزارچی)
۳۶۰
بہادر امیر ۲۳۴
بہروز ثروتیان ۵۹۹
ہزارچی = نعیم اللہ ہزارچی
ہتلول جاندھری شیخ ۲۶
بھیک سرہندی شاہ ۵۰ ۲۹۰ ۳۴۶
بیان احسن اللہ ۱۳۹

اویس قرنی ۲۳۱
الہ فیروز جنگ ۳۶
ایڈورڈ مائیکل ۶۵۱
ایزدیش (چودھری پانی پت) ۴۴
ایلیٹ ۶۵۰
ایمان رحم علی خان ۶۲۸
اسنی میری قتل = قتل اسنی میری
ایوب علیہ السلام ۴۴۵

ب

باب اللہ جونپوری ۴۱۹
بابا خان قاضی ۲۵۳ ۲۵۳ ۴۲۰ ۴۹۳
بابا سلطان شاہ ۱۹۱
باقی باللہ دہلوی خواجہ ۱۴۱ ۱۴۳ ۲۲۰ ۲۲۳
۳۹۲ ۵۱۴
بازید بطاسی ۲۲۲
بازید بیات ۶۲۸
بجے سنگھ ۴۰
بحر العلوم ملا عبدالملی ۱۲۲
بداونی ملا عبدالقادر ۶۲۸
بدشی = محمد امین بدشی
بدشی = ملا شاہ بدشی
بدر الدین پانی پتی امام ۳۲۹
بدر الدین سرہندی ۶۲۸
بدر عالم ساداموی ۴۱۴
بدن سنگھ جات ۹۱
بدیع الدین مدار = مدار بدیع الدین شاہ
بدھن ہزارچی ۵۸۳
براری خان امی ۵۹۳

منا. اللہ سبھلی ۲۲° ۵۲' ۲۸۶' ۳۶۹'

۳۷۴' ۳۱۰' ۳۷۳

منا. اللہ پانی پتی ۲۶° ۳۳' ۵۰' ۵۵' ۵۵'

۶۲' ۶۵' ۶۶' ۶۹' ۷۴' ۸۳' ۸۷'

۱۰۰' ۱۰۴' ۱۰۸' ۱۲۸' ۱۳۲' ۱۳۹' ۱۴۰' ۱۵۱' ۱۵۲'

۱۷۴' ۲۷۷' ۳۵۹' ۴۸۳'

ج

جادو ناتھ سرکار = سرکار جادو ناتھ

جار اللہ ۲۴۱

جامی عبد الرحمن ۴۸۹' ۴۹۵' (و بعد)

جان محمد بولانا ۳۶۱

جان محمد ہراتی مولوی ۵۶۶

جان مرزا جان (والد حضرت مہر)

۲۴۲' ۲۵۵' ۲۶۴' ۲۸۷' ۳۳۱'

جاوید خان ۲۹

جباری خان ۵۹۲

جبریل علیہ السلام

جنا قوال ۱۰۷' ۷۵'

جعفر صادق امام ۲۲۲' ۲۲۳'

جعفر بن محمد صادق ۱۹۱

جعفر طیار ۲۲۳

جگن میر ۳۵۱

جلال الدین پانی پتی ۲۷۸' ۲۷۷' ۲۷۵'

۳۵۹' ۳۶۰' ۴۰۰'

جلال الدین قاضی ۵۰۵

جلال دین ملک ۹۱

جلیل الرحمن ۵۵۱

جلیل ۳۹۷

بیدار عابد رضا ۶۲۷

بیدل مرزا عابد انوار ۶۲۳

السیرونی ابو رحمان ۴۹۰' ۴۹۱'

شیشم اسے ایل ۶۵۲

تاکشی امام ۴۳۱

پ

پاجا سنگم ۲۰۹

پرست سنگ بن ملا موسیٰ ۷۰

پولیر ۵۳' ۵۵'

پہلی میاں (متنی زور حضرت مہر)

۶۲' ۱۳۹' ۲۴۳'

پہر محمد (مرید قاضی منا. اللہ پانی پتی) ۳۶۲

پہر محمد طا (مرید شاہ غلام علی) ۵۶۵

پہر محمد پیر نوحہ روی ۱۷۱

پہر محمد کشمیری ۹۸

پہر محمد گھنوی ۴۱۷' ۴۱۸'

پہلاریہ (طاسندھی) ۴۹۵

ت

تاجاں عبدالحی ۱۳۲

تارا چند ۶۵۳

تقی بھگتہ ۸۵

تیر طا ۴۲۹

تیور طا ۳۹۸

تیور امیر (بادشاہ) ۳۷۱

ث

منا. اللہ خان ۵۹

منا. اللہ دہلوی میاں ۳۶

- جمال الدین ' حاجی ۳۰۵
جمال اللہ رام پوری ' حافظ ۵۴۴ ' ۵۷۸
جمالی دہلوی ۴۰۱
جمیل الدین ۳۴۱
جمیل احمد (سجادہ نشین درگاہ نور محل اوج ' دیر) ۳۶۱
جنید بھادی ۶۶ ' ۲۲۳ ' ۲۵۱ ' ۳۱۴
جنیدی ' محمد محبوب ۶۳۹
جو انرد = کمال الدین ' امیر
جہاندار شاہ ۲۹ ' ۹۰ ' ۲۶۲
جہانگیر ' بادشاہ ۴۶ ' ۴۷ ' ۱۰۳ ' ۳۳۴
جہانگیر ' مرزا ۱۶۸
جہلمی ' فقیر محمد ۶۳۵
جواہر سنگھ ۵۷
جین سیرامی ۱۰۷
ج
چرہٹ سنگھ ۱۸۱
چغتائی ' اکرام = اکرام چغتائی
چندر ' ستیش ۶۵۱
ح
حاجی غلیفہ ' مصطفیٰ ۶۲۵
حاجی سلطان تھانیسری ۱۸۱
حافظ شیرازی ۲۴۷
حاکم لاہوری ' عبدالحکیم ۶۲۸
حالی ' الطاف حسین ۶۳۵
حبیب اللہ = عہدہ جان جانان شہید
حبیب اللہ شیخ ۳۲۱
حبیب اللہ ستانی ۵۸۰
حبیب جمعی ' خواجہ ۲۲۳
حبیبی ' عبدالحی ۲۲۱
حبیب اللہ ' محمد نقشبند خانی سرہندی ۱۳۷
۲۳۰ ' ۳۳۰
حذیفہ مرعشی ۲۲۳
حزین ' محمد باقر ۱۴۹
حسام اللہ و حسام الدین خان ۶۹ ' ۸۷ ' ۳۳۳
حسرت ' بیت قلی خان ۱۴۹
حسن ' امام ۲۲۲
حسن بصری ' خواجہ ۲۲۳ ' ۴۵۱
حسن ' ابوالحسن خان ۳۹۹
حسن ' سید = رسول نا ' سید حسن
حسن شاہ ' بالوی ۱۵۵
حسن ' عبد اللہ خان ۳۳۲
حسن شہی ۱۳۱
حسین ' امام ۱۱۷ ' ۲۲۲
حسین خباز ۲۲۱
حسین علی ' سید ۵۳
حسین نصر ۴۳۵
حسینی (مولف تذکرہ حسینی) ۱۸۱
حشمت خان ' سید = جسوار جنگ
حشمت خان ' روہیلہ ۶۳ ' ۴۱۵
حضرات سرہند = سرہند
حضرت سید = نور محمد بدایونی
حلاج ' شیخ منصور ۴۴۴
حلی ' حسین ایشیق ۱۶۹
حنبل = احمد بن حنبل ' امام
حمید ' خواجہ خان اورنگ آبادی ۶۲۸

حمید الدین، غلیف لاهوری ۴۸۶

منیف = عطاء اللہ منیف، صوبائی ۴

خورشید حسن، بخوری ۶۲۶

خوش گو، بندر ابن داس ۶۲۸، ۱۳۴، ۲۵۸

خوشونت سنگھ ۴۴، ۶۶

خیر اللہ دہلوی ۳۳۰

خیر التابین = اویس قرنی، خواجہ

خ

خادم حسین، نواب = شوکت جنگ

خازن الرحمۃ = محمد سمیع سرہندی، خواجہ

خالہ، خواجہ ۵۰۸

خالہ بن ولید ۲۳۵

خالہ کردی رومی ۱۵۸، ۱۴۱، ۵۵۹، ۵۸۶

خان خانان، عبدالرحیم ۵۴۹

خان زمان ۵۴۱

خانم قاضی مناء اللہ، پانی پتی ۱۰۸

خیاب، ملا حسین ۶۳۶

خدا بردی ترکستانی ۵۵۵

خسرو، امیر ۵۵۱

خسرو، خواجہ ۵۴۹

خضر علیہ السلام ۴۰۱

خلیب احمد مجددی ۵۵۸، ۵۶۴

خلیبی، سلطان علاء الدین ۹۷

خلد مکانی = اورنگ زیب

خلیق احمد نظامی = نظامی، خلیق احمد

خلیق انجم ۸۹، ۱۲۲، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۳۳

خلیل اللہ = ابراہیم علیہ السلام

خلیل اللہ، شیخ ۳۳۲

خلیل احمد مجددی ۵۸۰

خلیل الرحمن، قاضی نو تک ۵۵۳

خلیل الرحمن رام پوری ۵۸۰

خلیل (استاد مولوی نسیم اللہ بہرائچی) ۳۶۱

خواجگی، مکئی ۲۲۲

د

دارا کھوہ ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۲۸

دامانی = محمد عثمان دامانی، خواجہ

دانش پڑوہ، محمد تقی ۶۲۹

داؤد خان ۱۳۱

داؤد بٹانی، خواجہ ۲۲۳

داؤد مورث ۱۲۰

داؤدی، غلیل الرحمن ۲۴۲

دھیر شاہ احمد سمیع مجددی ۱۲۱

درانی، احمد شاہ (بادشاہ افغانستان) ۲۲

۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۳، ۳۵، ۳۸، ۴۱، ۵۱

۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۹، ۷۲، ۷۹، ۸۸، ۹۰، ۹۳، ۱۱۰

۱۸۳، ۱۸۰

درد، خواجہ میر ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۸، ۲۹۰

۵۱۵

دردمند، محمد فقیہ ۱۴۹

درگاہ، درگاہ علی خان ۹۸، ۹۹

درگاہی، شاہ ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۵۷، ۵۷۷

درویش محمد ۲۲۲، ۲۳۷

دلیل اللہ بن قاضی مناء اللہ، پانی پتی

۱۳۹، ۳۶۴

دوست محمد قدحاری، خواجہ ۱۵۳، ۱۶۰

۱۶۱، ۱۶۷

دوندے خان ۵۸° ۵۹' ۶۵' ۸۰° ۱۵۵'

رحیم اللہ بیگ، مرزا

رحیم بیگ = مد درویش ۵۶۳° ۳۵۵'

رحیم بخش، بمبیری ۱۴۱° ۱۵۳'

رحیم بخش (مجادہ نشین درگاہ حضرت مظہر)

۱۴۰° ۱۵۴'

رحیم خان، غازیادہ ۶۵

رحیم داد (روہیلہ سردار) ۴۹° ۶۶' ۶۸° ۱۱۵°

۴۰۱° ۲۶۰'

رستم شاہ، خواجہ ۱۹۱

رسول بخش، گنگوہی، میاں ۳۹

رسول غا، سید حسن ۲۴۰

رحید الدین خان ۵۵۴° ۵۸۱°

رحا شنبانی = شنبانی، رحا

رہنوی، اطہر عباس ۲۰۰° ۶۵۵°

رہنوی = سلیم حامد، رهنوی

رضی الدین، مجددی ۵۴۸

رفت جنگ محمد بدر الدین ۶۲۹

رفت علی، میر ۵۰۲

رفیع الدین، محدث دہلوی ۱۱۳° ۱۲۲° ۴۰۴°

۴۱۸° ۴۸۵° ۵۴۵°

رفیع الدراجات ۵۴۹

رفیع الدین، مراد آبادی ۶۳۶

رکن الدین، حکیم ۴۹۱

رکن الدین، خواجہ ۵۴۲

رکن الدین، شیخ ۵۲۱

روان، قربادی ۶۲۸

روح اللہ ۵۳۱

روح اللہ، میر ۴۸۱

روح الامین، میر ۳۹۰° ۴۲۴°

رؤف احمد، رافت = رافت، رؤف احمد، مجددی

ڈ

ذیسانی ۳۸

ذ

ذکاء اللہ، دہلوی ۶۳۶

ذوالفقار، غلام حسین ۶۳۶

ذوقی، سید محمد ۶۳۶

ر

رابہ غانم (زوجہ قاضی مناء اللہ پانی پتی)

۴۰۲

راہی جے پور ۴۲

رادھا کرشن ۶۵۵

راس الجبابین = نجیب الدولہ

راشدی، حسام الدین ۶۳۱

رافت، رؤف احمد، مجددی ۱۵۴° ۳۸۸° ۱۶۶°

۵۶۹° ۵۵۴°

رام چندر ۴۵۵° ۴۵۳°

رام چندر گیش ۴۵۴

رحمن علی (مولف تذکرہ صہای ہند)

۶۳۶° ۶۲۹°

رحمت اللہ (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۴۴

رحمت اللہ، لاہوری ۳۶

رحمت اللہ، نقشبندی سندھی ۴۴۳

رحمت اللہ، نقشبندی ۶۳۲

رحمت خان، چودھری ۵۸° ۱۸۱°

رحمت خان، حافظ ۵۰° ۵۶° ۸۰° ۸۱° ۱۱۵° ۴۱۵°

ز

زائر محمد قاضی دہلوی ۲۸۴' ۲۸۶

زبیر بن عوام ۳۵۱

زبیری = احمد خان زبیری

زفاؤ ۴۴۲

زرادی، فخر الدین ۴۳۲

زکی القدر = ابوسعید مجددی

زلف شاہ، میاں (مرید شاہ غلام علی) ۴۸۱

زمان شاہ ۲۶

زوجہ قاضی منار اللہ پانی پتی ۲۹۱

زید، ابوالحسن فاروقی ۱۸' ۱۳۹' ۱۵۲' ۱۵۳'

۳۱۱' ۱۴۱' ۲۰۲' ۲۰۶' ۲۰۷' ۳۸۵'

زین الدین عبدالعزیز سرخسی ۳۲۸

زین العابدین، امام ۲۲۳

زید بن حارثہ ۵۱۹

س

سالم بصری، شیخ ۲۳۹

سالم، مولوی ۳۶۱

سالم، شیخ ۱۵۱

سالم بن عبداللہ ۳۱

سبکی، سیف اللہ خان یوسف زئی ۳۹۹

سنوری، سی - اے ۶۵۵

سینکاس ۶۵۶

سجادی، سید جعفر ۵۹۸

سراج احمد خان ۶۳۶

سراج احمد مجددی رام پوری ۵۴۳' ۵۴۴'

سراج الدین احمد ۱۰۹

سربند خان ۱۸۱

سرخوش ۱۹۱

سردار خان (غانسان و نجفی) ۱۵۱' ۸۱

سرذاتی ۶۵۶

سرفراز علی، شیخ (سردار، پوری) ۲۵۸

سرکار، جادو ناتھ ۵۴' ۴۱' ۵۴۹'

سرکیس، یوسف لیان ۶۲۵

سرور، احمد خان بہادر ۶۲۹

سری سعلی، خواجہ ۲۲۳

سعادت اللہ ۳۴۱

سعادت علی خان ۲۵

سعد اللہ، حافظ ۲۳۱' ۲۴۳' ب

سعد اللہ حیدر آبادی ۵۸۱

سعد اللہ خان ۳۲۴

سعد اللہ وزیر آبادی ۲۱۶' ۲۳۱' ۲۴۰' ۲۴۳'

سعد الدین ۵۵۶

سعد بن ابی وقاص ۴۴۳

سعدی شیرازی ۱۳۱' ۱۳۵' ۴۸۱'

سمید احمد اکبر آبادی ۵۰۱' ۶۳۶'

سمید اللہ جان ۱۹۱

سمید الدین حسین ۵۳۹

سمیدی، غلام رسول ۴۳۱

سفیان ثوری ۴۴۱

سکندر پوری = وکیل احمد

سلام اللہ خان ۲۸۱

سلطان التارکین = درگاہی شاہ

سلطان المشائخ = نظام الدین اولیا

سلطان = نصر اللہ خان، ثواب

سلمان فارسی ۲۲۲

سلمیٰ، ابو عبدالرحمن ۳۱۶

سلیم حامد رضوی ۵۴۱

سلیم، غلام حسین (مؤلف ریاض السلاطین)

۶۲۹

سلیمان صفوی، شاه ۸۵

سلیمان ندوی ۴۹۹

سمتو، وی۔ اے ۶۵۵

سمتانی، علاء الدولہ ۳۸

سنائی، حکیم ۴۸۱

سندھیا (مرہٹہ سردار) ۵۷۸

سواتی، عبدالحمید ۴۱۸، ۶۲۹

سودا، مرزا محمد رفیع ۱۴۱، ۲۸۱

سورج مل جات ۷۵

سروردی، ابوالنجیب ۴۸۱

سروردی، شہاب الدین، خواجہ ۱۴۳، ۴۸۹

۶۲۵

سروردی، شیخ اشراق شہاب الدین ۴۶۶

سیٹلا دیوی ۱۷۷

سید الصوفی = سعد اللہ، حافظ

سیدۃ النساء = فاطمہ زہرا

سیف الدین سرہندی، خواجہ ۱۳۷، ۲۲۲

۲۲۷، ۲۲۷

سحیف الدین، طاہر ۳۳۱

سیف الرحمن مجددی ۱۰۸

سینفی، عبدالجید، حکیم ۱۴۹

سینا = بوعلی سینا

سیوطی، حافظ، امام ۲۹۱، ۱۵۹

ش

شامی، علامہ ۱۰۷، ۱۲۲

شامی (ہندو مرید شاہ آک محمد)

شاہ جمال بادشاہ ۱۲۰

شاہ پیر ۳۵۱

شاہ عالم جانی (بادشاہ) ۲۹، ۳۷، ۳۸، ۳۹

۴۰، ۵۳، ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۸۵، ۱۱۳، ۳۵۳

۵۷۸

شاہ علی = پیر علی، شاہ

شاہ گل = وحدت سرہندی

شاہ نقشبند = بہاء الدین، خواجہ

شاہ نواز خان (حیات اللہ) ۴۰

شہلی، شیخ ۲۳۹

شہلی نعمانی ۱۳۶، ۲۱۳، ۶۳۶

شیر شاہ قصوری ۶۳۶

شجاع دل خان ۶۹

شجاع الدولہ ۳۶۱

شجاع بن شاہ جمال ۱۲۱

شراف نوحی، شریف احمد ۱۸، ۲۵۲

شرف الدین، امام ۵۰۸

شرف الدین خفی رام پوری ۵۷۷

شرف الدین، سید ۱۴۱

شرف، عبدالعظیم قادری ۱۸

شریہ، نور الدین ۶۲۵

شریف خان، حکیم ۴۸۹

شطرنفی، نور الدین ۶۲۶

شہبانی، رضا ۶۲۶

شہرانی، امام عبدالوہاب ۴۴۸

شور احمد مجددی رام پوری ۵۴۱

شعفی، یحییٰ نراقی ۶۲۹

شکر اللہ صفوی، شیخ ۳۶

شمس الدین = مظہر جان جاناں شہید

شمس الدین (تاجر کتب لاہور) ۱۷

ص

- صابر کیری، محدوم ۶۶۳
صاحب الزمان = مهدی، امام
صائغ الدین ترکہ ۵۰۵
صباح الدین عبدالرحمن ۶۳۷
صبیحہ اللہ بن قاضی متا، اللہ پانی پتی ۳۶۴
صداقت، محمد ماہ کنجای ۶۶۳
صدر، مظفر = مظفر صدر
صدیقی (خلیفہ موسیٰ خان دہ بیدی) ۱۵۱
صدیقی = منظور الحق صدیقی
صدر جنگ ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳
صدر احمد محسوم ۲۶۶
صنی اللہ محسوم ۴۹
صنی القدر ۵۴۲
صمصام اللہ در شاہ نواز خان ۶۳۷

ض

- ضابطہ خان ۴۳، ۵۲، ۶۱، ۶۰
ضیاء اللہ زبیری ۴۷
ضیاء الدین حسین ۴۰۸
ضیاء النبی مجددی ۵۷۵
ضیاء اللہ ۵۱۵
ضیاء محمد مظفر حسین ۶۳۰
ضیاء، محمد یعقوب ۲۳۸

ط

- طاب علی، میر = عبدالغفار، مولوی
طاہری = احمد طاہری عراقی

ممس الدین ترک ۳۲۸

ممس الدین صحرانی ۴۳۸

ممس الدین عارف ۲۲۳

ممس الدین عثمان ۲۳۵

ممس الدین فقیر (مصاحب حماد الملک) ۷۳

ممس، میر ۹۱

ممشیر بہادر، نواب ۱۵۶

ممشیر خان، قاضی ۵۲۰

ممشیر خان، میر یعقوب ۲۳۶

مشل، ابنی میری ۶۵۶

مورش، میر غلام حسین ۶۳۰

محوک جنگ، نواب قادم حسین ۵۴۲

محوک، رام پوری ۵۶۱

محوک، احمد علی رام پوری ۶۳۶

محوک، قدرت اللہ ۶۳۰

محب الدین، مولوی ۷۲

محر زوری = فلاح کردی رومی

مہسوار جنگ سید شمت خان ۷۸

مشیانی، عبدالرحمن ۱۹۱

مشیخ احمد سرہندی = مجدد الف ثانی

مشیخ اشراق = سروردی، حبیب الدین

مشیخ اکبر = ابن عربی

مشیخ الصیوخ = محمد عابد سنائی

مشیخ العرب = علی کثیری

مشیرانی = محمود شیرانی، حافظ

مشیر محمد، اخوند ۵۶۳

مشیتہ ۲۵۴

مشیناتہ (دیوان) ۱۸۱، ۴۳

عبد اللہ = غلام علی دہلوی (مؤلف مقامات)

(مقصری)

عبد اللہ کبیر ۳۴۹

عبد اللہ جانی ۳۵۰

عبد اللہ ۳۴۳

عبد اللہ طاہر ۳۹۷

عبد اللہ مولوی ۵۹۱

عبد اللہ (والد مولوی کرم اللہ محدث) ۵۹۱

عبد اللہ مفتی، سید ۵۹۱

عبد اللہ (جانشین مولانا خالد کردی) ۵۹۸

عبد اللہ ہروی (جانشین مولانا خالد کردی)

۵۹۸

عبد اللہ انصاری = انصاری ہروی، خواجہ

عبد اللہ

عبد اللہ بخاری، حاجی ۸۴

عبد اللہ بن حاجی عبدالرحمن دہلوی ۶۸

عبد اللہ بن عبدالرحمن جانی ۵۵۹

عبد اللہ بن رواجہ ۴۳۱

عبد اللہ بن سالم محدث ۳۷۸

عبد اللہ نوکی ۴۳۴

عبد اللہ جان فاروقی ۶۳۱

عبد اللہ خان = محمد اللہ ورد

عبد اللہ خان، نواب ۵۳۵

عبد اللہ خان ۵۹۱

عبد اللہ خان بن علی محمد خان روہیلہ ۱۰۸

عبد اللہ خویشتگی قصوری = عبدی، عبد اللہ

خویشتگی

عبد اللہ السراج ۵۵۲

عبد اللہ، سید ۱۹۸

عبد اللہ، سید، ذاکر ۶۲۸

طباطبائی، غلام حسین ۶۳۰

طرب، رحیم الدین ۱۷۵

طلمح بن عبد اللہ ۴۴۴

طماس، مرزا ۵۴۷

ظ

ظفر علی بن نواب ارخاد خان ۸۰، ۴۲۶

ظہور حسن بنالوی ۶۳۰

ظہور الدین احمد ۱۲۴

ظہیر الدین ملک = ملک، ظہیر الدین

ع

عابد رضا بیدار = بیدار، عابد رضا

عابدی، امیر حسن ۶۲۸

عارف حکمت، شیخ الاسلام ۱۶۸، ۴۴۱

عارف ردولوی ۲۲۳

عارف قدحاری = قدحاری، محمد عارف

عاشق حسین خان، نواب ۴۲۷

عاشوری، میر ۲۵۶

عاقبت محمود، نواب ۴۲۴

عالم جانی = شاہ عالم جانی

عائشہ صدیقہ، ام المؤمنین ۲۴۶، ۴۶۵، ۵۱۸

عبادت بریلوی ۶۳۷

عباد اللہ خان ۷۱

عبادی، قطب الدین ۱۹۱

عباس، حضرت ۴۴۸

عبد الاعد (مالک مطیع مجتہبی) ۹۵

عبد الاعد، برغوردار ۵۰

عبد الاعد، مخدوم سرہندی ۲۲۳

- عبد اللہ محض ۲۰۶
عبد اللہ مغربی ۵۶۵
عبد الاول جو پوری ۶۳۷
عبد الباقی 'میر ۲۳۸' ۲۵۵' ۲۵۳' ۲۴۵' ۲۱۰
عبد الحکیم 'مولوی ۲۹۳' ۲۹۸
عبد الحفیظ 'شاہ ۲۳۷' ۲۴۰' ۲۸۴
عبد الحکیم ۵۵۱
عبد الحمید (بن شاہ احمد سمید) ۱۶۰
عبد الحمید سواتی = سواتی 'عبد الحمید
عبد الحق 'مولوی (بابائے اردو) ۶۳۷
عبد الحق (خلیفہ حضرت مظہر) ۲۹۱' ۲۹۵
عبد الحق محدث دہلوی ۸۳' ۱۴۷' ۱۶۵' ۱۶۶
۲۲۰' ۲۲۷' ۲۳۰' ۲۳۴' ۲۴۶' ۳۷۶
۳۸۷' ۴۰۵' ۴۸۸
عبد الحکیم 'مولوی ۲۳۱
عبد الحمی حسنی ۲۴۱
عبد الخالق 'حاجی ۹۵
عبد الخالق حق ۴۳۱
عبد الخالق غجدوانی = غجدوانی 'نواب عبد الخالق
عبد الرب کسنوی 'مفتی ۳۶۱
عبد الرحمن دہلوی ۱۷۱
عبد الرحمن (خلیفہ حضرت مظہر) ۲۹۲
عبد الرحمن (طابع مقامات مظہری) ۵۱۲
عبد الرحمن ثانی ۳۶۵
عبد الرحمن بن سیف الرحمن ۲۵۵
عبد الرحمن فرخ آبادی ۵۴۹
عبد الرحمن سلسنی ۴۲۳
عبد الرحمن 'صوفی ۲۳۷
عبد الرحمن قادری ۲۴۴
عبد الرحمن الکبیر ۳۴۱
عبد الرحمن بن عوف ۴۴۵
عبد الرحمن شاہ جہاں پوری ۵۶۲
عبد الرحمن مجددی جالندھری ۵۵۸
عبد الرحیم (از اجداد مولوی محمد کلیم بنگالی)
۳۹۱
عبد الرحیم حیدر آبادی ۵۴۹
عبد الرحیم صفی پوری ۵۶۱
عبد الرحیم 'شاہ ۱۹۱
عبد الرحیم مای گیر ۳۱
عبد الرزاق 'سید ۱۹۲
عبد الرزاق (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۹۷
عبد الرزاق قریشی = قریشی 'عبد الرزاق
بد الرزاق 'مکھو مچھوی ۳۹۷
عبد الرسول 'قاری ۲۸۳' ۴۰۷
عبد الرسول بن میاں محمد شعیب ۴۲۴
عبد الرشید (بن شیخ احمد سمید مجد دی) ۱۶۰
عبد الرشید سیالکوٹی ۱۹۸
عبد الرشید نعمانی ۴۹۱
عبد السبحان 'میر ۵۶۱
عبد الستار صدیقی ۴۶۹
عبد الستار 'قاضی ۱۴۹
عبد السلام ہمسوی ۵۹۱
عبد السمیع 'شیخ ۲۹۲
عبد العدل زبیری ۲۸۶' ۵۱۵
عبد العزیز بگے والد ۷۹۱
عبد العزیز خان ۳۴۹
عبد العزیز 'نواب ۳۹۱
عبد العزیز محدث دہلوی ۲۵' ۴۲' ۵۷' ۱۱۰' ۱۱۳
۱۱۳' ۱۱۷' ۱۲۲' ۱۵۲' ۱۵۵' ۱۵۹' ۱۶۱' ۱۶۳' ۱۶۷
عبد العزیز الکبیر ۳۹۱

- عبد العلی بن میر محمد معین ۸۴
عبد الفخار مولوی ۵۶۲
عبد الفتور غورجوی ۵۵۶-۵۱۱
عبد الفتور تھاری ۲۹۱
عبد الغنی قدهاری ۲۴۲
عبد الغنی مجددی مہاجر کی ۱۵۹-۱۴۶-۱۴۴-۵۱۱
عبد الغنی نابلسی ۴۸۹
عبد الفتاح نسیرہ مولانا خلد کردی ۵۴۱
عبد القادر = غلام علی دہلوی شاہ
عبد القادر دہلوی شاہ ۵۴۶
عبد القادر رام پوری ۱۵۵
عبد القادر جیلانی غوث اعظم ۱۶۴-۳۱۸
۲۳۶-۲۸۰-۳۲۸-۴۴۰-۴۴۱-۵۱۳-۵۱۸
عبد القدوس گنگوہی ۳۶۴-۴۰۰
عبد الکرم (ازاجہ مولوی محمد حکیم بھٹلوی)
۳۹۱
عبد الکرم ترکستانی ۵۵۶
عبد الکرم دہلوی ۱۹۲
عبد الکرم مولوی ۳۹۳-۳۹۴
عبد اللطیف شاہ ۱۵۴-۵۱۴
عبد المجید خان = مجد الدولہ (اول)
عبد الغنی (بن شاہ ابو سعید مجددی) ۱۳۴-۵۵۵
۵۵۵-۱۵۹
عبد الواحد تسمی ۱۹۲
عبد الودود قاضی ۶۲۴
عبد الوہاب سید ۲۴۲
عبد الوہاب شیخ ۵۱۸
عبد الوہاب میر ۵۴۱
عبد الہادی میر ۸۲-۴۰۰
عبدی عبد اللہ نوشکی قصوری ۳۳۳
- عبد اللہ خان خواجہ ۴۹۱-۸۴۱
عثمان امیر المومنین ۱۵۹-۳۵۹
عثمان ہارونی ۲۲۳
عجیبہ خانم (زوجہ قاضی مناء اللہ پانی پتی) ۴۰۲
عراقی = احمد طاہری عراقی
عراقی فخر الدین ۲۴۴
عرشی امتیاز علی خان ۱۰۸
عرفان بن عمران رام پوری ۵۹۱
عرفان حبیب ۹۲
عروۃ الوثقی = محمد معصوم سرہندی
عز الدین بن عبد السلام شیخ الاسلام ۴۳۱
عزت اللہ مجددی سرہندی ۴۹-۵۰
عزت عبد الولی ۱۰۲
عزیز بن خواجہ محمد زبیر سرہندی ۱۹۸
عزیز الحق ۴۵۵
عزیز خان روہیلہ ۵۱
عزیز القدر ۴۹۹
عشقی (مؤلف تذکرہ شعراء) ۶۳۰
عصف الدولہ عبد اللہ خان (ناظم سرہند)
عطار خواجہ فرید الدین ۱۶۴
عطاء اللہ ضیف بھوجیانی ۱۸
عطاء حسین ۶۲۸
عظیم اللہ میاں ۵۴۶
عقیل سید ۱۹۱
علاء الدولہ = سمنانی شیخ علاء الدولہ رکن
الدین
علاء الدین ملا ۵۵۵
علم الہدی = مناء اللہ پانی پتی قاضی
علی اصغر (عرف میرٹھو) ۳۴۱-۳۸۰
علی بن موسیٰ رضا ۲۴۱

محراروق ۱۰ امیر المومنین ۲۰۵	علی بن حسین ۱۹۱
ممر ۰ مفتی ۰ شیخ ۰ ۵۹۱	علی ملہر ۰ خواجہ ۰ ۵۹۱
عنایت قادری قصوری ۰ شاہ ۱۰۴	علی خان ۰ سید ۰ ۸۴ ۰ ۸۵
عنایت النبی مجددی ۵۳۶	علی ۰ خواجہ ۰ ۲۹۱
عندیب ۰ خواجہ محمد ناصر ۱۱۲	علی رضا ۰ امام ۰ ۲۲۳
عنصری ۴۹۱	علی رضا خان ۰ ۳۶۲
عیسیٰ علیہ السلام ۴۵۱	علی ۰ شاہ ۰ ۲۹۱
عیسیٰ خان دہ بیدی ۲۴۲	علی خٹائی سید ۲۹
عین الدین عظیم آبادی ۳۶۲	علی عباس حسینی ۶۳۳
عین القضاۃ ہمدانی ۵۸۱	علی عزیزان رامپتی ۲۲۲
	علی قاری ۰ طاہر ۰ ۴۸۱
غ	علی کثیری ۲۶۵
غازی الدین ۹۴	علی کاشفی ۰ فخر الدین ۱۸۱ ۰ ۱۸۲
غازی الدین = فیروز جنگ	علی محمد خان روہیلہ (ناظم سرہند) ۰ ۵۶
غالب ۰ مرزا ۱۳۶	۰ ۲۴۹ ۰ ۸۱
مجدوانی ۰ خواجہ عبدالحق ۲۲۲	علی مراد آبادی ۱۹۱
غریب اللہ (سقا) ۴۴۱	علی مرتضیٰ ۰ امیر المومنین ۱۵۴ ۰ ۲۲۳ ۰ ۳۱۹
غریب سنی = نظام غریب سنی	۴۲۰ ۰ ۳۳۳
غزالی ۰ امام محمد ۴۵۰	علی ۰ میر سید ۴۱
غلام احمد باقی ۳۴۱	علی نواز شکار پوری ۶۶۶
غلام حسن ۰ شیخ ۰ ۳۴۱ ۰ ۴۱ ۰ ۳۹۱	علی وردی خان ۲۲
غلام حسین تھانیسری ۲۹۳	علی = غلام علی دہلوی ۰ شاہ
غلام حسین سرہندی ۴۹	علیم اللہ گنگوہی ۰ میر ۰ ۳۶۶ ۰ ۴۰۴
غلام دستگیر قصوری ۱۶۳	عماد فیج ۰ خواجہ ۰ ۳۲۱۳
غلام رسول چوہی ۴۹۱	عماد الملک نظام ۰ ۳۴ ۰ ۴۰ ۰ ۵۶ ۰ ۴۲ ۰ ۴۳ ۰ ۴۴
غلام رسول کانپوری ۲۹۲	۴۴ ۰ ۴۵ ۰ ۴۸ ۰ ۸۳ ۰ ۹۶ ۰ ۱۱۶ ۰ ۳۴۶
غلام سادات چشتی ۱۵۵ ۰ ۵۱۵	عمدۃ الامراء فرزند خان = مجد الدولہ
غلام سرور لاہوری ۴۰۴	عمدۃ الملک امیر خان انجام ۳۱
غلام عسکری خان ۴۵ ۰ ۴۶ ۰ ۴۷ ۰ ۸۰ ۰ ۸۳	عمران ۵۴۱
	عمر ۰ خواجہ ۰ ۲۹۱

غلام سبکی بہاری ۱۲۲ ۱۳۵ ۳۸۶ ۴۱۷ ۴۱۸

۴۸۵

حمکین دہلوی ۵۷۹

غنی، میر، مفتی ۵۹۱

غوث الاحم = عبدالقادر جیلانی، شیخ

غوث الاعظمین = عبدالقادر جیلانی، شیخ

غوث علی قلندر پانی پتی ۴۱۹

ف

فاروق القادری ۶۳۶

فاروقی = اقبال احمد فاروقی

فاروقی بنت شاہ ابوالنیر مجد دی ۳۹۱

فاضل الدین جالوی ۱۵۵ ۴۲۵ ۵۷۰

فاطمہ زہراء سیدہ ۴۶۶

فتح خان [ر۔ ک ابوالفتح] ۸۱

فتح الدولہ، نواب ۵۹۱

فتح علی، حاجی ۳۸۲

فخر دہلوی، شاہ فخر الدین ۳۲ ۷۳ ۱۵۵ ۱۱۴

۵۱۵ ۱۱۸ ۱۲۲

فخری، نور الدین حسین ۶۵۵

فدوی خان ۹۸

فراقی، کنور پریم کشور ۶۳۰

فرخ حسین ۵۹۱

فرخ حسین، حکیم ۵۴۷

فرخ سیر (بادشاہ) ۲۸ ۵۳ ۹۰ ۴۲۶

فرشتہ ۶۳۱

فرہادی، رواں ۶۲۸

فرید بخاری، شیخ ۴۶ ۴۷

فرید بکری ۶۳۱

۹۴ ۹۶ ۳۴۲ ۴۰۷

غلام علی دہلوی (مؤلف مقامات مہتری)

۸۶ ۹۶ ۱۱۰ ۱۱۲ ۱۲۹ ۱۳۴ ۱۳۸ ۱۵۰ ۱۵۲

۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۹ ۱۶۲

غلام قادر، مرزا ۱۸

غلام قادر جالوی ۳۹۳ ۴۲۵

غلام قادر بن غلام عسکری خان ۲۸۱

غلام قطب الدین عرف ملک کالے

= ملک کالے

غلام کاکی = مراد اللہ ۳۶۸

غلام محمد انکی ۵۹۱

غلام محمد، امیر ۱۹۱

غلام محمد پشاور سرہندی ۴۹

غلام محمد خان ۴۲۷

غلام محمد راول پوری ۱۰۷

غلام محمد مصحوم خانی سرہندی ۳۷ ۴۸

غلام محمد، ملک ۳۷۲

غلام محمد موحد ۲۵۱

غلام محی الدین قصوری، خواجہ ۱۶۲ ۱۶۹

۴۸۷

غلام محی الدین (خلیفہ حضرت مظہر) ۴۲۰

غلام محی الدین بگہ والہ ۳۸۷

غلام مرتضیٰ بیر بلوی ۱۶۳

غلام مرتضیٰ (مرید حضرت مظہر) ۷۱

غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر ۵۸ ۵۹ ۱۳۰

۳۴۱ ۳۵۶ ۳۹۵ ۴۱۰

غلام مصطفیٰ خان (خلیفہ حضرت مظہر) ۲۶۱

۳۷۲

غلام نبی لہی ۱۶۳

غلام نقشبند ۳۷۹

- فرید مان یوحنا ۱۲۶
 فریدی، محمد عالم ۶۳۷
 فریدی، نسیم احمد امر و ہوی ۶۳۸
 فریٹکن، ذبیو ۳۰، ۳۸، ۷۰
 فضل اللہ پانی پتی ۳۶۲
 فضل اللہ مجددی قندھاری ۶۳۱
 فضل امام شیر آبادی ۵۳۸، ۵۷۶
 فضل الدین، ملک ۱۷۷
 فضل الرحمن = عبدالمغنی
 فضل رحمن، مراد آبادی ۱۳۸
 فضل علی، مولوی ۵۶۲
 فضل علی خان رام پوری ۸۹
 فضلی، فضل قادر ۱۹
 فضیل، شاہ ۲۲۳
 فضیل عیاض ۲۲۳
 فقیر، اخوند ۳۴۱
 فقیر اللہ علوی شکار پوری، شاہ ۳۶، ۱۱۰، ۱۱۱
 فقیر محمد کولابی ۱۶۸
 فوجا سنگھ ۶۵۵
 فیروز جنگ، غازی الدین ۷۲، ۷۳، ۷۴
 ۷۵، ۱۳۱، ۲۳۲، ۲۴۰، ۲۷۴، ۲۸۰، ۲۹۳
 فیروز خان میواتی (حاکم سرہند) ۲۴۱
 فیض اللہ خان ۵۸، ۳۵۸، ۴۱۵
 ق
 قادری = محمد ایوب قادری
 قاسم انصاری ۵۹۲
 قاسم، شیخ ۶۲
 قاسم بن محمد بن ابو بکر ۲۲۲
 القاسم الخزان اللہ = محمد عابد سناسی، شیخ
 قاسم علی خان، نواب ۷۰، ۸۱، ۸۲، ۸۵، ۱۳۰
 قاسم، قدرت اللہ ۶۳۱
 قاضی خان ۴۵۹
 قانع، میر علی شیر غنوی ۶۳۱
 قائم چاند پوری ۶۳۱
 قدرت اللہ خان، ملکیم ۵۱۹
 قدرت اللہ گوباحوی ۲۵۲
 قدیر احمد ۶۳۸
 قریشی، عبد الرزاق ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷
 ۱۳۵، ۱۳۹
 قرانی، محمد مراد مکی ۶۲۶، ۳۳۴
 قزوینی، محمد بن عبد الوہاب ۲۶۱
 قشیری، امام ۶۲۶
 قطب الدین ۲۷۲
 قطب الدین عبادی = عبادی، قطب الدین
 قطب الدین = محمد اشرف حسین
 قطب الدین خان ۱۳۶
 قطب الدین، خواجہ ۳۱۹
 قطب الدین (خلیفہ حضرت مہم) ۳۸۳
 قطب الدین، اختیار کاکی، خواجہ ۲۶۰، ۳۲۸
 قلندر بخش (خلیفہ حضرت مہم) ۴۲
 ۳۷۲، ۴۰۸
 قمر الدین اورنگ آبادی ۱۲۲، ۱۱۹
 قمر الدین پشاور ۱۶۸
 قمر الدین، میاں ۵۶۷
 قمر الدین، وزیر ۲۹۳، ۲۹۸
 قمر، نصر اللہ خان غویلی ۶۳۸
 قمین، قادری، شاہ ۴۲
 قندھاری، محمد عارف ۶۳۱

قده حاری ' نور محمد = نور محمد قده حاری ' حاجی

کمال الدین ۲۸۲

کمال الدین ' امیر ۴۳۰

کمال الدین جوانرد ' امیر ۱۴۸ ' ۱۴۹

کمال الدین حسین ' شاه ۱۰۴

کمال دلبوی ' شاه ۱۰۴

کمال الدین کشمیری ' شیخ ۲۶

کمال الدین = محمد احسان ابوالعزیز

کیم الله بنگالی = محمد کیم بنگالی ۳۸۹

کلمه الله بن خواجہ سیف الدین سرہندی ۵۶۱

کیم الله جهان آبادی ۱۱۰ ' ۱۱۱

کیم الدین احمد ۶۳۰

کوربن ' ہنری ۴۶۳

کین ' ایچ - جی ۶۵۳

کیول رام ۱۳۹

ک

کاسانی ' مخدوم اعظم = مخدوم اعظم

کاشانی ' عبدالرزاق

کاشانی ' عزالدین محمود ۶۳۱

کاشفی ' فخرالدین صلی ۶۳۱

کاشی راج ۶۵۲

کاکوی ' عطاء الرحمن ۶۳۴

کاکران (والی ہرات) ۵۶۲

کاکور خان ۶۳۱

کبیر الاولیاء = جلال الدین پانی پتی

کتنی ' عبدالحی الغاسی ۶۲۶

کجلاہ ' عمر رضا ۶۲۶

کرامت الله (مرید مولوی نسیم الله بہرائچی)

۴۲۲ ' ۵۳۹

کرپال سنگھ (مورخ) ۶۵۵

کرم الله محدث ۵۵۹

کرم خان بن موسیٰ خان دہ بیدی ۴۲۴

کرمانی = ابو محمد الدین کرمانی

کریم الدین ۶۳۸

کسل سنگھ ۹۹

کشمی ' محمد ہاشم = محمد ہاشم کشمی

کشن داس ۱۰۴

کشن چندر ۱۸۸

کلابادی ' ابو بکر محمد ۶۲۶

کلو ' امیر ۵۸

کلائو ' لارڈ ۳۸

کمال کیتھلی ' شاہ ۲۲۳

گ

گارساں دتسی ۱۳۳ ' ۲۵۴

گپتا ' ہری رام ۶۵۳

گدای رمن جانی ۲۲۳

گرامی ' مرزا ۹۹

گردیزی ' فتح علی ۶۳۱

گل حسن ۶۳۸

گل محمد غزنوی ۱۶۸ ' ۵۶۵

گلشن ' شاہ ۶۴ ' ۲۶۸ ' ۳۲۵

گلچ بخش = بجویری ' صلی بن عثمان

گلچ شکر ' بابا فرید الدین ۳۴۱

گنڈا سنگھ ۳۹ ' ۴۴

گلکار ام (بنگالی شاعر) ۵۴

گنیش ' رام چندر ۵۵

مجنوں علی قاضی ۲۵۳ ۵۹۱

مجنوں نایک شاہی ۱۰۷

مجیب ایم ۱۲۶

محب اللہ خان بن دوست سے خان ۵۸

محب اللہ الہ آبادی ۵۰۵

محبوب الہی ۶۲۸

محبوب خان ۴۳۰

محبوب علی حافظ ۶۷

محبوبی ۳۹۲

محبی محمد بن فضل اللہ ۶۲۶

محتب الامۃ = سیف الدین سرہندی

محتشم خان میر ابراہیم ۳۳۶

محسن تربتی شیخ ۶۲۶

محموظ اللہ (از اولاد قاضی مناء اللہ پانی پتی)

۱۱۹

محموظ شیخ ۳۹۲

محمد ابراہیم حافظ ۲۰۱

محمد ابو البرکات ۵۸۲

محمد ابو ضیف ۴۵

محمد احسان احمدی صاحبزادہ ۵۵ ۶۸ ۸۸

۲۶۸ ۳۳۵ ۳۳۰ ۲۹۰ ۹۴

محمد احسان ابو العیض (مولف روضۃ القیومیہ)

۶۳۸

محمد احسن انگی ۴۲۲

محمد ادریس سلہنی ۳۹۱

محمد ارشد رام پوری ۵۶۱ ۵۶۳

محمد اسحاق ۴۹۲

محمد اسحاق دہلوی شاہ ۵۹۸

محمد اسحاق = مکرم خان

محمد اسرائیل قاضی مرشد آباد ۳۹۸

گوبند سنگھ (سنگھ گرو) ۴۷

گوپاموی قدرت اللہ ۶۳۱

گھسینا (مرید قاضی مناء اللہ پانی پتی) ۲۹۸

گیسو دراز سید محمد بندہ نواز ۴۸۹ ۶۳۱

گیلانی = مناظر احسن گیلانی

ل

لاری عبد الغفور ملا ۶۳۱

لطف شاہ ۳۴۱

لطف مرزا علی ۶۳۸

لعل کنور (استیاز محل) ۹۰ ۲۸

لنیق احمد خان انصاری ۳۴۲

م

مادر قاضی مناء اللہ پانی پتی ۱۱۰

مادھو سنگھ ۴۰ ۷۰ ۹۰

مالک امام ۴۷۲

مجتا مردان علی خان ۶۳۱

مسین خان میر ۴۳ ۴۸ ۶۴

مشتقی میر (والد سرسید احمد خان) ۵۷۲

مٹکاف ۱۵۶

مجد اللہ ولد عبد اللہ خان ۴۰ ۴۹ ۶۶ ۶۷

۶۸ ۷۰ ۷۸ ۸۱ ۸۶ ۱۱۵

مجد الدین اسماعیل ۳۹۱

مجدد الف مانی شیخ احمد سرہندی ۳۷ ۳۵

۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱

محمد اسلم ہسروری ۶۳۸

محمد اسماعیل، خواجہ ۲۰۵

محمد اشرف حسین قطب الدین ۵۹۱

محمد اشرف دہلوی، خواجہ ۱۰۵

محمد اشرف سرہندی، خواجہ ۱۰۷، ۴۹

محمد اشرف علی نقوی ۶۳۸

محمد اصغر، میاں ۵۶۷، ۶۵

محمد اعظم دیدہ مری کشمیری ۶۳۰، ۳۶

محمد اعظم (خلیفہ شیخ محمد افضل) ۲۸۶

محمد افضل الہ آبادی ۲۸۷

محمد افضل سیالکوٹی شیخ ۲۱۶، ۲۳۰، ۲۳۹، ۲۶۸

محمد اقبال مجددی ۳۳۳ (و بہ بعد)

محمد اقبال، ملک ۶۳۲

محمد اکبر (مرید شاہ رحمت اللہ) ۳۹۱

محمد اکبر شاہ خانی (بادشاہ) ۱۷۰، ۱۷۱

محمد اکبر الدین صدیقی ۶۲۹

محمد اکرم براسوی ۶۳۲

محمد اکرام، شیخ ۶۳۹

محمد اکرم خان حیدر آبادی ۱۷۱

محمد امان، میرزا ۵۵۱

محمد امیر ۲۴۹

محمد امیر خان ۵۹۱

محمد امین، شیخ ۴۰۱

محمد امین بدشتی ۶۲۴

محمد انور، میاں ۴۱۳

محمد ایوب قادری ۱۹، ۳۶۶

محمد بابا ساسی ۲۲۲

محمد باقر، امام ۲۲۳

محمد باقر قدوائی ساداموی ۳۹۳

محمد باقر مفتی، لاہوری ۵۰۳، ۴۸۶

محمد بدری بصری ۲۴۲

محمد بیگ برہانپوری ثم کی ۳۲۱، ۳۳۴، ۳۳۸

محمد پارسا بخاری، خواجہ ۱۶۴، ۲۲۱، ۴۸۱

محمد جان، شیخ الحرم ۵۶۴

محمد جان، مولوی ۵۹۲

محمد جعفر شہید بن خواجہ محمد اشرف سرہندی

۱۶۱

محمد جمشید ۵۹۱

محمد جمیل (خلیفہ حضرت مظہر) ۴۱۲

محمد حسن، خلیفہ، سید ۶۵

محمد حسن جان مجددی ۲۳۷

محمد حسن عرب (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۸۱

محمد حسن (مرید شیخ محمد عابد سنائی)

محمد حسن، مولوی ۲۴۱

محمد حسن غازی ۶۱، ۶۳۰

محمد حسن خان ۴۴، ۶۱، ۱۳۹

محمد حسن بن محمد احسان ۳۹۲

محمد حسن مودود بدشتی ۴۸

محمد حسن (وکیل انگریز) ۴۸

محمد حسین بنالوی ۶۳۹

محمد حسین بخاری ۵۹۱

محمد حسین (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۹۱

محمد حسین، کاتب ۹۵

محمد حسین الکی ۴۲۲

محمد حسین مراد آبادی ۶۳۲

محمد حنیف ندوی ۴۹۲

محمد حیات سندھی ۴۹۵

محمد خان ۵۹

محمد خان (ہمشیر زادہ دوند سے خان) ۶۰، ۸۱

محمد خلیل الرحمن (مولف احوال العلانین) ۲۳۹

- محمد دانش (مرید شیخ مراد الله) ۳۴۹
 محمد درویش (مرید شیخ مراد الله) ۳۹۱
 محمد درویش عظیم آبادی = رحیم الله بیگ
 مرزا
 محمد درویش رحیم بیگ مرزا ۳۰۱
 محمد رضا جلالی نائنی = نائنی محمد رضا جلالی
 محمد رفیع شیخ ۴۱۲
 محمد روشن خان حاجی ۱۶۳
 محمد روشن بهرائی ۳۹۸
 محمد زاہد مرزا ۲۵۵
 محمد زاہد مولانا ۲۲۲
 محمد زبیر سرہندی ۱۵۵ ۲۶۹ ۲۴۵ ۵۱۵
 محمد زکی شیخ ۳۹۱
 محمد زمان زبیری ۳۹۲
 محمد سالم شاہ ۲۷۶
 محمد سمید لاہوری حاجی ۳۶
 محمد سمید سرہندی خواجہ ۱۳۷ ۲۲۳ ۳۳۵
 محمد سمید مولوی ۵۹۱
 محمد شاہ (نذیفہ حضرت مظہر) ۳۷۸
 محمد شاہ بادشاہ ۲۸ ۲۹ ۳۱ ۳۵ ۹۱ ۹۲ ۱۰۹
 ۱۱۳ ۲۴۳ ۲۹۳ ۴۲۴
 محمد شرف مجددی ۵۶۱
 محمد شریف اشرف الاتقیاء ۲۳۸
 محمد شریف زندنی ۲۱۰
 محمد شریف رام پوری ۵۵۵
 محمد شعیب شاہ (نذیفہ حضرت مظہر) ۳۹۲
 محمد شعیب میر ۳۵۱
 محمد شیر خان ۵۶۷
 محمد صالح (از اجداد مولوی محمد کلیم بکلی)
 محمد صالح کنجہای ۲۴۱
 محمد صدیق بن خواجہ محمد محصوم سرہندی
 ۲۳۱ ۲۶۵ ۲۶۸ ۲۲۵
 محمد صدیق پشاور ۵۰۳
 محمد قنبر الدین ۶۳۹
 محمد عابد سنائی شیخ ۲۱۶ ۲۲۳ ۲۳۳ ۲۳۶
 ۲۴۰ ۲۷۸ ۳۲۷ ۵۸۰
 محمد عابد سندھی شیخ ۴۹۸
 محمد عادل کاکڑی ۶۲۹
 محمد عارف ریو کروی ۲۲۲
 محمد عارف شیخ ۲۰۱
 محمد عالم صدیقی طوی ۴۸۷
 محمد عالم مختار حق ۱۹
 محمد عبد الجلیل سامرودی ۶۲۶
 محمد عبد الرحمن (مالک مطیع مصطفائی) ۱۳۴
 محمد عبد القدیر ۴۲۲
 محمد عبد القوی ۵۴۰
 محمد عثمان میاں ۳۶
 محمد عثمان پشاور ۵۴۱
 محمد عثمان دامانی خواجہ ۱۶۱
 محمد عز الدین مغربی ۵۰۴
 محمد عظیم مولانا ۵۶۶
 محمد علی بیگ مرزا ۷۳
 محمد عمر بن شاہ احمد سمید مجددی ۱۵۱
 محمد عمر چکنی پشاور میاں ۳۶
 محمد عمر خواجہ ۱۶۰
 محمد عمر ذاکر ۱۷۶
 محمد حبیبی سرہندی ۴۹۱
 محمد غوث لاہوری شیخ ۶۳۲
 محمد غوث (مرید شیخ مراد الله) ۲۸۲

- محمد طاغور، حاجی ۲۹۲
 محمد طاغور دہلوی = زائر، محمد طاغور دہلوی
 محمد فاروق، ملا ۹۵
 محمد فرخ مجددی سرہندی ۳۲۲، ۳۳۵، ۳۳۸، ۳۸۳
 محمد فضل اللہ = فیض اللہ (مرید شیخ سعد اللہ حیدر آبادی)
 محمد فضل اللہ برہان پوری ۴۸۱
 محمد قاسم، میاں ۴۵۳، ۴۵۴
 محمد قائم کشمیری ۳۸۲
 محمد قطب الدین (مولف احوال العارفین) ۶۳۹
 محمد کام بخش ۱۲۹
 محمد کیم بنگالی ۸۱، ۸۲، ۲۲۳
 محمد میر، ہزارچی، میر ۱۷۵
 محمد محبوب جنیدی = جنیدی، محمد محبوب
 محمد محبوب عالم ۴۹۱
 محمد محسن، حافظ ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۶، ۳۴۰، ۳۶۸
 محمد مراد قرانی = قرانی، محمد مراد
 محمد مراد ننگ کشمیری ۱۲۱، ۴۸۵
 محمد مراد، میاں ۱۳۹، ۳۶۵، ۴۰۴
 محمد مرشد مجددی رام پوری ۵۷۷
 محمد مسعود پشاور ۱۹۱
 محمد مصباح الغنی ۵۹۱
 محمد محمود بن حضرت مجدد ۴۹، ۱۳۷، ۲۲۲
 محمد ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۲، ۳۲۶، ۳۹۶، ۵۰۲، ۵۴۲
 محمد محمود رام پوری ۶۳۹
 محمد معظم عباسی ۶۳۹
 محمد معین خان، میر ۸۳، ۳۷۹
 محمد معین نضوی ۳۹۲
 محمد مظہر مجددی بن شاہ احمد سعید مجددی ۱۶۰
 محمد مکرم ۴۱۳
 محمد منور، امام مسجد، اکبر آبادی ۵۶۶
 محمد منور (مرید شاہ غلام علی دہلوی) ۵۹۲
 محمد منیر (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۷۱
 محمد، میر ۳۹۱
 محمد میر خاں، نواب ۷۱، ۵۱۷
 محمد ناصر الدین ابانی ۳۷۲
 محمد نظام الدین قادری ۶۳۲
 محمد نسیم = مسکین شاہ
 محمد نواز، مولوی ۵۴۳
 محمد واصل نضوی (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۹۲
 محمد ہاشم جان مجددی ۴۹۸
 محمد ہاشم لکھمی ۶۳۲
 محمد یار، حاجی ۳۷۵
 محمد یار خان ۵۶۹
 محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی ۳۳۳
 محمد ۴۳۸، ۴۸۲، ۵۷۷
 محمد یعقوب مجددی ۴۹۱
 محمد یونس، مولوی ۶۳
 محمد بن حنفیہ ۲۴۳
 محمد بن داؤد ۱۹۸
 محمد بن علی الباقر ۳۶
 محمد بن عبد اللہ خالدی ۶۳۶
 محمد بن فضل اللہ برہان پوری ۵۰۴
 محمد بن محمود = جلال الدین پانی پتی
 محمد، سید (مرتب گشت گشتار) ۶۲۸
 محمد بن احمد حسن، سید ۵۹۸
 محمد، سید (مرید قاضی حناء اللہ) ۳۰۱
 محمد، شیخ ۱۹۸

مردم محل (زوج حضرت مطهر) ۸۱° ۷۶° ۷۰°

۴۰۳° ۳۵۵° ۳۴۶

مرزا ابراهیم بیگ ۳۵۹

مرزا جان = جانی مرزا جان

مرلی دهر ۷۸

مروج الشریعت محمد عبید اللہ

سرہندی خواجہ ۱۳۷

مسافر اورنگ آبادی بیلا ۶۳۲

مست ذوالفقار علی ۶۳۳

مسعود حسن رضوی = ادیب

مسعود حسن رضوی

مسعود سالار قازی ۴۰۸

مسکین شاہ مولوی محمد نعیم ۵۸۶

مسلمان میر ۴۶° ۸۲° ۸۷° ۹۳° ۳۵۸°

مشتاق عبداللہ خان ۳۹۹

مشرقی نورالحی ۴۰۴

مشتق خواجہ ۱۸

مشیر الحق ۱۲۶

مصطفیٰ غلام محمدانی ۶۳۳

مصفا مظاہر ۲۰۴

مظاہر حلیم = عبدالغنی مجددی

مظفر حسین حکیم ۶۶۹

مظفر خان صوبیدار بنگالہ ۵۹۱

مظفر صدر ۲۹۸

مظفر عالم ۶۵۶

مظفر قادری ۲۵۱

مظفر مرزا ۲۳۶° ۳۷۸°

مظہر جان جانان شہید ۱۸° ۱۷° (مرتبہ بعد)

مساویہ اسیر ۴۶۰° ۴۹۷°

معروف کرخی خواجہ ۲۲۳

محمد حافظ (خلیفہ حضرت مطهر) ۳۹۹° ۳۹۸°

محمد خواجہ ۳۹۸

محمد ملازم محمد صالح ۴۰۸

محمد غلام میاں ۳۹۱

محمد عبداللہ حافظ ۱۹۸

محمد محمود ۴۰۱

محمد میر سید ۸۵° ۲۳۶°

محمد میرن جان = اجلی محمد میرن جان

محمد نقیبند جانی = مروج الشریعت

محمد موسیٰ امرتسری حکیم ۱۹

محمدی میاں ۴۱۲

محمدی میاں برادر م غلام عسکری خان ۸۴

ممود انجیر فتویٰ ۲۲۲

محمود خواجہ ۳۹۱

محمود شیخانی سید ۳۶

محمود شیرانی حافظ ۶۳۱

محمود عبدالعظیم ۴۸۸

محمود نقیبندی ۶۳۲

محیط بن مسعود ۴۸۹

مخدوم اعظم کسانانی احمد بن

جلال الدین ۲۴۱

مخدوم اعظمی = موسیٰ خان دہ بیدی

مخرمی = ابوسعید مخرمی

مدار پدلیخ الدین ۳۵۶

مراد اللہ انصاری سنہلی ۳۹۱

مراد اللہ فاروقی تھانیسری ۳۹۸

مراد اللہ عرف غلام کاکی ۴۰۴° ۳۶۸°

مراد بیگ مرزا ۵۶۶

مرادی محمد غلیل ۶۶۶

مرتضیٰ علی خان ۱۷۸

- میرالدین شاه ۲۴۰
میرالدوله (شاه عالم خانی کا مشیر) ۲۹
میر شیخ ۲۰۴
مودود چشتی ۲۲۲
موسیٰ علیہ السلام ۳۱۲ ۳۸۰
موسیٰ بن عبداللہ ۲۱۳
موسیٰ الجون ۲۰۴
موسیٰ جنگی دوست ۲۲۲
موسیٰ خان دہ بیدی ۱۳۹ ۲۳۶ ۲۴۱ ۳۸۲
موسیٰ کاظم امام ۲۳۹
موسیٰ مورت ۲۰۹
مولوی روم ۲۵۱
مولوی منوی = محمد فرخ مجددی
سرہندی
مہدی امام ۴۹۱
مہر پرور (زوجہ بہادر شاہ) ۲۸
میر تقی میر ۲۹ ۱۳۱ ۱۳۲
میر شیخ ۳۵۱
میواتی فیروز خان = فیروز خان میواتی
- ن
نابلسی عبدالغنی ۴۸۹
ناقواں مولوی جان محمد ۳۴۱
نادر شاہ (بادشاہ ایران) ۲۴ ۳۱ ۳۳ ۳۵
۴۱ ۴۲ ۵۲ ۸۵ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۸ ۲۸۰
۳۳۶
ناصر خان (ناظم کابل) ۲۹
ناصر سادات خان ۶۴۰
ناصر الدین = عزت اللہ مجددی سرہندی
ناصر الدین ابی القاسم سرقدی ۴۹۸
- مغفرت مکان = افضل الدولہ
مظانی بیگم زوجہ معین الملک ۷۲
منیث ۲۱۰ ۲۴۱
مقصود دہ بیدی مرزا ۲۱۱
مکرم خان نواب ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۵۵
مکھو = علی اصغر عرف میرکھو ۳۸۰
ملاشاہ بدشتی ۱۲۰
مکاپوری عبدالجبار ۶۲۹
ملک ظہیر الدین ۶۵۶
ملک کالے غلام قطب الدین ۳۹۸
ممشاد علودینوری ۲۱۰
مناعر احسن گیلانی ۶۲۹
مناموی علامہ ۲۵۱
منیع الحسنات = نجیب الدولہ
منزلوی = قرانی محمد مراد
منزوی احمد ۲۰۱
منصب خان (ارادت مند حضرت مہر) ۸۵
منظور الحق صدیقی ۶۴۰
منو مرزا ۹۹
منور خان (حاکم مالوہ) ۱۶۸

- ناصر الدین قادری دہلوی ۱۵۴' ۵۱۴
- ناصر علی جاندھری ۴۴
- نادر خان، حکیم ۵۳۷
- نانو، شاہ، مجذوب ۱۵۵' ۵۱۵
- نانوتوی، محمد حسن ۴۹۱
- نہانی، یوسف بن اسماعیل ۶۲۶
- نائینی، محمد رضا جلالی ۶۲۹
- نہاسا سلطان، سوہدروی، شاہ
- نثار احمد فاروقی ۶۳۳
- النجار، عبدالکلیم ۶۲۵
- نجف خاں ۶۸' ۷۰' ۸۵' ۸۶' ۸۷' ۱۱۳' ۱۱۴
- نجم الاسلام ۴۲۲' ۶۴۰
- نجم الغنی رام پوری ۶۴۰
- نجم الدین کبرئی ۱۶۱
- نجیب کنہری، سید ۳۶
- نجیب خاں = نجیب الدولہ
- نجیب الدولہ ۳۷' ۳۸' ۴۳' ۴۴' ۵۲' ۵۳'
- ۵۴' ۵۶' ۵۸' ۶۰' ۶۱' ۶۲' ۶۴' ۶۵' ۶۸'
- ۸۴' ۹۰' ۱۱۳' ۱۸۵' ۲۳۶' ۳۴۸' ۴۱۵'
- ۴۱۶
- نذیر حسین، مولوی ۴۱۱
- نذیر نیازی = نیازی، نذیر
- نساخ، عبدالنفور خاں ۶۴۰
- نسیم، اخوند ملا ۶۷' ۱۵۴' ۲۴۱' ۳۹۶
- نسیم، قاری ۴۹۹
- نصر اللہ خاں، نواب ۵۷۷
- نصرت جنگ = قاسم علی خاں
- نصیب اختر ۱۷۹
- نصیر خاں، میر بلوچ ۴۵
- نصیر الملک امتیاز الدولہ = قاسم علی خاں
- نظام = حماد الملک
- نظام غریب یمنی ۶۲۷
- نظام الدین اویاہ، خواجہ ۱۶۴' ۳۲۸
- نظام الدین اورنگ آبادی ۱۱۱' ۱۵۶
- نظام الدین احمد بخش ۶۳۳
- نظام الدین سہاوی
- نظام الدین خان خانان = انتظام الدولہ
- نظام الدین، نواب ۳۳۷' ۵۷۸
- نظام الملک آصف جاہ اول ۲۰' ۲۱' ۳۱'
- ۳۰۱
- نظامی = اسد نظامی
- نظامی، خلیق احمد ۲۳' ۲۹' ۵۳' ۵۵' ۱۰۸
- نظیر لدھیانوی ۱۸
- نصرت اللہ، مولوی ۴۴' ۱۳۹
- نصیم اللہ بہرائچی (مولف بشارت مہریر) ۷۷'
- ۱۱۹' ۱۳۷' ۱۳۹' ۱۴۰' ۱۵۲' ۱۷۳' ۲۱۵' ۲۳۹'
- ۳۵۲' ۳۸۸' ۴۰۷
- نصیم اللہ، میر ۳۷۲
- نصیم اللہ میر (خلیلہ حضرت مہر) ۳۷۲'
- ۳۷۳
- نفس علی، میر ۵۶۷
- نکوسیر ۵۹۲
- نمود و نمود ۱۰۱' ۱۹۰
- نوح علیہ السلام ۲۸۰
- نور احمد امرتسری ۱۸۲
- نور احمد لاہوری ۴۱۴
- نور الحسن حسینی نصیر آبادی ۳۹۸
- نور الحق = محمدی، میاں
- نور الحق مشرقی = مشرقی، نور الحق
- نور الدین اسفرائی = اسد خانی، نور الدین ۳۱۱

نور الدین چکوزوی ۱۴۳

نور اللہ شیخ ۴۲۱

نور اللہ اعظم پوری ۴۸۹

نور اللہ شاہ ۵۵

نوشہ گنج بخش قادری ۲۴۱

نور محمد بدایونی شیخ ۲۱۶ ۲۲۲ ۲۲۷

۲۳۸ ۲۴۱ ۲۴۸ ۲۸۵

نور محمد قاضی ۵۱ ۴۵

نور محمد قدحاری اغوندہ ۳۹۵

نور محمد طاہر ۵۶۶

نور محمد بن نعیم اللہ بہرائچی ۴۰۶

نور الہدیٰ بن قمر الدین اورنگ آبادی ۱۲۲

۳۷۲

نوری ابو الحسن ۴۹۸

نوی امام ۴۹۸

نیاز محمد بدخشانی ۵۹۱

نیازی نذیر ۱۸۰

وحید واحد علی ۴۴۰

وزیر خان (حاکم سرہند) ۲۴۱

وزیر اللہ نواب ۵۸۰

وکیلی احمد سکندر پوری ۳۱۶ ۴۸۳

وکیلی عزیز الدین فوغزنی ۱۸۰

ولی اللہ شاہ محدث دہلوی ۳۰ ۳۱ ۲۴

۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۶ ۳۷ ۳۹ ۴۱ ۵۱ ۵۳

۵۴ ۶۲ ۷۲ ۹۳ ۹۴ ۹۷ ۱۰۲ ۱۰۴ ۱۰۵

۱۰۸ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۳ ۲۸۵ ۳۲۹ ۵۱۶

ولی اللہ سنبھلی ۱۶۵

ولی اللہ فرخ آبادی ۵۹

ولید خواجہ ۴۰۸

ونسک ۱۸

وینسی مات ۳۸

ویشور و دیاعتی (پنڈت) ۵۴

۵

پادی احمد مولوی ۱۶۱

ہاشم جالیسری ۲۵۲

ہسیرہ بصری ۲۲۲

ہجویری علی بن عثمان گنج بخش لاہوری ۴۲۱

ہدایت اللہ ۴۱۰

ہدایت حسین ۶۲۸

ہر پرداد بن کیول رام ۶۸

ہرمان لنڈ ۶۵۱

ہمانی جلال الدین ۶۵۲

ہمایوں بادشاہ ۲۵۳ ۴۳۰

ہمت خان (از اولاد ابوالفتح) ۴۷۰

ہمدانی = صین القضاۃ ہمدانی

ہمشیر زادہ حضرت مظہر ۷۸

و

وات سنگری ۶۵۵

وارث الدین شاہ ۱۰۷

وارد تهرانی محمد شعیب ۲۹ ۳۴ ۵۲ ۹۱ ۹۳

والدہ مولوی بشارت اللہ ۱۶۵

والدہ قاضی مناء اللہ پانی پتی ۴۱

وحدت سرہندی عبد الاحد شاہ گل ۱۳۷

۱۴۶ ۲۳۳ ۲۳۳ ۲۳۹ ۲۶۴ ۳۲۲ ۴۰۰

۴۱۲ ۴۷۵

وحید اختر ۶۴۰

وحید قریشی ۶۲۷

- بملن ۱۷۴
 ہندی، بگلوان داس ۶۳۴
 ہیسٹنگز، وارن ۳۰
 یعقوب بکر، سید ۶۲۵
 یعقوب چرخ ۲۲۲
 یعقوب، خواجہ ۴۱۱
 یقین، انعام اللہ خان ۱۴۹
 یکتا، احمد علی ۶۳۴
 یک رنگ ۱۴۹
 یوسف ہمدانی ۲۲۲
 یوسفی، غلام حسین ۲۶۱
 یونس، خواجہ ۴۰۸
 یاسین، حنفی ۵۹۸
 یاقوت مموی ۶۲۷
 یالقایا، محمد شرف الدین ۶۲۵
 یحییٰ زاہد ۲۲۱

ی

www.kitabghar.org

اقوام ، قبائل ، جماعتیں ، فرقے ، سلاسل

سکھ ۲۵° ۳۴' ۴۱" ۴۳° ۴۴' ۵۹"

۶۶° ۴۲' ۸۵° ۸۸'

سوری ۲۹۴

اقوام ، قبائل

الف

افغان ۴۹

الوس کا قشال ۲۲۵° ۵۰۴'

ع

طلوی سادات ۲۳۱

ف

فرانسیسی ۲۸

فرنگی ۲۴° ۳۱' ۵۵۱°

ب

برگی = مرستے

بنی امیہ ۵۰۴

بنو ہاشم ۵۱۰

ق

قاکشال = الوس کا قشال

قریش ۴۱۱

ت

تاجیک ۵۲۱

م

مرہٹہ ۲۵° ۳۴' ۳۸° ۵۱' ۵۳' ۸۴° ۴۲'

مسلمان ۱۰۱

مغل ۹۶

ج

جٹ ۲۵° ۳۴' ۵۴° ۵۹' ۴۲' ۸۵°

خ

خاکشال = الوس کا قشال

ہ

ہندو ۴۶° ۴۹' ۱۰۸° ۱۱۲°

جماعتیں

روہیلہ ۳۲° ۵۳' ۵۴° ۸۰' ۸۶° ۸۸° ۱۳۴°

الف

ایرانی جماعت ۶۶

س

سرہندی ۱۸۴

سلاسل

الف

احمدیہ = مجددیہ

ج

چغتیه ۱۲۰° ۱۵۱° ۱۹۸° ۲۱۰° ۲۳۱° ۲۵۱°

س

سلطه الذریب ۱۹۸

سروردیہ ۲۳۱

ش

خطاریہ ۱۳۲

ف

فاضلیہ ۱۵۱

ق

قادریہ ۱۵۱° ۱۵۸° ۱۸۱° ۲۱۱° ۲۵۱° ۲۷۱°

م

مجددیہ ۲۱۰° ۲۱۵° ۲۱۸° ۲۳۱° ۲۳۱° ۳۱۱° ۳۱۲° ۵۱۳°

مداریہ ۲۹۸° ۲۹۱°

مظہریہ ۱۵۱° ۱۹۱°

ن

نقشبندیہ ۴۷° ۱۱۲° ۱۲۲° ۱۳۷° ۱۵۰° ۱۶۰°

۲۱۸° ۲۱۷°

نوحابیه ۲۶۱° ۵۸۲°

ب

بارہہ سادات ۲۸

ت

تورانی جماعت ۲۰° ۵۸° ۸۱°

فرقے

الف

اشعریہ ۱۵۸

ج

جمہیہ ۲۵۱

ح

حنفی ۲۹۱

ر

رافضی = حید

س

سنی (اہل سنت) ۸۸° ۱۱۱° ۱۲۱° ۱۳۱°

ش

شافعی ۱۴۱° ۴۶۵°

حید ۵۵° ۸۱° ۲۹۱°

اماکن

آ

اوچ (ریاست دیر) ۱۳۰	آزاد پور ۲۵۱
اودھ ۵۵° ۲۱	آسٹریلیا ۲۰۱
اورنگ آباد ۳۸۱	آگرہ ۵۳° ۵۵' ۱۳۱° ۱۹۸' ۳۰۵°
اوکس فورڈ ۳۹۱	آٹور
ایران ۱۲۲	

الف

ب

بازہ (قریب) ۴۱۴	انک ۲۹۸° ۴۲
بانکلی پور ۴۱۸	انجمیر ۴۴
بنالہ ۵۳° ۱۵۵	انجمیری دروازہ ۲۴۱
بجنور ۳۱۰	اچڑی (موضع) ۵۰۶
بخارا ۳۸۲° ۱۵۴° ۹۴	احمد آباد ۲۴۰
بدایوں ۵۱° ۵۲۱	ارکات ۴۲۰
براری گھاٹ ۱۸۱	استنبول ۵۶۵
بردواں ۴۲۵	اصفہان ۸۵
برہان پور ۴۶۱	اعظم گڑھ = اعظم گڑھ ۱۳۱
بریلی ۵۸° ۵۴° ۴۹	افغانستان ۵۱° ۴۹° ۱۵۸
بسولی ۵۹	اکبر آباد = آگرہ ۵۲° ۵۳° ۳۵۳
بغداد ۱۵۸° ۹۶	اکرا (مقتل نگر نہہ) ۴۱۴
بکسر ۴۱	الہ آباد ۳۱° ۸۵
بکر ۴۲	امر تسر ۳۵° ۱۸۵
بلتار ۵۱۱° ۵۱۶	امروہہ ۵۵° ۸۸° ۱۵۴
	انبالہ ۱۳۱

بندھر ۵۸۱	تبریز ۹۶
بلوچستان ۵۴	تخت ہزارہ ۴۱۱
بمبئی ۱۲۵	ترکستان ۴۲۰
بندھیل کھنڈ ۵۲۰° ۸۵° ۵۶	ترکمان دروازہ ۳۸۱
بنگال ۱۵۸° ۴۰° ۵۴° ۳۸	ترکی ۱۶۹
بنگلہ = بنگال	نکیہ شاہ محمد عاقل ۳۶۶
بہار ۳۸۱° ۳۸° ۳۱	نکیہ شاہ پیر کھنوی (بتل پیر محمد کھنوی) ۴۱۱
بہرائچ ۱۵۸	تہران ۴۷۱° ۴۱۸° ۴۱۱° ۲۹۰° ۱۴۱
بحوپال ۵۱۰° ۱۹۸	تھانہ (قصبہ) ۳۸۲
بیر علی [نیز دیکھیے ملہم]	تھانیسر ۴۰۸° ۴۶° ۴۲
بیروت ۴۸۱° ۲۱۰	

ث

پاک پٹن ۱۱	ننڈو سائیں داد ۶۲۴
پاکستان ۴۲° ۴۴° ۴۵° ۴۴° ۵۲° ۴۳° ۳۸	نوبک ۴۱۹° ۱۵۹° ۱۵۶° ۳۸۱
۱۳۹° ۱۱۵° ۹۱° ۸۸° ۸۵	نصیبہ ۴۴۲° ۴۳۱

پ

ج

پاک و ہند = پاکستان و ہندوستان	جامع مسجد دہلی ۳۴
پانی پت ۳۹۲° ۳۸۲° ۶۱° ۵۲° ۴۱° ۳۱° ۲۳° ۲۱	جامع مسجد ازہر ۱۵۱
پٹنہ ۱۰۵	جامع مسجد بمبئی ۴۸۲
پشاور ۴۲۸° ۱۵۴° ۳۱	جانندھر ۵۰۶
پٹنہ (ملاؤ پنجاب) ۵۲۱	جائیں ۱۵۴
پنجاب ۱۱۶° ۱۰۸° ۹۵° ۹۳° ۴۲° ۵۴° ۴۶° ۴۰	جمننا (دریا) ۴۲
۱۵۸° ۴۱	جموں ۴۲
پٹنہ ۵۴	جودھ پور ۴۲
پٹنہ ۱۵۸	جون پور ۲۵۱
پٹنہ ۲۸۴	جہلم (دریا) ۲۲
پٹنہ ۲۹۲° ۳۸۱	جہلم ۴۲

ت

تاشقند ۱۵۴	جے پور ۴۰° ۴۰°
	جے نگر ۳۸۱

بیش پور ۴۴۹

خانقاہ نور محل اوج دیر (طائسیم) ۳۱° ۵۵

میند ۵۸

فانیوال ۲۰۵

خراسان ۱۵۱ ۱۸۹°

خوارزم ۹۴

خورجہ (بلدہ) ۵۰۶

خیر پور ۵۳۱

ج

چاند پور ۱۸۱

چاندنی چوک = سوق سلطانی

چٹکی قبر ۱۵۱

چنبل (دریا) ۳۹۸

چندی گڑھ ۱۱۲

چین ۱۵۸

د

دارانگر ۵۶

دکن ۵۳ ۸۹°

دمشق ۹۴

دو آبہ (ملاقہ) ۲۶ ۴۵°

دہ بید ۲۴۱

دہلی ۳۳° ۳۵' ۳۸' ۴۳' ۵۰' ۵۲' ۵۳' ۵۴'

۵۹° ۶۴' ۶۰' ۴۱' ۴۲' ۸۰' ۸۱' ۸۵' ۸۴' ۸۸°

۹۱° ۹۳' ۹۶' ۹۴' ۱۰۰' ۱۵۹' ۱۶۱' ۱۶۶'

دیر (صوبہ سرحد) ۶۴

دیوان خاص شاہ جمال ۸۸

دیوبند ۲۹۸

ذ

ذحاکہ ۱۵۸

ذیرہ اسماعیل خان ۱۶۰

ر

رام پور ۱۵۰ ۱۵۴° ۴۰۶'

راولپنڈی ۱۹۸

رباط مظہری ۱۶۸

روضہ حضرت عثمان ۱۳۱

خ

خانقاہ احمدیہ میدیہ ۱۳۶ ۴۰۰°

خانقاہ قندھار — خانقاہ احمدیہ میدیہ خانقاہ

للہ شریف

خانقاہ مظہری ۱۳۱ ۱۳۹°

سوق سلطان (چاندنی چوک) ۹۸	روم ۱۵۸° ۹۷
سونی پت ۲۹° ۲۶' ۵۶	روہ ۴۹
سہارن پور ۲۲° ۵۲' ۴۱	روہتاس ۱۶۱
سہرند = سرہند	رہتک ۱۸۱
سہوان ۵۹° ۴۱	روہیل کھنڈ ۴۱۵
سیتلا (مندر) ۱۶۱	رے ۹۷

ش

ز

شاہ جہان آباد ۲۴۱	زبید (بلدہ) ۵۰۶
شاہ جہان پور ۵۵	
شام ۱۵۸	
شمس پور ۴۲۰	
شاہدرہ (نواح دہلی) ۱۱۴	
شرقی پور ۱۹۱	
شالی ہندوستان ۲۹	
شہر زور ۱۵۲	
شیدی پورہ ۵۰۱	

س

ط

ع

طائف ۳۷۸	سرہند ۲۶° ۳۷' ۴۲° ۴۵' ۴۶' ۴۸° ۴۷'
	۴۹° ۵۰' ۵۱° ۶۶' ۶۷° ۹۲° ۱۵۷° ۱۸۳° ۲۳۳°
	۲۳۴° ۲۳۴° ۳۱۷° ۳۴۶° ۴۱۳°
	سکھر
	سلیمانہ ۱۶۶
عراق ۹۷	سرقتہ ۹۷° ۱۵۷° ۲۴۱°
عرب ۱۱۲	سنام ۲۴۱
عظیم آباد ۱۵۸	سنجھل ۵۶° ۶۶° ۸۸° ۸۹° ۹۴° ۱۵۷° ۲۰۵°
علی گڑھ ۶۹	۴۱۵
عمید گاہ پنجابیاں ۵۶۱	سندھ ۱۴۱° ۲۸۲°
عمید گاہ محمد شاہی ۴۸۲	سندیدہ ۲۹۸
	سورت ۴۸۱

غ

غزنی ۱۵۱

غوث گدھ ۶۱

ف

فرخ آباد ۴۱۴ ۴۱۵

فیروز پور ۴۸۱

ق

قاہرہ ۴۴۱ ۳۸۲

قدم حضرت رسالت پناہ (دہلی) ۱۰۱

قرآن ۲۰۲

قططنیہ ۲۰۱

قصور ۱۵۹

قلعہ تھانیسر ۳۸۲ ۴۰

قلعہ دہلی ۵۰۱

قلعہ علی گدھ ۶۱

قلعہ فیروزی ۳۸۵

قلعہ گوالیار ۲۴۱

قندھار ۲۴۲ ۱۵۴ ۴۹

قشقند ۵۳۱

ک

کابل ۴۱۳ ۱۵۴

کابل باغ ۲۱۱

کاشغر ۵۴

کالی ۴۲

کالنجر ۵۲۱

کانگرہ ۴۶

کاٹا ۶۱

کانپور ۱۹۱ ۱۴۱ ۱۳۵

کانگڑا ۴۱ ۹۹

کتب خانہ آصفیہ ۲۰۱

کتب خانہ انڈیا انسٹیتوٹ ۳۸۱

کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور ۴۳۱

کتب خانہ بانگی پور ۳۹۱

کتب خانہ برٹش میوزیم ۱۴۲

کتب خانہ مکتبہ رحیمیہ ۲۰۱

کتب خانہ رضارام پور ۵۲۱

کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ۱۴۳

کتب خانہ خانقاہ مولانا غلام نبی لہری ۶۲۳

کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۲۴۱

کتب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران ۵۲۱ ۲۰۱

کتب خانہ عارف حکمت ۱۶۱

کتب خانہ سندھ یونیورسٹی ۴۹۱

کتب خانہ کراچی یونیورسٹی ۶۲۴

کتب خانہ مولانا محمد ہاشم جان مجددی ۶۲۴

کتب خانہ مدرسہ محمدیہ ۴۶۹

کتب خانہ حضرت حاجی محمد الفضل سیالکوٹی

۳۹۱

کتب خانہ خالصہ کالج امرتسر ۳۱

کتب خانہ مولوی حمزہ الدین ۶۲۴

کراچی ۱۴۱

کرانہ ۵۶

کرتار پور ۴۱

کردستان ۱۵۱

کرنال ۹۱ ۴۱ ۴۰ ۶۶ ۴۲

کرنول ۵۱۱

کسل پورہ (بازار) ۹۸

کشمیر ۵۴' ۱۵۴'

کعبہ مکرمہ ۳۰۲

کلکتہ ۱۸۱

کوچہ امام ۱۳۲

کوچہ خان دوران ۲۵۱

کوچہ شیخ محمد احسان مجددی ۴۱

کول (علی گڑھ) ۱۲۴

کوه کاشغر ۴۱

کوئٹہ ۴۶۱

کوزہ (اکوزہ) ۵۹۸

کیلیانوالہ (قصبہ پنجاب) ۹۵

گ

گجرات ۵۲

گردوارہ قہم ۴۱

گنگا (دریا) ۴۹

گنگوہ ۴۰۴

گوالیار ۳۳۴

گوجرانوالہ ۱۹۱

گورکھپور ۱۵۸

گوکنڈہ ۵۶۱

گویند وال ۱۸۲' ۴۶'

گھاٹ سوان ۴۱

گھوڑا گھاٹ ۵۴۰

ل

لاہور ۲۶' ۳۵' ۴۲' ۴۳' ۴۴' ۱۵۴' ۱۴۴'

لائڈن ۶۵۱

لبنان ۶۳۲

لکھنؤ ۱۵۴

لڈہ (ضلع جہلم) ۲۰۰

لندن ۱۶۱

لدھیانہ ۲۹

م

مارواڑ ۴۰

مالک پور ۵۲۱

مانیر (قصبہ) ۴۱۲

مالوہ ۹۱

ماوراءالنہر ۲۲۱

مبارک باغ ۲۳

مقہر ۵۲۱

محمد خواجگی نورہ ۲۹۱

مدراس ۱۶۹

مدرسہ رحیمیہ ۵۴

مدرسہ سرہند ۴۸۹

مدرسہ منصورہ ۳۹۱

مدرسہ نواب غازی الدین ۲۴۱

مدینہ منورہ ۱۵۸' ۱۶۵' ۱۶۹'

مراد آباد ۲۵' ۸۸' ۸۹'

مرشد آباد ۴۲۳

مصر ۵۲' ۹۴' ۱۵۸'

مریض ۴۹۲

(جامع) مسجد دہلی ۳۹۸

مسجد حکیم عبدالغفور ۳۹۱

مسجد شیخ محمود قلندر ۴۱۸

مسجد نبوی ۳۸۲

مصطفی آباد — رام پور

مغرب ۱۳۲

مکہ مکرمہ ۱۵۸° ۳۲۱

ملتان ۱۴۲° ۴۵' ۱۵۳° ۱۴۹

موسی زئی ۱۳۶° ۱۵۳' ۱۴۰° ۱۶۱

میرٹھ ۷۱

میرن پور ۲۵

وسطی ایشیا ۱۳۳

و

پانسی ۶۶

ہرات ۲۹۲

ہزارہ ۴۸۸

لمند (دریا) ۵۳

ہندوستان ۲۷° ۴۸' ۵۳° ۴۳' ۹۷° ۹۷' ۱۱۲°

۱۲۱

ن

نارنول ۹۰

نجد ۴۹۱

نرپا (دریا) ۵۲

نگرکوٹ ۴۶

نور محل (اوج دیر) ۵۹° ۱۳۰' ۴۱۰°

یلعم ۵۸۳

سمن ۵۸۱

ی

کتب

آ

- احوال و افکار حضرت مظہر ۲۰۵
احوال و آثار و افکار علماء الدولہ سمنانی ۳۱۲
احوال و آثار عبد اللہ غویگی قصوری ۳۳۴
احیاء علوم الدین ۴۸۹
اخبار الاخیار ۶۳۰
اعتر شنشائی ۶۳۵
اربعة انبار ۱۶۰ ۲۲۱ ۲۶۶
اردو ادب میں بحوالہ کا حصہ ۶۳۸
اردو شاعری میں ایہام گوئی ۶۳۵
اردو شاعری میں قوطیت ۶۳۹
اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر
اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ ۴۰۵
ارشاد الطالبین ۶۲۸
ارشاد المسترشدين ۱۶۹ ۵۴۰
ارکان الاسلام ۵۸۳
از الہ الخفاء ۱۴۴
اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ۶۳۴
اشعہ الممعات ۲۸۲ ۴۸۸
اصطلاحات الصوفیہ ۴۸۱
اصول اسرار (رسالہ) ۶۲۸
الاعادة المصححة ۶۲۶
اعتقادیہ (رسالہ) ۶۲۳
الاعجاز (رسالہ) ۶۲۶
اقتباس الانوار ۶۳۲

- آب حیات ۶۳۴ ۴۴
آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ۶۳۵
آثار الصنادید ۶۳۵
آج کل (رسالہ) ۶۳۶
آداب الیریدین ۶۲۹
آئین اکبری ۴۸۰
آئینہ اودھ ۴۲۲
آئینہ حقائق ناشرح جام جہاں نا ۶۲۸

الف

- ابن ماجہ = سنن ابن ماجہ
ابو داؤد = سنن ابو داؤد
اپنشد ۶۲۸
اتحاف النبلا ۶۲۶
اتحاف النبیہ ۶۲۶
اجتہد المولود و القیام ۱۶۰
اجتہد النبوة ۶۳۲ (عربی)
اجوبہ مسائل فی الحدیث و التصوف (رسالہ) ۱۴۶
احسن العقائد ۴۲۳
احقاق (رسالہ) ۴۰۰ ۴۰۲
احوال العارفین ۶۳۹
احوال بزرگان ۱۶۴
احوال نادر شاہ ۹۳

- ۱ کبر نامہ ۴۸۰
 ۱ کمل التاریخ ۲۳۸
 الطاف القدس ۲۶۶
 اللہ ادنیٰ علو الاسناد ۲۳۹
 امیر اللغات ۳۲۱
 انجیل الحاجہ ۵۱۱
 انساب الانجذاب ۶۳۲
 الانصاف ۶۲۶
 انحاس الاکابر ۲۸۴، ۲۲۲
 انحاس العارفین ۲۳۹، ۲۸۴
 انوار احمدیہ ۶۳۴
 انوار السیادت فی آثار السادات ۶۲۳
 انوار الضمائر ۶۳۳
 انوار العارفین ۶۳۲
 انوار محمد ۶۲۸
 انوار محی الدین ۶۳۶
 انیس الطالبین ۶۳۲
 اوراق مسور ۶۴۰
 اورینٹل کالج میگزین ۳۸۱
 ایضاح اللالات ۴۹۱
 ایضاح الطریقت ۱۶۳، ۲۲۱
 ایضاح المکتون فی الذیل علی کشف الظنون ۶۲۵
 الایضاف علی سبب الاختلاف ۶۲۶
- ب
- بحر زخار ۶۲۸
 بخاری = صحیح بخاری
 برہان (رسالہ) ۲۴۲
 بستان بے خزاں ۸۹
- بشارت معظمیہ ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵
 ۲۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳
 بارہ لابل الاشارہ ۶۲۶
 ہجۃ الاسرار ۶۲۶
 ہجۃ السنیہ ۶۲۶
 بھگود گیتا ۶۲۸
 بوستان سعدی ۲۲۱
 بیاض انتخابی = خریطہ جواہر
 بیاض خواجہ دوست محمد قدحاری ۱۵۲
 بیاض مرزا بیدل ۶۲۴
 بید ۴۹۱
 بید = بید
- پ
- پشت نامہ مسوہ ۶۴۰
 پنجاب میں اردو ۶۳۶
- ت
- تاریخ الادب العربی ۶۲۵
 تاریخ ادبیات ہندوستان ۲۵۴
 تاریخ اسلام ۶۳۹
 تاریخ اکبری ۴۸۰، ۵۹۵
 تاریخ ہندیہ ۶۶، ۱۸۸
 تاریخ الخلفاء ۴۹۹
 تاریخ دعوت و عزیمت ۶۳۴
 تاریخ شہادت فرخ سیر ۱۶۵
 تاریخ شیراز ہندوچونور ۴۲۰
 تاریخ عالمگیری جانی ۱۹۰، ۱۹۳
 تاریخ عباسی ۶۲۳
 تاریخ فرشتہ ۶۵۱

- تاریخ محمدی ۲۳۹
تاریخ مشائخ چشت ۲۲۶
تاریخ نادر شاهی (نادر نامہ) ۳۴
تاریخ ندوۃ العلماء ۵۶۹
تاریخ ہندوستان ۶۳۶
تاریخی مقالات ۶۴۰
تبریز الکتوبات فی تخریج احادیث الکتوبات
۵۱۲ ۵۱۱
تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ ۶۲۷
تجلیات ربانی ۶۳۸
تحفہ اشناہ عشریہ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰
تحفہ الانام فی المل ۴۹۵
تحفہ تیموریہ ۵۱۲
تحفہ رسولیہ ۱۶۳
تحفہ زواریہ = مکتوبات شاہ احمد سمید
تحفہ الشعراء ۱۸۳
تحفہ الکرام ۶۳۱
تحفہ مرشد ۶۲۳
تحقیق حق البین ۱۶۰
تحقیق مالسند ۶۲۵
تحقیقات (تحفہ السالکین) ۲۲۱
تذکرہ حسینی ۲۶۶
تذکرہ خوش معرکہ زیبا ۶۴۰
تذکرہ ریاض العارفین ۳۶۲
تذکرہ رستخیز گویاں ۶۳۱
تذکرۃ السلاطین چشتا ۶۳۱
تذکرۃ السلوک ۶۴۰
تذکرہ شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی ۶۳۴
تذکرہ شاہ ولی اللہ ۲۵۵
تذکرہ شعراء (ابن طوقان) ۶۲۷
تذکرۃ الشعراء (اشرف علی) ۲۵۵
تذکرہ شوق = طبقات الشعراء
تذکرہ عشقی ۶۳۰
تذکرہ علمای ہند ۶۲۹ ۶۳۹
تذکرہ جمکین ۵۹۱
تذکرہ غوثیہ ۴۱۹
تذکرہ کاظمی رام پور ۵۷۷
تذکرہ مردم دیدہ ۶۲۸
تذکرہ مسرت افزا ۱۳۵
تذکرہ ہمایوں و اکبر ۶۲۸
تذکرہ ہندی ۳۹۹
تراجم علماء المشائخ الاثراریہ ۲۴۱
ترتیب السبارۃ فی تحسین الاشارة ۶۲۶
تسویہ (رسالہ) ۶۳۲
التصفیہ فی احوال المتصوفہ = صوفی نامہ
تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند
۶۳۹
التعرف لمدہب اہل التصوف ۴۱۶
تفسیر تبارک الذی (رسالہ) ۴۸۹
تفسیر رؤفی ۴۸۸
تفسیر عزیزی ۴۱۲
تفسیر القرآن ۴۸۱
تفسیر مدارک ۴۸۸
تفسیر مرادیہ ۴۰۴
تفسیر مظہری ۳۵۹ ۴۰۰
تنقح الفالین ۶۲۷
تفسیسات الہیہ ۱۰۳
بکمدہ رشحات عین الحیات ۶۲۶
بکمدہ نجات الانس ۶۳۱
تعمیس ابلیس ۵۱۶

جواہر علویہ ۵۶۴۰۲۳۸
جہم بن صفوان (مقالہ) ۵۱۱

ج

چهار باغ پنجاب ۹۹۸
چمل حدیث ۴۹۱
چمل مجلس سمنانی ۳۱۲
چمل مکاتیب حضرت مجدد ۲۴۱

ح

حادثہ نادر شاہی (رسالہ) ۹۴۰۳۵۰۲۸
حاشیہ جامع الصغیر ۲۶۲
حاشیہ علیٰ شرح السلم ۴۱۴
حاشیہ ملا جلال ۴۴۲
حاشیہ میرزا زاہد ۴۴۴
حدائق الحنفیہ ۲۳۹
حدیث نادر شاہی ۶۲۹
حدیثہ الاحمدیہ ۵۹۸
حدیثہ الاولیاء ۲۴۴
حرمت سجدہ یحییٰ ۶۳۵
حسنات الحرمین ۵۰۳۰۱۹۴
حضرات القدس ۴۸۳۰۲۲۵
حضرت شاہ ولی اللہ (مقالہ) ۶۳۹
حضرت مجدد — ایک تحقیقی جائزہ ۶۳۴
حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی
کتابیں (مقالہ) ۶۳۸
حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۶۳۶
حلیۃ الاولیاء ۳۱۶
حیات آصف جاہ اول ۲۹۸

تک عشرہ کاملہ ۶۲۶

تمہید القواعد ۵۰۱

تمییز الطیب من الخبیث ۲۵۴

تنبیہات الختمہ ۱۳۹۰۱۳۹

توصل المرید الی المراد ۱۶۵

تہلیلہ (رسالہ) ۶۳۲

تیور شاہ درانی (تاریخ) ۶۳۴

ث

الثقاف الاسلامیہ فی الهند ۶۲۵

ثواقب المناقب ۶۲۳

ج

جام جمال نا ۵۰۴
جامع الصغیر ۲۵۶
جامع الفتاویٰ ۴۹۱
جامع الفتاویٰ ۴۹۹
جامع کرامات الاولیاء ۶۲۶
جامع المقامات ۲۳۵
جامع اللغات ۵۹۸
جزیل المواعظ ۴۵۹۰۴۹۶
جلالین (تفسیر) ۵۱۵
جل النور فی نسی النساء ۱۸۲
جنگ آزادی ۶۳۹
جنگ پانی پت (مقالہ) ۶۳۵
جنگ نامہ آصف الدولہ ۶۳۹
جنگ نامہ درانی ۴۵
جواہر الاصول ۵۰۱
جواہر سخن ۱۹۸

حیات امام احمد بن حنبل ۶۲۰

حیات جاوید ۶۳۵

حیات حافظ رحمت خان ۶۳۵

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۴۰۶ ۴۰۰

۴۹۵

دعائیات ۶۲۲

دعای باطل ۱۲۲ ۴۱۸ ۴۸۵

دوام العیش فی الائمہ من قریش ۶۳۵

دواوین خواجہ میر درد ۱۱۲

دوند سے خان نامہ ۱۷۲

دہلی اور اس کے اطراف ۲۴۱

دیوان ابن یسین ۵۵۹

دیوان تباہاں ۶۳۵

دیوان حافظ ۶۲۸

دیوان غلام کردی رومی ۱۴۲

دیوان درد (اردو) ۶۳۶

دیوان رافت مجددی ۶۲۱

دیوان سعدی شیرازی ۶۲۱

دیوان مظهر جان جانان ۱۳۳ ۱۳۴

خ

خاتمہ (ترجمہ آداب المریدین) ۶۳۱

خازن الشعر ۶۲۴

خدا کی نعمت = تفسیر مرادیہ

خرقہ ہزار معنی (رسالہ) ۴۸۱

خریطہ جواہر ۱۳۳ ۱۳۶

خزانہ عامرہ ۶۲۷

خزینۃ الاصفیاء ۲۳۹ ۶۳۰

خلاصۃ الاثر ۶۲۶

غنائم جاوید ۳۹۹

خواجہ باقی باللہ (صابزادگان و خلفاء) ۶۳۸

خواجہ میر درد (ذکر و نکر) ۶۳۸

ذ

ذخیرۃ الخوانین ۶۳۱

ذکر بالجہر (رسالہ) ۵۰۲

ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین ۶۳۹

الذکر الشریف فی احبات المولود المنیف ۱۴۰

ذیل رشحات صین الحیات = مکتبہ رشحات ۲۲۵

د

دارمی = سنن دارمی

دائرہ معارف اسلامیہ ۵۳۹

دراسات الیب ۴۹۶

در المعارف ۱۴۹ ۱۷۰

درد دل (رسالہ) ۶۲۹

درۃ التحقیق ۲۸۷

دریائے لطافت ۱۰۲

دستور العلماء ۶۲۲

دستور الصحاح ۴۱۶

ر

رد ووافض ۴۹۸

رد المحتار علی الدر المختار ۵۲۱

رسالہ اذکار ۱۶۶

رسالہ اعتراضات شیخ عبدالحق ۳۲۱

رسالہ تصوف (از مولانا غلام کردی) ۶۲۱

رسالہ تہلیبہ = تہلیبہ (رسالہ)

رساله پنج روزی (در اصول فقه) ۴۰۰

رساله خود نوشت حالات مولوی نسیم الله

بہرائچی ۴۲۱

رساله در احوال اولاد حضرت مجدد ۶۲۳

رساله در حالات شیخ محمد عابد سنائی ۲۴۲

رساله در رفع سبابہ از شیخ محمد یحییٰ بن حضرت

مجدد ۵۰۲

رساله در جواب جہات بر کلام حضرت مجدد ۴۰۱

رساله در رسم الخط قرآن ۴۱۱

رساله در بیان لطائف غمہ و اصول آنها ۵۱۰

رساله در مسئلہ سماع ۶۲۸

رساله در کسب سلوک و بیان معرفت ۶۳۲

رساله در طریقہ شاہ نقشبند ۱۶۵

رساله در ذکر مقامات و واردات حضرت مجدد

۱۶۵

رساله در طریقہ خواجگان = سررشتہ طریقہ

خواجگان

رساله در نفی رفع سبابہ ۶۲۴

رساله در رد اعتراضات شیخ عبدالحق ۱۶۴

رساله رد محترضین حضرت مجدد ۴۶۱

رساله رد مخالفین حضرت مجدد ۱۶۴

رساله رفع سبابہ از خواجہ محمد سمیع سرہندی ۴۹۳

رساله رفع سبابہ از خواجہ محمد یحییٰ سرہندی ۴۹۳

رسالہ قشیرہ ۶۲۶

رسالہ سطرۃ چند از احوال شاہ نقشبند ۴۵

رسالہ سماع ۶۴۱

رسالہ شاہ غلام علی = کلمات مظہریہ

رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت

مظہر = مقامات مظہری

رسالہ شکوی الغریب = دفاعیات

رسالہ شیخ محمد مراد تنگ کشمیری = صلح

الفریقین

رسالہ طریق بیعت و اذکار ۱۶۵

رسالہ لطائف

رسالہ مرابقات ۱۶۶

رسالہ مرزا محمد بیگ = عطیہ الوہاب

رسالہ مشغولیہ ۱۶۴

رسالہ نفی رفع سبابہ از خواجہ محمد حسن جان

مجددی ۶۲۴

رسالہ وحدت الوجود ۳۱۲

رسائل ابن عابدین ۶۲۵

رسائل اربعہ درد ۱۱۲

رسائل حضرت مجدد الف ثانی ۵۰۱

رسائل رد جہات بر حضرت مجدد ۳۲۲

رسائل سبہ سیارہ ۱۶۵ ۱۶۶ ۳۳۴

رشحات عنبریہ ۶۲۶

رشحات صین الحیات ۲۲۱ ۴۸۱

رقعات کرامت سعادت ہمس الدین حبیب

الله مرزا جان جانان مظہر ۱۳۸ ۱۴۱

رمز الشوق ۴۲۵

رود کوثر ۶۳۹

روز روشن ۶۳۰

روز نامچہ ۱۸۵۴، از عبد اللطیف ۱۹۸

روز نامچہ در گاہ قلی خان = مرقع دہلی

روختہ الطالین ۵۲۴

روختہ العلماء ۴۵۸

روختہ التیومیہ ۲۴۰ ۳۳۴

ریاض السلاطین ۵۹۵

ریاض العارفین = تذکرہ ریاض العارفین

ریاض النضا ۶۳۳

ریاض الوفاق ۶۲۳

سلوک طریقہ (رسالہ) ۱۳۹

السماع (رسالہ) ۵۱۴

السماع و الرقص (رسالہ) ۵۱۶

سمریہ ۲۴۲

سنن ابن ماجہ ۲۲۰ (و بہ بعد)

سنن ابو داؤد ۲۲۰ ۲۲۲

سنن ترمذی ۲۲۱ ۲۴۲ ۲۹۸

سنن دارمی ۲۴۲

سنن نسائی ۳۴۲

سیادت طویہ ۶۲۳

سیرت سید احمد شہید ۶۲۴

سیرت عائشہ ۶۳۶

سیرت خوث الاعظم ۶۳۵

سیر الاقطاب ۲۴۴ ۴۰۰

سیر المتاخرین ۱۸۱

سیر المرشدین ۵۴۴

سیف الارار ۴۲۴۳

السیف الملول ۴۰۲

ش

ام غریباں ۶۲۹

شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار ۱۴۹

شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۴۸

شجرات منظوم ۶۲۶

شجرہ آصفیہ ۲۴۰

شرائف خویہ ۴۲۵

شرح ترمذی (سراج احمد مجددی) ۵۲۳

شرح جام جہاں ناما ۵۳۴

شرح رسالہ نقشبندیہ ۶۳۱

ز

زبدۃ المقامات ۲۲۸

زبدۃ المحتائق ۲۴۲

زاد المعاد ۳۳۳

س

سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ۶۲۴

سجن شعراء ۶۴۰

سراکبر ۱۲۵

سر دلبر ال ۶۳۶

سر رشتہ طریقہ خواجگان (رسالہ) ۶۲۸

سرگزشت نجیب الدولہ ۱۸۵

سرو آزاد ۱۴۱ ۱۴۴ ۲۶۶

سمید البیان ۱۶۰

سفرنامہ مجاز ۶۳۶

سفرنامہ روم و مصر و شام ۶۳۶

سفرنامہ مختص ۶۳۳

سفینۃ الاولیاء ۶۲۹

سفینۃ خوش گو ۱۴۴ ۱۴۸ ۲۶۶ ۵۹۵

سفینۃ ہندی ۱۴۸

سکینۃ الاولیاء ۶۲۹

سل الحسام السنہ ۱۶۲

سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۶۴۰

سلسلۃ الاولیاء ۲۴۱

سلسلہ طریقہ نقشبندیہ (رسالہ) ۵۸۶

سلک الدار ۶۲۶

سلوک راقیہ نقشبندیہ ۴۸

طبقات الصوفیہ (ہروی) ۶۲۸

ع

عبرت (رسالہ) ۶۳۵

عطیۃ الیواب ۳۳۴، ۳۳۸

عہد ثریا ۶۳۳

عقول عشرہ ۶۳۱

عقیدۃ الطالبین ۶۳۲

علم الکتاب ۱۱۲

علم و عمل ۲۴۱

عماد السعادت ۵۳، ۱۸۵

عمدة المقامات ۶۳۱

عمدہ منتخبہ ۶۲۹

عوارف المعارف ۴۸۹

عہد بنگش ۶۴۰

ف

فتح الباری شرح صحیح البخاری ۲۲۰، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸

۵۰۲

فتح القدیر ۳۶۲

فتوحات حبیبیہ ۱۸۹

فخر الطالبین ۶۳۳

فرحت الناظرین ۶۳۸

الفرقان (رسالہ) ۱۶۴

فرہنگ فارسی سنیکاس ۵۹۸

فرہنگ لغات و اصطلاحات عرفانی ۵۹۸

فرہنگ معارف اسلامی ۴۹۶

فصل الخطاب ۲۲۱، ۳۱۱، ۴۹۹

فصوص الحکم ۴۸۶

شرح سفر السعادت ۶۳۰

شرح مسلم (از باب اللہ) ۴۳۱

شرح الصدور ۶۲۵

شرح فتوح الغیب ۴۸۴

شرح فصوص الحکم ۴۱۱

شرح مراتب سہ ۵۳۵

شرح منازل السائرين ۶۲۱

شریف التواریخ ۶۲۳

شہاء السائل ۵۴۲

شہاء العلیل ۶۴۰

ص

صحبتہ باہل دل ۶۲۶

صراح ۲۹۱

صحیح بخاری ۱۵۵

صحیح مسلم ۲۸۲

صدیق اکبر ۶۳۶

صفاء المرآت ۴۲۵

صلح الفرقین فی منع تکلیف مومنین ۴۸۵

صوفی نامہ ۲۵۲

ض

ضمیمہ مقامات مطہری ۱۸۹

ط

طبقات اکبری ۶۳۳

طبقات الشعر ۳۹۹

طبقات الشعر اثنے بند ۶۳۸

طبقات الصوفیہ (سلی) ۲۱۶

- فضائل صحابہ ۴۹۰
الفضل الموبہی ۶۳۵
الفوائد الضابطہ ۱۶۰
فوائد عثمانیہ ۶۲۸
الفوز الکبیر ۱۳۴
فہرست کتب خانہ مدرسہ محمدیہ ۴۸۶
فہرست مخطوطات آصفیہ ۱۶۰
فہرست مخطوطات بانکی پور ۲۹۷
فہرست مخطوطات اردو (رخسلا نیریری) ۵۸۳
فہرست مخطوطات عربی (رخسلا نیریری) ۵۷۵
فہرست نسخہ ہائی غلطی دانشگاه تهران ۷۲۹
فہرس الخزانۃ التیوریہ ۱۸۴
فہرس الفہارس ۲۳۹
فیصلہ شاہ صاحب دہلوی ۶۳۷
کاشف الاسرار ۳۱۱
کتاب العرائس ۶۲۵
کتاب الحجۃ ۴۵۸
کتاب السنہ ۴۹۱، ۴۹۰
کشاف الاصطلاحات الفنون ۵۹۹
کشاف ترجمہ انصاف ۴۶۸
کشف الاستار ۶۲۶
کشف الظنون ۶۲۵
کشف النظا ۳۳۵، ۳۳۸
کشف المحجوب ۴۹۰
کلمات الحق ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷
کلمات الشعراء ۶۶۶
کلمات طبیات ۱۳۸، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷
۶۳۲
کمالات مظہریہ ۱۷۰
کنز الہدایات ۴۸۲
کیمیای سعادت ۵۱۸

گ

- گرتھ ۱۸۳
گلشن بے غار ۱۳۳، ۱۳۶، ۲۵۴
گلشن سخن ۶۳۱
گلشن گفتار
گلشن وحدت ۲۳۹
گلشن ہمیشہ بہار ۶۳۸
گلشن ہند ۶۳۸
گنج راز (ثنوی) ۲۶۱

ل

لب الاسرار ۱۴۴، ۱۴۶

ق

- قاضی مبارک (شرح سلم) ۵۴۰
قدسیہ (رسالہ) ۲۲۱
قرآن کریم ۲۳۹، ۲۷۲، ۲۹۸، ۳۱۲ (و بہ بعد)
قرۃ العینین ۱۱۷
قرۃ العینین فی اجابت رفع یدین ۲۸۷
قرع الاسماع باختلاف ۴۸۸
قطب الارشاد ۲۲۱
قول الجلی ۱۸۰
القول الجمیل ۲۲۱
القول السنی ۵۰۳
القول القوی ۶۳۰

ک

کاروان ایمان و عزیمت ۶۳۴

- لسان العرب
لطائف اشرفی ۶۲۷
لطائف (رسالہ) ۶۲۴
لطائف خمسہ = مقامات مظہری ۱۷۶
لطائف الہیہ ۲۳۹
لحات من نجات القدس ۴۸۷
لوائح جامی ۱۵۴
لوائح خانقاہ مظہریہ ۱۳۱ ۲۴۲ ۶۳۰
لواء الہدیٰ فی السبل والدجی ۴۱۷
- ماہر الاہرار ۲۴۱
ماہر الابداد ۶۴۰
ماہر الامراء
ماہر الکرام ۶۲۷
ماخذ الاقویٰ ۳۵۹
ماہل الکمال ۶۲۳ ۲۳۸ ۶۱۰
مادھو جی سندھیا ۶۳۸
مالابدمنہ ۳۷۵
مبداء و معاد ۶۳۱
مثنوی مولوی روم ۲۴۳
مجالس المشاق ۴۷۸
مجدد تحقیق ۶۳۳
مجمع البحرین ۱۷۱
مجمع الصنائع ۹۵
مجموعہ تحقیقات علمیہ ۱۴۹
مجموعہ قریشی = مکاتیب میرزا مظہر
مجموعہ مراسلات ۲۷
مجموعہ مصنفات شیخ اشراق ۴۹۹
مجموعہ نفیر ۶۳۱
- محبوب الزمن ۶۳۹
محرر برکت ۴۱۷
محرر حقیقت ۱۷۵
مدارج النبوة ۲۷۵
مرات و واردات ۱۲۸
مراتب ستہ ۶۲۳
مراۃ النظوریہ ۶۲۳
مراسلات احمد شاہ درانی ۳۵
مردم دیدہ = تذکرہ مردم دیدہ
مرزا محمد رفیع سودا ۶۳۶
مرزا مظہر ان کا عہد اور شاعری ۲۵۴
مرزا مظہر جان جانا: حیات اور کارنامے ۹۱
مرزا مظہر کے خطوط ۱۳۲ ۶۳۶ (و بہ بعد)
مرشد و مرید ۳۱۲
المرقات ۴۷۵
مرقع دہلی ۹۸ ۱۰۰ ۱۰۴ ۱۰۹ ۲۴۰
مرقومات خواجہ غلام محی الدین قصوری ۱۵۲
مزارات اولیائے دہلی ۶۳۷
مذائب اربعہ ۳۵۹
مسالک السالکین ۵۷۵
مسرت افزا (تذکرہ) = تذکرہ مسرت افزا
مسلم = صحیح مسلم
مسند امام احمد بن حنبل ۲۲۰ (و بہ بعد)
مسند حربی و دار الحرب (رسالہ) ۱۹۶
مشکوٰۃ ۲۳۹ (و بہ بعد)
مصباح الہدایہ ۴۸۲
مصطلحات علوم و فنون عربیہ ۵۹۸
المطاہر شرح مظہر النور ۱۲۲ ۴۱۹
مظہر اللجائب = مکاتیب شریفہ
مظہر النور ۱۲۲ ۴۱۹

مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت

۶۳۶

مکتوبات حاجی دوست محمد قدحاری ۶۲۹

مکتوبات خواجہ باقی باللہ ۵۴۰

مکتوبات سیفیہ ۲۳۸

مکتوبات شاہ احمد سمیع مجددی (تحفہ زواریہ)

۶۲۷

مکتوبات شاہ عبدالغنی ۵۱۲

مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری ۳۶

۵۰۵' ۴۸۱' ۴۱

مکتوبات علامہ اقبال ۱۸۳

مکتوبات مجدد الف ثانی امام ربانی ۱۲۳' ۶۳۱

(و بہ بعد)

مکتوبات مجدد الف ثانی (عربی ترجمہ) ۶۲۶

مکتوبات محصویہ ۵۰۳' ۴۸۲' ۳۳۶

مکتوبات خلاصۃ السیر ۶۲۶

مکتوبات نقشبندیہ ۶۳۲

مکتوبات چمیل روزہ = مکتوبات شریفہ

مکتوبات شاہ غلام علی = در المعارف

مکتوبات شریفہ ۲۴۲' ۱۶۹' ۱۶۳

مکتوبات عزیزہ ۶۳۷

مکتوبات حضرت مظہر ۱۳۶' ۱۳۳

مکتوبات نقشبندیہ (مجموعہ) ۶۳۲

منازل السائرین ۴۸۲

منظرہ طریقت ۵۸۲

منہج السیر ۴۹۶

مناقب احمدیہ و مقامات سمیعہ ۲۳۸

المناقب الامدیہ و المقامات السمیعہ (عربی)

۶۲۶

مناقب رزاقیہ ۶۳۳

معارج الولاہ ۲۵۹

معارف (رسالہ) ۱۶۱

معارف لدنیہ ۶۳۱

معاصر (رسالہ) ۶۳۵

المعجم البلدان ۶۲۷

المعجم المطبوعات العربیہ ۶۲۵

المعجم المفہرس ۶۲۷

معجم المؤلفین ۳۳۵

معمولات مظہریہ ۱۴۰' ۱۳۷' ۱۳۶' ۱۳۴' ۱۴۳' ۱۴۲'

۲۵۳' ۱۷۷

المخاضہ بین الانسان والکعبہ ۴۸۳

مفید المفتی ۶۳۷

مقالات شبلی ۶۳۶

مقالات الشعراء ۶۳۱

مقالات طریقت ۱۸۲

مقامات غیر ۶۳۶

مقامات طیبین ۶۲۳

مقامات شاہ غلام علی = جواہر علویہ

مقامات عثمانیہ ۱۵۸

مقامات مظہری ۶۸' ۱۰۰' ۱۲۷' ۱۳۰' ۱۳۱' ۱۳۵'

۱۳۷' ۱۴۱' ۱۴۵' ۱۴۷' ۱۵۳' ۱۶۳' ۱۶۹' ۱۷۱' ۲۱۵'

مقامات مظہریہ = مقامات مظہری

مقامات محصویہ ۶۲۳' ۶۲۰' ۶۳۶

مکاتیب شریفہ ۱۶۸

مکاتیب میرزا مظہر ۱۳۳' ۱۳۷' ۱۳۹

مکاتبات غیبیہ ۶۳۱

مکتوب مدنی ۵۰۵

مکتوبات (مجموعہ مکتوبات خواجگان مہربند)

۱۰۵

مکتوبات اشرفیہ ۶۲۷

- مناقب فخریہ ۷۳
 منتخب التواریخ ۶۲۸
 منتخب الالباب ۲۴۰
 منتخب الطوائف ۶۲۸
 منتخبی الارباب ۵۹۹
 المورد الہنی فی اسانید النسخ عبد الغنی ۵۱۱
 موضوعات ۲۱۸
 موطا امام مالک ۳۱۲
 مہاجرات ۱۸۱
 میر درد (تصوف و شاعری) ۶۳۸
 میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ۶۳۸
 (وما قبل)
 میر کا سیاسی و سماجی ماحول (مقالہ) ۶۳۹
 المیزان

و

- واقعات دار الحکومت دہلی ۵۸۱
 وحدت الوجود (رسالہ) ۱۲۲
 وزم آف پرشیا ۶۵۳
 وسیلہ جلیہ ۳۱۶

- وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول ۲۳۹
 وصال احمدی ۶۲۸
 وصایا خواجہ عبد الحاق نجف وانی ۶۳۰
 وصایا الوزير علی طریقہ النذیر و البشیر ۵۸۰
 وصیت نامہ ۱۴۶
 وفتاح عالم خاں ۱۸۳
 وہب زبیر ۵۷۸
 وید ۱۲۵

۵

- ہدایت الطالبین ۲۶۶۰ ۲۲۱۰ ۱۵۹
 ہدایت الطالبین (عربی و ترکی تراجم) ۵۴۲
 ہدایہ ۳۲۲
 ہدیہ احمدیہ ۲۶۷
 ہدیہ مجددیہ ۶۳۴

ن

- نادر نامہ = تاریخ نادر شاہی
 نتائج الافکار ۳۵۳
 تزہتہ الخواطر ۲۳۸۰ ۱۳۸
 نسائی = سنن نسائی
 نسب الخرق ۴۶۷
 نصائح (رسالہ) ۱۰۱
 نصاب الاحتساب ۴۰۷
 نغمہ عشاق ۴۷۸
 نفائس السامحات = مکتبہ رشحات
 نفائس الفنون فی عرائس الیون ۵۹۹
 نجات = نجات الانس
 نجات الانس ۶۲۸
 نغمۃ النیس ۲۷۵

ہندوستانی یونیورسٹیوں میں تحقیق کی رفتار
۱۶۱

ہدیہ العارفین

ہشت شرائط خواجگان نقشبندیہ ۲۲۱

ہمیشہ بہار (تذکرہ شعراء) ۶۲۷

ہندو تہذیب اور مسلمان (مقالہ) ۶۳۹

ی

ایمان الجہنی ۱۱ ۵۱ ۶۲۶

ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے

تعلقات پر ایک نظر ۶۳۷

مطالع و ناشرین

مطالع

- ادبی پبلشرز (ممبئی) ۶۳۱
ایٹیانک سوسائٹی آف بنگال ۶۵۱
اللہ والے کی قومی دکان (لاہور) ۶۳۳
او کسپور ڈیونیورسٹی (طالع و ناشر) ۶۵۱
بریل (ای - جے) ۶۵۳
پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ ۶۵۱
دار المصنفین ۱۳۵
دار المعرف ۱۴۱
دار المورخین (لاہور) ۶۳۲
دائرة المعارف عثمانیہ ۶۳۲
سعید اینڈ کمپنی ۴۳۲
سندھ یونیورسٹی ۶۳۳
سہیل اکیڈمی ۶۳۱
علوی بک ڈپو ۶۲۸
مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۶۳۳
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۶۴۰
مکتبہ ایشیق ۶۳۲
مکتبہ برہان ۱۴۲
مکتبہ سلفیہ ۶۳۱
مکتبہ قادریہ ۴۳۲
مکتبہ الفتی ۶۳۴
تدوۃ المصنفین ۶۳۲
نصرۃ العلوم ۶۳۱

- مطبع ابو العالیہ ۶۲۶
مطبع احمدی ۱۴۶
مطبع اسدی ۶۳۲
مطبع اسماعیلی ۶۱۸
مطبع برکتی ۶۲۱
مطبع عزیز ۶۱۸
مطبع فتح الاخبار (کول) ۶۳۳، ۱۳۸
مطبع کریمی ۶۳۱
مطبع مجتہبی ۱۴۶
محبوب المطابع ۶۳۲
مطبع محمدی (لاہور) ۱۴۵
مطبع مصطفائی ۶۳۳، ۱۳۴
مطبع مفید عام ۶۲۸، ۱۳۴
مطبع نادری ۶۳۲
مطبع نظامی ۱۴۵
مطبع نقشبندی ۶۳۲
مطبع نو کشور ۶۳۱

ناشرین

ادارہ ثقافت اسلامیہ ۶۳۲

Foreword

The tradition of scholarship, combining a thorough knowledge of the subject studied directly from the sources, with modern methodology, best represented in Pakistan by the late Professor Muhammad Shafi and the late Sayyid Hussamuddin Rashidi which once seemed to be on the way out, has of late shown signs of new vigour. Muhammad Iqbal Mujaddidi is undoubtedly one of the most accomplished and the most productive of the new generation of scholars who are striving to raise aloft once again the flag of oriental scholarship. The editing of the book under review is a marvel of thorough-going research. In order to place Mirza Mazhar Jan-i Janan's utterances and letters in proper perspective, Mr. Mujaddidi has added a long, learned introduction which is itself a feat of scholarship. In this broad survey he brings under review the political setting in which the saintly Mirza lived and worked, and the tradition of Naqshbandi sufism, especially its Mujaddidi branch. His introduction not only illuminates the entire socio-political

scenario but also enables the perceptive reader to appreciate the true significance of Mirza Jan-i Janan's teachings.

Mirza Jan-i Janan was the last of the great sufi saints of South Asia. His fame and following spread far beyond the confines of the subcontinent. He was fortunate in having in Shah Ghulam Ali a great disciple and successor who also compiled his master's *malfuz*. This collection of *malfuz* is possibly the best of its class since after the era of great *malfuzats* four centuries earlier.

A spiritual preceptor of great force of character, the literary mentor of the leading Urdu poets of the age, a poet of note himself Mirza Jan-i Janan was a man of fine sensibility and deep spiritual powers. He was indeed a person of rare parts, for not many sufi saints could boast of such a broad range of gifts. He was also a trend-setter in the literary world of the day, guiding the poets of the age to shift their gaze from Persian to Urdu and from the tricky but narrow path of "double-entendre" to the lyrical expression of the whole gamut of human emotions. The 18th century witnessed the decline of Mughaul civilization and the disintegration of Mughul political authority. It was inevitab-

ly an age of much civil strife. The squalor of a declining culture was only relieved by the high spirituality of men like Mirza Jan-i Janan and Shah Ghulam Ali and the poetic sensibility of Mir and Sauda who both drew inspiration from the former.

Credit goes to Mr. Iqbal Mujaddidi for bringing the spoken words and the letters of such a unique personality within the reach of educated men by translating them into Urdu and by his enlightening comments on all matters needing explanation. Mr. Mujaddidi is in the developing stage of his career and we expect many more equally solid and more brilliant work from him.

Prof. Riazul Islam

Secretary,

Institute of Central and west Asian studies,

University of Karachi, Karachi.

مَنْ يَتُوكْ كُلًّا عَلَى اللَّهِ وَحَسْبُهُ

بفضل خانی و جهان از ترصیف شریف تالیف میف خلاصہ خاندان مصطفوی



بہتمام محمد مجید ان محمد عبدالرحمن دست گرفته و تعلیم یافتہ خدمت اخ معظم محمد مصطفیٰ خان صفور

مَطْعُودُ الْعَمَلِ وَفَعَّارُ كَرْدِ
رَجُلُ الْمَصْطَفَاوِ كَانِيُو مَطْبُوعِ

از ما نوشته بگیرند و زور یا عوف محمد بخش را که قیم خان محمد آفاق مذکور است از جانب خود همراه بر کاره بدار القضا
 و او بدست کاریم خان متصدی محکم قضا قطع لادعوی و ابرامه ولیب سیده آورده و حسام احمد مذکور جز خود نیست
 حواله بر کاره ما برده نمود بدین مضمون که انوار معبر صمیم شرعی که در مجرای کسم و نسب حسام احمد بن عطا احمد اصالتاً از خود و
 از قبل پدر خود مسی به عطا احمد بن
 والد خود و محمد آفاق بن احسان احمد خان عسوی خود برین وجه که مآثر
 بعد وقف ماس و منزل جریلی نیاز در کاه حفره قدوه الوهلین مرزا جانجامان شیه قدس سره دعوی میبوده بودم
 اینکه کفالت مذکوره بجا صاحب بامقران میبرده اند و بهیه نامبر خود نوشته داده اند چنانچه تا پیش وقت
 در قیامات بی صاحب و حرم و بعد کفالت ایشان دعوی میبود ششم در بنو لاد بافت شده که بعد وقت
 و بهیه نمیشود که الوقف لایوبت دعوی مذکور نسخ باطل شده و در شرح شریف مسموع نشسته اند از حیدر علی سطر زکند
 و دست داریم و اصالتاً خود در کاه از قبل موکلان خود آن خود نوشته میبرده که اگر بعد تحریر این وقت دعوی می
 و با که نام فدر بر آورده علم کنیم در زوکل و فادب ششم نامی الحال از بابت و بهیه نامی که بر بیان نا اطلاع می دیکه فاد
 ایشان بوجهی من الوجوه و سبب من الاسباب یعنی دعوی میبودی منافی مانده و اگر احیاناً بعد بهیه نامبر مدعی
 برای باطل است بنابراین بجهت کلمه طریق ابرامه و فارغ غلط نوشته اند و خود تحریر تبار چهاردهم هر چه علی حسام
 و هر دو حق قائل کرده و ادباً بخندنا علم علی که بموجب حکم شرع شریف امر حضور در جریلی کاه تا پیش وقت
 را بنیامر بخند که از این تحریر فی الناس میفهمیم حسب المربسته

THE PIRZADA M. HANIF
LIBRARY 1910.

[illegible]

Handwritten text in Urdu script, likely a continuation of the letter or a separate note. The text is written on a separate sheet of paper, which is placed over the main document. The handwriting is cursive and appears to be from the same person as the main text.

الَاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

این رساله
شریفه در بیان

حالات و مقامات حضرت

شیخ الدین حبیب الله جناب مرزا

جان جاناں منظر شریف قدس سره از قضا اینف

حضرت غوث الاسلام و المسلمین ابی الی الله حضرت شیدا

شاه اسلام علی الملقب بشاه عبد الله المجیدی

طریقه و العلوی اسبابا والد بطور

مکنا و فنا رحمت الله

علیه *

*

سال ۱۲۹۹

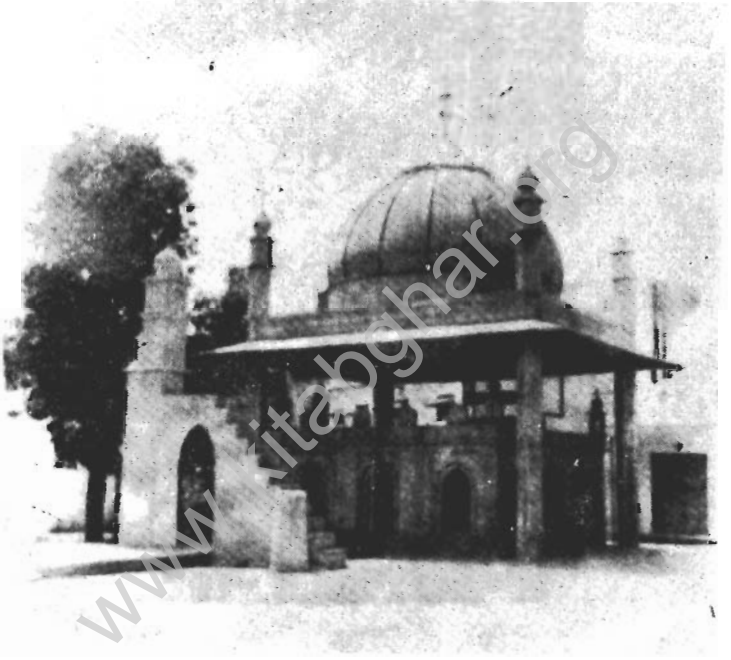
در مطبع احمدی با اهتمام خضر علی طبع



مال الحال من مالک و الی
 اصغر الحال من مالک و الی
 عبد الباقی و الی
 و بارانہ کی

مبتطها بقسین اینها متصل به محمد ص که خستام تلمذ بر آن نه و در حقیقت
که منت دوم شجره جاد و ارباب الفان قناد تا یکایک روح و نفس او
موجب فروئی برکات و نفعات و برین طایفه انبان کرد و دو مکر اکثر
اقوال قویان می محمد و الفانی و غیره در هر سه حد مکتوبات بریل مسطور است
بلا جمال و شکر اخلاص اگر کسی از درک طالع آرد احوال تمام کمال را
و دیگر فصل احوال در این تکلفات العیال علی الکسبه و الحفنه
بدل علی السکبه و فصل در فن الکلال و الاحمال و تلویح الملال
و الله اعلم بحقیقه الحال اللهم اکمل الطالبین الکمال و احسان التواریخ و النظر
الشرفه و تعالایه الحال و فتح لنا اوانسیر المبال تمت
رساله قال الکمال من تصیفه صیغه سر مع عبد الباقی ساریح ۲۹
المبارک و صلیه بحر صلیه علیه و در دو خط اعجاز الکمال

قاری من مکر و عیال
ان خطای فی الصم ک
از کرم و الله اعلم بالصواب

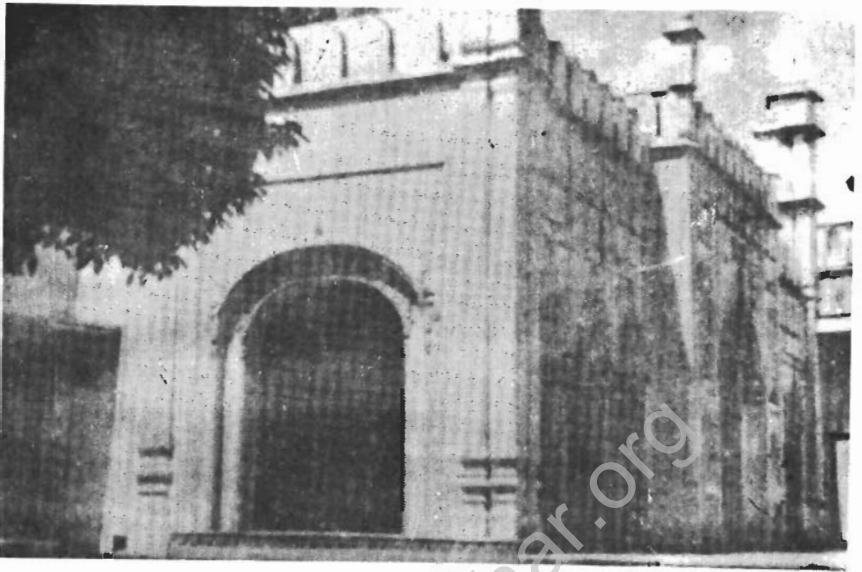


۱۲- گنبد مزارات چوترا حضرت مظفر، تعمیر ۱۳۰۰ھ، ص ۱۵۲

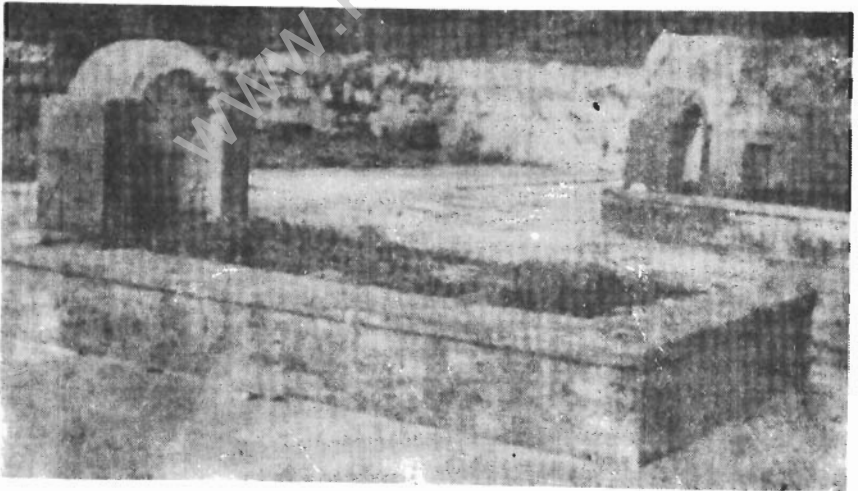


۱۳- مزارات مرشد و مرید یعنی حضرت مظہر و مؤلف مقامات مظہری، ص ۱۵۲





۱۴- حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی مسجد، ص ۱۵۷



۱۵- (بائیں جانب) مزار حضرت سید نور محمد بدایونی مرشد حضرت مظہر، ص ۲۳۰

[illegible]